ماہوار رسالہ

اصلاح

جلد ۳۷	ماہ ذی الحجۃ الحرام سنہ ۱۳۵۲ھ	نمبر ۱۲

فہرست مضامین

9205

مقام اشاعت

دفتر اصلاح [illegible] کھجوا (صوبہ بہار) [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اصلاح

نمبر ۱۲ | ماہ ذی الحجہ ۱۳۵۲ہجری | جلد ۳۷

عالیجناب نواب کمال یار جنگ بہادر دام اقبالہ کا گراں قدر عطیۂ

ناظرین اصلاح کو دوسرے اخباروں نیز رسالہ اصلاح ماہ شعبان ۱۳۵۲ہجری سے ریاست حیدرآباد دکن کے اس دردناک حادثہ کی خبر ہو چکی ہے کہ وہاں کے مشہور ذی اثر اور خاندانی رئیس عالی جناب سرکار نواب خان خاناں بہادر اعلی اللہ مقامہ نے ماہ جمادی الاخری ۱۳۵۲ھ میں انتقال فرمایا جس سے ہماری قوم وملت کو بہت بڑا نقصان پہونچا۔ مگر خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جناب مرحوم نے بہت معزز روشن خیال۔ ذی اثر معین دین وملت اور بہمہ اوصاف متصف جانشین چھوڑا ہے جنکا اسم گرامی عالی جناب نواب میر محمد کمال الدین حسین خاں صاحب المخاطب بہ جناب سرکار نواب کمال یار جنگ بہادر دام عزہ ہے۔ جناب ممدوح میں نہایت اعلے درجہ کی خوبی یہ ہے کہ اپنے مذہب اور قوم کے بڑے نبض شناس اور اسکی ضروریات سے کماحقہ واقف ہیں۔ آپ نے جناب مرحوم کے انتقال کے بعد جناب مرحوم کی روح کو ثواب پہونچانے کی غرض سے لاتعداد امور خیر انجام دیئے اُن میں اپنے مذہب کے قدیم خادم رسالہ اصلاح کی اعانت بھی فرمائی۔ چنانچہ ماہ نومبر ۱۹۳۲ء میں جناب سرکار ممدوح کی طرف سے تین سو روپیہ

لٹک گئی تھی مگر زمین پر گری نہیں تھی۔ ۳۰ ؍ مارچ ۱۹۴۲ء کو ۱۲ بجے دن کے وقت جب موسم بہت معتدل تھا کہ نہ بارش تھی نہ ابر تھا۔ نہ آندھی تھی۔ نہ تیز ہوا تھی نہ زلزلہ کا کوئی شبہ ہوا دفعتہً چھت زمین پر آتی رہی۔ اس سے علاوہ اور نقصانات کے بہت زیادہ افسوسناک رنج یہ ہوا کہ اس کا بہت متبرک منبر بھی چور چور ہو گیا۔ اس محرم میں تو اس امام باڑہ کے اندر کسی طرح مجلس ہو نہیں سکتی مگر سال بھر میں اسکو بنوانا بہت ضروری ہے۔ اگر ہمدردان اصلاح صرف اتنی مدد کریں کہ دو دو جدید خریداروں سے ۵۳ہجری کا چندہ اصلاح خود وصول کر کے بذریعہ منی آرڈر بھیج دیں تو آسانی سے اس امام باڑہ کی تعمیر ہو جا سکتی ہے۔ آپ سے ایک پیسہ کی بھی اعانت کی خواہش نہیں کیجاتی بلکہ صرف زبانی تحریک اور جدوجہد کی فرمائش ہے اس کی وجہ سے ہم کو اطمینان سے انشاءاللہ رسالہ اصلاح کے شایع کرنے اور ماہ بماہ ۴۸ صفحہ ماہوار نکالتے رہنے کا موقع بھی ملیگا۔ اور آپکی اعانت تعمیر امام باڑہ میں محسوب ہونے کی وجہ سے آپ کو آخرت کا اجر بھی بہت زیادہ حاصل ہوگا۔ ہم نے عزمی ارادہ کرلیا ہے کہ اب اصلاح کی ضخامت ۴۸ صفحہ ماہوار سے کم نہ ہو اس سبب سے بھی آپ حضرات کو خیال کرنا چاہئے کہ جبتک اسکے خریدار پانچ ہزار نہ ہو جائینگے اس وقت تک اسکے مصارف کیونکر پورے ہوں گے۔ مناظرہ مامون الرشید آپکے نہ چھپ سکا۔ کیونکہ جدید خریداروں کی تعداد بہت کم رہی۔ اگر ایک مہینہ میں بھی آپ حضرات نے دو دو جدید خریدار عنایت فرما دیئے تو انشاءاللہ دوسرے مہینہ میں رسالہ مناظرہ مامون آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔

سال آئندہ کا چندہ اصلاح

الحمد للہ کہ اصلاح کی جلد ۳۷ مکمل ہو گئی جس سے آپکا چندہ اصلاح بھی ختم ہو گیا۔ اب محرم ۵۳ہجری سے انشاءاللہ جلد ۳۸ شروع ہو جائیگی۔ آپ اپنا چندہ بھی جلد بذریعہ منی آرڈر عنایت فرمائیں اور وی پی کا بالکل موقع نہ دیں کیونکہ اس سال اصلاح کو ۴۸ صفحہ ماہوار شایع کرنیکی وجہ سے بڑے مصارف کا سامنا ہے۔

اسمائے تاریخی سنہ ۱۳۵۳ ہجری

مظفر عباس ۔ خیریت عباس ۔ سید مظاہر عباس ۔ سید ظہیر العباس ۔ احمد صغیر ضیغم الاحمد ۔
صغیر احمد ۔ حامد صغیر ۔ مجاہد صغیر ۔ حمید اصغر ۔ بنی اصغر ۔ اصغر بنی ۔ ضمانت بنی ۔ ضما حمید ۔
محمد غنی قاسم ۔ محمد قاسم غنی ۔ محمد عاقل غنی ۔ محمد غنی عاقل ۔ محمد بخشش مہدی ۔ سید مظفر مہدی ۔
بنی المہدی اختر ۔ محمد نیر رضا ۔ محمد کرم رضا ۔ قنبر رضا ۔ محمد منصف رضا ۔ شاہ ولی رضا ۔
رضا ولی شاہ ۔ محمد مشتاق رضا ۔ رضا آشنا ۔ الٰہی رضا شاہ ۔ ولی رضا شاہ ۔
۱۹۳۴ء
یٰسین رضا حیدر ۔ محمد رضا المصطفیٰ ۔ سید معظم مصطفیٰ ۔ محمد علی ناظر ۔ محمد خصلت العلیٰ ۔
محمد ناظر علے ۔ غریب العلے ۔ علی خلیفۃ المحمد ۔ اختیار العلے ۔ خلیفۃ المحمد علے ۔
شمس الخیار علے ۔ سید ناظر حسین ۔ سید حسین ناظر ۔ سید خصلت الحسین ۔ سید نقی
حسن خاں ۔ سید نظیر احسن ۔ خیر اندیش حسنین ۔ سید تاثر حسنین ۔ سید عترت الحسنین ۔
سید مقبول العترت ۔ سید اوصاف العترت ۔ محمد عترت النقی ۔ ظفریاب نقی ۔ اشتیاق النقی ۔
محمد میراث نقی ۔ محمد نثار نقی ۔ اخیار النقی ۔ محمد اذن نقی ۔ ضمیر باقر ۔ معظم باقر ۔
باقر معظم ۔ محمد اسمعیل معظم ۔ محمد منیر کاظم ۔ عمران الکاظم ۔ کاظم العمران ۔ محمد کاظم کرم ۔
محمد فاخر کاظم ۔ سید اکبر الدین کاظم ۔ سید کاظم الدین اکبر ۔ غلام مہدی اکبر ۔ عظیم علی اکبر ۔
۱۹۳۴ء
سید فاروق اکبر مرتضیٰ ۔ گلعذار علے حیدر ۔ سید رضوان حیدر ۔ امام الغازی
حیدر ۔ سید غلام حر ۔ سید ظفر السجاد ۔ سید شجاعت پنجتن ۔ سید مختار یحییٰ ۔ سید
نذر الرحمن ۔ سید مظہر اقبال ۔ مناظر السبطین ۔ محمد خورشید عالم ۔ رضوان رسول ۔ بخشش قائم ۔
مشتاق شبیر ۔ بضاعت یداللہ ۔ راغب عیسیٰ ۔ محمد ظہور عیسیٰ ۔ محمد تاثیر عیسے ۔ عارف بخت ۔
بخت آور سعید ۔ شیخ محمد عارف ۔ شیخ محمد اکبر حسین ۔ شیخ حشم الدین ۔ شیخ مسعود بخش ۔
۱۹۳۴ء
شیخ شان محمد ۔ شیخ رفیق احمد ۔ شیخ فقیر احمد ۔ شیخ شمیم احمد ۔ شیخ مسعود مبارک ۔ شیخ شاہد
عباس ۔ محمد خیرات الواحد ۔ بصیر العظیم ۔ خلافت اسلام علی ۔ الیاس المظفر ۔ النور الدین رضا ۔
محمد ظل المنیر ۔ چراغ مقداد ۔ تفویض محمد ۔ ساغر محمد ۔ صابر غنی ۔ اکرام الغنی ۔ محمد ندھارہ ۔ ظریف الاسلام

مرزا عصمت پنجتن ۔ مرزا عبدالحفیظ ۔ مرزا التقدیس التقی ۔ مرزا محمد بشارت علی ۔ مرزا محمد فیضیاب علی ۔ مرزا ارتفاع جعفر بخشش احسن بیگ ۔ راغب احسن بیگ ۔ ظل العسکری بیگ خیرات علی بیگ ۔ ظفر العلی بیگ ۔ فیروز غازی بیگ ۔ باقر غازی بیگ ۔ مختار ید اللہ بیگ تقرب خاں ۔ مشرف امام خاں ۔ شرع اسلام خاں ۔ عصمت الیاس خاں ۔ بصیرت خاں ۔ محمد حیات التقی خاں ۔ محمد متین علی خاں ۔ خان خاناں ۔ شفیق بہادر خاں ۔ مرحمت وہاب خاں منفعت بنی خاں متبسر بنی خاں بشر نقی خاں ۔ عقید حسن خاں ۔ سرتاج یحیٰی خاں تراب السجاد خاں ۔ توصیف موسیٰ خاں ۔ میر ریاض محمد ۔ میر محمد ریاض ۔ میر الیاس رضا ۔ میر رضا الیاس ۔ امیر تربیت المہدی ۔ امیر محمد رضی ۔ امیر کاظم العلے ۔ امیر علی الکاظم ۔ نواب غلام اکبر ۔ نواب بخشش محمد ۔ نواب کرار حیدر خاں ۔ آغا طفیل حیدر ۔ آغا لطیف حیدر آغا مطیع حیدر ۔ آغا صالح حیدر ۔ آغا صلاح حیدر ۔ آغا دبیدار امام ۔ آغا مددگار امام ۔ آغا مہربان احمد ۔ آغا نور الدین ۔ آغا اکبر حسین خواجہ برکت موسیٰ ۔ خواجہ نعمت حسنین ۔ خواجہ اختر حسین ۔ خواجہ ولی الستار ۔ خواجہ تقدیس العباس ۔ خواجہ تونگر بنی ۔ خواجہ اقتدائے حیدر قاضی سراج حسنین ۔ قاضی قدیر حسین ۔ قاضی محمد قاسم احسن ۔ قاضی محمد نصیر ۔ قاضی محمد سفیر ۔ قاضی شاہد اسلام ۔ مفتی عصمت اکبر ۔ مفتی صدارت حسین ۔ مفتی معتقد الحسنین ۔ مفتی مخدوم عباس ۔ خلیفہ تقی حسن ۔ خلیفہ متین حسین ۔ پیر غازی المحمد ۔ پیر عصمت التقی ۔ پیر نیف کاظم قطب نظر محمد ۔ قطب عظیم حیدر ۔ قطب حیدر عظیم ۔ صاحبزادہ تہذیب حسین ۔ صاحبزادہ اظہار حسین صاحبزادہ وراثت حسین ۔ شہزادہ بشارت حسین مخدوم شبیر قایم مخدوم بشیر قائم ۔ راجہ اعظم عباس ۔ راجہ ریاض عباس ۔ چودھری بشارت حیدر ۔ ملک چراغ مہدی ۔ فقیر فضل احمد نیک اختر بیگم ۔ طہیر الفاطمہ بیگم ۔ مظاہر فاطمہ بیگم بخشش سیدہ بیگم ۔ اشتیاق البتول بیگم اخیا البتول بیگم ۔ اختیار زینب بیگم ۔ تفاخر بیگم ۔ ید اللہ اختر بیگم ۔ فراغ بیگم خجستہ زہرا بیگم ۔ بی بی رمضان الفاطمہ بیگم ۔ گوہر ضمیر بیگم ۔ گوہر معظم بیگم ۔ منور خاتون ۔ نامدار خاتون رہنما خاتون ۔ سیدہ مادر خاتون ۔ امیر پاکیزہ خاتون ۔ سیدہ اطوار خاتون ۔ کنیز صدیقہ

خاتون - کنیز خاتون صدیقہ - سیدہ زہرہ خاتون - متبرک خانم - شاہنشاہ خانم عصمت الآل
خانم - شہزادی منعم فاطمہ خانم - شکر النسا خانم - نزہت صادقہ خانم - شوکت الکلثوم
کوثر الکلثوم - ثمرت زہرا - سیدہ ذلیشان زہرا - خیرات النسا - کنیز دختر نبی - صابرہ معظمہ
حکمت فضہ - شہزادی شوکت منیر - نادر الخواتین -

فدوی محمد یحیٰی حسن نقوی (نابینا) متوطن بنہیڑہ سادات ضلع بجنور (یو-پی)

دائرہ تحقیق کیجھوا میں ایک اور اعانت دائرہ تحقیق کے اغراض و مقاصد میں حضرت قبلہ و کعبہ طاب ثراہ کے وقفی کتب خانہ کی حفاظت اور ترقی بھی ہے
مومنین یہ سنکر خوش ہونگے کہ عالی جناب حاجی خوجہ محمد جعفر شریف دیوجی صاحب دام عزہ نے ممباسہ (افریقہ)
سے ایک عربی کتاب تحفۃ اللبیب شرح لامیۃ الحبیب تالیف السید العلامہ احمد بن ابی بکر بن
سمیط العلوی الحضرمی مطبوعہ مصر ایک نسخہ عنایت فرمایا ہے جو نہایت شکریہ سے قبول کرکے
دائرہ تحقیق کے توسط سے کتبخانہ میں داخل کردیگئی - خدا ممدوح کو جزائے خیر دے اور
دوسرے ہمدردان دین وملت کو بھی اس کتبخانہ کی ترقی کی طرف متوجہ کرے -

تقریظات گزشتہ چند مہینوں میں بکثرت کتابیں اور رسائل فریقین موصول ہوئے مگر افسوس
اُن پر تقریظ لکھنے کا موقع نہیں ملا - صرف چند پر اس نمبر میں مختصر تبصرہ کردیا جاتا ہے (۱)
المحاسن - علوم عربیہ کے بڑے ماہر علامہ جاحظ عثمانی کی کتاب المحاسن والاضداد میں ایک
باب المفاخرہ ہے جس میں مصنف نے خاندان بنی ہاشم و بنی امیہ میں مقابلہ کرکے بنی ہاشم کی
افضلیت و اشرفیت کو نہایت جامعیت سے ثابت کیا ہے - اس میں دونوں خاندانوں
کے بکثرت تاریخی واقعات وحالات درج ہیں - ہماری قوم کے مشہور مولف جناب جناب مہاراجہ
سید اولاد حیدر صاحب فوق بلگرامی ساکن کوات ضلع آرہ دام عزہ مولف سیر چہاردہ معصومین
علیہم السلام نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کرکے چھپوادیا - جو بہت مفید - ضروری اور قابل قدر
علمی خدمت ہے - بڑی تقطیع کے ۲۰۲ صفحہ پر شایع ہوئی ہے - علم دوست حضرات اس
کتاب کو بھی ضرور منگائیں کہ خاندان رسالت اور اسکے مقابلہ کے مشہور خاندان کے مفصل

حالات اور مخفی اسرار بھی اس سے معلوم ہونگے۔ افسوس قیمت مرقوم نہیں (۲) متعہ اور اسلام۔ امامیہ مشن لکھنؤ کا یہ دسواں تبلیغی رسالہ ہے جسمیں متعہ کی حقیقت۔ ضرورت اور تاریخ کو بہت تفصیل تحقیق اور جامعیت سے لکھا ہے۔ قرآن مجید۔ تفاسیر اور احادیث اہلسنت سے اس کے ہر پہلو پر بہت تشفی بخش بحث کی ہے۔ یہ رسالہ نہایت مفید اور اس قابل ہے کہ اسکے کئی کئی نسخے خرید کر مخالفین میں مفت شایع کئے جائیں۔ امامیہ مشن کی اس دینی خدمت کی جو قدر کی جائے بجا ہے اور اسکے مصنف فاضل محقق جناب مولوی سید علی نقی صاحب دام فیضہ کا جس قدر شکریہ ادا کیا جائے کم ہے۔ خدا ممدوح کی عمر اور قوت میں ترقی دے کہ علمی تحقیقات کے ذخیرے تقسیم کرتے رہتے ہیں قیمت صرف ۸ر (۳) تجارت اور اسلام۔ یہ بھی فاضل محقق موصوف ہی کے زور قلم کا نتیجہ ہے جس میں کسب معاش۔ محنت و مشقت۔ جد و جہد اور خصوصاً تجارت کے متعلق وہ احکام و معلومات درج کئے ہیں جو اسلام اور ارکان اسلام نے بتائے اور کرکے دکھائے ہیں مسلمانوں نے آج اپنے اس قومی شغل کو بہت زیادہ ترک کر دیا۔ جسکی وجہ سے روز بروز کمزور ہوتے جاتے ہیں۔ کاش وہ سب اس رسالہ کو دیکھتے اور اس کے مشوروں پر عمل کرتے تو چند ہی دنوں میں انکی حالت درست ہو جاتی۔ رسالہ بہت مفید۔ ضروری اور قابل قدر ہے۔ کیا خوب ہو کہ ذاکرین ہر سال محرم کی مجالس میں ان مطالب کو بھی بیان کر دیا کریں قیمت صرف ۳ر۔ امامیہ مشن لکھنؤ سے طلب کریں۔ (۴) مقدمات سیالکوٹ سیالکوٹ میں عزاداری کے متعلق شیعوں پر کئی مقدمہ قائم کئے گئے اور وہاں کے مومنین کو انکی وجہ سے سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑا مگر انھوں نے استقلال کو راہ دیا اور پورے اطمینان سے ان مقدمات میں پیروی کی جس سے حق واضح ہو گیا۔ اور شیعوں کی عزاداری میں جو رکاوٹیں پیدا ہو گئی تھیں وہ سب دور ہو گئیں۔ مکرم و محترم جناب سید عنایت علی شاہ صاحب ایڈیٹر اخبار درنجف سیالکوٹ و صدر انجمن شیعہ سیالکوٹ نے ان کل کارروائیوں کو ایک رسالہ کی صورت میں شایع کرکے نہایت ضروری خدمت انجام دی کہ ابتدا سے انتہا تک مقدمہ کی روئداد اس سے معلوم ہو جاتی اور بہت ضروری نظیروں کا پتا ملتا ہے۔ مومنین ضرور ایک ایک نسخہ منگا کر رکھیں۔ عربی نام غلط لکھ گیا ہے قیمت ۸ر

بھی اُن لوگوں نے جواب دیا کہ نہیں ہم لوگوں کو کوئی مرض (یا شرعی عذر)
بھی نہیں ہے۔ جب ہر طرح اُن لوگوں کا قصور ثابت ہوگیا تو حضرت
امیر المومنینؑ ہنس دیئے اور پوچھا کیا تم لوگ اس بات کی گواہی دیتے ہو
کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ حضرت محمد صلعم خدا کے رسولؐ
ہیں۔ اُن لوگوں نے کہا گواہی دیتے ہیں۔ تب حضرتؑ نے ان لوگوں
کو سپاہیوں کے حوالے کیا اور اپنے ساتھ سب کو کوفہ کے باہر لے
گئے اور حکم دیا کہ ایک گڑھا کھودا جائے۔ پھر اس کے قریب دوسرا
گڑھا کھودا جائے۔ فوراً دونوں گڑھے کھودے گئے اور ان
دونوں کے درمیان جو دیوار تھی اس میں ایک چھوٹا سوراخ بنا دیا گیا
تب حضرتؑ نے فرمایا کہ تم سب کو ایک گڑھے میں رکھکر دوسرے
گڑھے میں آگ روشن کرادوں گا جس کا دھواں اس دیوار کے سوراخ
سے تم لوگوں کے گڑھے میں آئیگا اور تم لوگوں کو ہلاک کردیگا[لہ]
بی بیو سنا آپ نے کہ روزہ نہ رکھنے کی سزا دنیا میں بھی کتنی سخت اور
آخرت میں بھی کیسی ہولناک ہے۔ اس زمانہ میں مذہبی باتوں سے
لوگ بے پروا ہوتے جاتے ہیں۔ نماز روزہ چھوڑ دینا بھی ایک فیشن
ہوا جاتا ہے اور مذہب سے آزادی کا رواج بڑھتا جارہا ہے
اس وجہ سے شدید ضرورت ہے کہ ہم لوگ اپنی اولاد اور رشتہ داروں
کو تاکید کریں * روزہ تو ہماری ہی بھلائی کی عبادت ہے۔ اس سے
ہماری صحت درست رہتی ہے۔ یورپ اور امریکہ کے بہت سے
ڈاکٹروں کی تحقیق ہے کہ روزہ رکھنے سے انسان کے بدن کی بہت

لہ وسائل الشیعہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۸

سی بیماریاں جاتی رہتی ہیں اور انکی صحت اچھی رہتی ہے۔ اس سے
دماغی قوتوں کی ترقی اور معدہ کی اصلاح ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے
خدا نے انتہائی رحم سے اس کا حکم صرف اُن لوگوں کو دیا ہے جو اچھے
ہوں اور بیماری میں مبتلا نہ ہوں۔ جس حکیم یا ڈاکٹر کو روزہ رکھنے کی
عادت ہوتی ہے اُس سے اگر دریافت کیا جائے کہ بتائیے آپ کو
روزے سے فائدہ ہوتا ہے یا نقصان تو وہ فوراً جواب دیگا کہ اس سے
ذرہ برابر بھی نقصان نہیں ہوتا اور نہ ہو سکتا ہے بلکہ یہ سراسر فائدہ
ہی فائدہ کا کام ہے۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد۔ ہاں جو ڈاکٹر روزہ
نہیں رکھتے بلکہ نماز بھی نہیں پڑھتے نہ کسی عبادت کو کرتے ہیں وہ اگر
روزے کی بھی عبادت نہ کریں تو انکی بات کیسے مانی جا سکتی ہے
روزے کے ساتھ ماہ رمضان میں دوسری عبادتوں کا ثواب بھی
بہت ہے۔ جیسے نماز شب پڑھنا۔ دن کو قرآن مجید پڑھنا مگر
بہت سے مسلمانوں میں تراویح کا رواج ہو گیا ہے جس کو نہ حضرت
رسول خدا صلعم نے پڑھا نہ اس کا حکم دیا بلکہ جو صاحب آنحضرت کے دوسرے
خلیفہ ہو گئے تھے اُنھیں نے اس کی ایجاد کی لہ اسی وجہ سے اُس
مذہب کے بڑے بڑے عالم بھی اس تراویح کو بدعت کہتے ہیں اور
گمراہی کی بات بتاتے ہیں۔ ان کے ایک بڑے عالم نے لکھا ہے
حضرت فلاں نے تراویح کی ایک جماعت کر دینے کی نسبت کہا یہ
بدعۃ اچھی ہے۔۔۔ اور بدعۃ اس کو اس لئے کہا کہ آنحضرت ص
نے تراویح اس انتظام کے ساتھ نہیں پڑھی تھی"۲ے اور ایک دوسرے

لہ تاریخ الخلفاء صہ ۹۳ وغیرہ ۲ے لغات اللغتہ پارہ ۲ صہ ۱۹

بڑے عالم نے لکھا ہے کہ حضرت فلاں پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے
لوگوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ ایک امام اُن کو ماہ رمضان میں
تراویح پڑھایا کرے اور اس کا فرمان لکھکر تمام شہروں میں جاری
کر دیا [۱] ایک اور عالم نے لکھا ہے کہ ۱۴ہجری میں (آنحضرت
کے انتقال کے ساڑھے تین سال کے بعد) حضرت فلاں نے ماہ
رمضان میں لوگوں کو نماز تراویح پڑھنے کا حکم دیا [۲] خود فلاں صاحب
نے بھی تراویح کو بدعۃ کہا ہے [۳] اور حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا
ہے کل بدعۃ ضلالۃ ۔ ہر بدعۃ گمراہی ہے [۴] جب ہر بدعت گمراہی
ہے تو ماہ رمضان کی تراویح بھی گمراہی ہوئی صرف تراویح ہی نہیں اور
بھی کئی باتیں بڑے تعجب کی ہیں ۔ جیسے پہلے صاحب کے بارے میں
ہے کہ اُنھوں نے سحر کھانا شروع کیا تو حکم دیا کہ دروازہ بند کر دیا
جائے تا کہ معلوم ہی نہ ہو کہ صبح ہو گئی ۔ اِسکی وجہ یہ لکھی ہے کہ صحابہ
کی راے یہ تھی کہ خوب اچھی طرح صبح ہو جانے اور روشنی پھیل جانے
کے بعد بھی سحری کھانا جائز ہے [۵] اور پہلے صاحب کی بیٹی اسمار
بیان کرتی تھیں کہ حضرت رسولخدا صلعم کی زندگی میں ایک دن آسمان پر اَبر
تھا تو ہم لوگوں نے روزہ کھول دیا اسکے بعد اَبر ہٹ گیا تو آفتاب
نکل آیا [۶] اور دوسرے صاحب نے ایک دن جب آسمان پر اَبر تھا روزہ
کھول لیا اسکے بعد ان کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ آپ نے

---

[۱] تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۲۲ [۲] مروج الذہب جلد ۵ صفحہ ۱۳۲ [۳] صحیح بخاری مشکوٰۃ
جلد ۲ صفحہ ۹۳ [۴] انوار اللغۃ پارہ ۲ صفحہ ۲۰ [۵] شرح صحیح بخاری پارہ ۷
صفحہ ۲۵۶ [۶] صحیح بخاری پارہ ۸ صفحہ ۲۸۹

روزہ کھول دیا) ابھی تو آفتاب نکلا ہوا ہے۔ فرمایا جانے دو پھر رمضان نہیں ہے[1] ماہ رمضان میں شب قدر بھی ہے۔ اس رات کی اتنی فضیلت ہے کہ خدا نے اس کو ہزار مہینوں سے بہتر فرمایا ہے۔ بعض مسلمانوں نے ماہ رمضان کی ستائیسویں رات کے شب قدر ہونے پر بہت زور دیا ہے مگر انھیں لوگوں کی معتبر حدیثوں میں ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے اس بات پر زیادہ زور دیا ہے کہ شب قدر تئیسویں رات ہی کو سمجھو[2] اسی وجہ سے ہم لوگ بھی اس رات کو زیادہ عبادت کرتے۔ رات بھر جگتے اور شب قدر کے اعمال بجالاتے ہیں کیونکہ اس رات عبادت اور اعمال کی بڑی تاکید ہے۔ ہمارے بزرگ تو سال کے دوسرے دنوں میں بھی بہت زیادہ اعمال کرتے تھے۔ جیسے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی والدہ ماجدہ نے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے کہا کہ حضرت علی رضاؑ کے دودھ پلانے کو ایک دائی رکھ دیجئے۔ حضرتؑ نے پوچھا کیا تم کو پورا دودھ نہیں ہوتا؟ انھوں نے عرض کی دودھ تو پورا ہوتا ہے۔ مگر ان کے پیدا ہونے سے پہلے میں جس قدر عبادت کرتی۔ نماز اور دعائیں پڑھتی تھی وہ اب کم ہوگئی ہیں۔ اس وجہ سے چاہتی ہوں کہ ایک دائی آجائے جس سے مجھے مہلت ملا کرے اور اپنی عبادت وغیرہ اسی طرح کروں[3] اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ سبحان اللہ کیا نورانی گھر تھا جس کی عورتوں تک کو اپنی اولاد کی خدمت سے زیادہ پیاری خدا کی عبادت ہوتی تھی جب حضرتؑ کی

---

[1] کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۳۲۷ [2] کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۳۳۶ و تفسیر در منثور جلد ۶ صفحہ ۳۷۳ وغیرہ [3] وسیلۃ النجاۃ صفحہ ۳۷۳

ماں کو عبادت کا اس قدر شوق تھا تو آپ کی بہن جناب فاطمہ کو کس قدر ہوگا۔ کیونکہ وہ تو ایک امام کی بیٹی اور دوسرے امام کی بہن تھیں اور بہن بھی کیسی جو اپنے بھائی سے اس قدر محبت کرتی تھیں کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام مامون کی طلب پر مدینہ سے خراسان تشریف لائے اور جناب فاطمہ کو حضرت کی خیریت کا حال کسی طرح معلوم نہ ہو سکا تو بہت دنوں تک حضرت کی جدائی میں رویا کیں۔ پھر بے تاب ہو کر خود بھی مدینہ سے چلکر خراسان کی طرف روانہ ہوئیں۔ جب منزل ساوہ پر پہونچیں تو وہاں بیمار ہوئیں وہیں لوگوں سے پوچھا کہ یہاں سے شہر قم کتنی دور ہے۔ لوگوں نے کہا کہ دس فرسخ (۳۵ میل) پر ہے۔ فرمایا مجھے جلد وہاں تک پہونچا دو جب آپکی سواری شہر قم کے قریب پہونچی اور قم والوں کو خبر ہوئی تو اس شہر کے بڑے بڑے اور معزز لوگ سب شہر کے باہر حضرت کے استقبال کو آئے۔ سب کے آگے ان لوگوں کے سردار موسیٰ بن خزرج تھے۔ وہ حضرت کی خدمت میں پہونچے اور آپکی اونٹنی کی مہار اپنے ہاتھ میں لے لی۔ پھر سب لوگ پیدل نہایت ادب سے حضرت کی سواری کے ساتھ ساتھ چلے اور جناب فاطمہ کو قم میں پہونچا دیا اور بڑی عزت و شان سے مہانداری کرنے لگے الغرض جب جناب فاطمہ قم کے اندر پہونچیں تو دیکھا کہ سب کے سب سیاہ ماتمی لباس پہنے ہیں۔ تمام شہر ماتم دار ہے اور ہر گھر سے رونے پیٹنے اور ماتم کرنے کی آواز بلند ہے۔ آپنے پوچھا یہ کس کا ماتم ہے۔ یہ سننا تھا کہ سب لوگ اور رونے لگے

اپنے عمامے زمین پر پھینک دیئے اور عرض کی کہ اے شاہزادی کئی دن ہوئے کہ آپ کے بھائی رسید - بیکس حضرت غریب الغربا ر امام علی رضا علیہ السلام کو مامون نے زہر سے شہید کر دیا۔ اُسی وقت سے ہم لوگوں کے ہر گھر میں ماتم ہو رہا ہے۔ آہ آہ جیسے ہی جناب فاطمہ نے اپنے بھائی کی یہ خبر سُنی آپ کا عجب حال ہوا ڈاڑھیں مار کر روتی چیختی۔ فریاد کرتی اور فرماتی تھیں ہائے ہمارے غریب مسافر بھائی ہائے ہمارے سردار۔ کاش مجھے موت آگئی ہوتی اور آپ کی شہادت کی خبر نہیں سنتی۔ اس کے بعد جناب فاطمہ سترہ روز تک اپنے بھائی کے غم میں روتی رہیں اور روتے روتے دنیا سے انتقال کر گئیں۔ پھر تو شہر قم میں قیامت برپا ہو گئی اور وہاں کے مومنین نے اُن حضرت کو وہیں دفن کر دیا اور قبر پر ایک کمرہ بنوا دیا پھر حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی بیٹی زینب نے جناب فاطمہ کا روضہ بھی بنوا دیا۔ جب سے لوگ حضرت کو معصومہ قم کہنے لگے اور برابر وہاں زیارت کو جاتے ہیں [1] مدینہ سے جناب فاطمہ کے روانہ ہونے کے متعلق شاعر نے لکھا ہے ؎

بھائی کی یہ مشتاق تھی موسیٰؑ کی وہ دختر | سایہ بھی جو ہلتا تو ٹھہرتی نہ وہ دم بھر
ہر دم تھی مناجات کہ اے خالق اکبر | اب جلدی ملے مجھکو حضوری برادر
جو حکم ترا ہوگا بجا لائیگی لونڈی | اب دیر جو ہوئیگی تو مر جائیگی لونڈی
اب مجھ کو زمین طوس کی دکھلا مرے مولا | مشتاق ہوں بھائی کی نہ تڑپا مرے مولا
راحت ہے گزرتی ہے جو ایذا مرے مولا | بر لا دلِ عاجز کی تمنا مرے مولا

[1] بحار جلد ۱۱ صـ ۳۱۷

امید عنایت ہی غریب الغربا کو ۔ تو رد نہیں کرتا ہے مسافر کی دعا کو

اور جب قم میں آپ کو حضرت کی شہادت کی خبر ملی اُس وقت کے بارے میں شاعر نے لکھا ہے کہ وہاں کی عورتیں جناب فاطمہ سے کہتی تھیں ؎

صابر رہو کہ مرتبہ صابر کا ہے جلیل ۔ حامی کوئی نہیں ہے تو اللہ ہی کفیل

راہ خدا میں بھائی تمہارے ہوئے قتیل ۔ بخشش کی عاصیوں کے نکالی ہی یہ سبیل

امت وہ ہی کہ جسکی نبی کرتے تھے ثنا ۔ امت وہ ہی کہ جس پہ ہمیشہ رہے فدا

فرماتے تھے زبان مبارک سے بارہا ۔ امت مجھے عزیز ہے اولاد سے سوا

دنیا میں ایک دم بھی نہ غفلت دعا سے کی ۔ معراج کو گئے تو شفاعت خدا سے کی

باتیں یہ سُن کے رونے لگی اور زار زار ۔ ششدر کھڑے تھے واں پہ محبانِ باوقار

سر اپنا پیٹ کے یہ پکاری وہ سوگوار ۔ ہی یہ ہی ہے امتِ محبوب کردگار

کرتے ہیں خون امام فلک احتشام کا ۔ بدلا یہی ہے الفتِ خیر الانام کا

بی بیو! آپ نے سُنا کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی بہن قم میں آئیں تو شہر والوں نے کس قدر عزت کی۔ استقبال کو شہر سے باہر آئے شہر کے سردار نے آپ کے ناقہ کی مہار تھامی۔ اچھے گھر میں لے جا کے مہمان کیا مگر آہ آہ حضرت امام حسین کی بہن حضرت زینب کی کیا عزت کی گئی جس کے سُننے سے کلیجا پھٹتا ہے۔ شاعر نے لکھا ہے ؎

زنداں میں جب کہ آل پیمبر ہوا اسیر ۔ کونین کے امیر کھلے سر ہوئے اسیر

سب دل شکستہ دار حیدر صفدر ہوئے اسیر ۔ وحشت سرا میں عرش کے گوہر ہوئے اسیر

وہ بیبیاں اسیر تھیں اُس قصر دشت میں ۔ ہیں جنکی لونڈیوں کیلئے گھر بہشت میں

بستی وہ فاطمہ کی کہاں اور وہ گھر اجاڑ ۔ جانوں پہ تھی بنی ہوئی قسمت کا تھا بگاڑ

کیا دل کھلیں کہ شام سے جب بند ہوں کواڑ دیواریں تھیں بلند کہ چھاتی پہ تھے پہاڑ
گھبرا کے چھت کو بی بیاں ہر بار تکتی تھیں ٹوٹے مکان کی رات کو گھڑیاں گن رہی تھیں
ایک ایک سے یہ کہتی تھی زینب جگر فگار لائق نہ اس مکاں کے تھے ہم گناہ گار
مجبور ہوں غریب ہوں کیا اپنا اختیار سایہ تو ہے سروں پہ کرو شکر کردگار
ہے جا گر یہ حال شہ مشرقین پر کیا گزری ہوگی دھوپ میں لاش حسین پر
غارت گروں نے لوٹ لیا کہنہ پیرہن وہ ریگ گرم اور وہ عریانی بدن
ہے ہے وہ شب پہاڑ سی اور کربلا کا بن کس طرح جاکے بھائی تلک کیا کرے بہن
پیاسا گلا کٹا کے موئے جس کی راہ میں سونپی ہے میں نے لاش اسی کی پناہ میں
رسی تمہارے گلے کی کوئی کھول دے آکر مقتل کو ڈھونڈتی ہوئی جاؤں برہنہ سر
نکلی ہوں جب سے پھر نہیں درکار راہبر رستے میں پوچھ لونگی کہ ہے کربلا کدھر
ممکن ہے یہ کہ لاش کو زینب نہ پائیگی بھائی کے غم کی بو مجھے کوسوں سے آئے گی
کہنے لگی یہ سن کے سکینہ جگر فگار لیتی چلو مجھے بھی پھوپھی تم پہ میں نثار
چھپ کر چلی گئیں تو میں روؤنگی زار زار تم نے بھی کیا بھلا دیا دل سے ہمارا پیار
مر جاؤنگی اگر نہ پدر سے ملاؤ گی کیا اس اندھیرے گھر میں مجھے چھوڑ جاؤ گی
رو کر تب اس یتیم سے زینب نے یہ کہا واری کہاں ہیں اور کہاں دشت کربلا
بے کس اسیر دام بلا غم کی مبتلا قیدی کو کون جانے کی دیگا بھلا رضا
بھائی کی لاش پائیں اگر رہنے پاتی میں زندان میں قید ہونے کو کاہے کو آتی میں
کہنے لگی یہ سن کے سکینہ بچشم تر ہے ہے پھوپھی نہ آئیں گے اب میرے پدر
حاکم کے گھر میں قید ہیں سلطان بحر و بر اب مجھکو نیند کا ہے کو آئیگی رات بھر
سچ کہتی ہو نہ شاہ خوش انجام آئیں گے اماں تو کہتی تھیں کہ سر شام آئیں گے
معلوم ہو گیا مجھے بہلاتے ہیں یہ سب تا مر نہ جائے قید میں گھٹ کر یہ تشنہ لب

کیا حاصل اس چھپانے سے شاہ جیوں گی آپ　　میں کس بلا میں پھنس گئی یاں آکے ہے غضب
یہ لوگ تو کبھی نہ مفصل بتائیں گے　　میں اپنی جاں دونگی جو بابا نہ آئیں گے

چھبیسویں مجلس ۲۶

جس میں زکوۃ کا حکم بیان کیا گیا۔ حضرت امیر المومنینؑ کی زکوۃ اور سخاوت لکھی گئی حضرت کی افضلیت کے بارے میں خلیفہ مامون نے اپنے عالموں سے جو زبردست مناظرہ کیا اس کا خلاصہ ذکر کیا گیا۔ پھر حضرت امام رضاؑ کی بہن حضرت فاطمہ معصومہ قمؑ کی وفات کا حال لکھا ہے اور آخر میں اہلبیتؑ کے شام کی مصیبتیں تحریر کی گئی ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم خدا فرماتا ہے:۔ وَاَقِیمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَمَا تُقَدِّمُوا لِاَنْفُسِکُمْ مِنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ یعنی اے ایمان والے مردو اور ایمان والی بی بیو۔ تم لوگ نماز پڑھتی اور زکوۃ دیتی رہو اور تم جو کچھ بھلائی اپنے لئے خدا کے ہاں پہلے سے بھیج دوگی اس کے ثواب کو وہاں ضرور موجود پاؤگی۔ یقیناً اللہ ہر اس چیز کو دیکھتا رہتا ہے جو تم لوگ کرتی ہو۔ اس آیہ میں خدا ہم لوگوں کو نماز۔ زکوۃ اور خیرات کا حکم دیتا ہے۔ زکوۃ ایسا ضروری کام ہے کہ خدا نے قرآن مجید کی بہت سی آیتوں میں اسکی تاکید کی ہے اور نماز کے ساتھ ساتھ اس کو بھی فرمادیا ہے اسی وجہ سے فروع دین میں نماز روزہ کے ساتھ زکوۃ کو بھی رکھا ہے

۱۳۶۱ ھ ۳

کہ ہر مرد اور عورت سمجھے کہ خدا نے ہم لوگوں پر صرف نماز روزہ ہی
واجب نہیں کیا ہے بلکہ غریبوں کی مدد کرنی محتاجوں کی خبرگیری
کرنی۔ یتیموں۔ بیواؤں کی حاجت روائی کرنی بھی بہت ضروری
ہے جس کو خدا اپنی عبادت (نماز) کے ساتھ ساتھ کہتا ہے۔
اب جو لوگ خرچ کے خیال سے اس عبادت زکوٰۃ کو نہیں
کرتے اور غریبوں۔ محتاجوں کا حق مار لیتے ہیں اُن پر خدا
قیامت میں اتنا عذاب کرے گا کہ آج ہم لوگ اس کا خیال
بھی کریں تو بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ اس زکوٰۃ
کا خدا کو اس قدر اہتمام ہے کہ قرآن مجید میں جتنی دفعہ اسکی
تاکید کی ہے اس کا گننا مشکل ہے مگر پچاس دفعہ سے
زیادہ تو بہت ہی تاکید کی ہے۔ پھر ایسے حکم سے مخالفت
کا نتیجہ کیا ہو سکتا ہے۔ جو لوگ زکوٰۃ دیتے ہیں خدا ان کو
بہت بڑا بدلہ بھی دے گا۔ ایک آیتہ میں فرمایا ہے کہ یقینی
بات ہے کہ جو لوگ اللہ پر ایمان لائیں گے اور اچھے کام کرینگے
اور نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیتے رہیں گے اُن کو خدا
کے ہاں اچھا بدلہ ملیگا اور اُنھیں نہ کسی بات کا ڈر ہوگا نہ کسی
چیز کا وہ افسوس کریں گے ؎ ایک اور آیتہ میں فرمایا ہے
کہ جو لوگ نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے اور اللہ اور قیامت
پر ایمان رکھے رہیں گے اُن لوگوں کو خدا بہت بڑا اجر دیگا ؏
ایک اور آیتہ میں فرمایا ہے کہ ہماری رحمت سب کو شامل ہے
ہم اُس کو خاص کر اُن لوگوں کے نام لکھ لیں گے جو اللہ سے ڈرتے

اور زکوٰۃ دیتے رہیں گے اور جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھیں گے۔
ایک اور آیتہ میں فرمایا ہے کہ اگر وہ لوگ توبہ کریں اور نماز پڑھتے
اور زکوٰۃ دیتے رہیں تو اُن کا رستہ چھوڑ دو (اُن کو روکو ٹوکو نہیں)
کیونکہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اسی طرح بہت سی آیتوں
میں بڑی بڑی خوش خبری دی ہے۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد۔
حدیثوں میں بھی زکوٰۃ کی ضرورت اور اس کی ادا کاری پر بہت
زور دیا ہے اور جو لوگ اس کو دیتے ہیں اُن کا بڑا ثواب لکھا
اور جو نہیں دیتے اُن کا سخت سے سخت عذاب بیان کیا ہے۔
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ خدا نے زکوٰۃ کو
اسی طرح واجب کیا ہے جس طرح نماز کو واجب کیا ہے۔ اور
حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام فرماتے تھے کہ تم لوگ زکوٰۃ سے
اپنے مالوں کی حفاظت کرو (کہ اگر زکوٰۃ دوگے تو تمہارا مال بچیگا
نہیں تو بچا سوں آفتیں سیکڑوں مصیبتیں ایسی آئیں گی کہ تمہارا سب
مال خرچ ہو جائیگا) حضرت امام جعفر صادق ؑ فرماتے تھے کہ جب
زکوٰۃ کی یہ آیتہ ماہ رمضان میں نازل ہوئی کہ اے پیغمبر یہ لوگ اپنے
مال کی زکوٰۃ دیں تو لے لیا کرو کہ زکوٰۃ کے قبول کرنے سے تم انکو
(گناہوں سے) پاک و صاف کردوگے۔ تو حضرت رسول خدا ؐ
نے ایک منادی کو حکم دیا کہ سب لوگوں سے پکار کر کہہ آئے کہ اللہ
تعالیٰ نے تم لوگوں پر زکوٰۃ اُسی طرح واجب کر رکھی ہے جس طرح نماز
واجب کی ہے۔ اور حضرت امیر المومنین ؑ نے فرمایا ہے کہ تم لوگ پابندی
سے نماز ادا کیا کرو اور کبھی اُسے چھوڑنا نہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ مسلمانوں

عہ پ ۱۰ ع ۹
عہ پ ۱۰ ع ۷
عہ
رسالہ

کے لئے خدا نے زکوٰۃ کو نماز کا جوڑا بنایا ہے کہ ان دونوں کاموں سے یہ لوگ خدا کی نزدیکی حاصل کریں گے۔ ایک دفعہ حضرت امیر المومنین ؑ نے اپنے بڑے بیٹے حضرت امام حسن ؑ سے پوچھا کہ بتاؤ سخاوت کس کو کہتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ خوش حالی اور تنگ حالی دونوں میں غریبوں محتاجوں کی مدد کرنے کا نام سخاوت ہے۔ اور حضرت امیر المومنین ؑ نے اپنی وصیت میں فرمایا ہے کہ لوگو! خدا کے واسطے زکوٰۃ مت چھوڑ دینا۔ دیکھو زکوٰۃ کے بارے میں اللہ سے بہت ڈرتے رہنا۔ زکوٰۃ ایسی ضروری چیز ہے کہ جب یہ دے دی جاتی ہے تو تمہارے خدا کا غضب جاتا رہتا ہے (یعنی جب تک تم زکوٰۃ نہیں دو گے خدا تم پر غضبناک ہی رہے گا) حضرت امام جعفر صادق ؑ نے فرمایا ہے کہ خدا نے بہت آیتوں میں نماز کے ساتھ ہی ساتھ زکوٰۃ کا حکم بھی دیا ہے تو جو شخص نماز پڑھے گا مگر زکوٰۃ نہیں دے گا اسکی گویا نماز بھی نہیں ہو گی (یعنی خدا اس نماز کو قبول ہی نہیں کرے گا)۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے تھے کہ جو بندہ اپنے مال کی ذرہ برابر بھی زکوٰۃ روک لیگا یعنی اس کو ادا نہیں کرے گا خدا اتنے مال کو بھی قیامت کے دن آگ کا ایک اژدہا بنا کر اسکی گردن میں لپیٹ دے گا کہ جب تک وہ شخص اپنے اعمال کا حساب دینے میں لگا رہیگا اُس وقت تک وہ آگ کا اژدہا اس کے بدن کا گوشت نوچ نوچ کر کھاتا رہیگا۔ اسی کو خدا نے اس آیۃ میں فرمایا ہے لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِن فَضْلِهِ

هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۔ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
یعنی جن لوگوں کو خدا نے اپنے فضل و کرم سے مال اور دولت
دی ہے اور وہ اس میں سے راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے
بلکہ کنجوسی کرتے ہیں وہ اس کنجوسی کو اپنے حق میں اچھا نہ سمجھیں بلکہ
یہ تو اُن کے حق میں بہت ہی بُری ہے۔ کیونکہ جس مال میں یہ
لوگ کنجوسی کرتے ہیں بہت جلد قیامت کے دن اُس کا طوق
بنا کر ان کے گلے میں پہنا دیا جائیگا (پ ۴ ع ۹)۔ اور حضرت امام
جعفر صادق علیہ السلام بھی فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے مال سے
زکوٰۃ نہیں دے گا اس کی گردن میں ایک سانپ طوق بنا کر
پہنا دیا جائیگا جو اس کے دماغ کا گودا نکال نکال کر کھاتا رہیگا
لہ حاصل جو لوگ حضرت امیر المومنین کے شیعہ ہیں وہ اگر زکوٰۃ نہ دیں
تو تعجب کی بات ہے۔ کیونکہ حضرتؑ تو واجبی زکوٰۃ کا کیا کہنا ہے
جو زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی وہ بھی بہت دیتے اور کثرت سے خیرات
اور صدقات میں اپنا مال خرچ کرتے تھے۔ آپ درود پڑھیں
تو میں حضرت کی سخاوت کا حال بیان کروں اللھم صل علی محمد و آل
محمد۔ ایک بڑے صحابی بیان کرتے تھے کہ حضرت رسول خدا صلعم
کا معمول تھا کہ جب کسی شخص کے جنازے پر تشریف لے جاتے
تو اس کے اعمال کو نہیں پوچھتے بلکہ صرف یہ دریافت فرماتے کہ
اس پر کسی کا قرض ہے یا نہیں۔ اگر کہا جاتا کہ اس پر قرض ہے تو
اسکی نماز نہیں پڑھاتے۔ ایک دفعہ حضور ایک جنازے پر

لہ یہ سب حدیثیں وسائل الشیعہ جلد ۲ .... میں ہیں

جب تکبیر کے ارادے سے کھڑے ہوئے تو پوچھا اس پر کسی کا قرض تو نہیں ہے؟ لوگوں نے عرض کی کہ آپ پر اس قدر دینا ر دو (اشرفیوں) کا قرض ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت خود تو بیٹھ گئے اور ان لوگوں سے فرمایا کہ تم لوگ اپنے عزیز کی نماز جنازہ خود ہی پڑھ لو۔ مگر جناب امیر علیہ السلام نے فوراً عرض کی کہ یا حضرت اِن دیناروں (یعنی اشرفیوں کا) ادا کرنا میرے ذمہ ہی اب اس پر اس کا بار نہیں رہیگا۔ یہ سُنکر حضرتؐ اُٹھے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا اے علیؑ خدا تمہیں نیک جزا دے اور تمہیں بھی قرض سے آزاد رکھے جس طرح تم نے اپنے ایک اسلامی بھائی کو قرض سے آزاد کر دیا ہے [۱] اللھم صلّ علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ ایک بہت بڑے عالم حضرتؑ کی سخاوت کا ذکر کرنے لگے تو کہا کہ حضرت علیؑ دنیا بھر کے لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور آپ صرف خدا کی خوشی کے لئے سخاوت کو اتنا دوست رکھتے تھے کہ جب کسی نے کوئی چیز مانگی تو حضرت نے اس سے "نہیں" کبھی بھی نہ کہا حضرت کی یہ حالت تھی کہ مدینہ کے یہودیوں کے باغ میں مزدوری کرتے اور اپنے ہاتھ سے ان کے باغوں میں پانی پٹایا کرتے تھے یہاں تک کہ حضرتؑ کے ہاتھوں میں آبلے پڑجاتے تھے اور اس مزدوری کے پیسے بھی آپ خیرات کر دیتے تھے۔ اور اُس وقت خود حضرت کی یہ حالت ہوتی تھی کہ بھوک سے پیٹ پر پتھر باندھے رہتے تھے [۲] بس حضرتؑ کی سخاوت کی حد ہوگئی

[۱] سنن دار قطنی ص۔ [۲] مطالب السئول ص۱۰۸ وغیرہ

کہ روپیہ اور اشرفی کا کیا ذکر ہے اپنی تلوار بھی مانگنے پر دے دیتے تھے۔ ایک بڑے عالم نے لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کسی لڑائی میں ایک کافر سے لڑ رہے تھے۔ لڑتے لڑتے کافر نے کہا کہ یا علی آپ اپنی تلوار مجھے دیں۔ حضرتؑ نے فوراً اسکی طرف بڑھا دی۔ کافر نے تلوار ہاتھ میں لے کر کہا کہ آپ تلوار تو مجھے دے چکے۔ اب آپ مجھ سے کیسے بچ سکیں گے؟ جناب امیرؑ نے فرمایا جب تم نے بھیک کی طرح میرے سامنے ہاتھ بڑھایا تو میری مروت نے اجازت نہیں دی کہ سائل کا سوال رد کر دیا جائے اگرچہ وہ سائل کافر ہی کیوں نہ ہو۔ حضرتؑ کے اس جواب اور بخشش کا اس کافر پر ایسا اثر ہوا کہ فوراً مسلمان ہو گیا [۱]۔ اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ غرض جس صفت میں دیکھئے حضرت امیر المومنینؑ کی شان سب سے بڑھی ہوئی ملیگی۔ سخاوت۔ عبادت۔ شجاعت۔ عدالت۔ ایمان۔ علم ہر صفت میں آپ ہی سب مسلمانوں سے افضل تھے۔ اسی وجہ سے مشہور خلیفہ مامون رشید نے اپنے زمانہ کے بڑے زبردست چالیس علماء اہلسنت سے اس بات پر مناظرہ کیا کہ حضرت علی سب صحابہ سے افضل تھے۔ وہ چالیس علماء اپنے خلیفہ اول و دوم اور سوم کو افضل کہتے مگر جو دلیل بیان کرتے مامون اس کا جواب ایسا صاف دیتا کہ پھر ان کو چپ ہی ہو جانا پڑتا تھا اور وہ حضرت امیر المومنین کی افضلیت کی دلیلیں ایسی زبردست پیش کرتا کہ وہ چالیس علماء ان دلیلوں کے سامنے کچھ

---

[۱] طبقات کفوی

بول نہیں سکتے تھے۔ مامون نے اُن چالیس علماء سے کہا کہ یقیناً
میرا مذہب یہ ہے کہ حضرت علیؑ حضرت رسولخداؐ کے بعد سب
خلفاء سے افضل اور کل آدمیوں میں وہی خلافت کے سب
سے زیادہ مستحق تھے۔ ان علماء نے اسکی دلیل پوچھی۔ تو مامون
نے بڑی زبردست لمبی تقریر کی سب کے بیان کا موقع نہیں۔
اسی میں اُس نے یہ بھی کہا کہ حضرت اول و دوم و سوم تینوں
خلیفہ کی فضیلت میں جتنی حدیثیں ہیں وہ سب ملکر بھی حضرت
علیؑ کی فضیلت کی حدیثوں سے کم ہیں جب فضیلتوں میں یہ
تینوں مل کر بھی حضرت علیؑ کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو پھر ان کا
کوئی ایک شخص حضرت علیؑ سے افضل کیسے ہو سکتا ہے۔
پھر مامون نے ثابت کیا کہ حضرت علیؑ ہی سب سے پہلے آنحضرتؐ
پر ایمان لائے۔ کل لڑائیوں میں حضرت رسولخداؐ کی مدد سب
سے زیادہ حضرتؑ ہی نے کی۔ پھر سورہ ہل اتیٰ کے اہلبیتؑ کی شان
میں نازل ہونے سے حضرتؑ کی افضلیت ثابت کی۔ پھر حدیث
طیر سے فضیلت دکھائی۔ اس پر ان علماء نے آیہ غار سے حضرت اول
کی فضیلت دکھانی چاہی تو مامون نے اسکی ایسی دھجیاں اڑادیں
کہ ان علماء کو شرماہی جانا پڑا۔ پھر حضرت امیرالمومنینؑ کے شب ہجرت
حضرت رسولخداؐ کی جگہ سو کر آنحضرتؐ کے بچانے کا واقعہ بیان
کرکے حضرتؑ کی افضلیت مثل آفتاب روشن کردی۔ اس کے
بعد حدیث غدیر اور حدیث منزلت وغیرہ سے اپنے دعوے کو اچھی طرح
ثابت کردیا۔ صبح سے دوپہر تک یہ مناظرہ ہوتا رہا۔ خود اُسی

مذہب کے بڑے عالم نے لکھا ہے کہ "مامون کا ایک مشہور مناظرہ جس میں اُس کا یہ دعویٰ تھا کہ تمام صحابہ میں حضرت علیؑ افضل ہیں۔ بڑے معرکہ کا مناظرہ ہے۔ قاضی یحییٰ ابن اکثم اور چالیس بڑے بڑے فقیہ اس دعوے کے مخالف تھے۔ ادھر مامون تنہا سب کا طرف مقابل تھا۔ مناظرہ کے وقت حاکمی و محکومی کا پردہ اُٹھا دیا گیا تھا اور ہر شخص کو گفتگو میں پوری آزادی حاصل تھی۔ صبح سے قریباً دوپہر تک دونوں فریق نے دادِ سخن دی مگر انصاف یہ ہے کہ میدان مامون کے ہاتھ رہا۔ یہ پورا مناظرہ کتاب العقد میں مذکور ہے اور حق یہ ہے کہ وہ مامون کی وسعت نظر۔ جودتِ ذہن۔ کثرت معلومات حُسنِ بیان اور زورِ تقریر کا ایک حیرت انگیز مرقع ہے"[۱]

مگر افسوس دنیا ایسی بُری چیز ہے کہ اس کی حکومت کے لئے اسی خلیفہ مامون نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو قتل کرنے کی غرض سے مدینہ سے خراسان میں بُلا بھیجا۔ جب حضرتؑ مجبور ہو کر جانے پر آمادہ ہوئے تو آپ کی بہن جناب فاطمہ کی عجیب حالت ہوئی۔ شاعر نے لکھا ہے کہ وہ حضرتؑ سے فرماتی تھیں ؎

اس گھر سے نہ جاؤ کہ میں گھبراؤں گی بھائی
تم کو جو نہ دیکھوں گی تو مرجاؤں گی بھائی

کیونکر دلِ ناشاد کو بہلاؤں گی بھائی
موت آئی تو کس سے تمہیں بلواؤں گی بھائی

حضرتؑ نے کہا کیا کروں ناچار ہیں خواہر
ہیں جاؤں یہاں سے یہ گوارا نہیں خواہر

کیا شاق مجھے ہجر تمہارا نہیں خواہر
پر خواہش تقدیر سے چارہ نہیں خواہر

[۱] مضمون شمس العلماء مولوی شبلی صاحب نعمانی۔ از کتاب المامون صہ ۱۹۹

جانے ہیں گر کوئی عذر تو حق سے ڈرینگے ظالم اسی حیلے میں تجھے قتل کرینگے

شاعر نے لکھا ہے کہ یہ سنکر آپ کی بہن کے آنسو نکل پڑے۔

مایوسی کی حالت میں فرمایا ؎

جانے ہی کا ہی قصد جو ذی جاہ برادر اچھا مجھے لیتے چلو ہمراہ برادر
فرمانے لگا رو کے وہ کونین کا مخدوم سب حال حسینؑ ابن علیؑ ہی تمہیں معلوم
ناموس کو وہ لیکے گئے ساتھ تھے معصوم اب مجھکو ملے زہر دیا قتل ہوں مظلوم
کوئی مرے آرام کا طالب نہیں خواہر لیجاؤں تمہیں ساتھ مناسب نہیں خواہر
گویا ہوئیں جسدم یہ سنی درد کی تقریر کیا وارث بھی اسیطرح سے پیش آئینگے بے پیر
دھیان آپکو ہی کہ نہ بے پردہ ہو ہمشیر قسمت میں اسیری ہی تو جو خواہش تقدیر
ہی فکر کہ محبوس شہ میں زار حزیں ہوں کچھ حضرت زینب سے زیادہ تو نہیں ہوں

غرض حضرت با صد رنج وافسوس دولت خانہ سے رخصت ہوکر اہلبیت کو سمجھا کر باہر تشریف لائے۔ اور اصحاب باوفا کا مجمع در دولت پر دیکھکر سب سے کلمات رخصت فرمانے لگے ؎

تم لوگوں سے رخصت ہی غریب الغربا کی لو دیتے ہیں ہم تمکو حفاظت میں خدا کی

سب نے عرض کی اے مولا خدا حافظ ہے۔ بس اُس وقت احباب سے رخصت ہوئے ؎

اے ماتمیو مالک ایماں کا سفر ہے ویراں ہی مدینہ شہ ذیشاں کا سفر ہے
ہے کوچ گرفتار بلا ہوتے ہیں آقا اب قبر محمدؐ سے جُدا ہوتے ہیں آقا
ہلتی ہی ضریح محمد احمد مختار سر پیٹتے ہیں اہل مدینہ سر بازار
تاثیر غم ہادیٔ ہشتم سے نمودار سینوں میں تڑپ جاتی ہیں دل شیعو نکے سر بار
فریاد جگر زہر سے چھاتی گئے رضا کا ماتم میں ہو غل ہائے غریب الغربا کا

غرض جب حضرت خراسان میں پہونچے اور مامون نے آپکو زہر سے شہید کردیا۔ تو حضرت فاطمہ مدینہ سے خراسان روانہ ہوئیں کیونکہ وہاں حضرت ع کی خبر اُن کو نہیں ملی۔ بھائی کی جُدائی برداشت نہ کرسکیں۔ آہ آہ مگر لکھا ہے کہ جب آپ قم میں پہونچیں تو دیکھا کہ تمام شہر سیاہ پوش ہے۔ ہر گھر سے آواز نوحہ و ماتم بلند ہے۔ یہ دیکھکر آپ نے بعض لوگوں سے دریافت فرمایا کہ یہ کس رئیس کا ماتم ہے۔ لوگوں نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور رونے لگے۔ اُس وقت جناب معصومہ نہایت پریشان ہوئیں اور اپنے حق کی قسم دیکر پوچھنے لگیں کہ جلد بیان کرو کہ کس سردار کا ماتم ہے۔ اُس وقت لوگوں نے گزارش کیا کہ اے مخدومۂ قم ہم لوگ بے امام ہوگئے۔ آپ کے بھائی کو مامون رشید نے زہر سے شہید کیا۔ جس وقت سے ہم لوگوں نے یہ خبر وحشت اثر سُنی ہر ایک نے اپنے گھر میں صف ماتم بچھاکر گریہ وزاری شروع کی۔ یہ حال سنکر جناب معصومہ اس قدر روئیں کہ روتے روتے غش آگیا اور سترہویں روز اس دارِ ناپائدار سے کوچ کیا اور قم ہی میں دفن کی گئیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو قم کی عورتوں نے آپ کو غسل دیا اور کفن پہنایا۔ پھر جب قم کے مومنین جنازہ کو قبرستان میں لے گئے اور لاش کو ایک سرداب کے اوپر جس کو انکی قبر کے لئے کھود رکھا تھا رکھا تو اس بات میں اختلاف ہوا کہ کون شخص لاش کو قبر کے اندر اُتارے۔ سوچتے سوچتے ایک بہت بوڑھے اور نہایت مقدس بزرگ کے بارے میں رائے ہوئی کہ وہی اس لاش کو اُتار کر قبر میں رکھدیں۔ یہ طے کرکے لوگوں نے

اُن کے بُلانے کو آدمی بھیجا۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ جنگل کی طرف سے نقاب مُنہ پر ڈالے ہوئے دو سوار آئے اور جب اس جنازے کے پاس پہونچے تو اپنی سواریوں پر سے اُتر پڑے اور جناب معصومہ کے جنازے کی نماز پڑھی۔ پھر اس سرداب میں اتر کر لاش کو قبر کے اندر رکھ دیا اور دفن کرکے باہر نکل آئے۔ پھر جدھر سے آئے تھے سوار ہوکر چلے گئے۔ کسی سے ایک لفظ بھی نہ بولے[1]

بی بی جناب فاطمہ کو اپنے بھائی امام رضاؑ کی شہادت کا بڑا صدمہ ہوا مگر خود تو بے پردہ نہیں پھرائی گئیں۔ قید نہیں ہوئیں۔ لیکن آہ آہ امام حسینؑ کے اہل بیتؑ پر حضرتؑ کی شہادت کے بعد بھی کیسی کیسی مصیبت پڑی۔ لوٹے گئے۔ شہر شہر اور گاؤں گاؤں پھرائے گئے پھر قید کئے گئے۔ شاعر نے لکھا ہے ؎

دن گزرے بہت قید میں جب اہل حرم کو
چھوڑا نہ ستمگر نے اسیران ستم کو

کیا رنج تھے ناموس شہنشاہ امم کو
سب کی یہ دعا تھی کہ خدا موت دے ہم کو

ناشاد ہیں ایسی کہ کبھی شاد نہ ہوں گے
زنداں سے یقیں ہے کہ ہم آزاد نہ ہوں گے

بے وارث و بے کس ہیں ہمیں کون چھڑا دے
کیوں کوئی اسیروں کی خبر ہو جو چھڑا دے

پروا ہے کسے بچوں کو پانی جو پلا دے
کس کو ہے پڑی دُکھ زدوں پر رحم جو کھا دے

جو تشنہ دہن قتل کریں ابن علیؑ کو
زنداں سے وہ کب چھوڑیں گے ناموس نبیؐ کو

روتے ہیں تو رونا ہمیں ملتا نہیں اک دم
جو چاہتے ہیں آن کے کہہ جاتے ہیں ظالم

وہ رو دیں کس طرح جو ہوں صاحب ماتم
زنداں میں پھنسے لُٹ گئے برباد ہوئے ہم

افسوس ہے یہ دفن و کفن میں بھی پہونچے
وارث بھی چھٹے ہم وطن میں بھی پہونچے

چھٹنے کی یہاں کوئی ہماری نہیں تدبیر
واں دھوپ میں جلتا ہی پڑا لاشۂ شبیرؑ

[1] بحار جلد ۱۱ صہ ۳۱۷

کرتے نہ مقید ہمیں گر ظالم بے پیر — بے دفن و کفن رہتی نہ لاشِ شہِ دلگیر
جو دامن زہرا و پیمبر میں پلا ہو — وہ جلتی ہوئی ریت پہ صحرا میں پڑا ہو
جبرئیل امیں نے جسے جھولے میں جھلایا — اُس شاہ نے گور و کفن اب تک نہیں پایا
رن میں تنِ بے سر رہا سر شام میں آیا — نیزے پہ اُسے شہر کی گلیوں میں پھرایا
کس طرح زیارت کریں زنداں سے نکل کے — لٹکایا ہے دروازے پہ ظالم نے محل کے
کیا قہر ہے ہیں قید میں اور جا نہیں سکتے — حال اپنا سرِ شاہ کو دکھلا نہیں سکتے
اُس سر کے قریب آپ کو پہنچا نہیں سکتے — بے بس ہیں سرِ ابنِ علی لا نہیں سکتے
تا آخرِ شب سُنتی ہیں نالوں کو نبی کے — آتی ہے صدا رونے کی زہرا و علی کے
یہ کہتے تھے اور روتے تھے ناموسِ پیمبر — تھا فرش فقط خاک کا بالیں تھا نہ بستر
بچوں کو نہ کھانا تھا نہ پانی تھا میسر — سایہ بھی نہ تھا دھوپ میں سب جلتے تھے دن کو
ہر شام مصیبت تھی غریب الوطنی میں — ہو جاتی تھی رانڈوں کو سحر سینہ زنی میں
کاہیدہ بدن ہو گئے تھے قیدِ ستم سے — طاقت کسی بی بی میں نہ تھی رنج و الم سے
غش آتا تھا سجادِ حزیں کو تپِ غم سے — رخساروں پہ آنسو تھے رواں دیدۂ نم سے
اُٹھ بیٹھے تو افسوس سے رو رو کے ملے ہاتھ — لیٹے تو رکھا تکیہ کی جا سر کے تلے ہاتھ
اُٹھنے نہ دیا طوق نے گر سر کو جھکایا — پہروں سرِ زانو سے نہ گردن کو اُٹھایا
ہوش آیا تو بیوؤں کو قریب اپنے بُلایا — مُنہ چوم کے چھاتی سے سکینہ کو لگایا
نزدیک ہلاکت تھی جو دوری پدر سے — پھر ایک طرف دیکھ کے کی آہ جگر سے
تھی بھوک سے اور پیاس سے از بسکہ نقاہت — پہچانی نہ جاتی تھی کسی بی بی کی صورت
چپکے رو دیوار کو تکتے تھے بہ حسرت — زائل ہوئی تھی رانڈوں کی رونے کی بھی طاقت
کچھ فرش نہ تھا خاک پہ سب قیدی پڑے تھے — سینے تھے کبود اور گریباں بھی پھٹے تھے

ستائیسویں مجلس ۲۷

۱۹ صفر کی جس میں خمس کا حکم لکھا۔ اہلبیتؑ کے حق کا ذکر کیا۔ ایک بڑے بادشاہ کے بیٹے کے سخت بیمار ہونے اور اہلبیتؑ اور بارہ اماموں کے توسّل سے اچھے ہونے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور آخر میں جناب سکینہؑ کا شام میں خواب دیکھنا تحریر کیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم خدا فرماتا ہے:۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ یعنی جان رکھو کہ جو کچھ مال (تم لڑ کر) لوٹو اس کا پانچواں حصہ خاص خدا اور رسولؐ اور رسولؐ کے قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور پردیسیوں کا ہے ؏ جاننا چاہیئے کہ جس طرح مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنے مال سے زکوٰۃ نکالیں اُسی طرح خمس نکالنا بھی واجب ہے۔ اسی وجہ سے فروع دین میں خمس بھی رکھا گیا ہے۔ خمس یعنی مال کا پانچواں حصہ سات چیزوں سے نکالا جاتا ہے (۱) کافروں سے لڑائی میں جو مال لوٹ کا ملے (۲) کان (زمین کے اندر) سے جو چیز نکالی جائے۔ جیسے سونا۔ تانبا۔ یاقوت وغیرہ (۳) جو چیز دریا سے نکالی جائے جیسے موتی مونگا وغیرہ۔ (۴) جب حلال مال کسی حرام مال میں اس طرح مل جائے کہ حرام کا پتا نہ ملے کہ کتنا ہے تو اس پورے مال سے پانچواں حصہ نکال دینا چاہیئے (۵) وہ زمین جس کو کافر ذمیؔ کسی مسلمان سے خرید ے (۶) وہ خزانہ جو کافروں کے شہروں

ؔ ذمی کافر دارالاسلام میں امن سے رہتے ہیں اور جزیہ دیتے ہیں ان کو ذمی کہتے ہیں اس لئے کہ وہ مسلمانوں کے عہد اور امان میں آگئے ہیں ۱۲

میں زمین میں گڑا ہوا ملے (۷) جو منافع کہ تجارت، یا زراعت یا صنعت و حرفت وغیرہ سے حاصل ہوں اگر وہ منافع اس شخص کے مال کے اخراجات سے زیادہ ہوں تو واجب ہے کہ جو خرچ سے زیادہ بچے اس کا پانچواں حصہ نکال دیں۔ جیسے کسی شخص کو تجارت سے سال بھر میں سو روپیہ ملے اور اس کے سال بھر کا خرچ اسکی حالت کے لائق ساٹھ روپیہ ہوتے ہیں تو واجب ہے کہ چالیس روپیہ سے پانچواں حصہ یعنی آٹھ روپیہ نکال دے۔ خمس کے مال کا دو حصہ کیا جائے گا۔ ایک حصہ تو خاص حضرت امام صاحب الزمان علیہ السلام کا حق ہے اس کو واجب ہے کہ بڑے مجتہد کے پاس پہونچائیں۔ اور دوسرا حصہ اُن سادات کو دینا چاہیئے جو یتیم، مسکین اور ایسے مسافر ہوں کہ سفر کی حالت میں دوسرے شہر یا دیہات میں بیکار پڑے ہوں۔ مگر احوط یہ ہے کہ اس حصہ کو بھی بڑے مجتہد کے پاس بھیجدیں کیونکہ وہ اسکے مستحق کو اچھی طرح پہچان سکتے ہیں۔

مسلمانوں کے بڑے بڑے عالموں نے خمس کے بارے میں ایسی ایسی حدیثیں لکھی ہیں جن سے بہت دلچسپ باتیں معلوم ہوتی ہیں جیسے یہ حدیث کہ حضرت علی علیہ السلام فرماتے تھے کہ خدا نے اپنے رسولؐ پر صدقہ کو حرام کر دیا تھا اور اس کے بدلے میں حضرت کے لئے خمس مقرر فرمایا۔ اور صدقہ کو خدا نے حضرت کے اہلبیت پر بھی حرام کر دیا تھا۔ اسی وجہ سے رسولؐ کے ساتھ حضرت کے اہلبیت کا حصہ بھی خمس میں مقرر کر دیا۔ باقی کل امت کے لئے صدقہ

کو حلال کیا کہ وہ کھا سکتے ہیں خود حضرت رسولخدا صلعم فرماتے تھے کہ تم لوگ اپنے مال سے جو صدقہ نکالتے ہو وہ تمہارے ہاتھوں کا میل ہے۔ میں اس کو پسند نہیں کرتا اور مجھے اسکی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ خدا نے اس کے بدلے میرے لئے خمس مقرر کردیا ہے۔ یہی حکم حضرتؐ کے اہلبیتؑ کا بھی ہے۔ ایک بڑے صحابی بیان کرتے تھے کہ حضرت رسولخدا صلعم کی اولاد کے لئے صدقہ حلال نہیں تھا اس وجہ سے (رسولؐ کے ساتھ) اُن کے لئے بھی خمس کے مال میں حصہ مقرر کردیا گیا۔ اور ایک دوسرے بڑے صحابی بیان کرتے تھے کہ حضرت رسولخدا صلعم کی وہ اولاد جن کو خمس کے مال میں حصہ دیا گیا ہے وہ لوگ ہیں جو حضرت علیؑ کی نسل سے (سادات) ہیں۔ اور اس آیۃ میں جو خدا نے فرمایا ہے کہ خمس کا مال رسولؐ کے لئے ہے اور قرابت داروں کے لئے ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم کی قرابت والوں کا حصہ اسمیں ہے اور وہ قرابت مند حضرت کی اولاد (سادات) ہی ہیں۔ اسی طرح حضرت رسولخدا صلعم کے زمانہ میں خمس کا مال تقسیم کیا جاتا تھا مگر جب حضرتؐ کا انتقال ہوگیا تو حضرت اول نے آنحضرتؐ کی اولاد کا حصہ روک دیا اور ان کو محروم کرکے وہ مال دوسرے دوسرے لوگوں کو دینے لگے۔ ایک دفعہ کسی شخص نے خود حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے پوچھا کہ بتائیے آنحضرتؐ کے بعد حضرت اول و دوم آپ لوگوں کے حصہ کے بارے میں کیا کرتے تھے۔ تو حضرتؑ نے فرمایا کہ پہلے صاحب کے زمانہ میں تو خمس تھا ہی نہیں۔ اُٹھا دیا گیا تھا

مگر دوسرے صاحب خمس کا مال تقسیم کیا کرتے تھے لہ
حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ خمس کا مال کھا جاتے ہیں اُن کے لئے بڑا سخت عذاب ہوگا۔ اس لئے کہ یہ حضرت رسولخدا اور حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام کا خاص حق ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ خدا نے جب ہم لوگوں پر صدقہ حرام کیا تو ہمارا حق خمس مقرر کیا۔ لہذا صدقہ ہم پر حرام اور خمس ہمارے لئے واجب ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے تھے کہ کسی شخص کے لئے حلال نہیں ہے کہ خمس میں سے کوئی چیز خریدے جب تک پورا خمس ہم تک نہ پہونچ جائے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ جناب رسولخدا صلعم نے حضرت علیؑ سے جو وصیتیں کیں اُن میں یہ بھی فرمایا تھا کہ اے علیؑ (ہمارے دادا) جناب عبدالمطلب نے زمانہ جاہلیۃ میں جن پانچ باتوں کو ایجاد کیا تھا خدا نے اسلام میں بھی ان سب کو باقی رکھا۔ ان باتوں میں یہ بھی ہے کہ جناب عبدالمطلب نے ایک خزانہ زمین میں پایا تو اس سے خمس نکال کر فقیروں مسکینوں میں تقسیم کردیا۔ اس کو خدا نے اب بھی جاری رکھا کہ قرآن میں فرمایا جو مال تم کو غنیمت کے طور پر ملے اس سے خمس دے دیا کرو۔ اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ جناب عبدالمطلب نے اسلام کے پہلے جو پانچ باتیں ایجاد کی تھیں وہ یہ ہیں کہ اُس وقت لوگ اپنے باپ کے

لہ یہ کل حدیثیں تفسیر درمنثور جلد ۳ صفحہ ۱۸۶ میں موجود ہیں۔ ۱۲

مرنے پر اپنی سوتیلی ماؤں سے شادی کر لیتے تھے! انھوں نے اس کو حرام کر دیا۔ اور ایک شخص کے خون کا بدلہ سو اونٹ خوں بہا قرار دیا۔ خانہ کعبہ کا طواف سات مرتبہ کیا۔ ایک خزانہ پایا تو اس سے خمس نکال دیا اور جب چاہ زمزم کو کھودا تو اس سے حاجیوں کو سیراب کیا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ جو شخص مال غنیمت پائے یا تجارت وغیرہ کرے تو اس میں سے خمس ضرور نکالے۔ قیامت کے دن خمس کا مستحق خدا سے فریاد کرے گا کہ اے اللہ ان لوگوں سے دریافت کر کہ کس وجہ سے ان لوگوں نے ہمارا حق اپنے لئے حلال کر لیا (اور ہم کو اس سے محروم رکھا) حضرت امام رضا علیہ السلام نے ایک بڑی حدیث بیان فرمائی جس میں قرآن مجید سے ثابت کیا کہ اللہ و رسولؐ و اہلبیتؑ کے لئے خمس ہے اور ان لوگوں کے لئے صدقہ نہیں ہے۔ فرمایا کہ دیکھو خدا نے فرمایا ہے کہ تم جو مال غنیمت پاؤ اس میں سے خمس اللہ۔ رسولؐ اور انکے قرابتمندوں کے لئے ہے۔ اس میں خدا نے پہلے اپنا حق بتایا پھر رسولؐ کا پھر اہلبیتؑ کا۔ پس خدا نے جس چیز کو اپنے لئے پسند کیا اس کو اپنے رسولؐ اور حضرتؐ کے اہلبیتؑ کے لئے بھی پسند کیا لیکن جب صدقہ کا بیان آیا تو اس سے خدا نے اپنی ذات کو بھی الگ رکھا۔ اپنے رسولؐ کو بھی بچایا اور حضرتؐ کے اہلبیتؑ کو بھی الگ کر دیا۔ چنانچہ فرمایا اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ یعنی صدقہ تو صرف فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہے ۵ پس جب خدا نے صدقہ سے اپنی ذات کو بلند سمجھا اور اسی طرح اپنے رسولؐ اور حضرتؐ کے

۱۲-۱-۹۳

اہلبیتؑ کے لئے بھی اس کو قابل نفرت جانا بلکہ ان حضرات پر صدقہ کو حرام کردیا تو اب یہ ان لوگوں کے لئے جائز نہیں ہوسکتا (بس خمس ان حضرات کا حق رہیگا) لہ اللھم صل علی محمدؐ وآل محمدؐ بی بیو۔ سُنا آپ نے کہ اہلبیت کا یہ درجہ ہے کہ خدا جس بات کو اپنے لئے اچھی خیال کرتا ہے وہی ان حضراتؑ کے لئے بھی۔ اور جس بات کو اپنے لئے بُری جانتا ہے اُس کو ان حضرات کی شان کے خلاف بھی سمجھتا ہے۔ صرف صدقہ اور خمس ہی نہیں بلکہ ہر چیز میں۔ اسی وجہ سے دنیا میں بہت سے لوگ حضرت علیؑ کو معاذ اللہ خدا سمجھنے لگے جو بالکل غلط ہے۔ یہ لوگ خدا نہیں ہیں مگر خدا کے ہاں رسولؐ کے بعد سب سے زیادہ عزت انھیں حضراتؑ کی ہے۔ کہ یہ لوگ جو چاہتے ہیں خدا اس کو ضرور پورا کردیتا ہے بلکہ ان کے واسطے سے دوسرے لوگ جو بات چاہتے ہیں ہوجاتی ہے بڑی بڑی مصیبتوں میں انکا واسطہ دیکر دعا کی جاتی ہے تو فوراً وہ مصیبت ہٹ جاتی ہے۔ بڑی بڑی پریشانی میں ان کے توسل سے دعا کی جاتی ہے اور نہایت آسانی سے وہ حاجت پوری ہوجاتی اور وہ کام انجام پاجاتا ہے۔ آپ درود پڑھیں تو میں ایک بہت دلچسپ اور بالکل تاریخی واقعہ بیان کروں۔ اللھم صل علی محمدؐ وآل محمدؐ جب مسلمانوں نے شروع شروع دکن پر حملہ کیا تو اُس طرف مسلمانوں کی کئی بادشاہتیں قائم ہوگئیں۔ ان میں ایک حکومت احمد نگر کی بھی جہاں نظام شاہی خاندان سلطنت کرتا تھا۔ اس خاندان

لہ یہ کل حدیثیں وسائل الشیعہ جلد ۲ صـ۱۱۹ سے صـ۱۲۳ تک میں بکثرت ہیں۔ ۱۲

کا دوسرا بادشاہ برہان نظام شاہ گزرا ہے جس نے ۹۱۴ھ ۱۵۰۸ء سے ۹۶۱ھ ۱۵۶۵ء تک حکومت کی ہے۔ اس کا ایک نہایت پیارا بیٹا جس کا نام عبدالقادر تھا۔ بخار میں سخت بیمار پڑا۔ بہت کچھ علاج کیا گیا مگر کسی طرح اچھا نہیں ہوا۔ بخار تیز ہوتا اور چڑھ چڑھ جاتا گیا۔ تمام حکیموں و یدوں کی دوا کی گئی مگر سب بیکار ہوئی۔ تب اس نے دعا تعویذ عمل کے ذریعہ سے کوشش کی اس سے بھی کوئی نفع نہیں ہوا۔ برہمنوں پنڈتوں کے بُت خانوں میں خیرات اور صدقے بھجوائے مسلمانوں اور ہندوؤں سب سے دعا کرائی۔ ہر طرح کا جھاڑ پھونک کیا گیا۔ مگر کسی بات کا کوئی نتیجہ ظاہر نہیں ہوا۔ بیٹے کی بیماری خطرناک اور اُس کی حالت نہایت نازک ہوگئی صحت کی امید جاتی رہی۔ زندگی کی آس ختم ہونے لگی۔ بادشاہ اور اس کا گھر بھر نہایت بدحواس ہوا۔ اور اب کوئی تدبیر باقی نہیں رہی۔ اس کے بعد کیا ہوا۔ آپ درود پڑھیں تو میں بیان کروں اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ اُس زمانہ میں بادشاہ کے ہاں ایک بڑے مقدس عالم سیّد جن کا نام شاہ طاہر تھا ایران سے آئے تھے اور بادشاہ کی خدمت میں تقیہ کی حالت میں بسر کرتے تھے۔ اُنھوں نے بادشاہ سے عرض کی کہ حضور! شاہزادے کی شفا کے بارے میں بندہ نے ایک تدبیر سوچی ہے اگر جان کی امان پاؤں تو عرض کروں۔ بادشاہ نے اصرار کیا تو شاہ طاہر نے جرأت کرکے کہا کہ حضور نذر مانیں اور عہد کریں کہ اگر شاہزادے آج رات کو اچھے ہو جائیں گے تو حضرات ائمہ معصومین کی اولاد کی خدمت میں حضور بہت سے نذرانے پیش کریں گے۔ برہان نظام

شاہ نے کہا ائمہ معصومین یعنی بارہ امام کون ہیں۔ شاہ طاہر نے
بارہ اماموں کے نام ولدیت کے ساتھ (حضرت علیؑ سے امام مہدیؑ
تک) بتائے۔ برہان نظام شاہ نے کہا کہ جب میں بت خانوں میں
نذریں گزران چکا تو کیا حضرت علی مرتضیٰؑ اور بی بی فاطمہؑ کے فرزندوں
کے نام لوازم نذر بجا نہیں لاؤں گا؟ شاہ طاہر نے کہا بس تو آج
جمعہ کی رات ہے حضور نذر کریں کہ اگر خدائے رحیم حضرت پیغمبر
آخر الزمان اور بارہ امام علیہم السلام کے قرب و منزلت کی برکت سے
آج رات کو شہزادہ عبدالقادر کو اچھا کر دے تو حضور بارہ امام کا
خطبہ پڑھوا کر ان کے مذہب کے پھیلانے میں کوشش فرمائیں گے
برہان نظام شاہ کو تو اب اپنے بیٹے کے بچنے کی ذرہ برابر بھی
امید باقی نہیں تھی بلکہ اس کی زندگی سے بالکل ناامید ہو گیا تھا۔
مگر شاہ طاہر کی یہ بات سن کر وہ بہت خوش ہوا اور اسی وقت شاہ طاہر
کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر عہد و پیمان بجالایا کہ ان باتوں کو ضرور پورا
کروں گا۔ وہ دن تو انھیں باتوں میں گزرا۔ رات کو بادشاہ شاہزادے
کے پلنگ کی پٹی سے لگا بیٹھا رہا۔ شاہزادے کی بیماری بڑھتی
جاتی تھی۔ بخار تیز ہوتا جاتا تھا۔ بے چینی زیادہ تھی۔ اس کو لحاف
اڑھانے کی کوشش کی جاتی تھی مگر وہ بے چینی سے ہاتھ پاؤں
مار کر لحاف کو پھینک دیتا تھا۔ آخر تھک کر لوگوں نے لحاف
الگ کر دیا اور بادشاہ نے مایوسی سے کہا کہ اب اس کو اسی حال
میں چھوڑ دو۔ بیچارہ اسی رات کا مہمان معلوم ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر
اور اس کو دنیا کی ہوا کھا لینے دو۔ اور خود اسی طرح پٹی سے لگا بیٹھا رہا

صبح ہوتے وقت اسی طرح پٹی پر سر رکھکر سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک بزرگوار نورانی صورت اُس کے سامنے آئے اور اُن بزرگ کے داہنے بائیں بارہ بزرگ اور ہیں۔ برہان نظام شاہ نے استقبال کیا اور ادب سے کھڑا ہو گیا۔ تب ان میں سے ایک بزرگ نے فرمایا کہ اے بادشاہ تو ان بزرگوار کو جانتا ہے کہ کون ہیں؟ یہ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ہیں۔ اور یہ بزرگوار جو حضرت کے داہنے بائیں ہیں بارہ امام ہیں۔ اسی درمیان میں حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا اے برہان حق سبحانہٗ و تعالےٰ نے علیؑ اور اُن کے فرزندوں کی برکت سے عبدالقادر کو اچھا کر دیا۔ اب تم کو لازم ہے کہ میرے فرزند طاہر کے کہنے کے خلاف نہ کرنا۔ یہ خواب دیکھ کر برہان نظام شاہ بہت خوش بشاش بیدار ہوا دیکھا کہ شہزادے عبدالقادر پر لحاف پڑا ہوا ہے اور اُس کی دایہ اور ماں سے جو برابر جاگتی رہی تھیں معلوم ہوا کہ کسی نے اس کو لحاف اُڑھایا نہیں بلکہ اسی وقت لحاف خود بخود حرکت کر کے عبدالقادر پر جا پڑا ہے۔ بادشاہ نے ہاتھ لحاف کے اندر لے جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ عبدالقادر بالکل اچھا ہو گیا اور آرام کی نیند سوتا ہے۔ پھر کیا تھا بادشاہ کے لئے عید ہو گئی۔ اسکے بعد برہان نظام شاہ نے اپنے وعدے کو پورا کیا۔ مذہب شیعہ اختیار کر لیا اور خطبہ میں بارہ امام کا نام جاری کرایا۔ اس واقعہ کو ہندوستان کے سب سے زیادہ معتبر مورخ فرشتہ نے اپنی مشہور کتاب تاریخ فرشتہ میں بھی لکھا ہے۔ یہ لکھ کر وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ توران و ایران کے

مورخین کا اتفاق ہے کہ غازان خاں بادشاہ نے مسلمان ہونے کے
بعد دو مرتبہ حضرت رسولخدا صلعم کو خواب میں دیکھا۔ ہر دفعہ حضرت
امیرالمومنینؑ بھی حضرتؐ کے ساتھ تھے۔ دونوں دفعہ آنحضرت صلعم
نے اپنی عترت کی تعریف کی اور بادشاہ سے فرمایا کہ تجھے لازم ہے
کہ میرے اہلبیتؑ کے ساتھ عقیدت جاری رکھے اور انھیں کی
پیروی کرے اور ان کی عزت و تعظیم کرے۔ اسی سبب سے غازان خاں
نے اہلبیتؑ کی محبت اپنے صفحۂ دل پر نقش کی اور کربلائے معلےٰ
ونجف اشرف کے سادات کی عزت کرتا اور شیعہ مذہب کے لوگوں کو
مقرب درگاہ کرکے بڑے بڑے منصب دیتا۔ اس کے بعد صاحب
تاریخ فرشتہ لکھتے ہیں کہ میں حیرت میں ہوں کہ اگر شیعہ مذہب
حق ہے تو دوسرے مذہبوں کا نتیجہ کیا ہوگا۔ اور اگر دوسرا مذہب
حق ہے تو حضرت رسولخدا صلعم نے اتنے بادشاہوں کو خواب میں
شیعہ مذہب ہی کے پھیلانے کا حکم کیوں دیا۔ اس کے بعد
صاحب تاریخ فرشتہ نے دعا کی ہے کہ اے اللہ ہم لوگوں اور
ہماری قوم کو حق کی راہ چلا کہ تو ہی بہترین ہدایت کرنے والا ہے۔
اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ برہان نظام شاہ کے لڑکے کا بیمار ہونا
اور بادشاہ کے نذر کرنے پر حضرت رسولخدا صلعم و ائمہ طاہرینؑ
کو خواب دیکھنا اسکے بعد شہزادے کا اچھا ہونا ایسا مشہور
واقعہ ہے کہ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اتنے بڑے
عالم نے بھی اس کو صحیح مانا اور اپنی کتاب فتاوے عزیزی میں اسکو
درج کردیا ہے جس کے بعد کسی شخص کو اس کے بارے میں ذرہ برابر

شک و شبہ ہو ہی نہیں سکتا ہے [۱] اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔

بی بیو! خواب سے دنیا میں بڑے بڑے انقلابات ہوئے ہیں۔ ایک اور خواب بیان کرتی ہوں۔ آپ اپنا کلیجہ سنبھال لیں جب حضرات اہلبیت شام میں یزید کے ہاں قید میں تھے۔ ایک روز یزید نے ان حضرات کو اپنے دربار میں بلایا تو جناب سکینہؑ نے فرمایا اے یزید رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے اگر تو سُنے تو میں بیان کروں اُس نے کہا بتاؤ کیا دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا رات کو نماز اور بہت سی دعائیں پڑھنے کے بعد جب میں روتے روتے تھک گئی اور میری آنکھ لگ گئی تو دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھُل گئے ہیں اور آسمان سے زمین تک بہت روشن نور چمک رہا ہے۔ اتنے میں بہشت کے بہت سے نوکر و غلام نکلتے ہوئے آئے۔ ایک خوب شاداب باغ نظر پڑا۔ اس باغ میں ایک اعلےٰ درجہ کا محل تھا۔ اس کے بعد کیا دیکھتی ہوں کہ پانچ بڑے مقدس بزرگ اس محل میں داخل ہو رہے ہیں اور ان سب کے پاس بھی ایک غلام موجود ہے۔ میں نے اُس غلام سے پوچھا کہ بھائی بتاؤ تو یہ محل کس بزرگ کا ہے۔ اُس نے کہا آپ کے والد امام حسین علیہ السلام کا قصر ہے۔ حضرتؑ نے اپنی مصیبتوں پر جو صبر کیا اس کے عوض خدا نے اسے حضرتؑ کو مرحمت فرمایا ہے۔ تب میں نے پوچھا اور یہ مقدس پانچ بزرگ کون ہیں جو اس میں داخل ہو رہے تھے؟ اُس نے کہا پہلے حضرت آدمؑ دوسرے حضرت نوحؑ تیسرے حضرت

---

[۱] فتاویٰ عزیزی مطبوعہ دہلی صہ۳

ابراہیمؑ چوتھے حضرت موسیٰؑ ہیں۔ میں نے پوچھا اور ان حضرات کے درمیان وہ پانچویں بزرگ کون ہیں جو اتنے مصیبت زدہ معلوم ہوتے ہیں کہ اپنی ڈاڑھی پکڑے ہوئے روتے ہیں۔ اس نے کہا اے سکینہ کیا آپ حضرت کو نہیں پہچانتی ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا آپ کے دادا حضرت رسولخدا صلعم ہیں میں نے کہا اور یہ لوگ جاتے کہاں ہیں۔ اس نے کہا آپ کے اباجان امام حسینؑ کے پاس۔ میں نے کہا خدا کی قسم میں اپنے دادا جان کے پاس ضرور جاؤں گی اور جو جو ظلم ہم لوگوں پر کئے گئے ان سب کی شکایت بھی حضرت سے کروں گی۔ میں نے چاہا کہ حضرت کے پاس پہونچوں مگر حضرت آگے بڑھ گئے۔ اور میں حضرت تک نہیں پہونچ سکی۔ میں اسی افسوس اور فکر میں تھی کہ اتنے میں میرے دادا حضرت علیؑ نظر آئے جو ہاتھ میں تلوار لئے کھڑے تھے میں نے حضرتؑ سے پکار کر کہا اے دادا خدا کی قسم آپ کے بعد آپکے فرزند قتل کر دیئے گئے۔ یہ سنکر حضرت بہت روئے۔ مجھے اپنے سینے سے لپٹا لیا اور فرمایا بیٹی صبر کرو اللہ مددگار ہے۔ پھر حضرتؑ کسی طرف نکل گئے اور مجھے دکھائی نہیں دیئے۔ میں اسی طرح حیران پریشان کھڑی تھی اب کیا دیکھتی ہوں کہ آسمان کا ایک دروازہ کھلا اس میں سے فرشتے اُتر کر میرے بابا جان کے سر کے پاس آتے تھے۔ جب یزید نے یہ خواب سنا تو اپنا منہ پیٹنے اور رونے لگا کہ ہائے مجھے کیا ہو گیا میں نے کیوں امام حسینؑ کو قتل کیا[1]

[1] بحار جلد ۱۰ صفحہ ۱۱۶

اس کے بعد ہی اُس نے اِن حضرات کو رہا کرنے کا سامان کیا۔

شاعر نے لکھا ہے ؎

اُس نے کہا نادم ہوں ہوئی آپ کی تقصیر — سچ ہے کہ نہ تھا کاٹنا تن سے سرِ شبیرؑ
سر شرم سے زانو پہ جھکا کی جو یہ تقریر — تا صبح رہا سوچ میں وہ ظالم بے پیر
اک بار دیا حکم یہ دربار میں آکے — زنداں سے گرفتاروں کو لادے کوئی جاکے
کچھ لوگ گئے سن کے یہ حاکم کا جو ارشاد — مشغول وظایف تھے حرم با دلِ ناشاد
تھے خاک پہ سجدے میں جھکے حضرتِ سجادؑ — بچے بھی تھے طاعت میں نہ زاری تھی نہ فریاد
ہر چند کہ فاقوں سے نہ طاقت تھی کسی میں — پر محو تھے سب یادِ جنابِ احدی میں

بی بیو اب آپ اپنا دل سنبھال لیں۔ شاعر نے لکھا ہے ؎

دربار میں زنداں سے طلب ہوتے ہیں قیدی — بے تاب ہیں بے صبر ہیں جی کھوتے ہیں قیدی
منہ گرد بھرے آنسوؤں سے دھوتے ہیں قیدی — بچوں کو لئے گود میں روتے ہیں قیدی
فاقوں میں کھڑے ہونے کی طاقت نہیں تن میں — دہشت سے ستمگار کی لرزہ ہے بدن میں
دل ہول کے مارے نہیں سینوں میں سماتے — ہیں خاک بھرے بالوں سے چہروں کو چھپاتے
زینبؑ کا یہ عالم ہے کہ ہیں غش پہ غش آتے — سہمے ہوئے بچے ہیں یہ ماؤں کو سناتے
دم ہونٹوں پہ ہے قید کی ایذا و محن سے — کیا گردنیں پھر باندھیں گے جلاد رسن سے
جی ڈرتا ہے اماں ہمیں گودی میں چھپا لو — گھبرا کے اٹھا کر ہمیں چھاتی سے لگا لو
سن لے نہ کوئی منہ سے سخن کچھ نہ نکالو — سجاد کہاں ہیں انہیں پاس اپنے بلا لو
مارے نہ طمانچے کوئی یہ خوف بڑا ہے — دروازے پہ ظالم ستم ایجاد کھڑا ہے
تھا شور کہ اے قیدیو دربار میں جاؤ — کیا بیٹھے ہو زنداں سے قدم جلد اٹھاؤ
خاتون نے کیا حکم اب آنسو نہ بہاؤ — چلتے ہیں سنِ ظلم کے [illegible]
حاکم کو دعا دو کہ ہمیں شاد کرے گا — اب قتل نہیں کرنے کا آزاد کرے گا

سن کر یہ سخن کہنے لگی زینبؑ ناچار — اک بار تو ہو آئے ہیں مجلس میں گنہگار
کیا کام ہے اب کیوں ہے بلایا سرِ دربار — نے سر پہ ردا ہے نہ ہے طاقتِ رفتار
لے جاؤ نہ بلوے میں اسیرانِ ستم کو — گھل گھل کے اسی قید میں مر جانے دو ہم کو
میں سوگ میں ہوں کیسی خوشی کیسی رہائی — کس سے ملوں گی چھوٹ کے کیا جیتے ہیں بھائی
ماں جائے نے گردن تہِ شمشیر کٹائی — بھائی سے تو اب تا بہ قیامت ہے جدائی
کیا لطف چھٹے قید سے گر پیار کو کھو کر — دکھلاؤں گی صورت کسے بن بھائی کی ہو کر
مشہور ہوں میں فاطمہ کے لال کی شیدا — جب وہ نہ ہوئے قید سے چھوٹی بھی تو پھر کیا
اب قید کا غم ہے نہ رہائی کی تمنا — مر جاؤں میں زنداں میں تو رہ جائے یہ پردا
جی چاہا ہو کہ دنیا سے سفر کر گئی زینبؑ — چہلم نہ ہوا بھائی کا اور مر گئی زینبؑ
مارے گئے عباسؑ دلاور مرے آگے — دنیا سے گئے اکبرؑ و اصغرؑ مرے آگے
بھائی کے چلا حلق پہ خنجر مرے آگے — خالی ہوا زہرا کا بھرا گھر مرے آگے
غم کھاتی ہوں اور خونِ جگر پیتی ہے زینبؑ — وہ شیر تو مارے گئے اور جیتی ہے زینبؑ
بتلاؤ خوشی چھوٹنے کی قید سے اب کیا — بیٹھے ہیں کہ پھر چین سے ہو ملنے کی تمنا
قاسمؑ ہیں کہ دکھلائیں گے آ کر مجھے چہرا — اکبرؑ ہیں جنہیں دیکھ کے ٹھنڈا ہو کلیجا
لاشے بھی ابھی تک نہیں یا رن میں پڑے ہیں — آباد تھا گھر جن سے وہ جنگل میں پڑے ہیں
جو بھائی کے مرنے سے ستم میں نے اٹھائے — دشمن کو بھی یہ ظلم نہ اللہ دکھائے
نیزے مرے شانوں میں لعینوں نے چبھائے — بازو مرے باندھے مجھے دربار میں لائے
بھائی کی عزادار ہوں اور خستہ جگر ہوں — عاشورِ محرم سے میں اب تک کھلے سر ہوں
کہہ دو مجھے دربار میں حاکم نہ بلائے — خلقت کو دوبارہ نہ مری شکل دکھائے
گر قتل ہو منظور تو قاتل یہیں آئے — موجود ہوں خنجر مری گردن پہ پھرائے
فکرِ غم و اندوہ سے آزاد ہو زینبؑ — سر تن سے جدا ہو تو بہت شاد ہو زینبؑ

مجلس اٹھائیسویں ۱۹ صفر کی جس میں پہلے حضرت یوسفؑ کا خواب پھر حضرت عبد المطلب کا خواب دیکھ کر چشمہ زمزم کھودنا بیان کیا اور آخر میں حضرت سکینہؑ کا شام میں خواب دیکھنا اور اہلبیت کا قید سے آزاد ہونا لکھا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خدا فرماتا ہے:۔ اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰٓاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ یعنی ایک وقت تھا کہ حضرت یوسفؑ نے اپنے باپ حضرت یعقوبؑ سے کہا کہ ابا جان میں نے گیارہ ستاروں اور سورج چاند کو خواب میں دیکھا ہے کہ یہ سب مجھکو سجدہ کر رہے ہیں تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اس خواب کی تعبیر یہ لکھی ہے کہ یوسف علیہ السلام بہت جلد ملک مصر کے مالک ہو جائیں گے اور اُن کے باپ ماں اور بھائی اُن کے پاس آئیں گے شمس سے مراد انکی والدہ راحیل اور قمر سے مراد اُنکے والد حضرت یعقوبؑ اور گیارہ ستاروں سے مراد اُن کے گیارہ بھائی تھے چنانچہ جب یہ لوگ مصر گئے اور حضرت یوسفؑ کو دیکھا تو یہ سب خدا کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ میں گر پڑے۔ پس ان کا سجدہ کرنا واقعاً خدا کا سجدہ تھا۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد۔

حضرت یوسفؑ نے جیسا خواب دیکھا بالکل ویسا ہی ہوا جن لوگوں کے ایمان درست اور اعمال اچھے ہوتے ہیں اُن کا خواب بھی

بڑا سچا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت رسول خدا صلعم نے سچے خواب کو نبوت کا جزو فرمایا ہے لہ یعنی سچا خواب پیغمبری کی صفتوں میں سے ایک صفت ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ پیغمبروں کے خواب ہمیشہ سچے ہوتے ہیں یا پیغمبری پہلے سچے خوابوں سے شروع ہوتی ہے۔ جیسے بعض روایتوں میں ہے کہ آنحضرت صلعم شروع زمانہ نبوت میں خواب دیکھتے جو سچا ہوتا صبح روشن کی طرح اسکی تعبیر ظاہر ہوتی۔ ایک حدیث میں ہے کہ خواب میں جھوٹ بنانے والا سخت عذاب میں مبتلا ہوگا ٹہ۔ حضرت رسول خدا صلعم کے دادا جناب عبدالمطلب بھی اعلےٰ درجہ کا ایمان رکھتے اور سب نیک اعمال کرتے۔ ان کا بھی ایک خواب بڑا زبردست ہوا جس کی برکت سے آج تک مکہ معظمہ کا چشمہ زمزم مشہور ہے۔ جس کا پانی حاجی تبرک کے طور پر لاتے اور اپنے دوستوں میں قیمتی تحفہ کی طرح تقسیم کرتے ہیں۔ اس چشمہ کی تاریخ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم پیغمبر کی دو بیویاں تھیں۔ ہاجرہ اور سارہ۔ مگر دونوں میں میل نہیں تھا۔ اس وجہ سے حضرت ابراہیم ہاجرہ کو ان کے بیٹے اسمٰعیل سمیت اس جگہ لے آئے جہاں اب خانہ کعبہ ہے اور دونوں ماں بیٹوں کو اس چٹیل میدان میں چھوڑ کر ملک شام واپس چلے گئے۔ یہاں ہاجرہ اور ان کے بچے حضرت اسمٰعیل کو پیاس لگی تو بیچاری پانی تلاش کرنے لگیں مگر پانی نہ ملا۔ جب ان کی حالت غیر ہوئی تو حضرت اسمٰعیل کے پاؤں

لہ صحیح بخاری جلد ۷ صـ۶۷ۃ ٹہ انوار اللغۃ پارہ ۱۰ صـ۳

کے نیچے سے پانی نکل آیا جو بڑھتے بڑھتے بڑا چشمہ ہوگیا۔ اسکی وجہ سے دوسرے قبیلے بھی مکہ میں آکر آباد ہوگئے مگر ایک مدۃ کے بعد لوگوں نے مکہ معظمہ میں طرح طرح کے فسادات شروع کیئے تو اس شہر کے سردار نے شہر چھوڑ دیا اور جانے سے پہلے وہاں کے قیمتی مال جیسے سونے کی دو ہرنیاں ۔ تلواریں اور زرہیں وغیرہ اس چشمہ میں ڈال کر اس کا منھ بند کردیا اور کنکروں پتھروں سے اس کو پاٹ کر وہاں سے چلے گئے۔ اُس وقت سے مدتوں تک یہ چشمہ پٹا پڑا رہا اور سینکڑوں برس گزر گئے کسی کو اس کی طرف خیال بھی نہیں ہوا۔ ایک روز جناب عبدالمطلبؑ خانہ کعبہ کے پاس سوتے تھے تو خواب میں ایک شخص نے آکر کہا کہ طیبہ کو کھود کر پانی نکالو۔ اُنھوں نے پوچھا کہ طیبہ کہاں ہے اس کا اُس نے کچھ جواب نہیں دیا اور غائب ہوگیا۔ دوسرے اور تیسرے دن بھی یہی ہوا کہ خواب میں وہ شخص آیا اور نئے نئے نام لے کر کہا کہ اس کو کھودو۔ چوتھے روز کہا زمزم کو کھودو۔ اُنھوں نے زمزم کا پتا پوچھا تو اُس نے ٹھیک نشان بتادیا۔ صبح ہوتے ہی جناب عبدالمطلب اپنے بیٹے حارث کو ساتھ لے اس جگہ پہونچے اور کھودنا شروع کیا۔ تین روز تک دونوں باپ بیٹے برابر کھودا کیئے۔ چوتھے روز ایک پختہ منڈیر ظاہر ہوئی اور اندر سے پانی چمکا۔ جناب عبدالمطلب زمزم کھودنے میں کامیاب ہوئے تو اُن کی زبان سے بے ساختہ نعرہ اللہ اکبر نکلا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا یہ حضرت اسمٰعیل کا چشمہ ہے یہ سن کر

قریش کے بہت سے لوگ زمزم پر آ جمع ہوئے اور لگے کہنے کہ یہ کنواں ہمارے دادا اسمعیل کا بنایا ہوا ہے۔ اس میں ہم اور تم دونوں شریک رہیں گے۔ بات بڑھی اور کسی طرح جھگڑا ختم ہی نہیں ہوا تو یہ طے ہوا کہ شام کی ایک کاہنہ کے پاس چل کر اس سے فیصلہ کرائیں۔ دونوں فریق کے لوگ چلے۔ یہ سفر بہت طولانی تھا اور اونٹ کی سواری پر شام جانا سخت کام تھا۔ ابھی چند ہی منزلیں طے ہوئی تھیں کہ جناب عبدالمطلب کے ساتھ کا پانی ختم ہو گیا۔ آپ کے ساتھی سب پیاسے ہوئے۔ نہ کہیں کنواں تھا نہ دریا۔ نہ چشمہ۔ جب یہ لوگ مرنے کے قریب پہونچے تو اپنے مخالف فریق سے پانی مانگا۔ مگر ان سب نے انکار کیا اور ایک قطرہ بھی نہیں دیا۔ جناب عبدالمطلب نے جب اس بے رحمی کو دیکھا کہ قریش کے لوگ پانی رکھتے ہیں اور ہمیں نہیں دیتے تو موت کا یقین ہو چلا کہ اب بچ نہیں سکتے۔ تب ان لوگوں نے آپس میں صلاح کی کہ ہم سب اپنے لئے ایک ایک قبر کھودیں اور جو مرتا جائے اس کو اسی میں دفن کرتے جائیں۔ آخر میں ایک ہی آدمی ایسا بچا رہیگا جو بلا دفن پڑا رہے۔ اس رائے پر کام شروع کر دیا۔ قبریں کھدنے لگیں اور قریش کے لوگ تماشا دیکھتے رہے۔ دوسرے روز جناب عبدالمطلب نے سوچا کہ اس طرح ہاتھ پر ہاتھ رکھکر مرنا بزدلی کا کام ہے۔ چلو پانی کی اور کچھ کوشش کریں۔ یہ ارادہ کر کے اونٹ پر سوار ہوئے۔ سبحان اللہ آپ درود پڑھیں تو میں آگے بیان کروں۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد

حضرت عبدالمطلب نے جیسے ہی سوار ہو کر چلنا چاہا کہ خدا نے ان کی حقیت کا اعلان کر دیا کہ ہمارا پیارہ بندہ حق پر ہے ان کے مخالف باطل پر ہیں اور ہم ہر حال میں ہر جگہ حق کا بول بالا کر دیتے ہیں بلکہ اس کو حضرت عبدالمطلب کا معجزہ کہیں تو بے جا نہیں کہ اونٹ کے زور کرنے سے اس کے پاؤں کے نیچے کی ریت ہٹی اور وہیں سے بہت میٹھے پانی کا چشمہ نکل پڑا۔ اس کے دیکھتے ہی جناب عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں نے زور سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور خوب سیراب ہوئے بلکہ اپنی خاندانی سخاوت بھی دکھا دی کہ قریش کے وہ لوگ جو ان حضرات کے خلاف کاہنہ کے ہاں جا رہے تھے اور جن کے پاس پانی موجود تھا اور وہ ان لوگوں کی ہلاکت دیکھتے تھے پھر بھی رحم نہیں کھایا اور ایک قطرہ پانی تک ان کو نہیں دیا۔ ان سب کو بھی جناب عبدالمطلب نے آواز دی کہ آؤ پانی پیو کہ خدا نے ہم کو سیراب کیا۔ اس پر جناب عبدالمطلب کے ساتھی ناراض بھی ہوئے اور کہا کہ واہ جب ہم پیاسے مر رہے تھے تو ان لوگوں نے ہم لوگوں پر رحم نہیں کیا۔ اب ہم کیوں اس پانی سے انکو پینے دیں؟ مگر جناب عبدالمطلب نے فرمایا کہ نہیں ان لوگوں کو بھی پینے دو۔ اگر ہم نے بھی ان کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کیا تو پھر ہم میں اور ان میں فرق ہی کیا؟ غرض قریش بھی جمع ہوئے اور سب نے پانی پیا اس کے بعد سب نے مان لیا کہ جس خدا نے آپ کو یہاں پانی دیا ہے اسی نے چشمہ زمزم بھی آپ ہی کو دیا ہے۔ اب ہم لوگوں کو اس میں کوئی حق نہیں

واپس چلیے اور آپ ہی کا اس پر قبضہ رہیگا۔ اللھم صل علی محمدؐ
وآل محمدؐ۔

غرض وہ چشمہ زمزم حضرت عبدالمطلب کو خواب ہی سے ملا۔
بی بیو! خواب ہی سے حضرات اہلبیت کی رہائی بھی شام کے قید
سے ہوئی۔ جس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک روز جناب سکینہؑ نے
یزید سے کہا کہ رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے اگر تو سُنے
تو میں بیان کروں۔ یزید نے کہا کیا دیکھا ہے۔ فرمایا دیکھا
کہ نور کے پانچ بہت عمدہ اور تیز اونٹ بڑھے آرہے ہیں اور
ہر اونٹ پر ایک بڑے مقدس نورانی بزرگ سوار ہیں جن کے اردگرد
فرشتے بھی ہیں اور ان کے ساتھ ایک غلام بھی آرہا ہے۔
اونٹ سب تو آگے نکل گئے مگر وہ غلام میری طرف متوجہ ہوا۔
اور میرے پاس آکر کہنے لگا سکینہ تمہارے دادا (حضرت رسُولخدا
صلعم) تم کو سلام فرماتے ہیں۔ میں نے کہا اے شخص میرے
دادا کو بھی میرا سلام کہدے۔ تو کون ہے؟ اس نے کہا میں
بہشت کا ایک غلام ہوں۔ میں نے پوچھا یہ مقدس نورانی بزرگ
کون ہیں جو ان اونٹوں پر آرہے ہیں۔ اس نے کہا پہلے حضرت
آدم صفوۃ اللہ۔ دوسرے حضرت ابراہیم خلیل اللہ تیسرے
حضرت موسیٰ کلیم اللہ چوتھے حضرت عیسےٰ روح اللہ ہیں۔
میں نے پوچھا اور یہ بزرگ کون ہیں جو (رنج واندوہ سے)
اپنی ڈاڑھی پکڑے ہیں۔ اور (روتے روتے) کبھی زمین پر
گرجاتے ہیں کبھی کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اُس نے کہا یہ تمہارے

دادا حضرت رسولخدا صلعم ہیں۔ میں نے پوچھا اور یہ حضرات جاتے کہاں ہیں۔ اُس نے کہا تمہارے ابا جان امام حسینؑ کی زیارت کو۔ یہ سُنتے ہی میں آگے بڑھ کر دوڑی کہ حضرتؑ سے جا کر ظالمین کے ظلموں کو بیان کروں۔ اس درمیان میں دیکھا کہ نُور کے پانچ ہودج اونٹوں پر چلے آ رہے ہیں اور ہر ہودج میں ایک بیوی بیٹھی ہیں۔ میں نے اسی غلام سے پوچھا یہ کون بیویاں آ رہی ہیں۔ اُس نے کہا پہلی حضرت حوّاؑ۔ دوسری آسیہ۔ تیسری حضرت مریم۔ چوتھی حضرت خدیجہ ہیں۔ میں نے پوچھا اور وہ پانچویں (مصیبت زدہ) کون ہیں جو اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھے ہیں (اور بے چین ہیں) کبھی زمین پر گر پڑتی اور کبھی اٹھ بیٹھتی ہیں۔ اُس نے کہا تمہاری دادی حضرت فاطمہؑ ہیں۔ میں نے کہا خدا کی قسم میں اُن سے اپنا سب دُکھ ضرور بیان کروں گی۔ یہ کہہ کر میں آگے بڑھی اور اُن کے پاس جا کر رونے لگی اور کہا اے اماں خدا کی قسم لوگوں نے ہمارے حقوق بھلا دیئے۔ اے اماں خدا کی قسم لوگوں نے ہمیں آوارہ وطن کر دیا۔ اے اماں خدا کی قسم لوگوں نے ہمارے گھر کو اُجاڑ دیا۔ اے اماں خدا کی قسم لوگوں نے ہمارے ابا جان امام حسینؑ کو قتل کر ڈالا۔ یہ سُن کر حضرتؑ نے فرمایا (بیٹی) سکینہ چپ ہو جاؤ۔ ارے تم نے تو (اپنے بین سے) میرے جگر میں آگ لگا دی اور میرے دل کی رگوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ (اے بیٹی) یہ تمہارے باپ حسینؑ کا (خون آلود) کرتا میرے پاس ہے۔ میں کسی

وقت اس کو الگ نہیں کرتی ہوں خدا کے دربار میں اسی طرح حاضر ہونگی (اے یزید) اس کے بعد میں جاگ گئی لہ اور ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ جناب سکینہؑ نے یزید سے بیان کیا کہ میں کیا دیکھتی ہوں کہ میری طرف ایک موتی ایسے چمکتی صورت اور چاند ایسے چہرے کے نورانی بزرگ جو بہت بے چین اور بڑے ہی کرب میں تھے بڑھے۔ میں نے اس غلام سے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں۔ اُس نے کہا تمہارے دادا حضرت رسولخدا صلعم ہیں۔ یہ سنتے ہی میں حضرت کے پاس گئی اور عرض کی اے دادا خدا کی قسم ہمارے چھوٹے بڑے سب قتل کر دیئے گئے خدا کی قسم ہم لوگوں کا خون (پانی کی طرح) بہایا گیا۔ خدا کی قسم ہم لوگوں کی عزت آبرو مٹی میں ملا دی گئی (اس کے بعد) ہم لوگ بغیر گدے کی کاٹھیوں پر بٹھا کر اور اونٹوں پر سوار کر کے یزید کے ہاں لائے گئے۔ یہ سن کر حضرت نے مجھے گود میں اُٹھا کر اپنے سینہ سے لپٹا لیا۔ پھر حضرت آدمؑ و نوحؑ و ابراہیمؑ و موسیٰؑ سے فرمایا آپ لوگ دیکھتے ہیں میری ہی امت نے میری اولاد کے ساتھ میرے بعد کیا کیا ظلم کیئے؟ اس پر اس غلام نے مجھ سے کہا اے سکینہؑ اپنا بین کم کرو کہ تم نے تو حضرت رسولخدا صلعم کو بھی رُلا دیا۔ پھر وہ غلام مجھے آگے لے گیا اور ایک محل میں پہونچا دیا۔ وہاں کیا دیکھتی ہوں کہ پانچ بڑی عزت وجلالت کی بیویاں بیٹھی ہیں۔ جن کی خلقت بھی خدا نے بڑی عظیم الشان بنائی اور نورانیت سے بھی انکو بہت زیادہ حصہ

لہ بحار جلد ۱۰ صفحہ ۱

دیا ہے۔ ان بیویوں کے درمیان ایک بیوی سب سے زیادہ جلیل القدر تھیں (مگر آہ آہ وہ ایسی مصیبت زدہ ہو رہی تھیں کہ) اُنھوں نے اپنے سر کے بال کھول رکھے تھے۔ سیاہ کپڑے پہنے ہوئی تھیں اور ہاتھ میں ایک کرتا لئے تھیں جس میں خون بھرا ہوا تھا۔ وہ (بے چینی میں) جب کھڑی ہو جاتیں تو دوسری بیویاں بھی ان کے ساتھ ہی کھڑی ہو جاتیں اور جب بیٹھ جاتیں تو وہ سب بیویاں بھی بیٹھ جاتیں۔ میں نے اس غلام سے پوچھا یہ کون بیویاں ہیں جن کو خدا نے ایسی شان و جلالۃ عطا کی ہے۔ اس نے کہا اے سکینہ یہ سب آدمیوں کی ماں حضرت حوّا۔ وہ حضرت مریم وہ حضرت خدیجہ اور یہ جناب ہاجرہ اور یہ جناب سارہ ہیں۔ اور یہ معظمہ جن کے ہاتھ میں خون بھرا کرتا ہے جن کے کھڑے ہو جانے پر دوسری بیویاں بھی کھڑی ہو جاتی ہیں اور جن کے بیٹھ جانے پر اور بیویاں بھی بیٹھ جاتی ہیں تمہاری دادی حضرت فاطمہ زہرا ؑ ہیں۔ یہ سُنتے ہی میں حضرت کے پاس پہونچی اور اُن سے کہا اے دادی خدا کی قسم میرے بابا ذبح کر دیئے گئے اور میں اس کم سنی میں یتیم بنا دی گئی۔ یہ سُنتے ہی میری دادی نے مجھے اپنے سینہ سے لپٹا لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں اور ان کے رونے پر دوسری بیویاں بھی خوب روئیں پھر کہا کہ اے فاطمہ خدا قیامت کے دن تمہارے اور یزید کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

آہ آہ بی بیو! حضرت سکینہ ؑ کے علاوہ یزید کی بیوی ہند نے بھی خواب دیکھا جس کو اس نے اس طرح بیان کیا کہ میں سو گئی تو

دیکھا کہ آسمان کا ایک دروازہ کھلا اور اُس سے فرشتے فوج فوج اُترنا شروع ہوئے وہ سب حضرت امام حسینؑ کے سر کے پاس آئے اور اس طرح اس کی زیارت پڑھنے لگے:۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا بْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اتنے میں دیکھا کہ آسمان سے ایک ابر نیچے اُترا جس میں بہت سے (مقدس) لوگ ہیں۔ ان کے درمیان ایک ایسے نورانی بزرگ تھے جن کا چہرہ موتی کے رنگ ایسا اور جن کی شکل چاند ایسی تھی۔ وہ بزرگ لپک کر بڑھے اور امام حسینؑ کے سر پر اپنے کو گرادیا پھر حضرتؐ نے کے دانتوں کو چومنے لگے۔ فرماتے جاتے تھے ہائے اے بیٹا لوگوں نے تم کو قتل کر ڈالا۔ ان لوگوں نے تمہارا درجہ کچھ نہیں پہچانا اور تم پر پانی تک بند کردیا۔ اے بیٹا میں تمہارا نانا رسولِ خدا ہوں۔ یہ تمہارے باپ علی مرتضیٰؑ۔ یہ تمہارے بھائی حسنؑ۔ یہ تمہارے چچا جعفر۔ یہ عقیل۔ یہ حمزہ یہ عباس ہیں۔ اسی طرح حضرتؐ نے اپنے خاندان والوں کے ایک ایک شخص کا نام بتایا۔ ہند کہتی ہے کہ اس کے بعد میں ڈر کر گھبرائی ہوئی جگ گئی تو دیکھا کہ جہاں امام حسین علیہ السلام کا سر رکھا تھا وہاں سے ایک بہت ہی چمکتا ہوا نور تمام پھیلا ہوا ہے۔ اس وقت میں یزید کو ڈھونڈھنے لگی وہ وہاں نہیں تھا بلکہ ایک اندھیرے کمرے میں جا کر اور دیوار کی طرف اپنا منہ کرکے کہتا تھا کہ ہائے میں نے امام حسینؑ کو کیوں قتل کیا۔ وہ بھی اپنے اس ظلم سے بڑے کرب میں تھا۔ وہ اسی طرح منہ پھیرے ہوئے بیٹھا تھا تو میں نے اس سے

اپنا پورا خواب بیان کر دیا جب صبح ہوئی تو اُس نے حضرت رسولخدا صلعم کے اہلبیتؑ کو بُلا کر کہا تم کیا چاہتے ہو یہاں رہو گے یا مدینہ واپس جاؤ گے۔ ان سب نے جواب دیا کہ پہلے تو ہم اپنے آقا و مولا امام حسینؑ پر رونا اور ماتم کرنا چاہتے ہیں۔ اُس نے کہا جو چاہو کرو۔ پھر اُس نے اُن لوگوں کے لئے کئی کمرے خالی کرا دیئے جس کے بعد حضرتؑ کے ماتم کا یہ اہتمام ہوا کہ دمشق میں جتنی ہاشمی اور قریشی عورتیں تھیں سبھوں نے سیاہ ماتمی کپڑے پہن لئے اور امام حسینؑ پر رونا اور نوحہ و ماتم کرنا شروع کیا۔ سات روز تک اس زور کا ماتم ہوا کہ شہر دمشق ہل گیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ در و دیوار سے رونے اور پیٹنے کی آواز آتی ہے۔ آٹھویں روز پھر یزید نے ان حضرات کو بلا کر پوچھا کہ اب کیا ارادہ ہے۔ رہو گے یا جاؤ گے ان حضراتؑ نے کہا ہم مدینہ واپس جائیں گے تو اُس نے ان حضرات کے لئے اچھی آرام دہ سواریاں اور محملیں منگائیں پھر بہت سامال بھی پیش کیا اور کہا کہ تم پر جو مصیبت پڑی اس کے عوض اس کو قبول کر لو۔ آہ آہ بی بیو یہ سُننا تھا کہ حضرت ام کلثومؑ تڑپ گئیں اور فرمایا اے یزید تو کیسا بے حیا اور بے غیرت ہے۔ ارے ہمارے بھائی اور گھر بھر کو قتل کرنے کے بعد ان کا بدلہ یہ مال ہم کو دیتا ہے۔ شاعر نے لکھا ہے کہ ہند نے کہا ایک روز خواب دیکھا کہ تمام دروازے محل کے کشادہ ہیں اور فلک سے جوق جوق ملائک روتے پیٹتے اُتر کر اس حجرے میں جہاں سر امام حسینؑ رکھا ہے جمع ہو کر ماتم اور بکا کرتے ہیں اور بعد سلام اس طرح کہتے ہیں کہ اے جگر پارۂ رسول

تیری توقیر نہ کی۔ بھوکا پیاسا قتل کیا اور اہل حرم کو زنداں میں مقید کیا ؎

یہ کہتے ہیں اور کرتے ہیں زاری وہ فرشتے — جو ابر سفید لئے ہیں کہ اترا فلک سے
اس بزم میں کچھ مرد ہیں اور بیچ میں انکے — اک شخص ہے بیتاب جگر ہاتھوں سے پکڑے
عمامہ نہ سر پر ہے نہ کاندھے پہ عبا ہے — منہ آنسوؤں سے تر ہے گریباں پھٹا ہے
چہرہ ہے کہ شرمندہ ہو خورشید درخشاں — سنبل کی طرح دوش پہ گیسو ہیں پریشاں
پہونچا جو قریب سر شبیر وہ نالاں — یوں کہنے لگا چوم کے اسکے لب و دنداں
کس طرح نہ ٹکڑے دل محبوب خدا ہو — نانا تری مظلومی پہ شبیر فدا ہو
جس دن سے پھرا ہے ترے حلق پہ خنجر — مرقد سے اسی روز کا نکلا ہوں میں باہر
مادر بھی تری پیٹتی ہے کھولے ہوئے سر — بے تاب ہے بابا بھی ترا حیدر صفدر
روتا ہے حسن نالہ و فریاد و فغاں سے — سب پیٹتے آتے ہیں ترے غم میں جہاں سے
یہ حال نظر آیا ہمیں کا جو اک بار — تھرا گیا دل ہند ہوئی خواب سے بیدار
سر پیٹتے آئے تھے جہاں احمد مختار — اس حجرے میں دوڑی گئی با دیدۂ خوں بار
دیکھا کہ لگن میں سر شبیر دھرا ہے — اور تا بہ فلک روشنی نور خدا ہے
پہچانی جو وہ خوں بھری شبیر کی صورت — بے ساختہ اک دل میں اٹھا جوش محبت
اس سر پہ گری رو کے وہ با صد غم و حسرت — کہتی تھی کہ اے دلبر خاتون قیامت
جیتا ہمیں قسمت نے نہ اک بار دکھایا — جب مر گئے تب آخری دیدار دکھایا

جب یزید نے ان حضرات کو رہا کرنے کے لئے بلایا ہے اس وقت کی حالت شاعر نے اس طرح لکھی ہے ؎

جس دم سر دربار حرم پہونچے کھلے سر — اور سامنے حاکم کے گئے عابد مضطر
بولا وہ لعین نگر سے تعظیم کو اٹھ کر — مسند پہ قدم رکھئے مری نائب حیدر

عابدؑ نے کہا تخت سے کیا کام ہے مجھکو اب خاک نشینی ہی میں آرام ہے مجھ کو

الغرض یہ جواب سُن کر وہ پشیمان ہوا۔

زینبؑ سے مخاطب ہو لگا کہنے وہ اظلم اے بنتِ علیؑ دخترِ مخدومۂ عالم
فی الواقعہ بھائی کا نہایت ہے تجھے غم پر کرتا ہوں جو عذر پذیرا ہو وہ اس دم
بے جرم کٹا حلق حسینؑ ابن علیؑ کا جو مانگو وہ دوں خوں بہا سبطِ نبیؐ کا
یہ سُنتے ہی تھرانے لگی زینبؑ مضطر سینے میں کلیجے یہ لگا ظلم کا خنجر
رو رو کے لگی کہنے کہ خاموش ستمگر میں کون ہوں جو لوں دیتِ خونِ برادر
قیدی ہوں گنہگار ہوں نالاں و حزیں ہوں واللہ میں اس خون کی مختار نہیں ہوں
اس خون کے خواہاں ہوں تو ہوں احمدِ مختار اس خون کا دعوی کریں یا حیدرِ کرار
یا حشر کے دن ہوئیگی ماں آپکی طلبگار یا خالقِ اکبر سے ہے اس خون کا سروکار
کیوں ذبح کیا سبطِ رسولِ عربیؐ کو اس خون کی دیت دیجیو زہراؑ و علیؑ کو
تقریر سے زینبؑ کی جو محجوب ہوا وہ بولا کہ رہا میں نے کیا قید سے تم کو
اسباب ضروری تمہیں جو چاہیے سو لو اُس وقت کہا زینبؑ دلگیر نے رو رو
نہ مال نہ اسباب نہ زر چاہیے مجھ کو بچھڑی ہوئی ہوں بھائی کا سر چاہیے مجھکو

پس یہ سُن کر اُس نے سرِ امام مظلوم مع طشتِ طلائی کے منگایا۔ اس وقت اہلِ حرم میں ایک قیامت برپا ہو گئی۔

سر دوڑ کے اس طشت سے زینبؑ نے اُٹھایا رو رو کے بلائیں لیں اور آنکھوں سے لگایا
دل جوششِ الفت سے جو اک بار بھر آیا بوسہ دیا حلقوم پہ اور رو کے سُنایا
دیکھوں تجھے کن آنکھوں سے اِس آن حسینا زینبؑ تری مظلومی کے قربان حسینا
بابا کا نظر کر کے سکینہ سرِ انور رو رو کے لگی کہنے کہ اے دین کے رہبر
تھی آپکے دیدار کی مشتاق یہ دختر سو آپکا یوں طشت میں دکھلائی دیا سر

کچھ موت یہ قابو مرا چلتا نہیں بابا — میں کیا کروں دم میرا نکلتا نہیں بابا
کچھ اپنی سکینہؑ سے تو صدقے گئی بولو — کیوں چپکے ہو معلوم تو ہو مجھ سے خفا ہو
میں یہ نہیں کہتی کہ مصیبت مری پوچھو — پر آپ سے میں پوچھتی ہوں یہ تو بتاؤ
لو ہو بھرا منہ آپ کا دکھلائے سکینہؑ — پانی کہیں مل جائے تو لے آئے سکینہؑ
زینبؑ سے کہا اتنے میں فضہؑ نے کہ بی بی — سر رو رو کے ٹکراتی ہے مَنا کی بھتیجی
بھاوج کو تو دیکھو کہ وہ ہے غش میں تڑپتی — تم انکو جو سمجھاؤ تو ان سب کا بچے جی
رونا تو یہ بے شبہ تمہیں زندگی بھر ہے — ان میں سے نہ مر جائے کوئی مجھکو یہ ڈر ہے
سجادؑ سے پھر کہنے لگی اے مرے مولا — اب زاری زینبؑ سے تو پھٹتا ہے کلیجا
بھائی کے الم میں نہیں ہوش اسکو ہے اصلا — لے لیجئے آپ ان سے سر اب سبط نبی کا
مانے گی فقط حکم وہ ناکام تمہارا — تشبیر کا احکام ہے احکام تمہارا

غرض جناب زینبؑ سے وہ سر لے لیا گیا اس کے بعد کا حال شاعر نے لکھا ہے ؎

یوں راوی اخبار مصیبت سے ہے تحریر — ہر چند طلب کرتی رہی زینبؑ دلگیر
حاکم نے ہر گز دیا لیکن سر شبیرؑ — ناچار روانہ ہوئے باحالت تغیر
میں کیا کہوں جس طرح وطن جاتی تھی زینبؑ — سر پیٹتی تھی روتی تھی چلاتی تھی زینبؑ

جب یہ لٹا ہوا قافلہ شام سے روانہ ہوا اس وقت کی حالت شاعر نے بیان کی ہے ؎

لکھا ہے حرم قید سے جب چھوٹ کر آئے — میداں میں جو اس شکل سے وہ نوحہ گر آئے
اک حشر ہوا نوحہ ناموس نبیؐ کا — مقتل بھی لرزتا تھا حسینؑ ابن علیؑ کا
تا عرش ہوا بھر سے بپا ماتم شبیرؑ — پھر بیبیوں کی آہوں کے چلنے سے فلک تیر
خوں رو رو کے برسانے لگا پھر فلک پیر — پھر جن و ملک سکتے میں ہیں صورت تصویر

کعبہ میں پڑا غلغلہ پھر شور و بکا کا پھر روضہ لگا کانپنے محبوبِ خدا کا

ایسا حشر بپا ہوا کہ گویا معرکہ کربلا نظروں میں اہلبیتؑ اطہار رسول مختار از سر نو پھر گیا۔ اور حضرت زینبؑ یہ بین فرماتی تھیں ؎

آئے تھے دوسری کو محرم کی کیسے سادات خیمے بپا ہوئے تھے برابر لب فرات

اُترے تھے جب تو روکی تھی عباسؑ نے قنات تاکید تھی پکار کے کوئی کرے نہ بات

ہے ہے پردہ دار ہمارے کدھر گئے بے پردہ ہو کے آل نبی در بدر گئے

فضہ یہاں حضور کی پوشاک لائی تھی آوازیاں بتولؑ کے رونیکی آئی تھی

اس جا تبرکاتِ رسالت مآب تھا واں آبدار خانہ تھا یاں قحطِ آب تھا

مقتل کے پاس بیبیوں کا تھا بیاں زینبؑ جبیں بحدیہ دھرے کرتی تھی بیاں

اے میرے کربلائی برادر حسینؑ جان ہمشیرہ تین دن سے تمہاری ہے میہماں

اللہ میری بات بھی پوچھی نہ آپ نے زنداں کی واردات بھی پوچھی نہ آپ نے

مجلس ۲۹ انتیسویں

شب چہلم کی جس میں مومن کی علامت لکھی گئی جناب جابر کا کربلا میں آنا اہلبیتؑ سے ملاقات ہونا۔ جناب زینبؑ کا قبر امام حسین علیہ السلام سے آخری رخصت ہونا لکھا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خدا فرماتا ہے اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ یعنی خدا صبر کرنے والوں کو بے حد و حساب اجر دیتا ہے اور دیگا جس سے معلوم ہوا کہ مصیبت پر صبر کرنے سے خدا اس قدر خوش ہوتا اور اس سخت عمل کرنے والے کو اس قدر

اجر دیتا ہے جس کی حد اور حساب کو کوئی شخص نہ بیان کر سکتا ہے
نہ جان سکتا ہے۔ پھر حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت
پر حضرت زینبؑ۔ جناب ام کلثومؑ۔ جناب ربابؑ۔ جناب فضہؑ۔
جناب فاطمہؑ۔ جناب سکینہؑ جناب امام زین العابدینؑ وغیرہ نے جو صبر
کیا اس کے اجر کا کوئی شخص کیا اندازہ کر سکتا ہے۔ بی بیو۔ جب جناب
سکینہؑ اور ہند کا خواب سننے اور مسلمانوں کا رنگ بگڑا ہوا دیکھنے
کے بعد یزید نے حضرات اہلبیتؑ کو آزاد کیا تو ایک شخص بشیر بن نعمان
کالی عماریوں کو لیکر وہاں پہونچے اور عورتوں بچوں کو ان میں بٹھا کر اونٹوں
پر سوار کرایا۔ حضرات اہلبیتؑ کا مدینہ جانے سے پہلے پھر ایک دفعہ
کربلا میں آنا یقینی ہے مگر یہ لوگ کب آئے۔ کوفہ سے جب شام جانے
لگے اس وقت پہونچے یا جب شام سے مدینہ روانہ ہوئے تب وارد
اس کی تحقیق نہیں ہوتی۔ بہر کیف جب پہونچے ہوں مگر یہ معلوم ہوتا
ہے کہ وہ ۲۰ صفر تھی جس کو آج ہم لوگ چہلم یا چالیسواں کہتے
ہیں۔ اس چہلم کے اعمال بھی ہر مومن اور مومنہ کو بجا لانا چاہئے۔
جناب مولانا مجلسی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ معتبر کتابوں میں حضرت
امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت ہے کہ مومن کی پہچان پانچ
ہے ہر روز (سترہ رکعت واجبی اور ۳۴ رکعت سنتی کل) اکیاون
رکعت نماز پڑھنی۔ داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننی۔ سجدہ میں ماتھے
کو مٹی (یا سجدہ گاہ) پر رکھنا۔ نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم زور سے
کہنا اور زیارت اربعین پڑھنی لہٰذا یہ زیارت صبح کو دو گھنٹہ دن
چڑھنے پر پڑھنی چاہئے کہ اس کا بہت ثواب ہے۔ اس روز

ے زاد المعاد اعمال ماہ صفر

کی زیارت کی تاکید اس وجہ سے ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم کے
صحابہ سے سب سے پہلے بزرگ جو حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت
کو پہونچے وہ جناب جابر بن عبد اللہ انصاری ہیں وہ اسی روز
بنی ہاشم کے کچھ لوگوں کے ساتھ کربلا پہونچے اور سب شہیدوں کی زیارت
کا شرف حاصل کیا۔ اگر اسی روز امام زین العابدینؑ اور اہلبیت بھی
دوبارہ کربلا میں پہونچے تو جناب جابر کی ملاقات سے سب لوگوں کی
جو حالت ہوئی ہوگی اس کو کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ بعض علماء نے
لکھا ہے کہ جب حضرات اہلبیت اور جابر بن عبد اللہ انصاری سے
ملاقات ہوئی تو سب میں اس زور کا کہرام بپا ہوا کہ بیان نہیں
ہو سکتا۔ سب مل کر خوب روئے۔ یا حسینؑ یا مظلوم کہہ کہہ کے سر اور
سینہ پیٹتے اور نوحہ و ماتم کرتے تھے۔ اس زور کا ماتم ہوا کہ آس
پاس کے جتنے لوگ تھے سب دوڑے چلے آئے اور سب نے مل کر
اس سنسان میدان میں مظلوم کربلا کا ماتم کیا اور تین روز تک
اہلبیتؑ نے وہاں رہ کر امام مظلوم کی زیارت اور بکا کا فرض ادا کیا۔
آہ آہ خاص کر جناب زینبؑ کا کربلا میں دوبارہ پہونچنا تو عجیب قیامت
کا سامان تھا جس کے سننے سے کلیجا پھٹنے لگتا ہے۔ ہائے بھائی
ہائے حسینؑ کہہ کے رو رہی تھیں۔ یہاں تک کہ روتے روتے بیہوش
ہو گئیں۔ جناب ام کلثومؑ اور سکینہؑ اور سب عورتیں بھی وا محمداہ۔
واحسیناہ کہہ کے روتیں اور فریاد کرتی تھیں۔ شاعر نے لکھا ہے
کہ اہلبیت اطہار نے دوبارہ ماتم برپا کیا اور جناب زینبؑ نے

مثل چراغ گور غریباں تو دل جلائے — پھولوں کے بدلے قبر پہ لخت جگر چڑھائے

پیارو کے بود و باش کے سامان حج یا لڑ ئے بے ساختہ پکاری کلیجا پکڑ کے ہائے
اب کس کے ساتھ داخلۂ کربلا ہوا لایا تھا جو مدینے سے ہم کو وہ کیا ہوا
جہلم تو کر چلی میں دل افگار یا حسینؑ اب فرضہ کس طرح سے ہو طیار یا حسینؑ
بیٹا بھی اور بہن بھی ہے نادار یا حسینؑ آخر کبھی تو آئیں گے زوار یا حسینؑ
تکیہ ہے کارسازئ پروردگار پر اس دم تو سائبان بھی نہیں ہے مزار پر
حضرتؑ کی قبر ہل گئی زینبؑ کے بین سے آکر کہا بشیر نے ابن حسینؑ سے
شہزادے اب جاں بلب ہے پھوپھی شوق بین سے چلئے وطن کو قریۂ مشرقین سے
عابدؑ نے پوچھا کیوں پھوپھی اماں قبول ہے وہ بولی اختیار ہے کیا ہاں قبول ہے

الغرض نوبت وداع اہل حرم قبور مطہر سے آئی اور رسالہ بشیر کا بھی سوار ہوا۔ اُس وقت بہ حسرت و یاس حضرت زینبؑ اس طرح کلمات رخصت فرمانے لگیں ؎

اے کربلا سید دلگیر الوداع اے قتل گاہ حضرت شبیرؑ الوداع
اے قبر ابن صاحب تطہیر الوداع اے بھائی جان جاتی ہے ہمشیر الوداع
کیا بدنصیب ہے یہ نواسی رسولؐ کی تم نے مجاوری بھی نہ جس کی قبول کی
بے آپ کے بقیعہ میں کس منہ سے جاؤنگی نانا کے بھی مزار پہ عزت نہ پاؤنگی
گر جاؤں گی تو سخت ندامت اٹھاؤنگی پوچھینگے سب بزرگ تو میں کیا بتاؤنگی
رخصت کیا حضور نے کیونکر میں یاں ہوں جاؤں تو کس طرف کو رہوں تو کہاں رہوں
بھیا اٹھو کجاوے میں مجھکو تمہیں بٹھاؤ بھیا میں نقاب ہوں رہ گیر دنکو ہٹاؤ
روکیں قنات اکبرؑ و عباسؑ کو بلاؤ خالی ہے گود بھابھی کی اصغر کو لیتے آؤ
سردار سارے قافلے کے آگے ہوتے ہیں طیار کارواں ہوا اور آپ سوتے ہیں

غرض بی بی حضرت زینبؑ کی حالت کس طرح بیان کی جائے ؎

نانا کو رو ئی ماں کا جنازہ دیکھا　　بابا کا بڑے بھائی کا لاشا دیکھا
زینبؑ کی غرض حیات رہی ہی کٹی　　عاشور کو کیا کہوں کہ کیا کیا دیکھا

یہ بھی لکھا ہے ؎

شروع حادثہ تابوت مصطفےٰ دیکھا　　کفن میں آ خاتونِ دوسرا دیکھا
علیؑ کے سر کو بھی شمشیر سے خون بھرا دیکھا　　حسنؑ کو زہر ہلاہل سے لوٹتا دیکھا
رسولِ حق کے علی کو رسولؐ کو روئی　　حسنؑ کو روئی جنابِ بتولؑ کو رو ئی

آہ آہ۔ اس کے بعد جناب زینبؑ نے کیا دیکھا۔ شاعر نے لکھا ہے ؎

غضب ہے شمر کو سینے پہ بھی چڑھا دیکھا　　حسینؑ کو تہِ خنجر بھی لوٹتا دیکھا
سرِ امام کو نیزے پہ خون بھرا دیکھا　　گلوے حضرتِ اصغرؑ کو بھی چھدا دیکھا
شہید جس کا ہر اک پیر و جواں ہووے　　تباہ اُسکی مصیبت کا کیا بیاں ہووے
وہ بعد بھائی کے لوٹی گئی اسیر ہوئی　　تباہ لختِ دلِ حضرت امیرؑ ہوئی
وہ شہر بہ شہر پھری دربدر حقیر ہوئی　　سپاہِ شام میں سر ننگے دست گیر ہوئی
ہزار حیف کہ نکلا نہ مہر جس کے لئے　　رِدا بھی آئی میسّر وہاں نہ اس کے لئے

مرحبا اے بی بیو خوب پرسا جناب فاطمہ زہراؑ کو دے رہی ہو ؎

شیعوں میں بے سبب نہیں شور و شین ہے　　زہراؑ شریک بزمِ عزائے حسینؑ ہے
حاضر برہنہ سر بنی مشرقین ہے　　سبطِ نبی کے غم میں بکا فرض عین ہے
چہلم ہوا تمام شہِ مشرقین کا　　دو فاطمہؑ کو آخری پرسا حسینؑ کا

تیسویں مجلس　جس میں اہلبیتؑ کا شام سے مدینے واپس آنا لکھا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم خدا فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ

الی معاد یعنی اے رسول یقیناً وہ خدا جس نے تم پر قرآن کو واجب کیا ہے تم کو تمہارے ٹھکانے کی طرف لوٹا دے گا۔ جب حضرت رسول خدا صلعم کو مکہ سے مدینہ ہجرت کرنا پڑا تو آپ کو بڑی آرزو تھی کہ پھر اپنے گھر جاتے۔ خدا نے آپ کو خوش خبری دی کہ ہم ضرور تم کو پھر وہاں لے جائینگے یہی ہوا کہ فتح مکہ کے وقت حضرت وہاں تشریف لے گئے۔ حضرتؐ ہی پر موقوف نہیں جو لوگ اپنے گھر سے دوسری جگہ جاتے ہیں اُن کو اس کی بڑی تمنا ہوتی ہے کہ اپنی جگہ پھر واپس جائیں۔ اور جب واپس وہاں پہونچتے ہیں تو بڑی خوشی بھی ہوتی ہے مگر آہ آہ حضرات اہلبیت جب شام کی قید سے رہا ہو کر مدینہ پہونچے تو انکی کیا حالت تھی۔ اس کے خیال سے بھی دل الٹا جاتا ہے۔ جب مدینہ کی دیواریں دور سے دکھائی دینے لگیں تو وہیں سے جناب ام کلثومؑ نے رو رو کر نوحہ پڑھنا شروع کیا کہ اے نانا کے شہر مدینہ۔ تو ہم لوگوں کے آنے کو کسی طرح قبول نہیں کرے گا کیونکہ ہم حسرتوں اور غموں کا ڈھیر لے کر آئے ہیں۔ ہم جب تجھ سے نکلے تھے تو بھرا گھر لے کر گئے تھے مگر اب اس طرح پلٹے ہیں کہ نہ ہمارے بزرگ باقی ہیں نہ لڑکے بچے۔ جب ہم گئے تھے تو ہماری کیسی اچھی جماعت تھی مگر پلٹے تو اس طرح کہ مال واسباب تک لوٹ لئے گئے۔ اُس وقت ہمارے آقا امام حسینؑ ہمارے ساتھ تھے اور پلٹے تو اس طرح کہ حضرتؑ وہیں چھین لئے گئے۔ ہم ضائع و برباد ہو گئے۔ اب ہمارا کوئی پرسان حال نہیں رہا۔ البتہ ہم اپنے بھائی پر نوحہ کرنے کو باقی رہ گئے۔ اے مدینہ ہمارے نانا سے کہدے کہ ہم لوگ اپنے

بھائی کی مصیبت میں مبتلا کر دیئے گئے۔ یہ بھی کہدے کہ ہمارے سب عزیزوں کے لاشے زمین کربلا پر بے سر کے چھوڑ دیئے گئے اور ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے تک ذبح کر دیئے گئے۔ نانا سے یہ بھی کہدے کہ ہم لوگ اسیر کئے گئے اور قیدی بنائے گئے اور ہمارے سب اسباب بھی لوٹ لئے گئے۔ پھر آپ نے جناب سیدہ کو پکارا کہ اے اماں کاش دیکھتیں کہ آپ کی بیٹیاں قیدی بنا کر شہر بہ شہر اور دیار بہ دیار پھرائی گئیں۔ اگر آپ کی زندگی ہمیشہ رہتی تو ہماری اس مصیبت پر آپ قیامت تک نوحہ و ماتم کرتی رہتیں غرض جناب ام کلثومؑ نے اسی طرح بہت دردناک مرثیہ پڑھا اور جب یہ حضرات شہر کے نزدیک پہونچے تو باہر ہی اُتر پڑے اور حضرت سید سجادؑ نے بشیر سے فرمایا کہ مدینہ میں جا کر لوگوں سے کہدو کہ امام حسینؑ شہید کر دیئے گئے۔ آہ آہ جب بشیر مسجد رسولؐ میں پہونچا تو خوب ڈاڑھیں مار کر رونے لگا اور زور سے نوحہ پڑھا کہ مدینہ والو اب یہ شہر ٹھہرنے کے قابل نہیں رہا ہے (اس کے سردار) امام حسینؑ قتل کر دیئے گئے۔ اس مصیبت میں ہماری آنکھوں سے آنسو بہ رہے ہیں۔ آہ آہ حضرت کا بدن مبارک تو کربلا کی ریت پر مٹی اور خون میں لتھڑا ہوا پڑا تھا اور حضرتؑ کا سر نیزے پر چڑھا کر تمام پھرایا گیا۔ حضرت سید سجادؑ اپنی ماں پھوپھیوں اور بہنوں کے ساتھ واپس آئے ہیں۔ یہ خبر سنتے ہی مدینہ کی عورتیں ننگے سر ننگے پاؤں گھروں سے باہر نکل پڑیں اپنے بالوں کو بکھرا دیا۔ اپنے منہ پر طمانچے مارتی اور واویلا وا مصیبتا کی آوازیں بلند کرتی اُس طرف کو دوڑیں۔ ان سب کے رونے نے زلزلہ پیدا کر دیا

مدینہ میں ایسا رونا پیٹنا کبھی نہیں ہوا تھا۔ اور بھیڑ اس قدر تھی کہ بشیر گھوڑے پر واپس نہیں آسکا۔ آخر کر کسی طرح حضرت سید سجاد کے خیمے تک پہونچا تو دیکھا کہ حضرت خیمہ سے باہر بیٹھکر بے اختیار رو رہے ہیں۔ سب عورتیں بھی روتی تھیں۔ مدینہ کے لوگ جوق جوق چلے آتے تھے۔ اور وا حسینا۔ وا مظلوماہ وا غریباہ کہکر چیختے اور حضرت سید سجاد کو پرسا دیتے تھے جب جناب محمد حنفیہ کو ان حضرات کے آنے کی خبر ہوئی تو بیدحواس ہوکر اہلبیت سے ملنے چلے مگر آہ آہ جب قریب پہونچے اور اس لٹے ہوئے قافلہ کے سیاہ علموں پر نظر پڑی تو غش کھا کر اپنے گھوڑے سے زمین پر گر پڑے۔ لوگوں نے دوڑ کر حضرت سید سجاد سے کہہ دیا کہ جلدی اپنے چچا کی خبر لیجئے کہ وہ بھی ہلاک ہوا چاہتے ہیں۔ حضرتؑ روتے ہوئے پاس آئے اور اپنے چچا کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا۔ جب حضرت محمد حنفیہ کو ہوش ہوا اور بھتیجے کو دیکھا تو زور سے ہائے کا نعرہ مار کر پوچھا بیٹا میرے بھائی کیا ہوئے۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک کہاں رہ گئے۔ میرے میوۂ دل کہاں ہیں۔ میرے بابا کے جانشین کہاں گئے میرے بھیا حسین کیا ہو گئے۔ بی بیو! بتائیے حضرت کیا جواب دیتے۔ فرمایا اے چچا میں یتیم ہو کر آیا ہوں۔ لوگوں نے ہمارے عزیزوں کو قتل کر ڈالا اور عورتوں کو قیدی بنا دیا۔ ہائے کاش آپ ہوتے اور دیکھتے کہ آپ کے بھائی کس کس طرح فریاد کرتے تھے مگر کوئی حضرتؑ کی فریاد کو نہیں پہونچتا تھا۔ کس طرح استغاثہ بلند

کرتے تھے مگر کوئی رحم نہیں کھاتا تھا۔ لوگوں نے حضرتؑ کو پیاسا ہی قتل کر ڈالا حالانکہ جانوروں تک کو پانی دیا جاتا تھا۔ اس پر جناب محمد حنفیہ نے اس زور کی چیخ ماری کہ پھر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش ہوا تو سب لوگ مدینہ میں داخل ہوئے مگر حضرت زینبؑ نہ کسی سے ملتی تھیں نہ بولتی تھیں۔ نہ اپنے گھر گئیں بلکہ سیدھی مسجد رسولؐ میں پہونچیں اور دروازہ کا پٹ پکڑ کر چیخنے لگیں کہ اے نانا میں اپنے بھیا حسینؑ کی سُنانی لے کر آئی ہوں اور اس قدر پھوٹ پھوٹ کر روئیں کہ معلوم ہوتا تھا آنکھوں سے آنسوؤں کے پرنالے جاری ہیں۔ شاعر نے لکھا ہے ؎

جب داخلِ وطن حرمِ مصطفےٰؐ ہوئے
زینبؑ سے سب نے پوچھا کہ شبیرؑ کیا ہوئے

بولی وہ کربلا میں بہن سے جدا ہوئے
امت پہ تین روز کے پیاسے فدا ہوئے

صغرا سے شرم سار ہونے کو میں آئی ہوں
بھائی کو ہاں کی قبر پہ رونے کو آئی ہوں

زینبؑ کا نوحہ سُنکے حرم روئے اک نظر
قبرِ نبیؐ و فاطمہؑ کی سمت دیکھ کر

پڑھنے لگی یہ مرثیہ زینب بہ چشمِ تر
قربان جاؤں اب تو غریبوں کی لو خبر

اماں ترے پسر کے عزادار آئے ہیں
نانا ترے نواسے کے زوّار آئے ہیں

جدّا میں اپنا حال کہوں یا اخی کا حال
اُمت نے ہم سب کو قید کیا اُن کو پائمال

دربار کی جفا کہوں یا قید کا ملال
بس ہو کو چین و روم کی بندی سے تھی مثال

سر ننگے شام و کوفہ میں میں بھو کی پیاسی تھی
گویا کہ نانا میں نہ تمہاری نواسی تھی

قتلِ حسینؑ سے تو مرادِ عدو ملی
پیاسے کو پیاسا ذبح کیا آرزو ملی

ذلت پہ ذلت آہ مجھے کو بکو ملی
ہم بے کسوں کی خاک میں سب آبرو ملی

دامن یزید کا ہوا پُر زر امید سے
کھونٹے ترے حسینؑ کے لب چوبِ بید سے

جدّا الٹا حسینؑ کا عمامہ اور عبا — جدّا اغتصابِ خون ترے فرزند نے کیا
جدّا تری بہو پھری بلووں میں بے ردا — جدّا ترے نواسے پہ کی شمر نے جفا
روضہ میں آکے نیل رسن کے دکھاؤنگی — اب آج میں ضریح مبارک ہلاؤں گی
مرگِ حسینؑ کا اتنا ہوا تھا نہ ہم کو غم — ناچار کے سر کیا شبیرؑ کا قلم
وہ بے کسی کی موت وہ تنہائی ہے ستم — شبیرؑ ذبح ہوتے تھے اور دیکھتے تھے ہم
کعبہ کی راہ نہ دی نہ مدینہ کی راہ دی — مانگی پناہ اور نہ کسی نے پناہ دی
دردا بنی امیہ امیر اور ہم فقیر — حاکم یزید نائبِ مشکل کشا اسیر
جدّا ہمارے زخم نہیں ہیں شفا پذیر — ہم جیتے آئے مر گئے طفل و جوان و پیر
عابدؑ کا حلق طوق گراں وا محمدا — زینبؑ کی پشت نوکِ سناں وا محمدا
زینبؑ نے یہ حدیثِ مصیبت پڑھی جو ہائے — نزدیک تھا کہ عرشِ معظم زمیں پہ آئے
اور کشورِ مدینہ سے خلق بیٹھ جائے — واللہ بام و در عربستاں کے تھرتھرائے
باللہ یوں نبیؐ کی لحد تھرتھرائی تھی — جیسے کہ اس کے بیچ میں وہ کانپ جاتی تھی
کلثومؑ نے فغاں کی یہ قبرِ بتول پر — اماں ہیں شام و کوفہ میں پھر آئی ننگے سر
واللہ زندہ ہوتیں تم اس عہد میں اگر — تو روتیں بیٹیوں کی مصیبت پہ عمر بھر
آئی ندا کہ تم نہ سمجھنا میں سوتی ہوں — اے بے نصیب بیٹی میں اس غم میں بھی روتی ہوں
ہو کر پیادہ یا حرمِ شاہ مشرقین — داخل ہوئے رواقِ نبیؐ میں بشور و شین
زینبؑ نے خوں بھرا ہوا عمامۂ حسینؑ — لا کر سرِ مزار رکھا اور کیے یہ بین
زینبؑ یہ تحفہ گنجِ شہیداں سے لائی ہے — نانا نواسی بھائی کا عمامہ لائی ہے
زینبؑ کو دی کسی نے خبر جا کے ناگہاں — اب گھر چلو کہ جمع ہیں پرسے کو بیبیاں
وہ بولی گھر تو لٹ گیا مقتل میں گھر کہاں — لوگو [illegible] دار ہوئی میں بیکس و خستہ جاں
صغراؑ[1] سے ہے حیا بڑی زہراؑ کی جائی کو — کیا لے کے آئی ہوں زنانِ عرب کی کمائی کو

[1] یہ صغریٰ شاید دوسرے امام حسنؑ کی بیٹی ہوں ۱۲

بعضوں کے بھائی بعضوں کے پسر تھے یا باپ حضرت کے ساتھ نکلے تھے گھر اپنا چھوڑ کر
کس منہ سے اُن کے مرنے کی دونگی انھیں خبر یا رب دُہائی چھپ کے چلی جاؤں میں کدھر
مرجاؤنگی یہاں سے میں گھر کو نہ جاؤنگی پائین قبر آپ کے بستر لگاؤں گی

اکتیسویں مجلس ۳۱

صفر کی جس میں وقف کا کچھ حکم بیان کیا گیا جناب رسولخدا و جناب امیر و جناب سیدہ کے وقف کی کیفیت بیان کی گئی۔ تعزیہ داری کے لئے وقف کی مثال ذکر کی گئی۔ پھر حضرت رسولخدا اور اسکے بعد حضرت امام حسن کے فضائل اور شہادت لکھی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خدا فرماتا ہے۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْصُطُ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ یعنی کون ہے جو خدا کو خوش دلی کے ساتھ قرض دے کہ خدا اُس کے قرض کو اُس کے لئے کئی گنا بڑھا دے گا۔ اور اللہ لوگوں کو تنگ دست بھی کرتا ہے اور کشایش بھی دیتا ہے اور اُسی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے ع اسی کے ایسا دوسری جگہ بھی خدا نے فرمایا ہے مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ وَلَہٗ اَجْرٌ کَرِیْمٌ یعنی ایسا کون ہے جو اللہ کو خوش دلی سے اُدھار دے اور خدا اس کا دونا اس کو ادا کرے اور اس کو بڑا عمدہ اجر دے (سوعلاوہ) جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس وقت یہ آیت اُتری مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ خَیْرٌ

۱۹۶۳ ع ۱۹۶۳

مِنْهَا یعنی جو ایک نیکی لائے گا اُس سے بہتر اُس کو دیا جائیگا تو جناب رسولخدا صلعم نے عرض کی کہ اے خدا مجھے اس سے زیادہ عنایت فرما۔ تب خدا نے یہ آیت نازل فرمائی مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا یعنی جو شخص ایک نیکی لائے گا اُسے اُس کا دس گنا بدلہ دیا جائیگا۔ اس پر جناب رسولخدا صلعم نے عرض کی کہ اے خدا اس سے بھی زیادہ عطا کر۔ تب خدا نے یہ آیت نازل کی مَنْ ذَا الَّذِیْ الخ جس سے جناب رسولخدا نے یہ سمجھ لیا کہ خود خدا جس کو کثیر فرمائے اس کی کوئی انتہا نہیں ہو سکتی ؎ خدا کی راہ میں قرض دینے یعنی خیرات اور صدقہ دینے، غریبوں، محتاجوں، بیوؤں، یتیموں کی مدد کرنے کا بے حد و حساب ثواب ہے۔ اس وجہ سے خدا نے وقف کا قاعدہ بھی بنا دیا کہ جو شخص چاہے کہ اُس کے مال سے ہمیشہ کارِ خیر ہوتا رہے اور برابر اس کا ثواب اس کو ملتا رہے وہ اپنی کوئی جائداد یا مکان وغیرہ وقف کر جائے جو نہ بک سکیگا نہ کسی کی ذاتی ملک ہوگا بلکہ اس کا نفع صرف خدا کی راہ میں خرچ ہوگا اور اس کا ثواب وقف کرنے والے کے نامۂ اعمال میں لکھا جائیگا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تین چیزوں کا نفع آدمی کو مرنے پر بھی ملتا رہتا ہے۔ ایک وہ صدقہ ہے جس کو اُس نے اپنی زندگی میں جاری کر دیا ہو اور وقف بھی اسی میں ہے جو میراث میں تقسیم نہیں ہوتا کہ اس کا ثواب اس کے مرنے کے بعد بھی اس کو ملتا رہتا ہے۔ دوسرے وہ اچھا کام جس کو اس نے ایجاد کیا ہو کہ اس کا ثواب بھی اس کو مرنے کے بعد ملتا رہے گا۔ تیسرے وہ اچھا لڑکا جو باپ کے لئے دعا کرے۔ اسی وجہ سے حضرت

؎ تفسیر مجمع البیان جلد ۱

رسولخداؐ و جناب امیرالمومنینؑ و جناب سیدہ علیہا السلام نے بھی وقف کردیا تھا تاکہ مسلمانوں کو اس کی عادت پڑے اور اپنی اولاد کے ساتھ محتاجوں اور بے کسوں کی خبر گیری کا بھی خیال رکھیں۔
ایک صحابی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے حضرت رسولخداؐ و جناب سیدہ کے وقف کو دریافت کیا تو حضرت نے فرمایا کہ ہاں ان حضرات نے بنی ہاشم اور بنی المطلب کے لئے وقف کیا تھا۔ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے جناب رسولخدا و جناب امیرؑ کے وقف کے بارے میں سوال کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم کے علاوہ جناب امیر علیہ السلام نے بھی وقف کیا تھا۔ خود حضرتؑ فرماتے تھے کہ کاش تو مجھے آنحضرت صلعم کے ساتھ دیکھتا کہ میں نے بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ رکھا تھا حالانکہ اس دن میری زکوٰۃ چالیس ہزار تھی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا میرے مال کی زکوٰۃ چالیس ہزار اشرفی تک پہونچ گئی تھی۔ ایک بڑے عالم نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا ہے کہ بعض لوگوں کو اس حدیث سے یہ وہم ہوتا ہے کہ جناب امیرؑ کے پاس اس قدر مال تھا جس کی زکوٰۃ اتنی نکلتی تھی۔ حالانکہ یہ بات نہیں ہے کیونکہ آپ تو سب لوگوں سے زیادہ زاہد تھے۔ ایک شخص بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے اس حدیث کا مطلب پوچھا وہ کہنے لگے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جناب امیرؑ فرماتے ہیں کہ جب سے میرے ہاتھ میں مال آیا ہے اگر وہ آج کے دن تک میرے ہاتھ میں رہتا تو اس کی زکوٰۃ اس قدر ہوجاتی۔ یا اس کا مطلب حضرتؑ کے وہ اوقاف ہیں

جن کو جناب امیرؑ نے جاری کیا تھا اور وقف کرنے کے پہلے حضرتؑ
اس جائداد کے مالک تھے اور شائد ان اوقاف کے تحت اصل اس
مقدار پر ہوں جن کو حضرتؑ نے بیان فرمایا ہے [۱] اور حضرت امام
محمد باقر علیہ السلام نے ایک صحابی سے بیان فرمایا کہ میں تم سے جناب
سیّدہ کی وصیت بیان کرتا ہوں۔ یہ فرماکر حضرتؑ ایک ڈبا لائے۔
اس میں سے ایک تحریر نکالی جس میں لکھا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ
وصیت نامہ ہے فاطمہ بنت محمد صلعم کا۔ میں اپنے ساتوں باغ کے بارے
میں علی ابن ابیطالبؑ سے وصیت کرتی ہوں جب وہ نہ رہیں تب حسنؑ
اس (وقف) کا انتظام کریں گے۔ جب وہ بھی نہ رہیں تو حسینؑ کریں گے
ان کے بعد میری اولاد میں جو لڑکا سب سے بڑا ہوگا وہ انتظام کرے گا۔
اس پر فاطمہؑ نے اللہ۔ مقداد اور زبیر کو گواہ کیا اور اس کی کتابت
علی ابن ابیطالبؑ نے کی۔ دوسری روایت میں ہے کہ یہ ساتوں باغ
وقف تھے۔ پہلے حضرت رسولخدا صلعم ان باغوں کی پیداوار لے کر اپنے
مہمانوں اور مسافروں کی راہ میں خرچ کرتے تھے۔ اللھم صل علی محمدٍ و
آل محمد۔ ایک بزرگ بیان کرتے تھے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ
نے وصیت فرمائی تھی کہ سات زمانہ میں حضرتؑ پر نوحہ کیا جائے۔
اور ہر زمانہ کے لئے حضرتؑ نے کچھ مال بھی وقف کر دیا تھا۔ اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ عزاداری اور نوحہ و ماتم کے لئے وقف کرنے کا
سلسلہ ہمارے امام کے زمانہ سے جاری ہے۔ ہم لوگوں کو بھی چاہیئے
کہ اپنی جائداد سے ایسے نیک کاموں کے لئے کچھ وقف کر جایا کریں
اور جو جائداد وقف ہو چکی ہو اس کی ایک کوڑی بھی اپنی ذات میں نہ

[۱] ریاض نضرہ ج ۲ ص ۲۲

خرچ کریں کہ وہ حرام ہے اور اس کے کھانے پر سخت عذاب ہوگا۔
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت رسولخدا صلعم نے ایک دفعہ مال غنیمت تقسیم کیا تو حضرت علیؑ کے حصہ میں بھی ایک زمین کا ٹکڑا آیا۔ حضرتؑ نے اس میں ایک چشمہ کھدوایا جس سے پانی خوب جوش مارتا ہوا نکلا تو ایک شخص نے دوڑ کر حضرتؑ کو اس کی مبارکباد دی۔ حضرتؑ نے فرمایا اس کی مبارکباد تو اس کے وارث کو دو۔ اس کی خوش خبری اس کے وارث کو پہونچاؤ۔ کیونکہ یہ حاجیوں اور خانہ کعبہ کے زائروں کے لئے وقف ہے۔ نہ بیچا جاسکتا ہے نہ ہبہ کیا جاسکتا ہے اور نہ کسی کو میراث میں مل سکتا ہے جو شخص اس کو بیچے یا ہبہ کرے اس پر اللہ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہوتی رہیگی [۱] اللھم صل علی محمد و آل محمد۔ اسی وجہ سے حضرت رسولخدا صلعم نے اپنے بعد اپنا خلیفہ اور مسلمانوں کا پیشوا حضرت امیر المومنینؑ کو مقرر کردیا تھا کہ حضرتؑ جو کام کرینگے مسلمانوں ہی کے نفع کا ہوگا مگر افسوس مسلمانوں نے اس کا خیال نہیں کیا۔ حضرتؐ ابھی زندہ ہی تھے کہ وصیت نامہ لکھنے کے لئے کاغذ اور قلم دوات طلب کی مگر لوگوں نے کہدیا کہ حضرت ہذیان بک رہے ہیں [۲] مسلمانوں کے بڑے بڑے عالموں نے لکھا ہے کہ زیادہ تر لوگوں کی سمجھ میں یہ آتا ہے کہ آنحضرت اس وصیت نامہ میں خلافت کے بارے میں لکھتے کہ حضرتؐ کے بعد کون خلیفہ ہو۔ جب حضرتؐ کی آخری حالت پہونچی اور جناب فاطمہ رونے لگیں تو حضرت نے ان کے آنسو اپنے ہاتھ سے پونچھے اور فرمایا کہ اے فاطمہؑ

---

[۱] وسائل جلد ۲ صفحہ ۸۷ [۲] ۳ تا ۶۹ - ۵۲ صحیح بخاری پارہ ۱ صفحہ ۱۰۶

مت روکہ تیرے رونے سے حاملانِ عرش روتے ہیں۔ پھر حضرت کی بہت دلداری کی اور بہت سی خوش خبریاں دیں اور کہا اے خدا میری جدائی میں اس کو صبر عطا فرما۔ پھر جناب سیدہ سے فرمایا کہ حسنؑ و حسینؑ کو پاس بُلاؤ۔ دونوں شہزادوں نے آکر سلام کیا اور پاس بیٹھ گئے۔ حضرتؐ کو اس حال میں دیکھکر رونے لگے اور اس درد سے روئے کہ ان کو دیکھکر گھر کے سب آدمی رونے لگے۔ امام حسنؑ نے اپنا منہ حضرتؐ کے منہ پر اور حضرت امام حسینؑ نے اپنا سر حضرتؐ کے سینہ پر رکھدیا۔ حضرتؐ نے آنکھیں کھولدیں اور پیار سے اُن کی طرف دیکھا۔ اُن کے بوسے لئے۔ اُن کی خوشبو سونگھی۔ اور اُن کی تعظیم و محبت کے بارے میں وصیت کی۔ پھر فرمایا میرے بھائی علیؑ کو بُلاؤ۔ حضرت علیؑ آئے۔ اور سرہانے بیٹھ گئے۔ حضرتؐ نے اپنا سر بستر سے اُٹھایا۔ حضرت علیؑ نے آنحضرتؐ کے سر کو اپنے بازو پر رکھ لیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ فلاں یہودی کا مجھ پر اتنا قرضہ آتا ہے جس کو اسامہ کا لشکر روانہ کرتے وقت اس سے لیا تھا۔ میری طرف سے اسے ضرور ادا کردینا۔ اے علیؑ اول تم ہی مجھ سے حوض کوثر پر ملاقات کروگے۔ اور میرے بعد تمہیں بہت بہت تکلیفیں پہونچیں گی۔ چاہیے کہ دل تنگ نہ ہونا اور صبر کا طریقہ اختیار کرنا۔ اور جب دیکھو کہ لوگ دنیا کی طرف رغبت کرتے ہیں تم آخرت کو اختیار کرنا[۱]۔ جب حضرت کی وفات کا وقت پہونچا تو فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ۔ ایک بیوی

[۱] مدارج النبوۃ جلد ۲ صہ ۵۱۱ وغیرہ

نے اپنے ابا جان کو بلایا۔ حضرتؐ نے اُن کو دیکھکر پھر فرمایا میرے
حبیب کو بلاؤ۔ دوسری بیوی نے اپنے والد صاحب کو بلا دیا
حضرتؐ نے ان کو دیکھکر بھی فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ۔ تب حضرت
علیؑ بلائے گئے۔ حضرتؐ نے اب آپ کو دیکھ کر وہ کپڑا جو اوڑھے
ہوئے تھے اُٹھایا اور حضرت علیؑ کو اس میں لے لیا۔ اور حضرت علیؑ
آنحضرتؐ سے لپٹے رہے یہاں تک کہ آنحضرتؐ کا انتقال ہو گیا
روایتوں سے ثابت ہے کہ آخر وقت حضرتؐ کا سر مبارک حضرت
علیؑ کی گود میں تھا [1]۔ صحیح روایتوں کے مطابق آج ہی ۲۸ صفر کو
حضرتؐ کا انتقال ہوا۔ جناب سیّدہ یتیم ہوگئیں۔ حضرت امیر المومنین
و جناب حضرت حسنؑ و حسینؑ پر کوہ مصیبت ٹوٹ پڑا۔ ان حضرا
کو اس حادثہ کا ایسا سخت صدمہ ہوا کہ دنیا ان کی نظروں میں اندھیری
ہو گئی۔ گھر میں قیامت بپا ہو گئی۔ وا محمداہ۔ وا نبیاہ کا شور بلند
ہوا۔ آہ آہ۔ صحابہ نے حضرتؐ کے غسل و کفن کی فکر بھی نہ کی جناب
امیرؑ ہی نے جناب عباسؓ اور اُن کے دو لڑکوں کے ساتھ حضرتؐ
کو غسل دیا۔ کفن پہنایا اور دفن کیا۔ پھر قبر مبارک پر پانی چھڑک
کر یہ لوگ سب سے پہلے جناب سیّدہ کے دروازے پر آئے اور
آپکو پُرسا دیا۔ روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے پیر کے
روز انتقال کیا اور منگل دن گزرنے پر بدھ کی رات کو دفن
کئے گئے۔ بی بی آج سے ۸۴ یا ۹۴ سال کے بعد (سنہ ۴۹ھ یا
سنہ ۵۰ھ میں) آج ہی کی تاریخ حضرتؐ کے بڑے نواسے امام
حسن علیہ السلام نے زہر سے انتقال کیا۔ حالانکہ حضرت ہر بات

[1] مدارج جلد ۲ صفحہ ۴۱۵ وغیرہ

سے الگ رہتے تھے بلکہ معویہ سے صلح کرکے بادشاہت بھی
اس کے حوالہ کردی تھی۔ مگر حضرت کو جو عزّت اور شرف خدا نے دیا
تھا وہ آپ سے کون لے سکتا تھا۔ حضرت رسولخداؐ آپ کو اپنے
ساتھ منبر پر لے جاتے اور فرماتے کہ میرا یہ فرزند سردار ہے۔ اور
کبھی آپ کے اور امام حسینؑ کے بارے میں فرماتے کہ یہ دونوں دنیا
میں میرے دو پھول ہیں [۱] حضرت رسولخدا صلعم نے ان دونوں
صاحبزادوں کو اپنا ایسا بیٹا بنایا تھا کہ حضرتؐ کی زندگی میں امام حسنؑ
جناب امیرؑ کو ابا الحسینؑ کہکر اور امام حسینؑ حضرتؑ کو ابا الحسنؑ کہہ کر
پکارتے اور جناب رسالتمآب صلعم کو اباجان کہتے تھے۔ جب آنحضرتؐ
کا انتقال ہوگیا تب یہ حضرات اپنے والد جناب امیرؑ کو اباجان
کہنے لگے [۲] صورت میں بھی حضرت امام حسنؑ جناب رسالتمآبؐ
سے بہت ملتے جلتے تھے خود جناب امیرؑ فرماتے تھے کہ جو شخص
ایسے آدمی کو دیکھنا چاہے جو حضرت رسولخدا صلعم کے سر سے گردن
تک بہت ملتا جلتا ہو وہ حسنؑ کو دیکھ لے۔ اللھم صل علی محمدؐ و آل
محمدؐ۔ یہ روایت بھی ہے کہ امام حسنؑ سینہ سے سر تک سب سے
زیادہ آنحضرت صلعم سے ملتے جلتے ہوئے تھے [۳] حضرت رسولخدا صلعم نے
بار بار اس فضیلت کو بھی ظاہر کردیا تھا جو خدا نے حضرت کو دی ہے
چنانچہ بار بار فرمایا حسنؑ اور حسینؑ جوانان اہل بہشت کے سردار ہیں
[۴] مگر آہ آہ معویہ نے ان باتوں سے کسی کی بھی پروا نہیں کی۔
حضرتؑ کے ساتھ جن باتوں پر صلح کی تھی اُن میں سے ایک کو بھی

---

[۱] کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۰۵ [۲] شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ صفحہ ۳ [۳] کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۰۵
[۴] اصابہ جلد ۲ صفحہ ۱۲ وغیرہ

پوری نہیں کیا۔ بلکہ جب صلح کو کئی سال گزر گئے تو اس کو خیال ہوا کہ یزید کو اپنا ولی عہد قرار دے اور جو بڑے اور اثر والے لوگ ہیں ان سے یزید کی بیعت لے مگر چونکہ اس کو یقین کے ساتھ معلوم تھا کہ امام حسنؑ کی موجودگی میں یہ بات ہو نہیں سکتی اس وجہ سے وہ اس کوشش میں لگا کہ امام حسنؑ ہی دنیا سے اٹھ جائیں۔ اس کی تدبیر اس نے یہ کی کہ حضرت کی زوجہ جعدہ سے کہلا بھیجا کہ اگر تو کسی طرح امام حسنؑ کو قتل کر دے تو میں تجھے ایک لاکھ درہم انعام دوں گا اور تیرا نکاح بھی یزید کے ساتھ کر دوں گا[۱] آہ آہ یہ تدبیر کام کر گئی۔ ایک روز حضرت روزے سے تھے گرمی کا دن تھا پیاس کی شدت تھی۔ افطار کے وقت حضرت نے پانی مانگا جعدہ نے دودھ میں وہ زہر ملا کر حضرت کو پلا دیا۔ دودھ کا حلق سے نیچے اترنا تھا کہ زہر کا اثر تمام بدن میں پھیل گیا اور حضرت کے کلیجے کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ خون کی قے آنے لگی جس میں جگر کے ٹکڑے گرتے تھے اور حضرت بے پانی کی مچھلی کی طرح تڑپتے اور لوٹتے تھے۔ حضرت کا چہرہ پیلا ہو گیا۔ امام حسین علیہ السلام نے یہ خبر سنی۔ فوراً تشریف لائے مگر ایسے بدحواس تھے کہ آتے ہی حضرت پر گر پڑے اور رونے لگے۔ دریافت فرمایا بھائی مزاج کیسا ہے آہ آہ حضرتؑ نے عجیب جواب دیا۔ ارشاد کیا بھائی اب دنیا سے سفر ہے۔ میری زندگی کا یہ آخری دن ہے۔ تمہاری اور دوسرے بھائیوں کی جدائی کا بڑا غم ہے۔ مجھے اس سے پہلے بھی کئی دفعہ زہر دیا گیا مگر جیسا زہر اس دفعہ تھا کبھی نہیں تھا۔ اس کے پیتے

[۱] مروج الذہب جلد ۲ صفحہ ۵۵

ہی دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ بعض معتبر کتابوں میں ہے کہ جب حضرت کی وفات قریب پہونچی اور زہر تمام بدن میں پھیل گیا تو حضرت کا رنگ زرد اور سبز ہو گیا۔ یہ دیکھکر امام حسینؑ نے فرمایا آپ کا رنگ سبز کیوں ہوا جاتا ہے۔ اسپر حضرتؑ رونے لگے۔ اور فرمایا اے بھائی میرے اور تمہارے بارے میں نانا کی جو پیشین گوئی ہے وہ تو ضرور صحیح ہو گی۔ پھر دونوں بھائی ایک دوسرے کے گلے سے لپٹ گئے۔ اور دیر تک اسی طرح لپٹے اور خوب شدت سے روتے رہے۔ اس کے بعد حضرتؑ نے امام حسینؑ سے بہت سی باتیں کان میں کہیں۔ پھر حضرتؑ کو وصیت فرمائی۔ یہ بھی وصیت کی کہ میرے مرنے پر مجھے غسل دے کر اور کفن پہنا کر نانا حضرت رسولخدا صلعم کی بغل میں دفن کر دینا لیکن اگر تم کو لوگ اُس سے روکیں تو میں تم کو نانا حضرت رسولخداؐ اور بابا امیرالمومنین اور اماں فاطمہ زہراؑ کی قسم دیتا ہوں کہ کسی سے اس بات پر لڑنا نہیں اور اُسی وقت میرا جنازہ وہاں سے واپس لا کر اماں کی بغل میں دفن کر دینا۔ بی بیو حضرتؑ کے انتقال پر اہلبیتؑ میں جو کہرام بپا ہوا اُس کو کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ خصوصاً حضرت امام حسینؑ و جناب زینبؑ و جناب ام کلثومؑ کی جو حالت تھی کسی طرح بیان نہیں ہو سکتی۔ پھر حضرت امام حسینؑ نے حضرتؑ کو غسل دیا۔ حنوط لگایا۔ کفن پہنایا۔ جنازہ لے جا کر مسجد رسولؐ میں رکھا۔ اور وہیں حضرتؑ پر نماز جنازہ پڑھی۔ اس کے بعد لوگوں سے کہا کہ حضرت رسولخداؐ کے روضہ کا دروازہ

کھولا جائے کہ اس میں قبر کھود کر حضرتؑ کو بھی دفن کریں مگر بنی امیہ
کے خاندان سے مروان بن الحکم اور آل ابوسفیان وغیرہ نے
روکا اور کہا کیا امام حسنؑ حضرت رسولخدا صلعم کے پاس دفن ہونے
پائیں گے یہ تو کبھی نہیں ہو سکتا۔ خواہ اس بات پر لڑائی ہو جائے۔
تلواریں چل جائیں۔ نیزے ٹوٹ جائیں۔ تیر ختم ہو جائیں۔ حضرت
امام حسینؑ نے فرمایا خدا کی قسم جو لوگ آنحضرتؐ کے پاس بغیر حضرت
صلعم کی اجازت کے دفن ہو چکے ہیں اُن سے زیادہ حق حضرت کے
فرزند امام حسنؑ کا ہے کہ وہاں دفن ہوں۔ اتنے میں پہلے صاحب
کی بیٹی بھی خچر پر سوار ہو کر چالیس سواروں کے ساتھ لڑنے کو
آپہنچیں۔ کہتی تھیں کیا تم ایسے شخص کو میرے گھر میں لانا
چاہتے ہو جس کو نہ میں دوست رکھتی ہوں نہ پسند کرتی ہوں۔
جناب ابن عباس نے کہا افسوس تمہارا ابھی کیا حال ہے۔ ایک
روز تم اونٹ پر چڑھ کر خدا کے اولیاء سے لڑنے اور نور خدا کو
بجھانے نکلیں اور (ایک روز) آج رسولؐ کے پیارے کو
حضرتؐ کے پاس دفن ہونے سے روکتی ہو۔ آہ۔ آہ۔ اس کے
بعد اُس طرف سے تیروں کی بوچھار شروع کر دی گئی۔ لکھا ہے کہ ستر
تیر حضرتؑ کے تابوت میں کھُبھ گئے تھے۔ جب اس میں سے
جنازہ نکالا گیا تو دیکھا کہ سات تیر صندوق کو توڑ کر حضرت کے
بدن میں لگ گئے ہیں۔ اس پر حضرات اہلبیت میں جو ماتم برپا ہوا
وہ کس طرح بیان کیا جائے۔ حضرت امام حسینؑ نے اس جنازہ کو
اسی طرح جناب سیدہ کے پاس لاکر دفن کردیا[1]۔ گھر میں جناب

[1] بحار جلد ۱۰ ص ۱۴۹

زینبؑ وغیرہ کی عجیب حالت تھی شاعر نے لکھا ہے ؎

زینبؑ یہی کرتی تھی بیاں لاشِ حسنؑ پر اے سیدِ مسموم
قربان ترے مرنے پہ ہو جائے یہ خواہر اے سیدِ مسموم
کیا زہر تھا جس سے کہ جگر ہو گیا صد چاک ہے طشت پُر از خوں
ہے سُرخ دہن سبز ہے بالکل تنِ اطہر اے سیدِ مسموم
چُوسے تھے جنھیں پیار سے محبوبِ خدا نے بچپن میں مکرّر
نیلم بنے ہے ہے وہ لب پاک سراسر اے سیدِ مسموم
ہے ہے کلمہ گویوں نے حضرتؑ کو دیا زہر پانی میں ملا کر
شبیرؑ کے بھی خون کے پیاسے ہیں ستمگر اے سیدِ مسموم
فریاد رسی کون کرے آ کے ہمارے سر پر نہیں کوئی
نانا موئے بابا موئے زندہ نہیں مادر اے سیدِ مسموم

مجلس بتیسویں ۳۲ ۲۸ صفر کی جس میں حج کے احکام لکھے گئے۔ پھر حضرت رسولخدا صلعم کی وفات اور امام حسن علیہ السلام کے فضائل لکھ کر حضرتؑ کی شہادت لکھی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خدا فرماتا ہے :۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ یعنی لوگوں پر واجب ہے کہ خدا کی خوشی کے لئے خانہ کعبہ کا حج کریں جس کو اس تک پہونچنے کا مقدور ہو اور جو

ناشکری کرے (کہ حج کو نہ جائے) تو اللہ دنیا جہان سے بے نیاز ہے ۔ جس شخص کے پاس خرچ ہو اور وہ بیمار وغیرہ نہ ہو اور راستہ میں امن بھی ہو اُس پر خانہ کعبہ کا حج زندگی میں ایک مرتبہ کرنا واجب ہے اور یہ ایسی ضروری عبادت ہے کہ فروع دین میں داخل کی گئی ہے ۔ قرآن مجید میں اس کی بڑی تاکید ہے اور حدیثوں میں بھی اُس کا خاص حکم دیا گیا ہے ۔ ایک صحابی نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ یا حضرتؑ کیا حج کرنا مالدار اور فقیر دونوں قسم کے لوگوں پر واجب ہے تو حضرتؑ نے فرمایا حج ہر شخص پر واجب ہے ۔ بڑوں پر بھی چھوٹوں پر بھی ۔ ہاں جسکو کسی قسم کا عذر ہوگا اُسے خدا معاف رکھیگا ۔ دوسری حدیث میں حضرت ہی نے فرمایا کہ لوگ اگر حج کو ترک کر دیں گے تو ان پر عذاب نازل کر دیا جائے گا اور ان کو مہلت بھی نہیں دی جائیگی ایک اور حدیث میں حضرتؑ نے فرمایا کہ جناب امیر المومنینؑ نے اپنی وصیت میں ارشاد کیا تھا کہ لوگو تم اپنے پروردگار کے گھر کا حج نہ چھوڑنا ورنہ برباد ہو جاؤ گے ۔ یہ بھی فرمایا کہ جو شخص اپنے دنیا کے کسی کام کی وجہ سے حج کو چھوڑ دے گا تو وہ کام بھی پورا نہیں ہوگا حضرت امیر المومنینؑ نے امام حسنؑ و امام حسین علیہ السلام سے جو وصیتیں کیں اُن میں یہ بھی فرمایا کہ میں تم دونوں کو خدا سے ڈرتے رہنے کی تاکید کرتا ہوں اور دیکھو خانہ کعبہ کا حج ضرور ادا کرنا ۔ اس کے بارے میں خدا سے بہت ڈرنا جب تک تم لوگ زندہ رہو اس کا حج کرنا کہ اگر یہ عبادت چھوٹ جائیگی تو پھر خدا کی

طرف سے مہلت بھی نہیں ملے گی۔ ایک بزرگ نے حضرت امام
جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ کسی شخص کے پاس خرچ ہو اور وہ حج نہ
کرے تو کیسا ہے۔ حضرت نے فرمایا وہ اُن لوگوں میں ہے جن کے
بارے میں خدا نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز ہم انھیں اندھا
اُٹھائیں گے۔ اُن بزرگ نے کہا سبحان اللہ کیا خدا اس کو
اندھا کر دے گا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت نے
فرمایا وہ بہشت کی راہ سے اندھا بنا دیا جائے گا (کہ بہشت میں
جانے کی اجازت بھی ملے گی تو اس کو اس کی راہ ہی نہیں سُجھائی
دیگی) ایک اور بزرگ نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا
کہ خدا کے اس قول کا کیا مطلب ہے وَمَن كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ
فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا یعنی جو شخص اس دنیا میں اندھا
ہوگا وہ قیامت میں بھی اندھا ہی رہے گا بلکہ اور زیادہ گمراہ
حضرتؑ نے فرمایا یہ وہ شخص ہے جو دنیا میں اپنے متعلق برابر یہی
کہتا رہے کہ اب حج کو جاؤں گا۔ اور فلاں سال روانہ ہو جاؤنگا
اور اس کام سے فراغت ہو تب جاؤں۔ یہاں تک کہ موت آجائے
اور وہ صرف زبانی ارادہ ہی کرتا رہے۔ اور ایک حدیث میں ہے
کہ حضرت رسولخدا صلعم نے جناب امیر علیہ السلام سے وصیت فرمائی
کہ اے علیؑ اس امت سے دس قسم کے لوگ خدا کے ہاں کافر
سمجھے جائیں گے (جن میں یہ بھی ہیں) چغلی کھانے والا مرد یا عورت
جادو کرنے والا مرد یا عورت۔ فتنہ فساد پھیلانے والا مرد یا عورت
زکوٰۃ نہ دینے والا مرد یا عورت اور جو شخص حج کر سکتا ہو مگر بغیر حج کئے

مر جائے۔ اے علیؑ جو شخص خرچ کر کے حج کو جا سکتا ہو مگر نہ جائے اور اس عبادت کو ترک کرے وہ کافر ہے۔ کیونکہ خدا نے فرمایا ہے کہ لوگوں پر خانہ کعبہ کا حج کرنا واجب ہے اور جو اس سے کفر اختیار کرے تو خدا تمام جہان سے بے پروا ہے۔ اے علیؑ جو شخص یہی کہتا رہے کہ اب حج کو جاؤں گا۔ فلاں کام ہو جائے تب حج کو روانہ ہوں گا۔ یہاں تک کہ مرتے وقت تک ایسا ہی کہتا رہے اس کو اللہ قیامت میں یہودی یا نصرانی بنا کر اٹھائے گا [1]

اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔

اسی طرح بہت سی حدیثیں ہیں سب کے پڑھنے سے آپ گھبرا جائیں گی۔ اور جس طرح مردوں پر حج واجب ہے اسی طرح عورتوں پر بھی واجب ہے۔ حج اتنی ضروری عبادت ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم جب مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ گئے اس وقت سے برابر اس کے آرزومند تھے کہ مکہ جا کر حج کریں ۔ ۶ھ ہجری ذیقعدہ میں حضرت اسی ارادہ سے مکہ کی طرف چلے بھی مگر کافروں نے حضرت کو روکا اور اس سال وہاں جانے سے منع کیا تو حضرت صلح کر کے واپس تشریف لائے* اور مکہ کو فتح کیا۔ پھر ۱۰ھ ہجری میں مکہ جا کر آخری حج کیا جس کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ جب اس سے واپس جانے لگے تو راہ میں ایک تالاب پر جس کا نام غدیر خم تھا ٹھہر کر حضرت امیرالمومنینؑ کی خلافت کا پھر آخری اعلان کر دیا کہ اب میرے بعد یہی سب مسلمانوں کے پیشوا اور میرے خلیفہ رہیں گے۔ جو لوگ آج

* اور دوسرے سال یعنی ۷ھ میں اسی ماہ ذیقعدہ میں مکہ جا کر عمرہ ادا کیا
پھر سنہ ۸ھ میں مکہ فتح ہو گیا۔

[1] وسایل الشیعہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۵

تک مجھے اپنا آقا اور پیشوا جانتے رہے وہ اب علیؑ کو میرا جانشین خلیفہ اور اپنا آقا و مولا جانیں اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ اس کے بعد حضرت حضرت مدینہ میں واپس تشریف لائے اور سنہ ۱۱ھ شروع ہوا تو محرم ہی کے مہینہ سے حضرت اپنی وفات کی خبر دینے لگے جس کے چند دنوں کے بعد حضرتؐ بیمار ہوئے۔ کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؐ کو بخار اور سر کے درد کی شکایت تھی اور یہی بیماری بڑھتی گئی یہاں تک کہ حضرتؐ کا انتقال ہو گیا جب حضرتؐ کی بیماری زیادہ سخت ہو گئی تو جناب سیدہ حضرتؐ کے پاس گئیں حضرتؐ کا معمول تھا کہ جب جناب سیدہ تشریف لاتی تھیں تو آپ انکی بڑی عزت اور تعظیم کرتے تھے۔ کھڑے ہو جاتے اور آگے بڑھکر ہاتھ پکڑ کر اور چوم کر اپنی جگہ بٹھاتے تھے۔ جناب سیدہ کا بھی یہی دستور تھا کہ جب آنحضرت صلعم تشریف لاتے تو کھڑی ہو جاتیں اور اپنی جگہ سے ہٹ کر وہیں حضرتؐ کو بٹھاتیں۔ اس بیماری کی زیادتی میں جو جناب سیدہ حضرتؐ کے قریب گئیں تو مرحبا یا بنتی (آؤ بیٹی آؤ تمہارے آنے سے میرا دل ٹھنڈا ہوا) کہکر پہلو میں بٹھا لیا اور چپکے سے کچھ کان میں کہا جس پر جناب سیدہ رونے لگیں۔ پھر اسی طرح دوسرے کان میں کچھ کہا تو آپ ہنسنے لگیں آنحضرت صلعم کی ایک بیوی نے آپ سے پوچھا کہ تم کس بات پر روئیں اور کس بات پر ہنسیں۔ آپ نے کہا میں رسول اللہ کا بھید نہیں کہہ سکتی۔ حضرتؐ کی وفات کے بعد پھر ان بیوی نے پوچھا تو فرمایا اب بابا زندہ نہیں ہیں تو اس بات کو کہہ دیتی ہوں۔ پہلی بار حضرت

رسولخدا نے مجھ سے فرمایا کہ اے بیٹی اب میری موت نزدیک پہونچ گئی اس پر میں رونے لگی۔ تب حضرت نے دوسری بار کان میں فرمایا اے بیٹی تھوڑے ہی دنوں میں تم بھی میرے پاس آجاؤگی اور تم بہشت کی کل عورتوں کی سردار ہوگی۔ اس پر میں خوش ہوکر ہنسی تھی آہ آہ۔ بی بیو جب حضرت کی وفات کا وقت بالکل سر پر آگیا اور حضرت کی حالت بہت غیر ہونے لگی تو جناب سیدہ رونے لگیں۔ حضرت سے بیٹی کا رونا اس وقت بھی برداشت نہیں ہوا ان کے آنسو حضرت نے اپنے ہاتھ سے پونچھے اور فرمایا اے فاطمہ مت رو کہ تیرے رونے سے حاملان عرش روتے ہیں۔ پھر حضرت نے جناب سیدہ کی بہت دلداری کی اور کئی خوش خبریاں دیں اور دعا بھی فرمائی کہ اے خدا اسے میری جدائی میں صبر عطا فرما۔ آہ آہ جب حضرت کا انتقال ہوگیا تو جناب سیدہ یہ کہہ کر رونے لگیں کہ ہائے اے بابا آپ نے دعوت حق کو قبول کرلیا۔ ہائے اے باباجان آپ نے بہشت کی راہ اختیار کرلی۔ ہائے اے ابا اب جبرئیل کو آپ کی وفات کی سنائی کون سنائے۔ آپ کے بعد جبرئیل امین خدا کی وحی لے کر کس پر نازل ہوں گے۔ اے اللہ اب تو میری روح کو آنحضرت کی روح کے پاس پہونچا دے۔ اے اللہ مجھے اپنے رسول کے جوار رحمت میں جگہ عطا فرما۔ اے خدا مجھے اپنے پیارے حبیب کے ثواب سے بے نصیب نہ رکھ اور قیامۃ کے دن ان کی شفاعت سے محروم نہ فرما۔ مختصر یہ کہ جناب سیدہ پر اپنے بابا کی وفاۃ کا ایسا صدمہ ہوا کہ پھر کسی نے حضرت کو خوش اور ہنستا ہوا نہیں دیکھا[1] آہ آہ اس کے بعد کی حالت تو اور سخت ہے۔ جناب رسولخدا کے دفن ہونے پر

[1] مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۴۱۲

جناب سیدہؑ نے آنحضرتؐ کی قبر مبارک کی تھوڑی مٹی اٹھا کر سونگھی اور دو شعر پڑھے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص رسول اللہؐ کی قبر کی مٹی سونگھ لے پھر اس کو زندگی بھر کسی اور خوشبو کے سونگھنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ آہ آہ حضرتؐ کی وفاۃ کے بعد مجھ پر ایسی مصیبتیں پڑیں کہ اگر وہ مصیبتیں دنوں پر پڑتیں تو وہ رات ہوجاتے۔

میں حج کا مضمون پڑھتی تھی۔ یہ ایسی ضروری عبادت ہے کہ معتبر کتابوں میں حضرت امام حسن علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں پچیس حج پیدل کئے اور فرماتے تھے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ اپنے پالنے والے سے ملوں اور اس کے گھر کی طرف پیدل نہ جاؤں [1] اب آپ حساب کریں کہ حضرتؑ ۳ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۴۹ھ یا ۵۰ھ میں شہید کئے گئے۔ بالغ ہونے کے بعد حضرت صرف ۳۱ یا ۳۲ سال زندہ رہے۔ اس میں آپ نے پچیس پیدل حج کئے یعنی صرف چھ یا سات سال یا تو حضرتؑ حج کو گئے ہی نہیں یا گئے تو سواری پر۔ باقی تمام عمر حضرت پیدل حج کرتے رہے۔ بعض کتابو سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ سے مدینہ تک ۲۰۰ میل ہے۔ اتنا بڑا سفر حضرات پیدل طے کرتے تھے اور بالغ ہونے کے پہلے بلکہ بچپن میں بھی آپ کو خدا کی خوشی حاصل کرنے کی بڑی فکر رہتی تھی۔ ایک مرتبہ یزید کا دادا ابوسفیان جو جناب رسالتمآب صلعم سے کئی لڑائیاں لڑچکا تھا جناب امیر المومنینؑ کی خدمت

[1] اسد الغابہ جلد ۳ صـ ۱۷

میں حاضر ہوا اور کہا کہ ابوالحسنؑ! میں تمہارے پاس ایک ضرورت سے آیا ہوں۔ حضرتؑ نے پوچھا وہ کیا۔ اس نے کہا میرے ساتھ محمد (رسولخدا صلعم) کی خدمت میں چلو اور اُن سے کہو کہ میرے لئے اس قسم کا ایک معاملہ کردیں اور عہدنامہ تحریر فرمادیں۔ حضرتؑ نے جواب دیا کہ ابوسفیان! آنحضرتؐ نے تیرے لئے پہلے ہی ایک عہد کردیا ہے اُس سے آنحضرتؐ پھر نیگے نہیں۔ جس وقت یہ باتیں ہورہی تھیں جناب سیدہ پردے کے اندر تشریف رکھتی تھیں اور امام حسنؑ آپ کے سامنے کھیل رہے تھے آپ اُس وقت صرف چودہ مہینے کے تھے۔ ابوسفیان نے امام حسنؑ کو دیکھ کر جناب سیدہ سے کہا محمدؐ کی بیٹی! تم اپنے بیٹے (حسنؑ) سے کہو کہ اپنے نانا سے میری سفارش کردیں۔ اگر وہ یہ کردینگے تو تمام عرب و عجم کے سردار ہوجائینگے پس (ابھی جناب سیدہ نے کچھ جواب نہ کہلایا تھا کہ) امام حسنؑ جھپٹ کر ابوسفیان کی طرف تشریف لائے اور اپنے ایک ہاتھ سے ابوسفیان کی ناک پر مارا اور دوسرے ہاتھ سے اُس کی داڑھی پکڑلی۔ اُسکے بعد خدا کی قدرت سے بول پڑے کہ اے ابوسفیان! لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہو تو میں تمہاری سفارش اپنے جد بزرگوار سے کرتا ہوں۔ یہ واقعہ دیکھکر جناب امیرالمومنینؑ کو اتنی خوشی ہوئی کہ فرمایا اُس خدائے بزرگ کا شکر ہے جس نے آل محمدؐ میں بھی خاص ذریۃ رسولخداؐ سے یحییٰ بن زکریا پیغمبر کا مثل و نظیر پیدا کیا اور بچپن ہی میں انکو شریعۃ کی حکومت عطا فرمائی[1]۔ اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ بی بی جس بزرگ میں اتنے فضائل ہوں اُس سے کس کو دشمنی ہوگی۔ مگر معویہ کو تو حضرت کی زندگی ہی کھٹکتی تھی۔ اس نے حضرتؑ کی بیوی جعدہ کے پاس دس ہزار

[1] مناقب آل ابیطالب جلد ۴ صفحہ ۴۶

اشرفیاں بھیجکر اور کوفہ کے اطراف کی بڑی بڑی جائدادیں دیکر زہر دلوایا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ معویہ نے جعدہ کے پاس بہت مال بھیجا اور قسم کھائی کہ اگر تو حسنؑ کو زہر پلا دے تو تجھکو ایک لاکھ درہم انعام دوں گا اور یزید سے تیری شادی کردوں گا۔ آہ اس کے بعد ایک روز حضرتؑ روزے سے تھے شام کو گھر میں تشریف لائے۔ سخت گرمی تھی۔ جعدہ نے دودھ کا شربت حضرت کے افطار کے لئے بنایا اور اس میں وہی زہر ملا کر حضرتؑ کو دے دیا۔ حضرت نے پیتے ہی فرمایا ہائے کمبخت تو نے مجھے قتل کر دیا۔ جا تو اپنی مراد کو نہیں پہونچے گی۔ معویہ نے تجھے دھوکہ دیا۔ اس کے بعد حضرت دو روز زندہ رہے پھر انتقال فرمایا۔ مگر معویہ نے جعدہ سے جو عہد کیا تھا اس کو پورا نہیں کیا۔ انتقال کے وقت آپ ایسے کرب میں ہوئے کہ خدا دشمن کو بھی نہ دکھائے۔ حضرت کے سامنے طشت رکھا تھا اس میں آپ خون کی قے کرتے تھے اور حضرتؑ کے جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر اس میں گرتے تھے۔ حضرت امام حسینؑ دوڑے اور حضرت پر گر پڑے پھر حضرت کا سر اور ہاتھ چومنے لگے۔ اس کے بعد دونوں بھائی منہ سے منہ ملائے دیر تک آہستہ آہستہ باتیں کرتے رہے جب حضرتؑ کا انتقال ہوگیا تو امام حسینؑ نے حضرت کو غسل دیا اور کفن پہنا کر تابوت میں آپ کا جنازہ رکھ کر روضہ حضرت رسول خدا صلعم کی طرف چلے کہ دفن کریں مگر مروان اور دوسرے بنی امیہ نے روکا اور بی بی عائشہ بھی ایک خچر پر سوار ہو کر پہونچیں اور حضرتؑ کو

وہاں دفن کرنے سے منع کیا۔ اس پر جناب ابن عباس نے اُن سے کہا۔ کیسے افسوس کی بات ہے کہ یوما تجملت ویوما تبغلت۔ وان عشت تفیلت یعنی ایک دن اونٹ پر چڑھ گئیں اور ایک روز خچر پر سوار ہو کر پہونچیں۔ اگر زندہ رہو گی تو ایک روز ہاتھی پر بھی نکلو گی لہ

بی بیو حضرت زینبؑ وام کلثوم کی حالت کیا بیان ہو شاعر نے لکھا ہے۔

بنتِ زہراؑ یہ رو کر پکاری زہر سے ہے بھائی کو مارا — چل گئی مرے دل پر کٹاری زہر سے مرے بھائی کو مارا
مصطفےٰ مرتضیٰؑ کی نشانی مجتبیٰؑ اے مرے یوسفِ ثانی — فاطمہؑ پاس پہونچی سواری زہر سے مرے بھائی کو مارا
نکلے کٹ کٹ کے ٹکڑے جگر کے زہر قاتل کے ہے یہ اثر — بن گئی جان پر کیا تمہاری زہر سے مرے بھائی کو مارا
تا کہ میں تیرے دشمن ہے تجھے شبرؑ کیسے انگو تھے اے برادر — کیا گئی جان شیریں تمہاری زہر سے مرے بھائی کو مارا
موت ہی ہو نہ زینبؑ کی آئی دفن کرتا مجھے میرا بھائی — خنجر ہجر ہے دل پہ کاری زہر سے مرے بھائی کو مارا
تیرے تابوت پر تیر مارے ہائے ہمشیر کس کو پکارے — اب سے کون فریاد وزاری زہر سے مرے بھائی کو مارا

بی بیو شاعر نے دوسرا نوحہ اس طرح لکھا ہے ؎

زینبؑ نے کہا لاشِ شبرؑ پہ یہ رو رو کے ہے مرے بھائی — مظلوم برادر سم قاتل دیا تم کو ہے مرے بھائی
پندرہویں کو پیدا ہوئے ماہِ رمضاں کی اور ماہِ صفر میں — دو روز ہے باقی کہ سوئے خلد چلے ہو ہے مرے بھائی
تم مر گئے اور جیتی رہی ہائے یہ خواہر مسموم برادر — مارا تمہیں اس نے دیا زہر نہ مجھکو ہے مرے بھائی
کٹ کٹ کے گرا طشت میں بھائی کا کلیجا ہے ہے مرے بھیا — دل ٹکڑے ہوا جاتا ہے خواہر کی خبر لو ہے مرے بھائی
اے بھائی ترے دفن پہ کی لوگوں نے پیکار ہیں لعین کماندار — چلاتے ہیں سب زخمی کرو لاش حسنؑ کو ہے مرے بھائی
نانا کے قریں دفن نہ ہر گز ہو تو اسا یہ کہتے ہیں اعدا — جاتی ہے تری لاش بقیعہ کی طرف کو ہے مرے بھائی

تمت

لہ بحار جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۹

ماہوار رسالہ

اصلاح

نمبر ۱۰ و ۱۱	ماہ شوال و ذی القعدہ سنہ ۱۳۵۲ ہجری	جلد ۲

فہرست مضامین

(مقام اشاعت)
[illegible] کھجوا (صوبہ بہار)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصلاح

نمبر ۱۰ و ۱۱ | ماہ شوال و ذی القعدہ سنہ ۱۳۵۲ ہجری | جلد [illegible]

صوبہ بہار کا زلزلہ

اصلاح نمبر ۹ تقریباً طیار تھا اور چند دنوں میں چھپکر اپنے ہمدردوں کے پاس پہونچ جاتا کہ ۲۸ ماہ رمضان کو شدید زلزلہ آیا جس سے اصلاح بھی بہت تاخیر سے شایع ہوا۔ عام اخبارات میں اس کے حالات برابر شایع ہو رہے ہیں مگر مومنین کو خاصکر اس طرف بھی توجہ کرنا ضروری ہے کہ شہر پٹنہ و مظفرپور میں جہاں شیعوں کی اچھی آبادی ہے۔ مومنین کو اس زلزلہ نے تباہ کر دیا۔ ہزاروں روپیہ ماہوار کی جائداد والے مومنین و مومنات سڑکوں پر دریاں اور چادریں گھیر کر یا درختوں کے پتوں کا آڑ کر کے اب زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں۔ پھر متوسطین و غرباء کی کیا حالت بیان ہو۔ یہ کل مومنین خدا اور رسولؐ و حضرات ائمہ طاہرینؑ کی امانتیں ہیں انکی خبر لینی ہمارا دینی فرض ہے۔ گورنمنٹ۔ کانگریس۔ مارواڑی جماعت۔ بنگالی قوم۔ برادران اہلسنت وغیرہ کی طرف سے برابر لاکھوں روپیہ مصیبت زدوں کے لئے آ رہے ہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ ہر تقسیم کنندہ اپنی ہی قوم کا زیادہ خیال کریگا اور مومنین زیادہ تر محروم رہیں گے۔ پس جلد ہمدردان دین و ملت بھی ان ایتام آل محمدؐ کی دستگیری کریں۔ مومنین مظفرپور کے لئے خانبہادر مسٹر محمد جعفر صاحب بیرسٹر ایٹ لا چندوارہ مظفرپور کے پاس اور مومنین پٹنہ کے لئے خانبہادر ڈپٹی سید احمد علی خاں صاحب پنشنر محلہ مغلپورہ پٹنہ سٹی کے پاس کل رقموں کو اطمینان سے بھیج سکتے ہیں جن سے جو ہوسکے فوراً روانہ کریں کہ شاید آپکی عنایت سے ان بے بس مومنین کی جانیں بچ جائیں اور صاحب عزت بی بیاں بے پردگی کی مصیبتوں سے بھی محفوظ

رہیں جنکی بے بسی۔ بے کسی اور مصیبت کی حالت سنی نہیں جاتی۔ مختصر ذکر ہوتا ہے تو کلیجہ پھٹنے لگتا ہے۔ جو مومنین سال دو سال میں مستحب حج یا زیارت کا ارادہ رکھتے ہیں انکو بھی مناسب ہے کہ اس وقت وہ کل رقمیں مومنین بہار کی مدد میں خرچ کردیں کہ خدا و رسول و ائمہ طاہرین اس وقت اس سے زیادہ خوش ہوں گے کہ انکے جگر کے ٹکڑاوں کو بربادی و ہلاکت سے نکالا جائے۔

مظفر پور کا دردناک حادثہ ہمارے عزیز دوست جناب مولوی سید اعجاز حسین صاحب مولوی فاضل و ملا فاضل (جواب بی۔اے اور ولایت سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کرکے ڈاکٹر بھی ہوگئے ہیں) رئیس مظفر پور و متولی وقف حسنیہ ہوگلی کی اہلیہ محترمہ بھی اس زلزلہ میں مکان سے دبکر انتقال کر گئیں۔ ممدوح کو اس حادثہ سے جو صدمہ ہوا اس کا اندازہ دشوار ہے مگر آپ خود صاحب فضل و کمال ہیں۔ صبر کے فضائل خوب سمجھتے ہیں۔ خدا مرحومہ کے درجات بلند کرے اور ممدوح کو صبر عطا کرے۔ مومنین سورہ فاتحہ و توحید کا ثواب ایصال کریں۔

کیا ہم میں بھی مذہبی غیرت باقی ہے اخبار اہلحدیث امرتسر لکھتا ہے: "مسلم ایوان تجارت بہار و اڑیسہ پٹنہ نے زلزلہ سے تمام صوبہ کی تباہ شدہ مساجد کی تعمیر و مرمت کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ جہاں جہاں کسی مسجد کو نقصان پہونچا ہو وہ دفتر مذکورہ سے فارم منگا کر پر کرکے بھیجدیں اور صاحب کرم و دیگر شایقین اس کام کی تکمیل کیلئے فراخدلی سے مالی امداد کریں۔" (مورخہ ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۵۲ ہجری) اسی طرح دوسرے اسلامی ادارے بھی ہر طرف ممکن اعانت کر رہے ہیں۔

مومنین! دیکھا آپ نے کہ غیر کیا کر رہے ہیں۔ اب آپ ہی بتائیں کہ مظفر پور۔ پٹنہ و دربھنگہ میں شیعوں کی جو مسجدیں امام باڑے اور عزاخانے برباد یا منہدم ہوئے انکی فکر کون کرے؟ کیا سب یوں ہی چھوڑ دیئے جائیں؟ پھر اس صوبہ کے مومنین دوسروں کو کیا منہ دکھائیں گے؟

دفتر اصلاح کی حالت بہار کے زلزلہ پر بہت سے مومنین نے ہم لوگوں کی خیریت دریافت کی اور اپنی ایمانی محبت اور دینی ہمدردی سے ہمیں بہرہ ممنون کیا۔ ہم کل حضرات کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے اور انکے لیئے دعا کرتے ہیں کہ انکی توفیقات زیادہ ہوں اور رشتہ اخوۃ مستحکم رہے۔ ہم سب بفضلہ تعالی محفوظ ہے مگر ہمارے دینی برادران مظفر پور و پٹنہ و

دربھنگہ و موتیہاری جب زیر آسمان پڑے ہوئے سردی اور بارش کی مزید مصیبتوں میں گرفتا ہوں تو ہم لوگ کیونکر مطمئن رہ سکتے ہیں۔ آہ کتنے عزاخانے ویران ہوگئے۔ کتنے امام باڑے تباہ ہوگئے۔ کتنی مسجدیں منہدم ہوگئیں۔ کتنے مومنین دانے دانے کو محتاج ہورہے ہیں۔ کتنے بچے یتیم ہورہے ہیں۔ کتنی بی بیاں اپنے بالوں سے اپنا چہرہ چھپا کر موت کی تمنائیں کررہی ہیں۔ کتنی معمر رسیدہ انیاں جھوپڑیوں نہیں بلکہ درختوں کے پتوں کی آڑ میں سمٹ کر بیٹھی ہوئی ۲۴،۲۴ گھنٹہ کا وقت گزار رہی ہیں۔ اللہ رے انکا کرب کہ اتنی جگہ نہیں کہ وہ زانو بدل سکیں یا کھڑی ہوسکیں۔ پھر لیٹنا اور سونا کیسا۔ بس اب لکھا جاتا ہے نہ آپ سن سکیں گے۔ جن معزز مومنین و مومنات کے ہاں آٹھ آٹھ دس دس ملازمین اور ماما ئیں تھیں اب وہ ایک ایک قطرے پانی کے لئے تڑپ رہے ہیں اور اپنے بچوں کی فریاد سن سن کر کروٹ لے رہے ہیں اور کچھ نہیں کرسکتے کہ بالکل بےبس ہیں ہمارا ذاتی مکان بھی بہت ٹوٹا مگر اس سے زیادہ افسوسناک ہمارے جدی مقدس امام باڑے کی حالت ہوئی جو اس قدر شکستہ ہوگیا کہ اب اسمیں مجلس نہیں ہوسکتی اور ہمارے پاس مال نہیں کہ بنوا سکیں دو ہزار روپیہ ہو تو یہ عزاخانہ آباد ہوسکے۔ آپ ہماری کچھ نہیں بلکہ صرف مظفرپور و پٹنہ و دربھنگہ کے مومنین کی اعانت کریں لیکن ہمارا صرف اتنا خیال کریں کہ ہمدردان اصلاح کے ہاں ۱۳۵۱ھ و ۱۳۵۲ھ کا چندہ اصلاح ابھی تقریباً تین ہزار روپیہ باقی ہے۔ اگر کل حضرات فوراً روانہ کردیں اور سال آئندہ ۱۳۵۳ھ ہجری کیلئے ہر ہمدرد اصلاح صرف دو دو جدید خریدار مہیا کرکے اور انسے پیشگی چندہ بھی خود ہی اسی وقت لیکر بذریعہ منی آرڈر عنایت فرمائیں تو یہ امام باڑہ آسانی سے بن جائے جس کا ثواب آپکو بھی ملیگا۔ اور محرم ۱۳۵۳ھ ہجری سے انشاء اللہ اصلاح ۲۴ صفحہ کا ہوا مستقل طور سے حاضر ہوا کریگا۔ جو حضرات محرم سے پہلے دو جدید خریداروں کا چندہ بھیجکر شکرگزار کرینگے اُنکو انشاء اللہ تعالیٰ رسالہ مناظرہ مامون الرشید جو نہایت دلچسپ ہے مفت روانہ کردیا جائیگا۔ اس طرح آپ ہم خرما و ہم ثواب حاصل کرلینگے۔ مگر فوراً توجہ کیجئے۔

دائرہ تحقیق | حضرت حجۃ الاسلام ظہیر الایمان آیۃ اللہ فی العالمین اعلی اللہ مقامہ کی علمی یادگار قائم کرنے کی خواہش بہت سے مومنین اور قومی رسائل و اخبارات نے کی۔ اس وجہ سے

یہ "دائرہ تحقیق" کھجوا میں قائم کر دیا گیا ہے جسکی غرض یہ ہے کہ (۱) حضرت مرحوم کے وقفی کتب خانہ کی حفاظت کی اور اوسکو ترقی دیجائے (۲) حضرت مرحوم اور دوسرے علماء اعلام و محققین کرام کی مرتب کتابوں کو طبع اور شایع کیا جائے (۳) ذی علم حضرات سے مفید دینی کتابیں لکھوائی اور ان سے حاصل کر کے شایع کیجائیں ہم سر دست اسکے چلانے کے لئے ہم نے اصلاح مشین پریس اور رسالہ الشمس اور حضرت قبلہ و کعبہ اعلی اللہ مقامہ کے مصنفات سے جو مطبوعہ کتابیں بچ گئی ہیں وہ سب اس دائرہ کے متعلق کر دی ہیں کہ یہ دائرہ ہی انشاء اللہ مشین پریس کو چلائے اور وہی رسالہ الشمس کو بھی جاری کرے ۔ اسکے آنریری اڈیٹر کی خدمات انجام دینے کا وعدہ براہ عنایت برادر مکرم جناب مولوی سید اظہار حسنین صاحب عشروی صدر الافاضل و واعظ مدرسۃ الواعظین و مدرس اعلیٰ مدرسہ اسلامیہ کھجوا دام فضلہ نے کیا ہے ۔ انشاء اللہ اس کا پہلا نمبر ممدوح ہی کی ادارت میں شایع ہوگا اور اسکے تمام امور موصوف ہی سے متعلق ہونگے جن حضرات کو اسکی خریداری منظور ہو وہ اب دفتر اصلاح سے نہیں بلکہ فاضل ممدوح سے خط و کتابت کریں ۔ اس رسالہ الشمس میں پہلے حضرت سلطان المحققین صدر المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین آیۃ اللہ فی العالمین مولانا السید حامد حسین صاحب قبلہ مصنف عبقات الانوار و استقصاء الافحام وغیرہ اعلی اللہ مقامہ کے محققانہ رسالہ تقیہ کا اردو ترجمہ شایع ہوگا ۔ پھر انشاء اللہ زبدۃ العلماء مولانا حکیم سید فرمان علی صاحب مرحوم کا رسالہ "اولی" شایع کیا جائیگا جسمیں وہ کل مضامین ہونگے جو آیہ انما ولیکم اللہ سے اثبات خلافت بلافصل حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق جناب ممدوح نے مولوی ثناء اللہ صاحب سے مشہور مناظرہ کے سلسلہ میں لکھے تھے ۔ اسکے بعد مسئلہ رجعت اور وجود حضرت حجۃ علیہ السلام کے متعلق فاضل محقق جناب مولوی سید محمد رضی صاحب زنگی پوری مولوی فاضل و مدرس مدرسہ جوادیہ بنارس دام فضلہ کی کتاب "سوط عذاب" شایع کیجائیگی ۔ یہ تینوں کتابیں الشمس کی اسی جلد میں انشاء اللہ تمام کر دیجائینگی جسکے بعد انشاء اللہ الشمس کی جلد ۸ شروع ہوگی اسمیں ہماری دلچسپ کتاب تصویر خلافت ۵۰۰ صفحہ کی شایع کیجائیگی جس میں تحفہ اثنا عشریہ کے باب امامت کا جواب مہذب ناول کی صورت میں لکھا جائیگا ۔ اُس وقت بھی رسالہ کے انتظامات

مولوی صاحب ممدوح ہی کے متعلق ہونگے اور یہ رسالہ دائرہ تحقیق ہی سے شایع ہوگا۔ خود مومنین ہی اس جدید دینی و علمی ادارہ کے قواعد و ضوابط بنا کر ہمیں جلد عنایت کریں تاکہ کام باقاعدہ انشاء اللہ چل سکے۔ کیونکہ یہ ہماری ذاتی ملک نہیں بلکہ عام قومی ادارہ قائم کیا گیا ہے

قدرت کاملہ کا ظہور شہر فرخ آباد (صوبہ متحدہ) سے برادران اہل سنت کا اخبار "مجیب" نکلتا ہے وہ لکھتا ہے "قدرت کاملہ کا ظہور۔ برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ؛ ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار۔ تحصیل قنوج ضلع فرخ آباد میں مکرمی جناب مولوی محمد حافظ حسین صاحب تحصیلدار تحصیل اندکور کی قیام گاہ کے بیرونی حصہ میں کچھ گملوں میں اروی کے پتوں سے مشابہ پتے رکھنے والے پودے لگے ہوئے ہیں جو کئی سال سے ان گملوں میں نصب ہیں اور موسم سرما کے آغاز میں خشک ہو کر آغاز موسم برسات میں پھر از سر نو سرسبز ہو جاتے ہیں۔ دو ہفتہ کا عرصہ ہوا کہ ان پودوں کے پتوں پر قدرتی طور پر کچھ لکیریں اور نقش و نگار دیکھے گئے جب بغور مطالعہ کیا گیا تو اللہ تعالیٰ کی شان نظر آئی اور مختلف پتوں پر "اللہ" "حبیب اللہ" "محمد" "حسین" "حسن" صاف و نمایاں طور پر ظاہر ہے۔ تحصیلدار صاحب قبلہ نے ان گملوں کو بخیال احترام اونچی جگہ رکھوا دیا ہے اور جو صاحبان علم ہونے پر اس نقش و نگار کا مطالعہ فرمانا چاہتے ہیں بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔ مطلع ہونے پر ۲۲ اکتوبر کو خاکسار اڈیٹر مجیب کو بھی ان برگہائے حق نگار کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ پتوں پر جو کچھ ہے سب صناعی قدرت ہے اور مذکورہ الفاظ اس قدر واضح اور صاف بن گئے ہیں کہ بیساختہ کسی شاعر کا یہ شعر زبان پر آجاتا ہے ؎

کیا شان احمدی کا چمن میں ظہور ہے ہر برگ ہر شجر میں محمد کا نور ہے"

ایسا ہی معجزہ چند سال قبل لاہور کے ایک درخت سے بھی ظاہر ہوا جس کی تصدیق اخبار اہلحدیث امرتسر وغیرہ نے بھی کی تھی۔ اور ایسے غیر مسلم معزز حضرات نے بھی تسلیم کیا کہ واقعی یہ نقش قدرتی ہے

امام شافعی کا جناب امیرؑ کو خدا سمجھنا روزنامہ اخبار ہلال بمبئی نے لکھا تھا کہ ایک اہم تحقیقات۔ احقر نیاز مندان حضرت راز دان ہمہ دان و ہیچ مدان خادم الحجاج محمد خلیل الدین احمد صدیقی حنفی بریلوی غفر اللہ منان علماء کرام اہلسنت والجماعۃ و مشتہدان

(حاشیہ: (۱) اخبار مجیب فرخ آباد مورخہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۳۴ء ص ۵ کالم ۱)

اہل تشیع کی خدمت میں بالعموم اور علماء شوافع کی خدمت میں بالخصوص طالبعلمانہ اور مستمندانہ مستفیضانہ اور مستفیدانہ ملتمس و ملتجی ہے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کے مشہور ترجمہ کا مطلب یا اسکی کسی دوسری تاویل و توجیہ کی تشریح و تفصیل از راہ تحقیق و تدقیق فرما کر ممنون فرمائیں کہ رفع شکوک و دفع اعتراض ہو جائے۔ علاوہ ادبی تحقیق کے یہ ایک شرعی تنقیح بھی ہے لہذا عند اللہ اور عند الناس مشکور و ماجور ہونگے۔ شعر یہ ہے ؎

ومات الشافعی لیس یدری علیٌّ ربّہ ام ربّہ اللہ

اس کا ظاہر اور مشہور ترجمہ ہوتا ہے:۔ (مر گیا شافعی لیکن نہ جانا اُس نے کہ اسکا رب علیؑ ہے یا اس کا رب اللہ ہے) جس پر بڑا شک اور اعتراض وجہ ہوتا ہے وہ شعر اور اسکے ظاہر ترجمہ سے واضح و لائح ہے (کہ قائل مر گیا لیکن یہ نہ جان سکا کہ اس کا رب مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے یا اللہ تعالیٰ)"۔ (بظاہر یہ شعر امام شافعی رض کا نہیں معلوم ہوتا کیونکہ ترجمہ ظاہر ہے اور ایسے مفہوم کا شعر امام شافعی کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا کیا ثبوت کہ یہ شعر انکا ہے)" ایڈیٹر (مورخہ ۱۱ نومبر ۳۳ء صفحہ کالم ۴)

چونکہ سائل صاحب کے تحقیق مطلوب ہے اس وجہ سے اعلان کیا جاتا ہے کہ کتاب مناقب مرتضوی مصنفہ جناب محمد صالح حسینی ترمذی نسخہ قلمیہ صفحہ پر یہ عبارت موجود ہے۔

"و این شعر از شافعی علیہ الرحمہ منقول ست ؎

لو ان المرتضیٰ ابدی محلہ لکان الخلق طرّا سجّد الہ
کفی فی فضل مولانا علیٌّ وقوع الشکّ فیہ انّہ اللہ
ومات الشافعی ولیس یدری علیٌّ ربّہ ام ربّہ اللہ

معنی بیت اول آنست کہ بدرستی کہ اگر آشکارا کردی مرتبہ خود را مرتضیٰ ہر آئینہ بودندی مردمان سجدہ کنندہ او را معنی بیت دوم آنکہ کافی و بسندہ است در فضل خداوند ما علی واقع شدن شک در آنکہ او خدا است۔ معنی بیت سوم آنکہ مرد شافعی وندانست اینکہ پروردگار او علیست یا خدا"۔

اردو ترجمہ بھی سن لیں کہ یہ یقینی بات ہے کہ اگر حضرت علی مرتضیٰ اپنا درجہ اور مرتبہ (جو خدا کے ہاں آپکو حاصل ہے) ظاہر فرما دیتے تو تمام مخلوقات حضرت کو سجدہ کرنے لگتی۔ مولا (علی) کی فضیلت کے لئے یہی کافی ہے کہ لوگوں کو شک ہوگیا کہ حضرت ہی خدا ہیں۔ بلکہ خود (میں) شافعی بھی مرگیا اور یہ نہیں جان سکا کہ اس کا پروردگار اللہ ہے یا حضرت علیؑ ہیں۔ انتہیٰ

اگر اب بھی کسی صاحب کو شک رہے تو وہ لکھنؤ حضرت صدر المحققین سید المتکلمین آیۃ اللہ فی العالمین شمس العلماء القدسین عماد الفقہاء والمجتہدین مولانا السید ناصر حسین صاحب قبلہ ادام اللہ ظلہم العالی کے کتب خانہ میں تشریف لیجائیں اور کتبخانہ کے مہتمم صاحب سے وہ کتاب نکلوا کر اپنی آنکھ سے دیکھ لیں کہ یہ اشعار امام شافعی صاحب ہی کے ہیں اور انکو مرتے دم تک یہ شک رہا کہ اُن کا خدا اللہ ہے یا حضرت علیؑ۔ امید کہ اخبار ہلال بھی اصلاح کے اس نوٹ کو بھی درج کرے گا۔

اخبار غم

افسوس اس طرف ہماری قوم میں بہت سخت سخت حادثے ہوگئے (۱) ۱۱ شعبان ۱۳۴۶ھ ہجری میں جناب فاضل نبیل وعالم جلیل جناب مولانا سید یوسف حسین صاحب قبلہ امروہوی ناظم دینیات شیعہ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ اعلی اللہ مقامہ نے انتقال کیا۔ مرحوم نے عراق میں بہت دنوں تک تعلیم پائی۔ پھر ہندوستان آکر مدرسہ منصبیہ میرٹھ کے پرنسپل۔ پھر مسلم یونیورسٹی علیگڈھ میں شیعہ دینیات کے ناظم مقرر ہوئے اور دوسری صورتوں سے بھی آپکی ذات سے حمایۃ شریعۃ کا بڑا فیض جاری تھا مگر افسوس وہ دفعۃً رک گیا۔ اور ہماری جماعۃ کا ایک رکن ہی منہدم ہوگیا (۲) ہمارے حبیب خلیل واعظ جلیل جناب مولوی محمد نقاء علی صاحب حیدری بدایونی واعظ مدرسۃ الواعظین دام عزہ کی اہلیہ محترمہ نے ۱۰ شوال ۱۳۴۶ھ ہجری کو طویل علالت کے بعد انتقال کیا اور بدایوں میں دفن کی گئیں۔ مرحومہ بڑی خوش صفات۔ ذاکرہ۔ زائرہ۔ باکیہ اور بہت ہی باخیر بیوی تھیں۔ باوجود طولانی مرض کے سال گزشتہ زیارات سے مشرف ہوئیں اور اس سال بھی قصد تھا لیکن اجل نے مہلت نہ دی۔ ہمارے معزز دوست کو اس حادثہ سے جو صدمہ ہوا اس کا اندازہ دشوار ہے۔ مگر امید ہے کہ آپ اپنے مولا حضرت امیر المومنینؑ کے حادثہ کو یاد کرکے صبر کرینگے (۳) جناب مکرم ومحترم خواجہ حامد علی صاحب سابق تحصیلدار ساکن پانی پت

ضلع کرنال نے ۷ جمادی الاخریٰ ۵۲ھ کو انتقال کیا۔ مرحوم کی مذہبی اور قومی خدمات تعریف سے باہر ہیں۔ مثنوی مولانا روم سے بھی آپ جدید تحقیقات جمع کر رہے تھے۔ جو قابل قدر چیز ہوتی۔ خدا کرے آپ کے فرزند رشید جناب خواجہ محمود علی صاحب ہاشمی ان مسودات کی اشاعت کا موقع نکال سکیں (۴) ہماری ایک محترم معظمہ یعنی زوجہ جناب سید نظیر حسن صاحب مرحوم سر رشتہ دار پنشنر ساکن کجھوا کی اہلیہ محترمہ نے ۱۹ ماہ رمضان کو انتقال کر کے ہم لوگوں کو اپنے غم میں مبتلا کیا۔ مرحومہ بڑی عبادت گزار اور طہارت کی پابند تھیں۔ باوجود شدت مرض اور کبرسنی کے مرتے وقت تک طہارۃ وصلوٰۃ کی سختی سے پابند رہیں (۵) لاہور کے مشہور کامیاب معزز اور ہر دل عزیز طبیب جناب حکیم سید حیدر شاہ صاحب مرحوم کی رحلت کا سانحہ جانکاہ ہے۔ آپ کا فیض طب بہت عام تھا اور آپ کی ذات مرجع اقاصی وادانی تھی۔ آپ کے انتقال سے صوبہ پنجاب کے مومنین کو ایک ناقابل تلافی نقصان پہونچا۔ مگر مشیت ایزدی میں کچھ چارہ نہیں (۶) جناب سید محمد عباس صاحب مرحوم جو ریاست لوہارو میں ہڈ ماسٹر اور خانبہادر ڈپٹی سید محمد حسین صاحب شوق سابق متولی وقف منصبیہ میرٹھ کے حقیقی بھتیجے اور جناب نواب سید حیدر مرزا صاحب رئیس دہلی کے بھی بہت عزیز قریب تھے جوانی کے عالم میں دفعۃً انتقال کر گئے جس سے دونوں خاندان میں سخت ماتم برپا ہے۔ (۷) جناب سید امیر حسن صاحب بنجار یا نوالی ضلع اٹک کی والدہ محترمہ نے ۲۶ رجب ۵۲ھ کو انتقال کیا۔ مرحومہ بڑی پابند مذہب اور مخیر بیوی تھیں۔ دینی امور میں بڑا حصہ لیتی تھیں (۸) جناب مرزا مظفر حسین صاحب منصرم پنشنر جونپور کے جوان بھتیجے مرزا حیدر حسین صاحب مرحوم نے جو بہت سعید اور جوان صالح تھے (غالباً ماہ جمادی الاخریٰ میں) انتقال کیا جس سے جو صدمہ ہوا وہ قابل بیان نہیں (۹) جناب سید علی حمزہ صاحب ساکن دھورہرا ضلع مرزاپور کی بھتیجی نے یکایک انتقال کر کے ممدوح کو اپنے غم میں مبتلا کیا۔ خدا کل مرحومین کے درجات بلند کرے اور پسماندگان کو صبر دے۔ مومنین سورہ فاتحہ و توحید کا ثواب سب کو ایصال کر کے مثاب ہوں۔

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

الحمد للہ کہ

رسالہ جدیدہ و عجالہ مفیدہ

مسماۃ بہ

تبلیغ رسالۃ

مؤلفہ

عالی خطاب رفیع الالقاب ذی الشرف الازہر جناب سید غلام اصغر صاحب

سررشتہ دار پنشنر و رئیس کھجوا ادام اللہ مجدہم

مؤلف

رسالہ اسوۂ حسنہ و عشرۂ مبشرہ

باہتمام

سید محمد جعفر پرنٹر و پبلشر

مطبع اصلاح مشین پریس کھجوا میں چھپکر شائع ہوا

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الاولین والاخرین خاتم الانبیاء والمرسلین الذی بلغ جمیع رسالتہ حتی قال اللہ تعالیٰ اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ثم اوصانا بتمسک الثقلین کتاب اللہ واہلبیتہ وقال فیہما ما ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی وعلی آلہ الطیبین الطاہرین الذین ہم بعدہ اثنا عشر نقیب ائمۃ الہدی ومنہاجہم ہو الصراط المستقیم اولہم مولی لکل من کان لہ رسول اللہ مولی وآخرہم یملاء الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت ظلماً وجوراً عجل اللہ فرجہ وسہل مخرجہ

اما بعد احقر العباد سید غلام اصغر بن سید جواد حسین مرحوم طاب ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ متوطن موضع کجھوا ضلع سارن ملتمس ہے کہ معجزات قرآن لاتعد ولاتحصی ہیں از انجملہ ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ اسکی ہر ایک آیۃ بنفسہ اسکی صداقت کا ثبوت ہے لیکن جن لوگوں کے حق میں جناب باری تعالی نے فرمایا ہے افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالہا وہ لوگ صم بکم عمی فہم لا یعقلون کے مصداق ہو رہے ہیں۔ اس مختصر رسالہ میں صرف ایک آیہ کریمہ کی حالت دکھانا منظور ہے اور وہ آیہ کریمہ ایسا ہے کہ اوسکے اصل مقصد

سے انحراف کرنے والوں کے لئے رسولؐ کی تمام رسالت پر پانی پھر جاتا ہے۔ اسی آیہ کریمہ کی مناسبت سے اس رسالہ کا نام "تبلیغ رسالۃ" رکھا جاتا ہے۔ وہو ہذا۔

یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ یہ آیہ کریمہ رسولؐ کے آخر زمانہ عمر میں آپکی وفات سے چند ہفتہ قبل نازل ہوا تھا۔ اس آیہ وافی ہدایہ میں یہ فقرہ کہ ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ خود اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ آنحضرت صلعم جملہ رسالت خداوندی کی تبلیغ کر چکے لیکن اگر اس آخری حکم کی تعمیل نہیں کی تو وہ تمام رسالتیں جنکی تبلیغ آپ ابتدائے بعثت سے آجتک کرتے رہے کالعدم و نسیاً منسیا ہو جائینگی۔ اور آپکی اس ۲۳ برس کی محنت و مشقت سب رائگاں جاویگی کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ آخری حکم خداوندی بجز اپنا نائب و قائمقام مقرر کرنے کے کہ جو آپکی شریعت کو صراط مستقیم پر قائم و برقرار رکھے دوسرا ہو نہیں سکتا پس واضح ہو کہ اسلام میں دو گروہ ہیں ایک کا نام شیعہ اور دوسرے کا نام سنی ہے شیعوں کا قول ہے کہ آنحضرتؐ حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کی جانب مراجعت فرما رہے تھے کہ ناگاہ آیہ کریمہ یا ایہا الرسول بلغ الخ نازل ہوا۔ آپ نے فوراً بمقام غدیر خم نزول اجلال فرمایا جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے اونکا انتظار کیا۔ جو آگے بڑھ گئے تھے اونکو واپس بلوایا۔ جب سب جمع ہو گئے تو آپ منبر پر تشریف لیگئے اور ایک خطبہ فصیح و بلیغ ارشاد فرمایا۔ بعدہ حضرت علیؑ کا بازو پکڑ کر فرمایا من کنت مولاہ فہذا علیٌّ مولاہ اور یہ بھی فرمایا:۔ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اہلبیتی ما ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی لن یفترقا حتی یردا علی الحوض۔ لہذا شیعے اوس وقت سے آج تک حضرت علی اور دیگر یازدہ ائمہ اہلبیت رسولؐ سے متمسک چلے آتے ہیں اون ہی کے پیرو ہیں باوجود اسکے کہ انکے یکے بعد دیگرے بارہ امام ہوئے مگر معرفت الٰہی میں سب متفق۔ سب کی تعلیم ایک۔ انکے متمسکین کا عقیدہ

ایک ۔طریقہ عبادت ایک ۔صوم وصلوٰۃ ایک ۔حرام وحلال ایک ۔کسی میں کچھ فرق نہیں لیکن سُنی اس موقع پر کہتے ہیں کہ مولیٰ کا معنی دوست اور تمسک کا معنی دوستی ہے وہ اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ آیہ بلغ کی تعمیل میں آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ وجانشین مقرر کیا یہ لوگ بنی تیم سے ابوبکر صاحب جنہیں وفات رسولؐ عمر صاحب اور ابوعبیدہ جراح نے خلیفہ بنایا اور بنی عدی سے (عوض بامعاوضہ گلہ ندارد) عمر صاحب کو ابوبکر صاحب نے اپنے مرتے وقت خلیفہ بنایا اور بنی امیہ سے عثمان صاحب کو جنھیں عبدالرحمن بن عوف نے خلیفہ بنایا و دیگر بنی امیہ مثل معاویہ ویزید و مروان وغیرہ کو جو قہر واستیلا سے یعنی مسلمانوں کا کشت وخون کرکے زبردستی خلیفہ بن بیٹھے اپنا خلیفہ اور ابوحنیفہ وشافعی ومالک واحمد بن حنبل وغیرہ کو اپنا امام سمجھتے ہیں ۔بہرکیف بطور مشتے نمونہ ازخروارے پہلے انکے پیروانکے عقائد کو دیکھیے ۔

اصل بناے اسلام توحید ہے اور تمام انبیاء اسی واسطے مبعوث ہوتے آئے کہ خلق کو توحید کیطرف دعوت کریں اور شرک وکفر سے منع فرمائیں لیکن سنیوں کی ایک جماعت جن کو صوفی کہتے ہیں وہ تمام موجودات کو عین ذات باری تعالیٰ سمجھتے ہیں ۔انکا مقولہ ہے ۔ہمہ اوست ۔چنانچہ محی الدین ابن العربی کی کتاب فتوحات مکیہ میں ہے سبحان من اظہر الاشیاء وھو عینہا یعنی پاک ہے وہ جس نے ظاہر کیا اشیاء کو اور وہی عین اشیاء ہے ۔مطلب یہ ہوا کہ جملہ مخلوقات حتے کہ کتا بلی وغیرہ معاذاللہ سب خدا ہیں ۔ ایک صوفی صاحب مسجد میں شب کے وقت مراقبہ میں تھے کہ ایک کتا آکر مسجد کا چراغ لے چلا یہ دیکھکر اوس کتے سے کہا واہ حضرت اپنے گھر کا چراغ آپ ہی غائب کرلیچلے اسی ہمہ اوست کی بنا پر یہ لوگ اپنے کو بھی خدا کہتے ہیں ۔بایزید بسطامی کا قول تھا لیس فی جبتی سوی اللہ اور مولوی روم صاحب انکی مدح وثنا یوں کرتے ہیں ؎

بامریداں آں فقیر محتشم	بایزید آمد کہ یزداں یک منم
گفت مستانہ عیاں آں ذوفنون	لا الہ الا انا ہا فاعبدون

(ترجمہ) میں ہوں یزداں تھا یہ قول بایزید ⁛ اون سے جو اوس محتشم کے تھے مرید

کہتا مستانہ عیاں شہ ذی فنون ⁛ لا الہ الا انا ھا فاعبدون

یعنی جز میرے نہیں کوئی خدا ⁛ پس عبادت تم کرو میری سدا

اور منصور حلاج کے انا الحق کہنے سے تو سبھی واقف ہیں۔ اور شاہ عبدالقادر صاحب اپنی کتاب موضح القرآن میں سورہ نون والقلم کی آیت یوم یکشف عن ساق ویدعون الی السجود کی تفسیر میں لکھتے ہیں ف حشر کے دن ہر امت جسکو پوجتی تھی اوسی کے ساتھ جائیگی مسلمان کھڑے رہ جائیں گے تب پروردگار مسلمانوں کے پاس ایسی صورت میں آئیگا جسکو وہ نہ پہچان سکیں گے اور فرمائیگا کہ میں تمہارا رب ہوں۔ میرے ساتھ آؤ مسلمان کہیں گے نعوذ باللہ ہمارا رب آئیگا تو ہم پہچان لیں گے۔ فرمائیگا کچھ اوس کا نشان جانتے ہو کہیں گے جانتے ہیں۔ پھر ظاہر ہوگا ان کی پہچان کے موافق اور پنڈلی کھول دیگا تو سجدے میں گرینگے۔ افسوس مفسر صاحب نے یہ نہیں لکھا کہ پنڈلی ہیں کون ایسا نشان ہے جسکو دیکھکر سجدے میں گر پڑینگے۔ اور نہ یہ لکھا کہ پنڈلی کو کس چیز نے ڈھانپ لیا ہے کوئی زیر جامہ ہے یا تہ بند۔ نعوذ باللہ من ذالک الھفواۃ

ملل ونحل شہرستانی میں مقاتل ابن سلیمان کا یہ دعوی لکھا ہے کہ میں خدا کے ہر جز کا حال بیان کرسکتا ہوں بجز اوسکے سر اور اندام نہانی کے۔ تفسیر حسینی میں ہے کہ جب جناب باری جہنم سے پوچھیگا کہ آیا تیرا پیٹ بھرا تو جہنم سے ھل من مزید کی آواز آئیگی یعنی اور کچھ ہے؟ تو حق سبحانہ تعالیٰ اور کافروں کو جہنم میں بھیجے گا اوسکا پیٹ نہ بھریگا حتی یضع الجبار فیھا قدمیہ یعنی یہاں تک کہ معاذ اللہ خداوند عالم اپنے دونوں پانوں اوسمیں ڈال دیگا۔ تفسیر کبیر فخر رازی میں یضع الجبار قدمہ شاید ان کے خیال میں ایک ہی ٹانگ کا ہے۔ بہرکیف دونوں کا ماحصل ایک ہے۔ اور ملاحظہ کیجئے شرح فقہ اکبر میں ہے قال بعض مشایخنا ان اللہ سبحانہ تجلیات صورتہ فی الفتی به نزول کثیر من اشکالات یعنی خدا ایک جوان کی صورت ہے اور اوس کا نزول بہت

سی شکلوں میں ہوتا رہتا ہے۔ یہ عقیدہ تمام ترکفار کا ہے چنانچہ ہندو کہتے ہیں کہ اونکے
ایشور نے چھ اوتار حیوانی قالب میں مثل کچھ مچھ، سور وغیرہ کے اور ستر ہ اوتار انسانی
قالب میں مثل رام و کرشن وغیرہ کے لئے۔ الغرض جن عقاید باطلہ کو اہلسنت کی کتابوں
سے اوپر دکھایا گیا اون کا اصل سرچشمہ وہ منافقین تھے جنکی عمر کا زیادہ حصہ بت پرستی میں
گزرا تھا اور جن کے دلوں میں وہی زمانہ جہالت کے خیالات راسخ تھے اور عوام میں پھیلتے
جاتے تھے بلکہ قرینہ تھا کہ بعد پیغمبرؐ اسلام کے ایک فرقہ بھی اسلام میں معرفت الٰہی کے
متعلق ایسے عقائد باطلہ کی وبا سے محفوظ نہ رہتا لیکن ایسے ہی ایسے گمراہوں کے
انسداد کے لئے قرب زمانہ وفات آنحضرتؐ میں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا علام الغیوب کا فرمان
ہدایت یا ایہا الرسول بلغ الخ نازل ہوا۔ اگر آنحضرتؐ اپنی امت کو اس گمراہی سے محفوظ
رکھنے کا بندوبست نہ فرماجاتے تو جیسا کہ آیہ وافی ہدایہ یا ایہا الرسول بلغ میں فقرہ
فما بلغت رسالتہ سے ظاہر ہے۔ پھر دوسرے نبی کی بعثت کی ضرورت ہوتی آنحضرتؐ
خاتم النبیین نہ قرار پاتے کیونکہ جیسا اختلاف معرفت الٰہی کے متعلق امم سابقہ میں تھا
ویسا ہی اس امت میں بھی پیدا ہوگیا۔ لیکن اس انسداد کا بندوبست آنحضرتؐ نے من
کنت مولاہ فھذا علی مولاہ و انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی سے
فرما دیا ہے ورنہ آج ایسے ہی پلید عقیدہ سے تمام اسلام بھرا ہوتا اور مسلمانوں کو دیگر ادیان
کے مقابل میں سر بر ہونے کی جگہ نہ ملتی یہ انھیں دوازدہ ائمہ طاہرین اہلبیت رسولؐ کی
پاکیزہ تعلیم توحید ہے جو شیعوں میں محفوظ ہے اور جسکی بدولت اہلسنت والجماعۃ بھی
غیر مسلم قوموں کے مقابل میں مرد میداں بنتے ہیں ورنہ سنیوں کے تو ہر فرقہ کا خدا علیحدہ
علیحدہ ہے۔ حنفی کا علیحدہ۔ شافعی کا علیحدہ۔ مالکی کا علیحدہ۔ حنبلی کا علیحدہ۔ وہابی کا
علیحدہ۔ اہلقرآن کا علیحدہ۔ غیر مقلد کا علیحدہ۔ دیوبندی کا علیحدہ۔ قادیانی کا علیحدہ۔
غرض جتنے منہ اتنے نوالے۔ حنفی وہابی کے خدا کا مضحکہ اوڑاتے ہیں۔ دیکھو فتاوے
رضائیہ مولفہ مولوی حافظ حاجی احمد رضا خاں صاحب مجدد بریلوی۔ اور نجدی وہابی

حنفی و شافعی وغیرہ کو مشرک کہتے ہیں (دیکھو اخبار ہمدم مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۲۵ء)
انکا خدا ایسا لحیم و جسیم ہے کہ جب عرش پر بیٹھتا ہے تو عرش چرچراتا ہے اور اسکی رانوں
کے لوتھڑے چار چار انگل عرش کے باہر لٹکتے رہتے ہیں ان کا خدا عرش سے آسمانوں
پر اس طرح اترتا چڑھتا ہے جس طرح آدمی زینہ پر چڑھتے اترتے ہیں۔ انکے خدا کو
داڑھی اور اندام نہانی کے سوا اور سب قسم کے اعضاء و جوارح ہیں حتیٰ کہ مرض آشوب
چشم بھی ہوتا ہے (دیکھو زاد المعاد ابن قیم صفحہ ۲۹۹ و تلبیس ابلیس ابن جوزی مترجمہ صفحہ ۱۱۶)
اس قسم کے ہفوات ان کے ہاں بہت ہیں۔ ہم نے چاہا تھا کہ نقل کفر کفر نہ باشد انکے
ہر فرقہ کے خدا کی حالت علیحدہ علیحدہ لکھیں مگر بلحاظ عظمت و جلالت خداوند عالم لکھنا
اوس کا سوء ادب معلوم ہوتا ہے۔ لکھنے کی جرأت نہیں پڑتی اس لئے چھوڑ دیتے ہیں مختصر
یہ کہ تمام اہلسنت والجماعۃ بالاتفاق اوسکے دیدار اور اوسکی رویت کے قایل ہیں اور
دیدار یا رویت کے لئے مکان اور جسم لازم ہے جو منافی توحید اور منافی قدامت ہے جب
جسم اور مکان وجہت مان لیا تو جیسا کہ فتاوے رضائیہ میں احمد رضا خاں بریلوی نے
وہابیوں کے خدا کے بارے میں لکھا ہے۔ اوسمیں ہر عیب و نقص کی گنجائش ہے جھوٹا
بھی ہو سکتا ہے۔ ناچنا گانا۔ تھرکنا سب ممکن ہے سینوں کے بعض فرقے جو کہتے
ہیں کہ بروز قیامت اپنی پنڈلی کھولے گا۔ اور بعض جو کہتے ہیں کہ اپنا پانوں جہنم میں ڈالیگا
صاحب جسم و صاحب مکان وجہت کے لئے یہ سب ممکن الوقوع ہے۔ ایسے عقاید
باطلہ کے ان لوگوں میں پیدا ہونے کا اصل باعث یہی ہے کہ آیہ یا ایہا الرسول بلغ الخ کے
نازل ہونے پر آنحضرتؐ نے جو حضرت علیؑ کو اپنا نائب اور جانشین مقرر کیا اور فرمایا
من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ یہ لوگ اوس سے گریز کرکے حمایت میں ابوبکر و عمر
و عثمان وغیرہ کے جو اپنے سن کہولت تک بت پرستی کرتے رہے۔ لفظ مولے کے معنے
بدلنے لگے حضرت علی کو چھوڑ کر اغیار کی پیروی کرنے لگے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان
لوگ نے آج تک خدا کو نہ پہچانا۔ حالانکہ خود شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا میں منجملہ فضائل

حضرت علیؑ کے لکھتے ہیں "در مبحث توحید وصفات زبانے داشت فصیح وآں مبحث در خطب وے رضی اللہ عنہ یافتہ میشود واز میان کبار صحابہ وے کرم اللہ وجہہ بآں زبان منفرد است گویا درباب توحید وصفات ازفن کلام متکلم اول است" الفضل ما شھدت بہ الاعداء۔ افسوس ایسے ہادی برحق سے منہ موڑ کر ان لوگ نے بعد رسول اپنا پہلا خلیفہ ابو بکر کو بنایا جن سے خود رسولؐ جیسا کہ اوسی ازالۃ الخفا میں ہے فرماتے تھے الشرک فیکم اخفیٰ من دبیب النمل یعنی تم لوگ میں شرک چیونٹی کی چال سے زیادہ چھپا ہے۔ جو شخص ایسا ہو اسکی ہدایت کیسی ہوگی ع خفتہ را خفتہ کے کند بیدار حق تعالے فرماتا ہے وما یستوی الاعمیٰ والبصیر۔ ابو بکر کے بعد انکے خلیفہ عمر ہوئے جو رسولؐ کی رسالت میں شک کرتے تھے۔ اور جناب باری فرماتا ہے انما المومنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا یعنی بجز اسکے نہیں ہے کہ مومن وہی لوگ ہیں جو ایمان لائے ساتھ اللہ اور اوسکے رسولؐ کے پھر ہرگز کبھی شک نہیں کیا شک کرنا کیا انکے گھر میں تو داخل اسلام ہونے کے بعد بھی بت پرستی جاری رہی اور اسی بت پرستی کی وجہ سے اصحاب انکے گھر کا کھانا کھانے سے احتراز کرتے تھے اور حرام سمجھتے تھے۔ دیکھو صحیح بخاری کتاب النکاح باب ھل یرجع اذا رای منکرۃ الدعوۃ پارہ ۲۳ لکھتے ہیں رای ابن مسعود صورۃ فی البیت فرجع یعنی ابن مسعود ان کے گھر میں صورت دیکھکر پلٹ گئے ودعا ابن عمر ابا ایوب فرای فی البیت ستراً علی الجدر فقال ابن عمر غلبنا علیہ النساء فقال من کنت اخشیٰ علیہ فلم اکن اخشیٰ علیک واللہ لا اطعم لکم طعاماً فرجع۔ یعنی ابن عمر نے ابو ایوب کو دعوت میں بلایا تو اونھوں نے دیوار پر پردہ پڑا دیکھا۔ ابن عمر کہنے لگے ہم لوگ کو عورتوں نے دبا لیا۔ ابو ایوب نے کہا کون ایسا ہے جس سے تم ڈرتے ہو۔ تم سے تو پوشیدہ نہیں ہے قسم خدا کی ہم تمہارا کھانا نہیں کھائیں گے یہ کہکر پلٹ گئے۔ جناب رسولخدا نے جو ابو بکر صاحب کو مخاطب کرکے فرمایا تھا الشرک فیکم اخفیٰ من دبیب النمل۔ اسمیں لفظ فیکم ہے یعنی کم ضمیر

جمع کی ہے جو کم سے کم تین شخصوں کو شامل کرتی ہے۔ اونیں سے دو صاحبوں کا تو حال معلوم ہوا رہے تیسرے صاحب یعنی عثمان خلیفہ انکے بارے میں خود بی بی عائشہ صاحبہ فرماتی تھیں اقتلوا نعثلا فانہ قد کفر (دیکھو تاریخ عاصم کوفی) اور علامہ ذہبی لکھتے ہیں عن حذیفہ انہ قال رسول اللہ صلعم اذا خرجت دجال سیتبعہ من کان یحب عثمان یعنی حذیفہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسولخدا صلعم نے کہ جب دجال خروج کریگا تو اوسکی پیروی وہ لوگ کرینگے جو عثمان کو دوست رکھتے ہیں۔ یہ مقبولہ ہے کہ ان تینوں صاحبوں کی عمر کا زیادہ حصہ عقاید باطلہ کے ساتھ زیادہ تر بت پرستی میں گزرا اور خداوند عالم ایسوں کے بارے میں فرماتا ہے لاینال عہدی الظالمین کیونکہ جو لوگ عقاید باطلہ رکھتے ہیں اور اونکی عمر بت پرستی میں گزری ہو اونکے پیرووں کا کیا حال ہوگا۔ یہ ہمارے منہ کی بات نہیں ہے مشاہدات سے ہے۔ ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ مقاتل کو دعویٰ تھا کہ وہ خدا کے کل اجزا کو بیان کرسکتا ہے بجز سر اور اندام نہانی کے۔ اور بقول احمد رضا خان مجدد بریلوی وہابیوں کا خدا مردمی اور زنی کی دونوں علامتیں بالفعل رکھتا ہے فعل شنیع کا مرتکب ہوسکتا ہے اور بہت سی فحش باتیں اوس ذات پاک کے لئے ایسی لکھی ہیں کہ الامان الامان حاشا للہ اونکے لکھنے کو قلم نہیں اوٹھتا ہے مگر سبحان اللہ آیہ یا ایہا الرسول بلغ الخ کو جناب باری نے بھیجکر اور آنحضرتؐ نے من کنت مولاہ فہذا علی مولاہ فرما کر ایسے عقائد باطلہ کو انھیں کی جماعت کے اندر محدود کردیا ورنہ آج اسلام سے بدتر کوئی دین نہ ہوتا۔ اللہ جل جلالہ فرماتا ہے لاینال عہدی الظالمین۔ یہ لوگ ایسوں ویسوں کو اپنا خلیفہ اور اپنا پیر مرشد جانتے اور مانتے ہیں اور جسکے باب میں آیہ یا ایہا الرسول بلغ الخ نازل ہوا اور رسولؐ نے من کنت مولاہ فہذا علی مولاہ فرمایا اوس سے مہمل مہمل تاویلیں کرکے گریز کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا و رسولؐ نے کسی کو اصلاح امت کے لئے خلیفہ اور امام مقرر نہیں کیا۔ امت

پر چھوڑ دیا۔ حالانکہ خود خداوند عالم فرماتا ہے انی جاعلٌ فی الارض خلیفہ
اور امام بنانے کے بارے میں بھی حضرت ابراہیم سے فرمایا انی جاعلک للناس اماما
اور حضرت علیؑ کے باب میں آیہ یاایہاالرسول بلغ الخ نازل ہوا۔ اس سے ظاہر ہے
کہ خلیفہ اور امام بنانا خدا و رسولؐ کا کام ہے۔ اول حضرت آدم صفی اللہ نے حضرت
شیث ہبۃ اللہ اپنے فرزند ارجمند کو اپنا وصی اور خلیفہ مقرر کیا۔ چنانچہ کتاب روضۃ الصفا
جلد اول چھاپہ نولکشور کے صـ۱۲ میں ہے کہ و شیث را کہ اعقل واجمل فرزندان بود
وصی و ولیعہد خویش ساختہ برایشاں والی گردانید و نیز تاریخ کامل علامہ ابن اثیر
جلد اول مطبوع مطبع ذات التحریر مصر کے صـ۱۷ میں ہے۔ وہو وصی آدم یعنی وصی
شیث وصی آدم کے تھے و تاریخ علامہ ابن الوردی مطبوع مطبع وہبیہ مصر جلد اول
کے صـ۹ میں ہے۔ و بعد قتل ہابیل ولد لآدم شیث لمامضی مائتین و ثلاثین
سنۃ من عمر آدم وہو وصی آدم و تفسیر شیث ہبۃ اللہ است یعنی بعد قتل
ہابیل کے پیدا ہوئے واسطے حضرت آدم کے شیث بعد گزرنے دوسوتیس برس
کے عمر سے آدم کے۔ اور وہی شیث وصی ہیں آدم کے اور تفسیر شیث کی ہیبۃ اللہ
ہے۔ بعدہ حضرت شیث نے اپنے صاحبزادے حضرت انوش کو اپنا خلیفہ و ولیعہد
کیا۔ چنانچہ تاریخ کامل مذکور کی جلد اول صـ۱۹ میں ہے" ان شیثا لما مرض اوصی
الی ابنہ انوش و مات یعنی تحقیق شیث جس وقت بیمار ہوئے تو وصی کیا اپنے
بیٹے انوش کو اور انتقال فرمایا و نیز روضۃ الصفا مذکور کی جلد اول صـ۱۵ میں ہے۔
و چوں شیث را ہنگام رحلت نزدیک آمد انوش را وصی گردانیدہ زمام حل و عقد امور
بنی آدم را در قبضہ کفایت او نہاد۔ پھر حضرت انوش نے اپنے صاحبزادے
قینان کو اپنا وصی و خلیفہ کیا۔ چنانچہ تاریخ کامل مذکور کے صـ۲۰ میں ہے والیہ الوصیۃ
یعنی طرف اوہی قینان کے وصیت ہے و نیز کتاب روضۃ الصفا مذکور کے صـ۱۵ میں
ہے کہ قینان بن انوش بنا بر وصیت پدر ریاست بنی آدم تعلق بدو گرفت۔ حضرت

قینان نے اپنے صاحبزادے مہلائیل کو وصی و خلیفہ کیا چنانچہ تاریخ کامل مذکور کے صہ مسطور میں ہے وولد قینان مہلائیل ونفر اکثیر امعہ والیہ الوصیۃ یعنی قینان کے بیٹے مہلائیل تھے اور اونکے ساتھ اور بہت سی اولاد تھی۔ اور وصیت اونھیں مہلائیل کیطرف تھی۔ و نیز روضۃ الصفا مذکور صہ مسطور میں ہے۔ ذکر مہلائیل بن قینان بموجب اشارت پدر حکومت عالمیان بدو قرار گرفت۔ مہلائیل نے اپنے صاحبزادے یرد کو اپنا وصی کیا چنانچہ تاریخ کامل مذکور صہ مسطور میں ہے وولد مہلائیل یرد وھو الیارد ونفرا معہ والیہ الوصیۃ یعنی مہلائیل کے بیٹے یرد تھے اور اونکو یارد بھی کہتے ہیں اور اور بھی بیٹے تھے اور وصیت انھیں یرد کی طرف تھی۔ یرد نے حضرت ادریس کو اپنا وصی و خلیفہ مقرر کیا چنانچہ تاریخ کامل مذکور کے صہ مسطور میں ہے فولد یرد احنوخ وھو ادریس النبی ونفراً معہ والیہ الوصیۃ یعنی یرد کے بیٹے حنوخ تھے اور یہ ادریس پیغمبر کا نام ہے اور اور بھی بیٹے تھے اور وصیت ادریس ہی کیطرف تھی حضرت ادریس نے اپنے صاحبزادے متوشلح کو اپنا وصی و خلیفہ کیا چنانچہ تاریخ کامل مذکور صہ مسطور میں ہے وولد احنوخ متوشلخ ونفراً معہ والیہ الوصیۃ یعنی اور احنوخ یعنی ادریس کے بیٹے متوشلح تھے اور اور بھی بیٹے تھے اور اونھیں متوشلخ کیطرف وصیت تھی و نیز اسی کتاب صہ ۲۲ میں ہے فعاش بعد ما ولد متوشلخ ثلاثمائۃ سنۃ ثم رفع واستخلفہ حنوخ علی امرہ والدہ وامر اللہ یعنی پس دنیا میں رہے حضرت ادریس بعد پیدائش متوشلح کے تین سو برس بعد اوسکے اوٹھائے گئے آسمان پر اور خلیفہ کیا اونہی متوشلح کو احنوخ یعنی ادریس نے اپنی اولاد کے امور میں اور خدا کے امور میں متوشلح نے اپنے صاحبزادے لمک کو اپنا وصی اور خلیفہ کیا۔ چنانچہ تاریخ کامل مذکور کے صہ مسطور میں ہے فکان کل ما عاش متوشلخ تسعمائۃ سنۃ وسبعا وعشرین سنۃ ثم مات واوصی الی ابنہ لمک فکان لمک یعظ قومہ الخ یعنی حضرت متوشلح کی عمر نو سو ستائیس برس کی ہوئی

بعد اوسکے انتقال کیا اور اپنے بیٹے لمک کو وصی کیا پس لمک اپنی قوم کو وعظ کرتے تھے۔
واضح ہو کہ یہی لمک حضرت نوح علیہ السلام کے والد ہیں اور انکو لامک اور لامح بھی کہتے ہیں۔ حضرت نوح نے حضرت سام اپنے بڑے صاحبزادے کو اپنا وصی وخلیفہ مقرر کیا۔ چنانچہ تاریخ کامل مذکور کے صفحہ ۲۶ میں یہ عبارت ہے ولما حضرت نوحا الوفاۃ قیل لہ کیف رأیت الدنیا قال کبیت لہ بابان دخلت من احدہما وخرجت من الاخر واوصی الی ابنہ سام وکان اکبر ولدہ یعنی جس وقت حضرت نوح وفات فرمانے لگے تو کسی نے پوچھا کہ آپ نے دنیا کو کیسا دیکھا فرمایا کہ مانند ایک گھر کے کہ اوسمیں دو دروازے ہوں داخل ہوا میں ایک دروازے سے اور نکل گیا دوسرے دروازے سے۔ اور وصی کیا آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت سام کو اور وہ آپکے سب اولاد میں بڑے تھے۔ و نیز روضۃ الصفا چھاپہ نولکشور کے صفحہ ۲۲ میں ہے کہ سام بن نوح از کبار انبیاے مرسل است و حضرت نوح چوں اورا از دیگر فرزندان بو فور خرمندی و کمال ارجمندی و کثرت دانش و غیرت تمام و صلاحیت نفس و نجابت ذات مستثنیٰ و ممتاز یافت مرتبہ ولیعہدی و خلافت بدو تفویض فرمود و اسرار نبوت و غوامض رسالت باوی درمیان نہاد و سائر اولاد را بمتابعت او وصیت کرد۔ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسحٰق اپنے صاحبزادے کو اپنا ولیعہد وخلیفہ کیا۔ چنانچہ کتاب روضۃ الصفا مذکور کے صفحہ ۱۲۴ میں ہے
چوں باریتعالیٰ نعمتہاے دینی و دنیوی برابراہیم تمام کرد و جزائیل انعام و افضال دربارہ او بہ تکمیل رسانید قابض ارواح را بخدمتش فرستادہ گفت اگر اجابت فرماید روح پاک اورا قبض کن والا بمقام خود باز گرد ملک الموت بمقتضی فرمان بمجلس او حاضر گشت و صورت واقعہ معروض داشت ابراہیم مہلتے درمیان نہاد و میعادے تعین فرمود و بکفایت بعضے مہمات دینی و دنیوی کہ سرانجام آں در نظر بصیرت از ضروریات بود مشغول شد و اسحاق را در دیار شام ولی عہد و خلیفہ گردانید

دیارشام کی تخصیص خلافت حضرت اسحاق میں اس سبب سے ہے کہ عرب میں حضرت ابراہیم کے ولیعہد و خلیفہ حضرت اسماعیل آپ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ حضرت اسماعیل نے اپنے صاحبزادے قیدار کو اپنا وصی اور خلیفہ کیا۔ چنانچہ روضۃ الصفا مذکور صفحہ ۴۴ میں ہے چوں اسماعیل در آخر ایام حیات خویش آثار شیب و ضعف مشاہدہ فرمود قیدار را وصی و ولیعہد خویش گردانید۔ حضرت اسحق نے حضرت یعقوب کو اپنا وصی و خلیفہ کیا۔ حضرت یعقوب نے اپنے صاحبزادے حضرت یوسف کو اپنا خلیفہ و وصی کیا۔ چنانچہ روضۃ الصفاء مذکور کے صفحہ ۹۶ میں ہے:۔ چوں اسرائیل دانست کہ از دست از رائیل باے فرار و مجال قرار متصور نیست۔ فرزندان خود را خوانده شرائط وصیت بجا آورد۔ و یوسف را وصی و ولیعہد خود گردانید۔ حضرت ایوب صابر نے اپنے صاحبزادے حومل کو اپنا وصی و خلیفہ مقرر کیا۔ چنانچہ تاریخ کامل مطبوعہ مصر کے صفحہ ۴۷ میں ہے ان عمر ایوب کان ثلاثاً و تسعین سنۃ و انہ اوصیٰ عند موتہ الی ابنہ حومل یعنی عمر حضرت ایوب کی ۹۳ برس کی ہوئی اور اپنی وفات کے وقت اپنے صاحبزادے حومل کو اپنا وصی کیا و نیز روضۃ الصفا مطبوعہ مطبع نولکشور کے صفحہ ۷۳ میں حضرت ایوب کے آخر قصہ میں لکھا ہے۔ و در آخر ایام حیاۃ و قریب وفاۃ حومل را کہ ارشد اولاد او بود وصی و ولیعہد خویش گردانیدہ و بہ مہمات تجہیز و تکفین وصیت فرمود۔ حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون اپنے بھائی کو خلیفہ و جانشین مقرر کیا جب حضرت ہارون کا انتقال سامنے حضرت موسیٰ کے ہوگیا تب حضرت موسیٰ نے حضرت یوشع بن نون اپنے عزیز قریب کو قریب وفاۃ اپنا خلیفہ و جانشین مقرر کیا۔ چنانچہ کتاب روضۃ الصفا جلد اول مطبوعہ مطبع نول کشور کے صفحہ ۹۳ میں ہے کہ در روز ہفتم آذر قوم را احضار کردہ مجلس عظیم ساخت و یوشع را خلیفہ و وصی گردانید و بنی اسرائیل را بعد از حوالہ بعنمان حفظ الٰہی بہ وے سپرد و بہ تدبیر و رعایت مہمات ایشان وصیت کرد و اسباط را بمطاعت و انقیاد او تحریص فرمود کہ امروز ہفتم ماہ آذر است و سن

من بصد وبست سال رسیدہ و زمان رحلت نزدیک شدہ اکنون بندہ از بندگان خدا کہ بخلوص نیت از شما ممتاز است بر شما خلیفہ ساختم و خداوند تعالیٰ و فرشتگان زمین و آسمان را بریں معنی گواہ گرفتم۔ باید کہ در وصیت من تقصیر و تہاون نہ کنید۔

حضرت یوشع نے حضرت کالب بن یوقنا کو اپنا خلیفہ و وصی مقرر کیا۔ چنانچہ کتاب روضۃ الصفا مذکور کے ص۹۷ میں ہے۔ وچوں یوشع بنا بر استیلاء مرض بحرب نمی توانست رفت برمرتدان دعائے عقوبت کرد و کالوب بن یوقنا را طلب داشتہ خلافت داد۔ واورا وصی و ولیعہد گردانیدہ از جہاں رحلت کرد و نیز تاریخ کامل مذکور کے ص۰۷ میں ہے ثم توفہ اللہ فاستخلف علی بنی اسرائیل کالب بن یوقنا وکان عمر یوشع مائۃ و ستا وعشرین سنۃ۔ یعنی پس وفات دی اللہ نے یوشع کو اور خلیفہ کیا انھوں نے بنی اسرائیل پر کالب بن یوقنا کو۔ اور حضرت یوشع کی عمر ایک سو چھبیس ۱۲۶ برس کی تھی۔ حضرت کالب بن یوقنا نے اپنے صاحبزادے یوساموس کو اپنا خلیفہ و وصی کیا۔ چنانچہ روضۃ الصفا مذکور کے ص۹۷ میں ہے۔ وکالوب بمراسم اعمال نبوۃ و ریاست اشتغال می نمود تا زمانے کہ وقت مفارقت از دنیا نزدیک آمد و چوں آثار ارتحال مشاہدہ فرمود یوساموس پسر خود را خلافت دادہ ودیعت حیات بمقتضی اجل سپردہ۔ گوہر زندگانی تسلیم قابض ارواح نمود۔ حضرت الیاس نے الیشع کو اپنا وصی و خلیفہ کیا۔ چنانچہ روضۃ الصفا مذکور کے ص۱۰۰ میں ہے۔ ودر متقارب آں اوقات با الیشع بہ کوہ رفت و در آنجا اسپ با آلات رکوب مجموع از آتش حراق ظاہر شد و الیاس پائے در رکاب آوردہ الیشع را بخلافت خود وصیت کرد۔ وجبہ صوف خود در روئے پوشانیدہ ہماں لحظہ شہوات نفسانی از اں حضرت منقطع گشت وتعلق او بہ عراض جسمانی فانی شد و حضرت الٰہی الیاس را در قباب عزت از نظر خلق محجوب گردانید۔ حضرت الیشع نے حضرت ذوالکفل کو اپنا وصی و خلیفہ کیا۔ چنانچہ روضۃ الصفا مذکور کے ص۱۰۱ میں حضرت الیشع کے حال میں لکھا ہے چوں گاہے بنی اسرائیل

متابعت وے بجا آوردند و گاہے مخالفت می نمودند خاطر عاطرش ازیں سبب ملول می بود و آخر الامر بہ حضرت عزت مناجات کردہ صحبت رفیق اعلےٰ و مصاحبت معشر انبیاء مسئلت نمود۔ و بعد از تیقن اجابت ذی الکفل را طلب فرمودہ خلافت داد و روح نازنین بہ حضرت رب العالمین فرستاد۔ حضرت داؤد نے اپنے صاحبزادے حضرت سلیمان کو اپنا وصی و خلیفہ مقرر کیا۔ اور اس پر خود کلام الٰہی شاہد ہے کہ ورث سلیمان داؤد پس کچھ ضرورت کسی کتاب سے سند لانے کی نہیں ہے۔
حضرت عیسیٰ نے حضرت شمعون کو اپنا وصی و خلیفہ کیا۔ چنانچہ بروضۃ الصفا مذکور کے صفحہ ۱۳۳ میں لکھا ہے۔ و از جملہ وصایاے عیسیٰ یکے آں بود کہ خداے تعالیٰ مرا امر فرمودہ است کہ شمعون را بر شما خلیفہ گردانم و حواریان خلافت وے را قبول کردند۔ اور جناب خاتم المرسلینؐ نے حضرت علیؑ کو اپنا جانشین و خلیفہ مقرر کیا۔ لیکن بعد وفات آنحضرت صلعم جس طرح حضرت ہارون کو چھوڑ کر حضرت موسیٰ کی امت نے گوسالہ پرستی اختیار کی اور حضرت ہارونؑ کے قتل پر آمادہ ہوئی اسی طرح اس امت میں بہ طمع دنیا حضرت علی کو چھوڑ کر چند افراد امت نے ملکر ابوبکر کو خلیفہ بنایا یہ پہلی بدعت ہے جسکی ابتدا اسلام میں ابوبکر کو بہ اختیار امت خلیفہ مقرر کرنے سے ہوئی حاصل کلام یہ کہ جب کہ ابوبکر خواہ عمر خواہ عثمان وغیرہ کی خلافت کو خدا و رسولؐ سے کوئی علاقہ نہیں۔ اہل دنیا نے اپنی مرضی سے خلیفہ اور اپنا پیشوا مان لیا ہے تو ان کی اطاعت و نافرمانی میں نہ ثواب ہے نہ عذاب۔ جماعۃ شیعہ حضرت علیؑ کو خلیفہ اور والی منصوص من اللہ و من الرسولؐ سمجھتی ہے اگر بقول اہلسنت خدا و رسولؐ نے کسی کو آنحضرتؐ کے بعد کے لئے خلیفہ و والی مقرر نہیں کیا۔ تو جس طرح اہل سنت نے ابوبکر وغیرہ کو اپنا خلیفہ و پیشوا مان لیا اوسی طرح اپنے خیال میں حضرت علیؑ کی نسبت شیعوں کو بھی سمجھیں کیونکہ حضرت علیؑ کے فضائل اور داخل اصحاب ہونے سے سینوں کو بھی انکار نہیں ہے اور انکی کی مقبولہ حدیث میں اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھدیتم یعنی

میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں۔ ان میں سے جس کسی کی بھی پیروی کرو گے ہدایت یافتہ ہو گے۔ ایسی حالت میں دونوں گروہوں کا حشر یکساں ہوگا ورنہ آیہ یا ایہا الرسول بلغ الی آخرہ کے مقصود اور حدیث من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ میں لفظ مولا کے متعلق باتیں بنا کر حضرت علیؑ کے خلیفہ منصوص من اللہ و من الرسولؐ ہونے سے انکار کرنے والے ضرور خائب و خاسر رہیں گے اور شیعہ رستگار ہونگے۔ فافہم۔

سبحان اللہ دیکھئے کیسی بنیان مرصوص جماعۃ شیعوں کی ہے سنیوں کے اصول پر بھی اس جماعۃ کا برسر حق اور ناجی ہونا ثابت ہوگیا۔ کیا معجز نما کلام رسولؐ کا ہے۔ یا علی انت و شیعتک ھم الفائزون۔ غرض دونوں طرح مآل ہمارا بخیر ہے۔

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے ❊ جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

شیعوں کے اصول کے مطابق کہ خلیفہ رسولؐ منصوص من اللہ و من الرسولؐ ہوتا ہے سنی برسر باطل ہیں۔ اور ان کا باطل ہونا ان کے عقاید فاسدہ متعلق معرفۃ الٰہی سے جیسا کہ اوپر گزرا اور ان کے اعمال سے اور حرام کو حلال کرنے سے جیسا کہ آئندہ آئیگا اظہر من الشمس ہے۔

قرآن نازل ہو چکا تھا۔ آنحضرتؐ کار رسالت تمام کر چکے تھے۔ اسی قرآن میں جو سب کے ہاتھوں میں ہے آیہ یا ایہا الرسول بلغ الی اخرہ سے کئی آیتوں کے قبل آیہ کریمہ اکملت لکم دینکم الی آخرہ موجود ہے۔ اب وہ کون ایسا امر اہم باقی تھا کہ جناب باری نے آنحضرتؐ سے فرمایا وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ بجز اسکے کہ زمانہ وفاۃ قریب ہے اپنا نائب مقرر کردو۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر آیہ یا ایہا الرسول بلغ الی آخرہ حضرت علیؑ کے بابت نہ تھا اور آنحضرتؐ نے من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ بمعنی والی و حاکم کے نہیں فرمایا تھا اور کسی غیر کو اس منصب کی طمع نہ تھی تو آنحضرتؐ جب خم غدیر سے مدینہ کو چلے تو اثنائے راہ میں بمقام عقبہ کیوں منافقین نے گھیر کر آنحضرتؐ کو شہید کرنا چاہا تھا۔ یہ منافقین مدینہ منورہ میں بھی آنحضرتؐ کے ساتھ دس برس رہے

مگر کبھی آنحضرتؐ کو شہید کرنے کا قصد نہ کیا۔ آنحضرتؐ کے بمقام خم غدیر من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ فرمانے کے بعد وہاں سے روانہ ہو کر ابھی مدینہ پہونچے بھی نہ تھے کیوں اثناء راہ میں حضرتؐ کو شہید کرنے کے درپے ہوئے اور پھر جیش اسامہ کے ساتھ جانے میں کیوں حکم رسولؐ سے مخالفت کی۔ آنحضرتؐ نے جو وصیت نامہ لکھنے کے لئے کاغذ و قلم و دوات مانگا تو عمر صاحب نے کیوں روکا۔ آنحضرتؐ کے کفن و دفن میں کیوں نہ شریک ہوئے۔ جلدی کر کے سقیفہ بنی ساعدہ میں پہونچے دو تین گھنٹے کفن و دفن کا انتظار کرنے میں کیا نقصان تھا۔ شوری سقیفہ میں بنی ہاشم کیوں نہ شریک کئے گئے۔ حضرت علیؑ کیوں نہ بلائے گئے اور ان کا انتظار کیوں نہیں کیا گیا۔ انصار جو کہہ رہے تھے لا نبایع الا علیا اسکو کیوں نہیں مانا اسمیں کیا نقصان تھا۔ اگر خم غدیر کے واقعہ کا غصہ نہ تھا تو بضعۃ الرسولؐ کے گھر میں کیوں آگ لگانے گئے۔ یہ واقعات بزبان حال پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ آنحضرتؐ نے جو فرمایا من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ اوسی غصہ میں اور اوسی کی یاداش میں یہ سب مخالفتیں ہیں۔ اگر بفرض محال مان لیا جائے کہ مولا کے معنی دوست کے ہیں تو یہی حق دوستی ادا کیا لاحول ولا قوۃ الا باللہ من الشیطان الرجیم۔ الغرض سنیوں کے تین خلیفوں کا حال تتمۃً ہم اوپر دکھا چکے ان کا چوتھا خلیفہ معویہ بن ابی سفیان ہے اسکی خلافت کی بنا قہر و استیلاء پر رکھی جاتی ہے مکر و حیلہ کا نام قہر و استیلاء رکھا گیا ہے۔ انکی مختصر ہسٹری تاریخ و واقعات سے یہ ہے کہ یزید اور معویہ دونوں بیٹے ابوسفیان کے تھے جو ابتداے اسلام سے قتل جناب رسول خداؐ کے لئے صف آرا ہوا کئے۔ بعد وفات رسولؐ ابوبکر نے اپنے عہد خلافت میں یزید ابن ابوسفیان کو شام کا گورنر مقرر کیا جب وہ مرگیا تو عمر نے اپنے عہد خلافت میں معویہ کو شام کا گورنر مقرر کیا۔ معویہ کے بعد اوس کا بیٹا یزید ان لوگوں کا خلیفہ ہوا۔ ان دونوں باپ بیٹا یعنی معویہ اور یزید نے خاندان رسالت

کو تباہ و برباد کرکے معویہ نے اپنے باپ اور یزید نے اپنے دادا ابو سفیان کی آرزو کو پوری کردی۔ معویہ نے جناب رسولخدا کے سبط اکبر امام حسن کو ابوبکر کی بھانجی جعدہ بنت اشعث سے زہر دغا دلواکر شہید کرایا (دیکھو مروج الذہب مسعودی و استیعاب ابن عبدالبر) اور یزید نے امام حسین علیہ السلام کو جنکی شان میں جناب رسولخدا فرماتے تھے حسین منی وانا من الحسین مع ستره بنی ہاشم کے دشت کربلا میں بھوکا پیاسا شہید کرایا۔ گھاٹ کا روکنے والا اور پانی کا بند کرنے والا اسحاق ابن اشعث تھا اور بنات آل محمد کو اسیر کرکے دربدر پھرایا اسکے بعد واقعہ حرہ میں مسجد رسول میں گھوڑے باندھے گئے اونکے بول و براز سے مسجد پلید کی گئی۔ زنان مہاجرو انصار کے ساتھ زنا کیا گیا۔ چنانچہ ایک ہزار عورتوں نے اس خباثت سے حرام کے بچے جنے۔ کسوت خانہ کعبہ کو جلایا گیا۔ بیت اللہ پر آتشباری کی گئی چنانچہ جذب القلوب محدث دہلوی میں اس واقعہ کا حال یوں مرقوم ہے "یزید بن معاویہ مسلم بن عقبہ را با لشکر عظیم از اہل شام بقتال اہل مدینہ فرستاد تا ایشان را بہ جرہ مدینہ منورہ در عایت شناعت و قباحت بہ قتل رسانیدو سہ روز ہتک حرمت حرم نبوی نمودہ داد الحاد دادند دازیں جہت ایں واقعہ را حرہ نام آمد کہ وقوع ایں واقعہ در حرہ واقم بود کہ بر مسافت یک میل از مسجد سرور انبیاء است و یک ہزار و ہفت صد تن از بقایائے مہاجرین و انصار و علمائے تابعین اخیار بہ قتل رسانیدند و از عوام ناس ورائے نساء و اطفال دہ ہزار کس را کشتند و ہفت صد تن حاملان قرآن مجید و نود و ہفت از قوم قریش را در ختہ تیغ ظلم آوردند و فسق فساد و زنا را مباح ساختند تا بہ حدیکہ ہزار زن بعد از واقعہ حرہ اولاد زنا زائیدن و اسپان را در مسجد پیغمبر جولان دادند و در عہد شریف اسپان بول و روث کردند و مردم را بر بیعت یزید پلید بر عہد عبودیت مجبور ساختند کہ اگر خواہد بہ فروشد و اگر خواہد آزاد کند خواہ بہ طاعت خداوند خواہ بہ معاصیت خدا" یعنی جب یزید نے

مسلم بن عقبہ کو لشکر دیکر اہل مدینہ کے قتل وغارت کے لیے بھیجا تو اوس نے بمقام حرہ مدینہ والوں کو نہایت ذلت کے ساتھ قتل کیا اور تین دن تک حرم نبوی کی بے حرمتی کی۔ اس واقعہ کو واقعہ حرہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کا وقوع بمقام حرہ واقع ہوا تھا جو مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس ہنگامہ ناگفتہ بہ میں ایک ہزار سات سو اشخاص طبقہ مہاجرین وانصار و تابعین اخیار کے اور دس ہزار عوام الناس مقتول ہوئے۔ عورات و اطفال اس شمار میں داخل نہیں ہیں۔ نیز سات سو حفاظ قرآن اور ستانوے آدمی قوم قریش کے تیغ بے دریغ ہوئے اور علانیہ طور سے فسق وزنا مباح کردیا گیا۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد ایک ہزار عورتوں نے حرام کے بچے جنے علاوہ بریں مسجد نبوی کے اندر گھوڑے بھرائے گئے جنھوں نے وہاں بول و براز کیا اور جو اہل مدینہ قتل سے بچ گئے اُن سے یزید کی غلامی کی بیعۃ اس شرط کے ساتھ لیگئی کہ یزید چاہے اونکو بیچ ڈالے چاہے آزاد کرے چاہے اون سے خدا کی اطاعۃ کرائے چاہے اونکو خدا کی نافرمانی کا حکم دے۔ اور تاریخ ابوالفدا میں ہے۔ ولما فرغ مسلم بن عقبہ من المدینۃ سار الی مکۃ وکان مریضا فمات قبل ان یصل الی مکۃ و اقام علی الجیش مکانہ الحصین بن نمیر... فقدم الحصین مکۃ وحاصر عبداللہ ابن زبیر اربعین یوما حتی جاء ھم الخبر موت یزید بعد رمی البیت الحرام بالمنجنیق واحراق بالنار۔ یعنی شروع ۶۴ھ ہجری میں مسلم بن عقبہ نے مہم مدینہ کو سر کرکے اپنی شدید بیماری کی حالت میں مکہ کی جانب رُخ کیا مگر وہاں پہونچنے سے پہلے ہی راہ میں مرگیا اور اپنا قائم مقام حصین بن نمیر کو کر گیا۔ حصین بن نمیر نے مکہ معظمہ پہونچکر عبداللہ ابن زبیر کا محاصرہ کیا اور خانہ کعبہ پر سنگباری کرکے آگ لگادی۔ یہ تو یزید کے لشکریوں کا حال تھا اب خود یزید کے عقیدہ کو دیکھئے شام میں جب سر فرزند رسول ؐ کا گیا تو یزید اپنے دادا کی آرزو پوری کرنے کی خوشی میں یہ اشعار

پڑھتا تھا ؎

لعبت ہاشم بالملک فلا ⁘ خبر جاء ولا وحیٌ نزلا

لست من خندف ان انتقم ⁘ من بنی احمد ما کان فعلا

یعنی بنی ہاشم نے ملک کے ساتھ کھیل کھیلی تھی وحی وغیرہ کچھ نازل نہیں ہوئی۔ احمدؐ نے جو کیا اُس کا بدلہ میں بنی احمد سے نہ لوں تو میں اولادِ خندف سے نہیں ہوں ذرا غور کر کے براہ انصاف دیکھئے۔ تعصب کو چھوڑیئے۔ یہ تعصب قبر میں کچھ کام نہ آئیگا۔ اسلام کس انحطاط و تنزلی کے عالم میں آگیا ہے۔ گویا نقش بر آب ہو رہا ہے۔ آیہ یا ایہا الرسول بلغ الی آخرہ اور حدیث ثقلین سے مخالفت اور خلفائے بنی تیم و بنی عدی و بنی امیہ کی متابعت کا نتیجہ یہی ہونے والا تھا کہ رسولؐ معاذ اللہ فما بلغت رسالتہ کے مصداق قرار پاتے مگر سبحان اللہ سچ فرمایا رسولؐ نے حسین منی و انا من الحسین حسینؑ ہی نے ایسے زمانہ پُر آشوب میں اپنی اور اپنے عزیز و اقربا کی مظلومانہ شہادت اختیار کر کے اور اپنے ناموس کی اسیری گوارا کر کے دین خدا کی حمایت کی اور اسلام کے ڈوبتے ہوئے جہاز کو سنبھال لیا اوسکی روحانیت و پاکیزگی کو باقی رکھا۔ فنا نہ ہونے دیا۔ ورنہ شیعے جنیں روحانیت و پاکیزگی اسلام کی مکنون تھی معاویہ کے عہد میں انگلیوں پر گننے کے قابل ہو گئے تھے لیکن آج مجلس عزا حسینؑ کی بدولت عرب، عجم، ہند، چین، جاپان وغیرہ وغیرہ کوئی ایسا ملک نہیں ہے جہاں شیعے نہ ہوں یہ مشاہدات سے ہے واللہ متم نورہٖ و لو کرہ الکافرون۔ یزید کے بعد ان کا خلیفہ مروان ہوا اسکو اور اس کے باپ حکم کو کہ یہ سب دشمن اسلام تھے جناب رسولِ خداؐ نے شہر بدر کرا دیا تھا یہ دونوں طرید رسول کہے جاتے تھے مگر عثمان نے اپنے عہد خلافت میں مروان کو بلا کر اپنا داماد اپنا وزیر اور اپنا مشیر بنایا۔ اسی مروان نے بی بی عائشہ بنت ابوبکر کے شامل ہو کر رسولؐ کے سبط اکبر امام حسنؑ کے جنازے پر تیر باران کی تھی۔ مروان کے بعد اوس کا

بیٹا عبدالملک خلیفہ ہوا اس نے مدینہ میں برسر منبر علانیہ کہا کہ قسم خدا کی جو مجھ سے تقویٰ و پرہیزگاری کو کہے گا اوسکی گردن اوڑا دونگا۔ اس نے حجاج بن یوسف کو حجاز کا گورنر مقرر کیا اوس سفاک و بیباک نے مکہ پر چڑھائی کر کے خانہ خدا پر منجنیق سے آگ اور پتھر برسائے۔ تاریخ ابن الوردی میں ہے ورمی البیت بالمنجنیق معرکہ جنگ کے علاوہ اس نے ایک لاکھ چوبیس ہزار بے گناہ مسلمانوں کو قتل کیا۔ اسکے مرنے کے بعد اسکے قید خانہ سے چالیس ہزار مرد اور تیس ہزار عورتیں نکلیں اس کا قید خانہ ایک چہار دیواری بغیر سقف کے تھا جس میں مرد و عورت باہم بند رہتے تھے سپاہی تعینات تھے کہ اگر قیدی دھوپ سے بھاگ کر سایہ میں نیا ہیں تو وہ پتھر اور ڈھیلے مار مار کر ہٹائیں۔ عمر بن عبدالعزیز جو مروان کا پوتا تھا کہا کرتا تھا کہ اگر ہر قوم اپنا اپنا ایک ایک ظالم خبیث لائے اور ہم حجاج کو پیش کریں تو ہمارا خبیث تمام قوموں کے خبیث سے بڑھ جائیگا معرکہ کربلا میں جو یزید پلید نے بنات آل محمدؐ کو ہمراہ امام حسینؑ کے بیمار فرزند امام زین العابدین کو اسیر کر کے منگایا تھا۔ اُس قید ستم سے رہائی کے بعد پھر اسی عبدالملک نے اپنے عہد خلافت میں اوس یتیم حسینؑ کو مسلسل بہ طوق و زنجیر قید کرا کے مدینہ سے منگایا تھا (دیکھو روضۃ الاحباب) عبدالملک کے بعد ولید بن عبدالملک خلیفہ ہوا۔ یعنی مروان طرید رسولؐ کا پوتا۔ اس خلیفہ کی تعریف سنئے۔ مسعودی لکھتا ہے۔ کان جباراً عنیداً ظلوماً غشوماً اور روضۃ الصفا میں ہے کہ کسی بچہ کا نام ولید رکھتے تو حضرت رسالتمآبؐ کراہت کرتے اور فرماتے ولید فرعون کا نام تھا۔ میری امت میں بھی ایک شخص اس نام سے موسوم ہوگا جو ثانی فرعون ہوگا وہ ولید بن عبدالملک ہوا۔ اور تاریخ الخلفاء میں ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے کہا ولید شام میں۔ حجاج عراق میں۔ عثمان بن حارہ حجاز میں۔ قرہ بن شریک مصر میں فرماں روا ہیں خداوندا جہان ظلم سے بھر گیا۔ جذب القلوب میں ہے کہ اسی ولید بن عبدالملک نے امام حسینؑ کے فرزند زین العابدینؑ

کو زہر دلوا کر شہید کیا۔ حسن بن حسن بن علیؑ کو مدینہ منورہ میں خانہ جناب فاطمہ زہراؑ دختر رسول خداؐ میں بیٹھا ہوا دیکھکر عمر بن عبد العزیز سے کہا کہ یہ لوگ کیوں اب تک اس مکان میں رہتے ہیں اسی وقت انکو یہاں سے نکالو۔ میں نہیں چاہتا کہ آیندہ ان لوگوں کو اس مکان میں دیکھوں (دیکھئے کیسی عداوت خاندان نبوت کی ان لوگ کے دلوں میں بھری ہے) خلاصہ یہ کہ حسن اور اون کے گھر والوں نے مکان چھوڑنے سے انکار کیا اب حکم دیا کہ مکان کو ان لوگ پر گرا دو۔ جب مکان مسمار ہونے لگا تو مجبوراً یہ حضرات مع مخدرات روز روشن میں گھر سے نکل کر بیرون مدینہ چلے گئے۔

کچھ دنوں بعد اسی طرح کا قضیہ بی بی حفصہ دختر عمر کے مکان کے متعلق پیش آیا جو اولاد عمر کے قبضہ میں تھا۔ اون لوگ کے انکار کرنے پر حجاج نے چاہا کہ مکان گرادے جب اسکی اطلاع ولید کو ہوئی تو اوس نے عبد العزیز عامل مدینہ کو لکھا کہ اولاد عمر ابن خطاب کی رضا جوئی میں قصور نہ کرو اونکا اکرام ملحوظ رکھو۔ اگر وہ مکان فروخت کرنے پر راضی نہ ہوں تو اون کو رہنے دو اور اونکی آمد و رفت کے لئے مسجد کی جانب ایک دروازہ بھی رہنے دو۔ ع ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا۔

ولید کے بعد اوس کا بھائی سلیمان بن عبد الملک خلیفہ ہوا۔ ابن الوردی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ اس کو مرض جوع البقر تھا دن رات کھانے ہی پینے میں گزرتا تھا۔ دو برس تخت پر رہ کر اسی کھانے پینے کی بدولت تخمہ میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ سلیمان کے بعد عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوا۔ یہ بھی اوسی مروان طرید رسولؐ کا پوتا تھا۔ اسی عمر بن عبد العزیز نے ولید بن عبد الملک کے حکم سے بنت رسول کا مکان جس میں حسن بن حسن رہتے تھے زبردستی منہدم کرایا اور اونکو بے خانماں کر کے باہر نکال پھینکا عمر بن عبد العزیز کے بعد یزید بن عبد الملک خلیفہ ہوا یہ بھی اوسی مروان طرید کا پوتا تھا یہ بڑا فاسق و فاجر تھا رات دن ناچ رنگ میں رہتا تھا۔ اسکی ایک کنیز تھی جسکو بہت پیار کرتا تھا اتفاقاً ایک انگور کا دانہ گلوگیر ہوا اور وہ مر گئی۔ اوس کے

مردہ لونڈی کے ساتھ سات روز تک جماع کرتا رہا جب امرا اور خواصوں نے بہت لعنت و ملامت کی تب اوس کا پیچھا چھوڑا۔ چند روز اوسکے غم میں مبتلا رہکر خود بھی مر گیا (دیکھو مروج الذہب مسعودی)۔ یزید بن عبدالملک کے بعد ہشام بن عبدالملک خلیفہ ہوا۔ یہ بھی مروان طرید کا پوتا تھا۔ مروج الذہب مسعودی و حلیۃ الاولیاء ابو نعیم اور وفیات الاعیان ابن خلکان اور صواعق محرقہ ابن حجر مکی سے منقول ہی کہ جب ہشام بن عبدالملک اپنے باپ کے زمانہ سلطنت میں حج کے لئے گیا اور ہنگام طواف اوس نے استلام حجر اسود کا قصد کیا تو بوجہ ازدہام خواص و عوام باوجود کوشش حجر اسود تک نہ پہونچ سکا۔ مجبوراً ایک طرف کرسی پر بیٹھکر مجمع کی سیر دیکھنے لگا اور کرسی کے گرد سرداران شام نے حلقہ کر لیا تاکہ ہشام کی سطوت شاہزادگی سب پر عیاں ہو۔ اتنے میں امام زین العابدین علی ابن الحسین طواف کے لئے تشریف لائے اور جب انھوں نے حجر اسود کی جانب رخ کیا تو لوگ فوراً ادھر ادھر ہٹ گئے اور امام زین العابدین علیہ السلام نے بلا تکلف حجر اسود تک پہونچکر شرط استلام ادا کی۔ اعیان شام میں سے ایک شخص نے متعجب ہو کر ہشام سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے جسکی ہیبت سے لوگ ہٹ گئے ہشام نے اس خوف سے کہ کہیں ایسا نہ ہو اہل شام کا میلان علی ابن الحسین کی امامت و خلافت کیطرف ہو جائے کہا کہ میں اس شخص کو نہیں پہچانتا۔ اتفاقاً اوس مجمع میں فرزدق شاعر بھی حاضر تھے۔ ہشام کا تجاہل عارفانہ دیکھکر فرزدق سے نہ رہا گیا اور اوس نے شامیوں کیطرف مخاطب ہو کے کہا کہ اس شخص کو میں جانتا ہوں

نظم

تھا گیا ایک سال بہر حج ہشام ۔۔۔ حاجیوں کا پر تھا ایسا اژدہام
کی بہت کوشش برائے استلام ۔۔۔ رہ گیا تھک کر مگر وہ بے مرام
ایک کرسی پر الگ بیٹھا وہ تب ۔۔۔ گرد تھے اوسکے مصاحب بے ادب سب

سید سجادؑ جب پہونچے وہاں ۔۔۔ ہو گئے مرعوب سب پیر و جواں
صف دو طرفہ ہو گئی رستہ کھلا ۔۔۔ شامیوں نے تب تعجب سے کہا
کون ہیں جن کا ہے ایسا احترام ۔۔۔ کچھ نہیں میں جانتا بولا ہشام

اتفاقاً تھے فرزدق بھی وہاں
غصہ سے وہ یوں ہوئے رطب اللساں

قصیدہ فرزدق	ترجمہ منظوم
ھذا الذی تعرف البطحاء وطایہ	جانتا ہے انکو بطحا اے ہشام
والبیت یعرفہ والحل والحرم	کعبہ و حل و حرم بھی لا کلام
ھذا ابن خیر عباد اللہ کلہ	ہیں پسر اوسکے جو ہے خیر الانام
ھذا التقی النقی الطاھر العلم	عالم دیں متقی طاہر امام
اذا راتہ قریش قال قائلہا	کہتے ہیں سارے قریشی برملا
الی مکارم ھذا ینتھی الکرم	ہے مکارم کی انھیں پر انتہا
ینمی الی ذروت العز التی قصر	قدوۃ الاسلام ہے یہ باکرم
عن نیلہا عرب الاسلام والعجم	انکا تابع ہے عرب ہو یا عجم
یکاد یمسکہ عرفان راحتہ	پاکے ان کے دست اقدس کی شمیم
رکن الحطیم اذا ما جاء یستلموا	ہے قریں چومے اونھیں رکن الحطیم

قطعہ

یغضی حیاء ویغضی من مھابتہ	خود حیا سے رکھتے ہیں نیچی نظر
	سرنگوں ہیبت سے ہیں ان کی بشر
فلا یکلم الا حین یتبسم	جب تبسم کرکے کرتے ہیں سخن
	تب ادب سے بولتے ہیں مرد و زن
من جدہ دان فضل الانبیاء لہ	ان کے جد ہیں ہر نبی سے محتشم
وفضل امتہ دانت لہ الامم	اور امت ان کی ہے خیر الامم

عربی	اردو
ينشق نور الهدى من نور غرته	نور عزت ان کا ہے نور ہدے
كالشمس ينجاب عن اشراقها الظلم	دافع ظلمت ہے گر شمس الضحے
مشتقة من رسول الله نبعته	سرو گلزار رسالت ہیں یہی
طابت عناصره والخيم والشيم	پاک عنصر پاک سیرت ہیں یہی
هذا ابن فاطمة ان كنت جاهله	ابن زہرا ہیں یہ تو واقف نہیں
بجده انبياء الله قد ختموا	اور جد ہیں ان کے ختم المرسلیں
الله فضله قدما وشرفه	بس کیا فضل و شرف ان کا رقم
جرى بذاك له في لوحه القلم	پہلے پیدا جب ہوئے لوح و قلم
وليس قولك من هذا بضائره	کیا ضرر ان کو تجاہل سے ترے
العرب تعرف من انكرت والعجم	سب عرب سارے عجم ہیں جانتے
كلتا يديه غياث عم نفعهما	ہاتھ دونوں ان کے ہیں ابر کرم
يستوكفان ولا يعروهما العدم	پانی بارش سے نہیں ہوتا ہے کم
سهل الخليقة لا تخشى بوادره	ہیں حلیم و نیک خو و پاک ہیں
تزينه اثنتان حسن الخلق والكرم	ان سے بدخوئی کا اندیشہ نہیں
	قطعہ
حمال اثقال اقوام اذا فدحوا حلو الشمائل تحلو عنده نعم	یہ اُٹھا لیتے ہیں بار ناتواں ہیں یہی تو دستگیر بیکساں خلق شیریں آپ کا وقت عطا دیتا ہے قند مکرر کا مزا
	قطعہ
ما قال لا قط الا في تشهده لولا التشهد كانت لاءه نعم	کون ہے ان کے سوا ایسا سخی جنہ تشہد لا نہیں کہتے کبھی گر تشہد میں نہ لا ہوتا بہم لا بھی گویا ان کا ہو جاتا نعم
لا يخلف الوعد ميمون نقيبته	صادق الوعدہ ہیں یہ اور راست باز

رحب الحنا اريب حين يعتزم
دوسرا ان سا نہیں مہماں نواز

عم البرية في الاحسان فانقشعت
عام احساں ان کا ہے مخلوق پر

عنه الغضارة والاملاق والعدم
دافع افلاس ہے ان کی نظر

قطعہ

دوستی ایماں ہے ان کی لا کلام
بغض ان سے کفر ہے سن اے ہشام
ہے منجی قرب ان کا بے خطر
ان سے دوری میں ضرر ہے سربسر

من معشر حبهم دين وبغضهم
كفر وقربهم منجى ومعتصم

ان عد اهل التقى كانوا ائمتهم
ہیں گروہ متقی کے یہ امام

او قيل من خير اهل الارض قيل هم
خیر اہل الارض ہیں گردوں مقام

لا يستطيع جواد بعد غايتهم
کون پا سکتا ہے یہ جود وسخا

ولا يدانيهم قوم وان كرموا
یا کرم کس قوم کو ایسا ملا

هم الغيوث اذا ما ازمة ازمت
قحط سالی میں ہیں یہ ابر بہار

والاسد اسد الشرى والباس محتدم
شیر غراں ہیں یہ وقت کارزار

لا ينقص العسر بسطا من اكفهم
کم سخا ان کی نہیں ہوتی کبھی

سيان ذلك ان اثروا وان عدموا
ان کو یکساں ہے زری و بے زری

يستدفع السوء والبلوى بحبهم
واسطے سے ان کے ٹلتی ہے بلا

ويستزاد به الاحسان والنعم
نعمت واحسان ہوتے ہیں سوا

مقدم بعد ذكر الله ذكرهم
ذکر ان کا بعد ذکر ذوالکرام

في كل بدء ومختوم به الكلم
ابتدا وانتہاء ہر کلام

يابى لهم ان يحل الذم ساحتهم
دور در سے ان کے رہتی ہے بدی

خيم كريم وايد بالندى عصم
ہاتھ پر ان کے کرم ہے منتہی

اى الخلائق ليس فى خلاقهم
کون دنیا میں نہیں ان کا غلام

لاوليه هذا اوله نعم
ہر ولی کے ہیں یہ والی اور امام

قطعہ

من یعرف اللہ یعرف اولیتہ اذا
والدین من بیت ھذا نال الالام

جو کہ سے اللہ کو پہچانتا
ہے ولی اپنا وہ ان کو جانتا
عارف ان کا عارف سبحان ہے
گھر انہیں کا منبع ایمان ہے

الغرض ہشام کے بعد اوسی مروان طرید کا پوتا ولید بن یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوا۔ تاریخ الخلفاء میں ہے کہ یہ خلیفہ بدکار فاسق فاجر شراب خوار حرمات خدا کی ہتک کرنے والا تھا حج کا قصد اس ارادے سے کیا کہ خانہ کعبہ کی چھت پر بیٹھکر مے نوشی کرے۔ اسنے اپنے باپ کی ازواج تک سے زنا کیا اور حقیقی بھائیوں کو بھی اغلام سے نہ چھوڑا۔ انتہا یہ ہے کہ اپنی کنواری بیٹی کا ازالہ بکارت کردیا۔ چنانچہ تاریخ خمیس میں ہے دخل یوما فوجد ابنتہ جالستہ مع دادتھا فبرک علیھا وازال بکارتھا فقالت الدادۃ ھذا دین المجوس فانشد ہ من واقب الناس مات غماً + وفاز باللذتہ الجسور یعنی ایک دن ولید محلسرا میں گیا اوسکی کنواری لڑکی اپنی دائی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی ولید نے ہیجان بدمستی میں اپنی بیٹی سے فعل بد کیا اور اوسکی بکارت زائل کردی۔ دائی بولی کہ یہ مذہب تو مجوس کا ہے ولید نے اوسکے جواب میں ایک شعر نظم کرکے پڑھا جس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص لوگوں کی ملامت کا خیال کرتا ہے وہ مغموم مرجاتا ہے اور جو شخص دلیر ہوتا ہے وہ لذت زندگانی حاصل کرتا ہے۔ اور حیات الحیوان دمیری میں ہے کہ اسنے ایک کنیز سے بحالت مستی جماع کیا اتنے میں موذن نے آکر کہا نماز طیار ہے ولید نے قسم کھاکر کہا اس وقت یہی کنیز مسلمانوں کی امامت کریگی۔ پس کنیز مردانہ بھیس بدل ولید کا لباس پہنکر مسجد میں گئی اور اوسی حالت نشہ وجنابت میں نماز جماعت پڑھائی اس ولید نے ایک حوض پر از شراب طیار کرایا تھا بحالت سرور اوسمیں گر پڑتا اور اس قدر شراب پیتا کہ حوض کے کناروں سے کمی دکھائی دیتی۔ حبیب السیر میں ہے کہ اس بدبخت نے ایک مرتبہ قرآن کھولا تو اول صفحہ پر یہ آیہ نکلا واستفتحوا وخاب

کل جبار عنید یعنی کھولا اور خاب خاسر ہوا ہر ایک جبار ظالم پیشہ یہ پڑھکر قرآن کو ٹپک دیا اور اوسکو تیروں سے غربال کرتا جاتا تھا اور یہ اشعار پڑھتا تھا ؎

اتوعد کل جبار عنید + فها انا جبار عنید
تو ہر ایک جبار عنید کو دھمکی دیتا ہے۔ لے دیکھ میں جبار عنید ہوں

اذا جئت ربک یوم حشر + فقل یارب مزقنی الولید
جب بروز قیامت اپنے خدا کے پاس حاضر ہونا تو کہدینا کہ اے پروردگار میرے مجھے ولید نے پارہ پارہ کردیا۔

اور جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت اس خلیفہ نے یہ دو شعر کہے تھے ؎

یلعب بالملک بنی هاشم + فلا وحی اتاه ولا کتاب هاشمی
یعنی بنی ہاشم نے حکومت وبادشاہی سے کھیل کیا نہ کوئی وحی اونکے پاس آئی نہ کوئی کتاب

فقل لله یمنعنی طعامی + وقل لله یمنعنی شرابی
خدا سے کہدو کہ اگر اوسے قدرت ہے تو میرا کھانا پانی بند کردے۔

اب ہمارا سوال اون مدعیان اسلام سے ہے جو اپنے خلفار کا سلسلہ بنی تیم و بنی عدی سے بنی امیہ تک پہونچاتے ہیں اور اونکو اپنا خلیفہ اور پیشوا مانتے ہیں اور اونکی خلافت کی حمایت میں آیہ یاایہا الرسول بلغ الخ اور فرمان رسول من کنت مولاہ فہذا علی مولاہ کے معنی ومطلب بدلتے ہیں کہ آیا اسلام نے یہی معرفت خدا کی تعلیم دی ہے اور یہی خدا شناسی ہے کہ آپ کا خلیفہ ولید کہرہا ہے فقل لله یمنعنی طعامی، وقل لله یمنعنی شرابی اور کیا یہی عقیدہ صحیح ہے جو وہ کہتا ہے یلعب بالملک بنی هاشم + فلا وحی اتاه ولا کتاب هاشمی اور کیا یہی قرآن کی آپ لوگ کے نزدیک قدر ہے کہ تیروں سے غربال کیا جائے۔ عثمان خلیفہ نے قرآن کو جلایا معاویہ نے نیزے پر چڑھایا اور ولید نے تیروں سے غربال کیا۔ کیا یہی خداشناسی اور قرآن کی منزلت ہے کہ آپ لوگ کا خلیفہ ولید قرآن کو مخاطب کرکے کہتا ہے ؎

اذا جئت ربک یوم حشر — فقل یارب مزقنی الولید

اگر وہ حشر کا عقیدہ رکھتا ہوتا اور وجود خدا کا قائل ہوتا تو ضرور ڈرتا ہرگز ایسے کفر کے کلمات زبان پر نہ لاتا۔ کعبہ جو قبلۂ اسلام ہے اوس پر آتشباری کیجائے اور سنگسار کیا جائے۔ نعش رسول بے کفن و دفن چھوڑی جائے۔ بضعۃ الرسول ؑ کے گھر میں عمر صاحب نار و حطب لیکر آگ لگانے جائیں۔ نماز جو عمود دین ہے اوسکی امامت جماعۃ حالت نشہ و جنابت میں کنیز بنائی جائے کیا اسلام کی یہی تعلیم ہے کہ مردہ لوتھ کے ساتھ جماع کیا جائے باپ کی ازواج کے ساتھ اپنی صلبی بیٹی کے ساتھ زنا کیا جائے بھائی کے ساتھ اغلام کیا جائے۔ اگر غور کیجئے اور براہ انصاف دیکھئے تو جماعۃ شیعہ آپ لوگ کی مصلح اور عیب پوش ہے۔ اپنی پاکیزگی اور صداقت دیکھا کر مخالفان اسلام کی آنکھوں کو خیرہ کردیتی ہے۔ اونکی نظروں کو حتی الامکان آپلوگوں کے عیوب پر پڑنے نہیں دیتی اگر خداوند عالم آیۂ یاایہا الرسول بلغ الخ نازل فرماتا اور اوسکی تعمیل رسول ؐ اپنا نائب مقرر کرکے نہ کئے ہوتے اور اسلام میں شیعوں کی جماعۃ نہ ہوتی۔ شیعونکا زہد و تقویٰ و ورع آپ لوگ کے مذہب کی روک تھام نہ کرتا تو بمصداق کلا ناس علی دین ملوکھم آج تمام دنیائے اسلام ان ہی خلفا کے افعال شنیعہ و عقائد بد سے مملو نظر آتی۔ یہ عجب طرح کی خلافت ہے ؎

خوک باشی خرش باشی یا سگ مردار باش ہرچہ باشی باش عرفی اندکے زردار باش

خلیفہ بنانا امام بنانا نبی و مہدی بنانا بلکہ خود خدا بنتا و بنانا اپنی بداعتقادی سے روزانہ نئے نئے فرقے بنانا سنیوں کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے جس طرح بعد وفات رسول خلیفہ مقرر کردہ رسول ؐ کو چھوڑ کر اپنا خلیفہ بنی تیم و بنی عدی و بنی امیہ وغیرہ کو بنایا اوسی طرح چودھویں صدی ہجری میں مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنا نبی کون نبی عیسےٰ بن مریم و نیز اون ہی کو مہدی بنالیا حالانکہ عیسیٰ بن مریم نسل داؤد سے ہیں اور جناب مہدی آل محمد ؐ سے ہوں گے۔ اور مرزا صاحب نسل داؤد سے ہیں نہ آل محمد ؐ سے بلکہ جیسا خود اونکی کتاب حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے کسی غلطی کیوجہ سے خاندان مغلیہ سے تھے۔ بعد میں اونکو الہام سے

معلوم ہوا کہ وہ فارسی النسل ہیں اونکے باپ کو فارسی النسل ہونے کا حال معلوم نہ تھا۔ دلگی تو یہ ہے کہ خود ہی مریم بھی بنے اور خود ہی عیسےٰ بن مریم یعنی خود ماں بنے اور خود بیٹا۔ پہلے عورت کا جنم لیا بعدہ مرد ہو گئے اور مہدی بھی بن گئے۔ نصاریٰ تثلیث فی التوحید کے ثابت کرنے میں حیران و سرگرداں تھے۔ مرزا صاحب نے خود مریم و مسیح و مہدی بنکر اونکی تثلیث فی التوحید کو ثابت کر دکھایا جسکو انکی سوانح عمری دیکھنا ہو رسالہ "چودہویں صدی کا مسیح" منگا کر دیکھے۔ لاکھوں آنی انکے نبی اور مہدی ہونیکے معتقد ہیں اور کروروں تکذیب کرتے ہیں۔ اب سینوں کی فرقہ بندی کی حالت دیکھئے محب الحق صاحب اپنی کتاب شرعۃ الحق کے صہ۵ تا ۵۸ میں لکھتے ہیں۔ سارے پیغمبر تھے مسلمان ہمارے رسول تھے مسلمان۔ اون کا مذہب اسلام مگر اونکی اُمت اب سلمان کے لقب سے اپنے کو ملقب نہیں کرتی تشخص کے حیثیت میں آکر ایک طرف اہل قرآن ہیں پھر اونکی بھی ٹولیاں ہیں ایک طرف اہلحدیث ہیں۔ پھر انکی بھی ٹولیاں ہیں۔ ایک طرف اہل فقہ ہیں۔ پھر انکی بھی ٹولیاں ہیں۔ ایک طرف اہل تسنن ہیں معہ اپنے کل فرقوں کے۔ ایک طرف اہل خوارج ہیں مع اپنے کل فرقوں کے۔ سب کے امام جدا سب کی حدیثیں جدا۔ سب کی فقہ جدا۔ یہ اتنے اختلافات کی وجہ وہی ہے جو خدا نے فرمایا ہے۔ بغیاً بینھم آپس کی عناد۔ دین تھا اصلاح ظاہر و باطن کے لئے مگر یہ طبع آزمایوں کی چوگان بازی کا میدان اور بازیچۂ اطفال کی گلبازیوں کا تماشہ گاہ بنایا گیا۔ اب روزانہ فرقوں کا بننا ملاحظہ کیجئے۔ اڈیٹر اہلحدیث اپنے اخبار مورخہ ۸ محرم ۱۳۴۹ہجری کے صہ۱۲ میں لکھتے ہیں" اہل قرآن (منکرین حدیث) تو ابھی کل پیدا ہوئے ہیں جنکی پیدائش کو جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں اونمیں اتنا اختلاف ہے کہ قائلین حدیث میں نہ ہوگا آپس میں خوب ہاتھا پائی ہوتی ہے (مثلاً) ایک فریق پانچ نمازوں کا قائل ہے تو دوسرا تین کا۔ تیسرا دو کا بلکہ محض دعا ہی۔ ایک فریق جماعۃ اور منفرد کے لئے وضو کی ضرورت کا قائل ہے تو دوسرا منفرد کے لئے وضو کا منکر۔ ایک فریق ہر نماز کی دو دو رکعتیں مانتا ہے ہر رکعت میں دو سجدے دوسرا ہر رکعت میں ایک سجدہ کہتا ہے۔ غرض جتنے منہ اوتنی باتیں

اس طرح انکے متعدد فرقے اور ہر فرقہ میں ٹولی ۔ ٹولی ہونے کی اور نماز کی جو عمود دین ہے اوسکی یہ گت بننے کی وجہ مصنف شرعۃ الحق بغیا بینھم کہتے ہیں ۔ اور اڈیٹر اہلحدیث اسکی وجہ غلط فہمی قرار دیتے ہیں ۔ بہرحال دونوں کا ماحصل ایک ہے ۔ اور یہ لازمی نتیجہ غیر معصوم کی پیروی کا ہے ۔ اسی لئے رسولؐ نے قرآن اور اہلبیتؑ کے بارے میں فرمایا تھا ان تمسکتم بھما لن تضلوا البعدی ۔ اگر یہ لوگ بھی علم قرآن ائمہ معصومینؑ اہلبیت رسولؐ سے حاصل کرتے تو اس ضلالت میں نہ پڑتے ۔ جسکے یہ لوگ خود مقر ہو رہے ہیں ۔ اصل یہ ہے کہ چونکہ یہ لوگ غیر معصوم کی پیروی کر رہے ہیں اسلئے اُن لوگ کی جماعت پر شیطان مسلط ہے ایک راہ پر چلنے نہیں دیتا ہے نہ ان لوگ کے اعمال کو صحیح ہونے دیتا ہے کہ بروز جزا خداوند عالم سے کچھ ثواب پانے کے مستحق ہوں اپنے دعوے لاغوینھم اجمعین الا عبادک منھم المخلصین کو ان لوگ پر پورا کر رہا ہے ۔ آنکھ کھول کر دیکھیں شیعہ حسب فرمودۂ رسولؐ متمسک بہ ثقلین ہونیکی وجہ سے تیرہ سو برس سے آج تک ایک صراط مستقیم پر چلے آتے ہیں ان پر شیطان کا بس نہیں چلتا ۔ اس سے ان کا منھم عباد المخلصین ہونا بخوبی ثابت ہے ۔ اور سنیوں کی یہ حالت ہے کہ نماز جو عمود دین ہے لڑکوں کی گلبازیوں کی تماشہ گاہ بن رہی ہے ۔ ایک پانچ نمازوں کا قائل ہے تو دوسرا تین کا ۔ تیسرا دو کا ۔ ایک فریق منفرد کے لئے بھی وضو کا قائل ہے دوسرا منفرد کے لئے وضو کا منکر ۔ ایک فریق ہر نماز میں دو رکعت اور ہر رکعت میں دو سجدے مانتا ہے ۔ دوسرا ہر رکعت میں ایک ہی سجدہ کا قائل ہے ۔ جیسا کہ اخبار اہلحدیث سے اوپر دکھایا گیا ۔

مسٹر غازی محمود جو کہ از فرقہ ہائے اہل قرآن ہیں اونھوں نے اپنے رسالہ حنیف میں ایک بہت طولانی تقریر لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عبادت یا نماز کے متعلق قرآن میں جس قدر آیات ہیں انمیں سے کسی میں اس کا ذکر نہیں ہے کہ نماز میں کتنی رکعتیں ہوں ۔ کتنی فرض ہوں اور کتنی سنتی ہوں اور کتنی نفل ہوں ۔ کتنے رکوع ۔ کتنے سجدے اور کتنے قیام ہوں اور نماز کی ادائیگی کا ٹھیک وقت کون سا ہو ۔ قرآن پاک ہر ایک انسان کو مکمل

آزادی دیتا ہے کہ وہ جس وقت اور جس ترتیب سے چاہے رب العزۃ کی عبادت کرے
صبح اور شام۔ دوپہر۔ سہ پہر۔ رات۔ نصف رات۔ تہائی رات۔ دو تہائی رات۔ ساری
رات۔ کچھ رات رہے۔ اُس وقت جبکہ ستارے جھلملا رہے ہوں۔ سورج نکلنے سے ذرہ پہلے
سورج غروب ہونے سے پہلے اور بعد۔ غرضکہ جب اور جس وقت بھی انسان چاہے اوکی عبادت
کرسکتا ہے۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ کھڑا کھڑا یا بیٹھا ہوا یا لیٹا ہوا یا رکوع وسجود کی حالت
میں ہی عبادت کرے۔ بلکہ انمیں سے جو طریقہ اوس کو پسند ہو اسی طریقہ پر عبادت کرسکتا ہے
اگر وہ ان تمام حالتوں کو یا انمیں سے چند ایک کو ملا کر عبادت کرنا چاہے تو رب العزت کیطرف سے
اس کو اجازت ہے کہ وہ اسی طرح اسکی عبادت کرے۔ ہاتھ باندھکر۔ ہاتھ چھوڑکر۔ ہاتھ
اوٹھا کر۔ اونچی آواز سے۔ مدھم آواز سے یا دل ہی دل میں۔ غرضکہ جس طرح چاہے خدا کی
عبادت کرے۔ رہا رکعتوں کی تعداد یا فرض وسنت کا معاملہ۔ اگر رب العزت کے نزدیک
رکعتوں یا فرض وسنتوں کی تعداد مقرر کرنی ضرور ہوتی تو وہ قرآن مجید میں یقیناً انکی تعداد مقرر
کردیتا۔ مگر چونکہ اس کو یہ قید لگانی منظور نہیں تھی اس لئے اس بارہ میں بھی اس نے انسان
کو اجازت دی کہ وہ جتنی دیر تک مناسب سمجھے اسکی عبادت میں مصروف رہے۔ جب
رب العزۃ نے تعداد رکعت کا قرآن پاک میں کہیں اشارہ تک بھی نہیں کیا تو تعداد رکعت یا تعداد
فرض وسنت پر ہمارا آپس میں جھگڑنا محض فضول ہے۔ اگر آپ کو بھی رکعت فرض وسنت
کی تعداد مقرر کرنی منظور ہو تو اسمیں آپکو بھی پورا اختیار ہے کہ ایک۔ دو۔ تین بلکہ ایک سو
ایک ہزار یا بیشمار رکعتیں آپ رکھ سکتے ہیں اور پھر انمیں سے جتنی رکعتوں کو آپ فرض کے
نام سے پکارنا چاہیں انکو فرض کے نام سے پکاریں جتنی رکعتوں کو سنت یا نفل کے نام سے
پکارنا چاہیں ان کو ان ناموں سے پکاریں۔ اور اگر آپ ایک بھی رکعت نہیں رکھنا چاہتے بلکہ
صرف رکوع یا قیام وسجدہ کی حالت میں ہی تمام عبادت کو ختم کرنا چاہیں تو اسکی بھی آپ کو
کھلی اجازت ہے۔ رب العزۃ نے قرآن پاک میں کہیں بھی یہ قید نہیں لگائی کہ جب تک تمہاری
نماز میں اتنے قیام اتنے رکوع اتنے سجدے اور اتنے قعدے اور جلسے نہ ہونگے

تب تک وہ مکمل نہیں ہوگی۔ اس قسم کی ترتیب یا تعداد کا قرآن پاک میں کہیں ذکر نہیں ہے"
سبحان اللہ کیا معجزہ قرآن کا ہے۔ ان لوگ کے دعوے اہل قرآن ہونے کو کیسا باطل
کر دکھایا کہ آج تک نماز کا بھی صحیح طریقہ یہ لوگ نہ معلوم کر سکے۔ کسی کی ایک آنکھ سے ایک ہی
سجدہ قرآن میں نظر دیتا ہے اور اوسی قرآن میں کسی کو دو۔ اوسی قرآن میں کسی کو پانچ
نمازیں نظر دیتی ہیں۔ کسی کو تین۔ کسی کو دو۔ کسی کو منفرد کے لئے وضوء نظر دیتا ہے
کسی کو نہیں۔ کوئی نماز کے لئے وقت سے انکار کرتا ہے کوئی آیہ وافی ہدایہ ان الصلوٰۃ
کانت علی المومنین کتابا موقوتا اور حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ الوسطی
سے تعیین وقت پر استدلال کرتا ہے۔ اوسکے جواب میں منکر وقت وسطیٰ کا معنے دل بتاتا ہی
ع۔ بریں علم و دانش بباید گریست ؎
آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند در جہل مرکب ابد الدہر بماند
اگر محض کتاب ہدایت کے لئے کافی ہوتی تو رسولؐ اور انبیاء کیوں مبعوث کیے جاتے
اور اونکے اوصیاء اور خلفاء یا امام کے مقرر کرنے کی کیا ضرورت ہوتی جس طرح سے آفتاب
و ماہتاب و ستارے روشنی کے لئے یا حساب کے لئے یا راہ نمائی کے لئے پیدا کیے گئے
ہیں اوسی طرح کتاب بھی نازل کر دیجاتی۔ مگر نہیں کتاب جو ہے روحانی تعلیم کے لئے بھیجی
گئی ہے جس منزلت کی کتاب ہو اوسی منزلت کا معلم بھی ہونا چاہئے کہ عالم قدس سے
اوسکے معنی و مطلب و مقاصد کو سمجھے اور مطابق اوسکے تعلیم دے اور صحیح طور پر اوسکی
ترکیب اور طریقہ عمل بتائے۔ خود عمر صاحب جن کے اہل سنت والجماعۃ پیرو ہیں اونھوں نے
بھی حسبنا کتاب اللہ کا غلط دعویٰ کیا تھا لیکن اعجاز قرآن کو دیکھئے اون کا بھی برسر خطا
ہونا ثابت کر دیا۔ ایک شخص نے انکو عالم کتاب ربانی اور خلیفہ رسولؐ سمجھکر پوچھا کہ مجھے
ضرورت غسل جنابت کی ہے پانی نہیں ملتا ہے بلا غسل نماز کیونکر پڑھوں۔ عمر صاحب نے
حکم دیا کہ نماز نہ پڑھ۔ حضرت عمار یاسر جو اصحاب رسولؐ سے تھے اونھوں نے کہا اے
عمر تم یہ کیا کہتے ہو اور آیہ تیمم پڑھا (دیکھو صحیح بخاری و ازالۃ الخفاء) دوسرا ثبوت

قرآن پاک سے انکے بے بہرہ ہونیکا لیجیے۔ فخر رازی اور بہت سے محدثین لکھتے ہیں کہ ایک دن عمر ابن خطاب نے خطبہ میں کہا اگر میں سنونگا کسی عورت نے زر مہر اپنا ازواج رسول کے مہر سے زیادہ لیا تو میں چھین لوں گا۔ ایک عورت وہاں موجود تھی اوس نے برجستہ جواب دیا ایسا حکم خدا نے نہیں دیا ہے۔ وہ قرآن میں فرماتا ہے:۔ وان اردتم استبدال زوج مکان زوج واتیتم احداھن قنطاراً فلا تاخذوا منہ شیئاً أتاخذونہ بھتاناً واثماً مبیناً یعنی اگر تم ایک زوجہ کی جگہ دوسری کو بدلنا چاہو اور تم اس کو کچھ دیچکے ہو تو اوس دیئے ہوئے میں سے کچھ واپس لو۔ کیا تم لے لوگے اوس سے بہتان لگا کر اور وہ ظاہر بظاہر گناہ ہے۔ یہ سنکر عمر پشیمان ہوئے اور کہا کہ بوڑھیا عورتیں بھی عمر سے زیادہ فقیہ ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیونکر عمر صاحب نے حسبنا کتاب اللہ کا دعوے کیا تھا۔ نقل ہے کہ یہ اپنے عہد خلافت میں رات کو دیوار پھاند کر ایک شخص کے مکان میں اوسکی شرابخواری کی تجسس میں گھسے اور اوسکو گرفتار کرنا چاہا اوس نے کہا ہم نے ایک جرم کیا ہے تو تم حکم خدا سے مخالفت کرکے قرآن کی رو سے تین جرموں کے مجرم ہوئے عمر صاحب نے پوچھا کیونکر؟ اوس نے کہا خداوند عالم فرماتا ہے:۔ اتوا البیوت من ابوابھا یعنی گھروں میں اونکے دروازوں سے داخل ہو۔ تم ہمارے گھر میں دیوار پھاند کر آئے۔ قرآن میں ہے اجتنبوا کثیراً من الظن تم نے ہم پر بدگمانی کی۔ حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے لا تجسسوا تم تجسس میں نکلے۔ یہ سنکر خلیفہ صاحب پشیمان ہوئے اور کہا ہم نے تم کو معاف کیا تم ہم کو معاف کردو (دیکھو ازالۃ الخفاء) الغرض خلفائے ثلاثہ کتاب اللہ سے بالکل بے بہرہ تھے ابوبکر صاحب کو کلالہ کا معنی مرتے دم تک نہ معلوم ہوا عمر صاحب ربوا کو نہ سمجھے فاکھۃ وابا میں لفظ ابا کا معنی دونوں میں سے کسی کو معلوم نہ تھا۔ ایک صاحب کا قول تھا کہ کاش وہ گھاس ہوکر پیدا ہوئے ہوتے اور بہائم اونکو چر جاتے۔ اور ایک صاحب کا قول تھا کہ کاش اونکی ماں اونکو نہ جنتی اور خون حیض ہوکر بہ جاتے اور بروایت ابن شیبہ ابوبکر کہا کرتے واللہ

میں دوست رکھتا ہوں کہ کاش میں سڑک کے کنارے کا درخت ہوتا جس کو اونٹ کھا جاتا بعد اوسکے مجھے مینگنی بنا کر گرا دیتا ۔ اور عمر سورہ رعد میں جو عدن کا لفظ آیا ہے اوسکے معنی بھی نہیں جانتے تھے ۔ بڑی دلگی کی بات ہے کہ کعب الاحبار یہودی نے بتایا کہ وہ ایک قصر ہے جنت میں جسمیں نبی اور صدیق اور شہید کے علاوہ دوسرا داخل نہ ہوگا (دیکھو تفسیر درمنثور و ازالۃ الخفا) ما جعل لکم فی الدین من حرج میں لفظ حرج کا معنی نہیں جانتے تھے قبیلہ بنی مدلج کے ایک شخص نے بتایا کہ اسکے معنی ضیق کے ہیں (دیکھو ازالۃ الخفا) او یاخذھم علی تخوف میں تخوف کا معنے نہیں جانتے تھے ۔ ہذیل کے ایک پیر مرد نے بتایا (دیکھو کشاف علامہ زمخشری و رسالۃ السہم المعترض فی القلب المعترض مولفہ علامہ محب الدین بن تقی الدین حنفی) ان خلفا کو یہ بھی نہ معلوم تھا کہ عیدین میں کون سورہ پڑھنا چاہئے اور نہ شکیات نماز کا مسئلہ انکو معلوم تھا (دیکھو ازالۃ الخفا) اور عثمان صاحب کی لاعلمی قرآن پر تو خود قرآن گواہی دے رہا ہے اور تا قیامت دیتا رہیگا کہ اکثر آیات مدنی کو سورہ مکی میں اور مکی کو مدنی میں رکھدیا ہے ۔ مقدم کو موخر اور موخر کو مقدم کر دیا ہے جس جماعت کے پیر مرشد ایسے ہوں وہ کیونکر وادی تیہ میں حیران و سرگرداں رہے فرقہ وہابیہ کی ایک شاخ جو اپنے کو اہل قرآن کہتی ہے اوسکی حالت بطور مشتے نمونہ از خروارے ہم دکھا چکے ۔ اسی فرقہ وہابیہ کی دوسری شاخ وہ ہے جو اپنے کو اہلحدیث کہتی ہے ۔ اسمیں بھی شاخ در شاخ ہے اور ایک دوسرے کو برسر خطا کہتا ہے ۔ انکا عمل ایسی احادیث پر ہے جن کے ناقل غیر معصوم صحابہ و تابعین و تبع تابعین وغیرہ ہیں اور اونکی غلط بیانی اسی سے ثابت ہے کہ انکا کوئی فرقہ سینے پر ہاتھ رکھکر نماز پڑھتا ہے کوئی ناف پر کوئی ہاتھ کھولکر کوئی ہاتھ باندھکر ۔ غرض ان لوگ کو بھی آج تک صحیح طور پر نہ قرآن سے معلوم ہوا نہ حدیث سے کہ نماز کس طرح پڑھنا چاہئے ۔ قرآن میں تو یہی ہے کہ یقیمون الصلوٰۃ اور حدیث جو آنحضرتؐ کی پیش کرتے ہیں وہ اسی قدر

کہ صلوا کما رأیتمونی ۔ یقیمون الصلوۃ میں اقامت الصلوۃ کا حکم ہے اور اس
حدیث میں یہ حکم ہے کہ تم اوسی طرح نماز پڑھا کرو جس طرح ہم کو پڑھتے دیکھتے ہو یہ آیۃ
اور یہ حدیث دونوں متشابہ ہیں ۔ انمیں سے کسی سے محکم طریقہ نماز کا معلوم نہیں ہوتا اور
اصحاب کی حالت یہ ہے کہ جنگ صفین میں جب حضرت علیؑ نے نماز پڑھائی تو لوگ بول اٹھے
کہ آج حضرتؑ نے ہم لوگ کو رسولخداؑ کی نماز یاد دلادی ہم لوگ اسکو بھول گئے تھے (دیکھو
صحیح بخاری پ ۳ ص ۲۴۷ مطبوعہ دہلی)
اصحاب کا طریقہ نماز رسولؐ کو بھولنا بلکہ تمام اصول و فروع اسلام کو بھولنا خود انکے
پیروان میں باخود ہا کے اختلافات سے ایک دوسرے کو برسر خطا کہتا ہے ثابت ہے کسی
دوسری دلیل کی ضرورت نہیں ۔ بغور دیکھئے اور انصاف سے کہئے کہ جن صحابہ کے
۲۳ برس کے عرصہ خلافت میں لوگ رسولؐ کی نماز بھول گئے تھے وہ اسلامی خلافت
کے مستحق تھے یا جسکی نماز کو دیکھکر ۲۳ برس کے بھولے ہوؤنکو بھی رسولؐ کا طریقہ
نماز یاد آگیا وہ مستحق خلافت رسولؐ ہے ۔ اسکے پیرو مستحق نجات ہیں یا اُسکے پیرو جن کے
عہد میں خود اصحاب رسولؐ کے طریقہ نماز تک کو بھول گئے اور ایسا بھولے کہ انکے
پیروان کی نماز آج تک صراط مستقیم پر قائم نہ ہو سکی نہ تا قیامت ہو گی ۔ بہرکیف اہل
قرآن اور اہل حدیث جو غیر مقلد کہے جاتے ہیں اونکی نمازوں کی حالت ہم دکھا چکے ۔
اب مقلدین یعنی ابوحنیفہ وغیرہ ائمہ اربعہ کے پیروان کی نماز کی حالت دیکھئے ۔ خدا
ایک رسولؐ ایک قرآن ایک قبلہ ایک مگر نماز چورنگی حنفی کا مصلے علیحدہ ۔ شافعی کا علیحدہ
مالکی کا علیحدہ ۔ حنبلی کا علیحدہ سنیوں کے یہ چاروں امام اس نماز سے اپنے کو خاطی ثابت
کر رہے ہیں ۔ ہماری دانست میں انکے یہ چاروں امام صحیح الحواس نہیں معلوم ہوتے
ایک برسر خطا تھا تو تین متفق ہو کر اپنی نماز کو صحیح کر لیتے تو دورنگی ہوتی چورنگی نہ ہوتی
مگر ہاں اس سے انکے نام و نمود کو بٹہ لگتا ۔ ہر ایک کے نام کا علیحدہ علیحدہ مصلے خانہ کعبہ
میں نہ بچھتا ۔ اور دیکھئے وہابی و اہلحدیث و قادیانی و اہل قرآن ان چاروں مصلے والوں

کو برسر خطا سمجھتے ہیں۔ انمیں سے ہر ایک ایک دوسرے کی نماز کو غلط کہتا ہے۔ اہلحدیث
اور اہل قرآن تو سارے مسلمان ہیں۔ خاص خاص فرقہ کا اپنے کو اہل حدیث یا اہل
قرآن نام رکھکر مشہور کرانا بجز نمودار کی ہوس کے اور کیا ہے۔ احکام اسلام میں تراش
خراش سے رسول ؐ پر فما بلغت رسالتہ کا الزام عائد ہو تو ہو عوام کی نظروں میں ان
لوگ کو کسی طرح نموداری اور وجاہت تو حاصل ہو جائے۔ رسولؐ تو ایک ہی طرح
کی نماز لائے تھے اور جیسا کہ اوپر مذکور ہوا حضرت علیؑ کو نماز پڑھتے دیکھکر اصحاب بول
اوٹھے کہ آج اونھوں نے رسول کی نماز یاد دلادی مگر یہ لوگ اپنے نام و نمود کے لئے
آنحضرتؐ کو خواہ مخواہ فما بلغت رسالتہ کا مصداق بنانا چاہتے ہیں۔
اب ان سینوں کے ائمہ اربعہ کے حرام و حلال کی حالت کو ملاحظہ کیجئے۔ تفسیر کبیر
فخر رازی میں ہے:۔ قال الشافعی رحمہ اللہ البنت المخلوقۃ من ماء الزنا لا
یحرم علی الزانی وقال ابو حنیفہ یحرم یعنی شافعی کہتے ہیں کہ جو لڑکی زنا سے پیدا
ہو وہ اپنے زانی پدر پر حرام نہیں ہے۔ ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ حرام ہے۔ اور کتاب رحمۃ الامۃ
فی اختلاف الائمۃ میں جو شعرانی کے میزان الکبریٰ کے حاشیہ پر چڑھی ہے لکھا ہے
کہ شافعی کے نزدیک آدمی اور سب جانوروں کی منی پاک ہے۔ لیکن حنبلی کے نزدیک
صرف آدمی کی منی طاہر ہے باقی سب نجس۔ امام مالک کل جانوروں کو مع حشرات الارض
حلال سمجھتے ہیں لیکن ابو حنیفہ و شافعی و احمد بن حنبل اون چڑیوں کو جو چنگل سے شکار
کرتے ہیں جیسے باز وغیرہ اور نیز اون چڑیوں کو جو چنگل سے شکار نہیں کرتے گر مردار
کھاتے ہیں مثلاً گدھ وغیرہ کو حرام سمجھتے ہیں باقی سب حلال۔ چنانچہ اوسی کتاب رحمۃ الامۃ
فی اختلاف الائمۃ میں ہے:۔ اتفق ائمۃ الثلاثۃ ابو حنیفہ والشافعی واحمد علی
التحریم کل ذی مخلب من الطیر یعد دیہ علی غیرہ کالعقاب والصقر والبازی
والشاھین وکذا ما لا مخلب لہ الا ان یاکل الجیف کالنسر والرخم والغراب
الا بقع والا سود واباح ذلک مالک علی الاطلاق نیز اوسی کتاب میں ہے کہ

ہر سہ ایمہ ابوحنیفہ، شافعی و احمد بن حنبل نے حرام کیا ہے تیز دانت والے درندوں کو مثل شیر، چیتا۔ تندوا۔ بھیڑیا۔ ریچھ۔ بلی اور ہاتھی کے۔ مگر امام مالک نے ان سب کو حلال کیا ہے چنانچہ لکھا ہے:۔ واتفقوا ایضاً علی تحریم کل ذی اناب من السباع یعدا بہ علی غیرہ کالاسد والنمر والفہد والذیب واللاب والھرۃ والفیل الامالکاً فانہ اباح ذالک پھر اوسی کتاب میں ہے کہ ابوحنیفہ و شافعی و احمد بن حنبل حشرات الارض کو مثل چوہے وغیرہ کے حرام سمجھتے ہیں لیکن مالک حرام نہیں سمجھتے نیز اوسی کتاب میں ہے ومنہا القنفذ وھو حلال عند مالک وشافعی یعنی ساہی حلال ہے نزد مالک اور شافعی کے مگر ابوحنیفہ اور احمد بن حنبل کے نزدیک حلال نہیں ہے۔ یہ بھی اوسی کتاب میں ہے وقال مالک لاباس اکل الخلد والحیات اذا ذکیت یعنی چھچھوندر اور سانپ اگر ذبح کئے جائیں تو اونکے کھانے میں مالک کے نزدیک کوئی قباحت نہیں ہے۔ یہ بھی اوسی کتاب میں ہے کہ اختلاف کیا ائمہ اربعہ نے شغال یعنی سیار کے بارے میں۔ ابوحنیفہ اور احمد بن حنبل اوس کو حرام کہتے ہیں اور شافعی بھی لیکن مالک کے نزدیک حرام نہیں ہے۔ پھر اوسی کتاب میں ہے کہ مالک کے نزدیک کل دریائی جانور حتی کہ کیکڑا اور مینڈک اور دریائی کتا اور دریائی سور سب حلال ہیں۔ لیکن ابوحنیفہ کے نزدیک حلال نہیں ہیں۔ اور احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ سب دریائی جانور کھائے جائیں گے سوائے گھڑیال اور مینڈک اور کوسج کے اور اونکے نزدیک سوائے مچھلی کے اور سب جانوروں میں ذبح کرنے کی ضرورت ہوگی مانند دریائی سور دریائی کتا اور دریائی آدمی کے۔

یہ ہے مختصر حال ان حضرات کے ائمہ اربعہ کا جو ائمہ طاہرین اہل بیت رسول سے منحرف ہیں اور ظاہر ہے کہ زیادہ تر دار و مدار مذہب اہل سنت والجماعۃ کا اونکے ان ہی چاروں اماموں پر ہے صاحب الظفر المبین نے جو فرقہ اہل حدیث سے ہیں اپنی کتاب کے حصہ دوم میں ۱۰۵ مسئلے ابوحنیفہ کے ایسے لکھے ہیں جو آیات قرآنی و احادیث

نبوی سے بالکل مخالف ہیں اور اون احادیث کو بھی لکھکر مخالفت واضح کردیا ہے ہم کو خوف ہے کہ مخالفین اسلام کو ہنسنے کا کہیں موقع نہ مل جائے۔ وہ شیعہ سنی کچھ نہ سمجھیں گے اسلام پر حرف لانا شروع کردینگے۔ اس سبب سے ہم نے نہایت کراہت کے ساتھ ان چند مسائل وفتاوی پر اکتفا کی جو سو میں سے ایک اور ہزار میں سے دس کے برابر بھی نہیں ہیں۔ اگر سب لکھے جائیں تو ایک ضخیم کتاب ہوسکتی ہے۔ اصل یہ ہے کہ ان کے خلفا از اول تا آخر خصوصاً ابو بکر و عمر و عثمان جن کو یہ لوگ خلفائے راشدین کہتے ہیں اپنی عمر کے زیادہ حصہ میں بت پرستی کرتے رہے جیسا کہ شمۂ اوپر مذکور ہوا۔ اور یہ لوگ اون ہی لوگوں میں سے تھے جنکے زن و مرد برہنہ ہوکر خانہ کعبہ کے گرد اوچکتے اور سیٹیاں بجاتے تھے۔ حرام وحلال کی تمیز نہ تھی وہی زمانہ جہالت کی باتیں انکے دل نشین رہیں۔ تعلیم عقیدہ توحید سے ناواقف۔ احکام اسلام سے نابلد اور اوسکے حرام وحلال سے بے بہرہ۔ اپنے زمانہ خلافۃ میں انکا انہماک تمام تر مال دنیا سے تھا۔ چنانچہ عمر صاحب کے پاس کوئی قرآن کے متعلق کچھ پوچھنے آتا تھا تو کہتے تھے کہ ابی بن کعب کے پاس جاؤ اگر مسائل حرام وحلال دریافت کرنے آتا تھا تو کہتے تھے کہ معاذ کے پاس جاؤ اگر فرائض کے بارے میں پوچھتا تھا تو کہتے تھے کہ زید بن ثابت کے پاس جاؤ لیکن مال دنیا کے معاملہ میں ایسا انہماک تھا کہ کسی کو کسی دوسرے کے پاس نہیں جانے دیتے تھے عام حکم تھا کہ جس کو مال کی بات چیت کرنا ہو وہ ہمارے پاس آئے۔ اگرچہ قرآن میں جناب باری نے فرمادیا ہے:۔

لا رطب ولا یابس الا فی کتاب المبین اور غیر اہل اسلام میں بھی جن لوگوں نے قرآن کو بہ نظر غائر و تعمق پڑھا ہے اسکے معترف ہیں۔ چنانچہ مسٹر الیوڈف کربل فاضل جرمنی ڈکشنری آف. سلام میں لکھتے ہیں "قرآن مکمل اخلاقی قانون ہے تمام قواعد وضوابط جرمنی کا بھی زیادہ تر یہی ملخذ ہے۔ اسمیں تمدن کے تمام ادارات اور شعبوں کے اصول موجود ہیں۔ مثلاً صیغہ تعلیم صیغہ عدل و داد۔ صیغہ نظام لشکر صیغہ

مالیات وغیرہ وغیرہ ۔ خصوصاً غرباء و محتاجین کی نہایت خوش اسلوبی اور تاکید کے ساتھ خبر گیری کرنا اور ان سب کی بنیاد خدائے واحد کا عقیدہ ہے جسکے قبضہ قدرت میں تمام مخلوقات اور اونکی قسمتیں ہیں۔

لیکن عمر صاحب کے دل میں زمانہ جہالت کی باتیں ایسی راسخ تھیں کہ اونپر قرآن کی تعلیم کا اثر ہوتا ہی نہ تھا ۔ چنانچہ مولوی شبلی صاحب الفاروق میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر قیصر و کسریٰ کے آئین پڑھوا کر سنا کرتے تھے اور اوسکو اپنا دستور العمل قرار دیتے تھے اسی انہماک دنیا کا نتیجہ ہے کہ ان خلفاء کے پیرو ضلالت میں پڑے ہوئے ہیں ۔ نہ آج تک خدا کو پہچانا نہ حرام و حلال کو جانا نہ انکی نماز صحیح ہوئی ۔ انکے اماموں کے نام سے چار مصلے جو علیحدہ علیحدہ بچھے ہوئے ہیں شہادت دے رہے ہیں اور قیامت تک شہادۃ دیتے رہیں گے کہ انکے خلفاء انکے ائمہ اربعہ قانون اسلام سے بالکل لاعلم اور اوسکے اصول و فروع سے بالکل بے بہرہ تھے ۔ ان کے ائمہ اربعہ کی علمی لیاقت ہم نے مختصر طور پر اوپر دکھایا ہے کہ ان لوگ کی نماز تک صحیح نہیں ہوئی ۔ ان چاروں میں ابو حنیفہ ان لوگ کے امام اعظم کہے جاتے ہیں ۔ بغور دیکھئے یہ کس اصول پر چلتے تھے اور ان کا مبلغ علم کیسا تھا نقل ہے کہ ایک روز امام اعظم صاحب جناب امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرتؑ نے اُن سے پوچھا کہ تمہارے فتوےٰ کی بنا کس پر ہوتی ہے؟ کہا کلام اللہ پر فرمایا تم کلام اللہ کو جانتے اور اوسکے محکم و متشابہ و ناسخ و منسوخ سے واقف ہو؟ کہا ہاں جانتا ہوں ۔ حضرتؑ نے فرمایا جناب باری تعالیٰ نے جو قرآن میں فرمایا ہے قدرنا فیہا السیر سیروا فیہا لیالی و ایاماً آمنین ۔ یعنی مقرر کیا ہم نے اسمیں سیر نے کو راتوں اور دنوں میں امن و امان کے ساتھ یہ کون سی راہ ہے؟ ابو حنیفہ نے کہا مکہ اور مدینہ کے درمیان کا راستہ ۔ حضرتؑ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا تم لوگ مابین مکہ و مدینہ سفر کرتے ہو کیا اس راستہ میں جان و مال کا خطرہ نہیں؟ سب نے کہا خطرہ کیوں نہیں ہے ۔ اکثر جان سے مارے جاتے ہیں مال و متاع لٹ

جانتے ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا اے ابوحنیفہ قول خدا غلط نہیں ہو سکتا۔ پھر پوچھا حق تعالیٰ نے جو فرمایا ہے من دخل فیہا کان آمنا یعنی اسمیں جو داخل ہوا وہ امن میں ہو گیا۔ یہ کون سا مکان ہے؟ ابوحنیفہ نے کہا بیت اللہ الحرام۔ حضرتؑ نے پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ عبداللہ ابن زبیر وسعید بن جبیر اسمیں داخل ہوئے اور ان کو امن نہ ملا؟ سبؓ نے کہا صحیح ہے واقعی یہ دونوں وہیں مارے گئے۔ حضرتؑ نے ابوحنیفہ سے فرمایا اے ابوحنیفہ کلام خدا لغو نہیں ہو سکتا۔ ابوحنیفہ نے کہا میں کتاب خدا سے کما حقہ واقف نہیں ہوں۔ اپنے قیاس سے فتویٰ دیتا ہوں۔ (جب سنیوں کے امام اعظم آیات قرآنی کے معنی ومطالب سمجھنے میں پا بگل ہو کر رہ گئے تو انکے ذلہ خوار جن کو بقول اہلحدیث پیدا ہوئے جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے یا بعض کو آٹھ دن سے دو چار روز زیادہ ہوئے اس چودہویں صدی ہجری میں جبکہ کسی کی آنکھ سے ایک سجدہ سوجھتا ہے کسی کے دو سجدہ وغیرہ وغیرہ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کیا سمجھیں گے؟) الغرض جناب امام جعفر صادقؑ نے ابوحنیفہ سے مخاطب ہو کر پھر فرمایا تمہارے قیاس کی رو سے قتل سخت وشدید ہے یا زنا؟ کہا قتل۔ حضرتؑ نے فرمایا از روے شریعۃ اثبات قتل کے لئے دو گواہ چاہیئے اور زنا کے لئے چار گواہ۔ پھر فرمایا نماز زیادہ ضروری ہے یا روزہ؟ کہا نماز۔ فرمایا زن حائضہ پر روزہ کی قضا واجب ہے نماز کی قضا نہیں۔ پھر پوچھا از روے قیاس منی زیادہ نجس ہے یا پیشاب؟ جواب دیا پیشاب۔ فرمایا منی کے واسطے غسل کی ضرورت ہے۔ پیشاب کو صرف دھو ڈالنا کافی ہے۔ پھر پوچھا عورت زیادہ ضعیف ہے یا مرد؟ کہا عورت۔ فرمایا عورت کے لئے میراث میں ایک حصہ ہے مرد کے لئے دو۔ ابوحنیفہ نے کہا میں قیاس کا پابند نہیں ہوں اپنی عقل ورائے سے فتویٰ دیتا ہوں۔

حضرتؑ نے پوچھا تمہاری اس مقدمہ میں کیا رائے ہے۔ ایک شخص کی اپنی

زوجہ اور اوسکے غلام کی زوجہ دونوں حاملہ تھیں دونوں کے لڑکے پیدا ہوئے مگر
دونوں عورتیں مکان کا چھت گرنے سے مرگئیں لڑکے دونوں زندہ بچ گئے لیکن یہ نہ
معلوم ہوا کہ کون لڑکا مالک کا ہے کون غلام کا۔ ابو حنیفہ نے کہا میں صرف حدود و
تعزیرات کو جانتا ہوں اور کچھ نہیں۔ حضرت نے پوچھا ایک اندھے نے دو آنکھوں
والے کی ایک آنکھ پھوڑ دی۔ اور ایک دست بریدہ نے ایک سالم ہاتھ والے کا ہاتھ توڑ
دیا تو ان پر حد کیونکر جاری ہوگی ؟ ابو حنیفہ نے کہا میں بعثت انبیاء کو جانتا ہوں
اور کچھ معلوم نہیں۔ حضرت ؑ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور ہارون کو فرعون
پر مبعوث فرمایا تو ارشاد کیا لعل یتذکر او یخشی یعنی شاید وہ متذکر ہو اور ڈرے۔
لعل حرف شک ہے۔ مگر خدا کو کسی امر میں شک نہیں ہو سکتا ہے۔ ابو حنیفہ صاحب یہ
سنکر مبہوت ہو گئے اور کہا کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ حضرت ؑ نے فرمایا تم نے دعویٰ کیا
تھا کہ میں قرآن کا جاننے والا ہوں اسکے موافق فتویٰ دیتا ہوں۔ امتحان سے معلوم
ہو گیا کہ تم اس کو مطلق نہیں جانتے۔ پھر کہا قیاس کرتا ہوں۔ حالانکہ اول من
قاس ابلیس ہے۔ دین اسلام کی بنیاد قیاس پر نہیں ہے۔ پھر اہل الرائے ہونیکا
دعوے کیا۔ حالانکہ رائے صرف جناب رسولخدا ؐ کی صواب تھی۔ کیونکہ حق سبحانہ تعالےٰ
نے آنحضرت ؐ کو حکم دیا تھا:۔ فاحکم بینھم بما اراک اللہ (یعنی حکم کیا کر ان کے
درمیان مطابق اوس کے کہ جو خدائے تعالیٰ تیری رائے میں لایا) اوروں کی رائے
میں احتمال خطا کا ہے۔ پھر تم نے کہا کہ حدود و تعزیرات سے باخبر ہوں۔ حدود و تعزیرات
کا بھی صحیح علم اوسی کو ہے جس پر کہ وہ نازل ہوئے۔ پھر بعثت انبیاء جاننے کا دعویٰ
کیا۔ اس کا علم بھی کما حقہ انبیاء اور اون کے اوصیاء ہی کو ہوتا ہے۔ الغرض حضرت
نے فرمایا جو کچھ ہم نے تم سے اس مجمع میں پوچھا وہ تم کو اور اہل زمانہ کو متنبہ کرنے کے
لئے تھا۔ اب جو تمہارا جی چاہے کرو (دیکھو کشف الحقایق)

امام اعظم صاحب اپنے اس دعویٰ کو کہ انکے فتویٰ کی بنا کلام اللہ پر ہوتی ہے چند منٹ

بھی قائم نہ رکھ سکے۔ اس دعویٰ کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجبوراً کہنا پڑا کہ "میں کچھ نہیں جانتا"
اب ہم اہل سنت والجماعۃ سے کہتے ہیں کہ آیۂ یا ایہا الرسول بلغ الخ کی اہمیت کو دیکھکر
جس میں جناب باری فرماتا ہے وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ اور اپنے باخودہا
کے اختلافات جو عقائد و صوم و صلوٰۃ و حرام و حلال کے متعلق ہیں اونکو اور اپنے
خلفا کے حالات کو جو اوپر دکھائے گئے پیش نظر رکھکر فرمایئے کہ اس آیۂ یا ایہا الرسول
بلغ ما انزل الیک الخ کا مقصود بجز ایسے شخص کو مقرر کرنے کے جو ذرہ ذرہ امر رسالت
سے واقف ہو اور اونکو اپنے حد پر قائم رکھے دوسرا کیا ہو سکتا ہے؟ قرآن میں
آیات محکمات و متشابہات بھی ہیں۔ ایسی ہی حالت احادیث کی بھی ہے۔ ہر شخص
چاہے کہ صرف و نحو پڑھکر اور کچھ عربی زبان جان کر کما حقہ اوسکے رموز اور اوسکے مقصود
کو پہونچے بہت دشوار ہے۔ خصوصاً آیات متشابہات کی نسبت۔ خود خداوند عالم فرماتا
ہے ما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم اس آیت سے ظاہر ہے کہ
آیات متشابہات کے متعلق جناب باری نے اپنے علم کو اور راسخون فی العلم کے علم کو
یکساں رکھا ہے۔ ذرہ برابر بھی فرق نہیں کیا ہے۔ کیا آپ کے خلفائے ثلثہ جن کو
چند غیر معصوم نفروں نے شوریٰ وغیرہ سے مقرر کیا یا آپ کے ائمہ اربعہ جو اونھیں خلفاء
کے پیرو تھے اور جن کی نماز قرآن و احادیث سے آج تک ایک راہ پر صحیح نہ ہوئی
راسخون فی العلم ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ یا وہابی جن کی شاخ در شاخ اہل حدیث
و اہل قرآن وغیرہ ہیں جنھوں نے قرآن و احادیث کو چوگان بازی کی تماشہ گاہ بنا دیا
ہے راسخون فی العلم ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ جناب باری کے اس ارشاد سے کہ ما یعلم
تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم صاف معلوم ہوتا ہے کہ راسخون فی العلم کی ایک
خاص جماعۃ معصومین کی عوام الناس سے علیحدہ پیدا کیا ہے۔ اس جماعۃ میں رسولؐ
بھی داخل ہیں۔ بعد رسولؐ اس جماعۃ کی ہر فرد بجز منصب نبوت علم میں منزلت میں شرافت
میں کرامت میں عصمت میں غرض جمیع فضیلت میں مثل رسولؐ کے ہے۔ بعد رسولؐ کے

اس جماعۃ کی اول فرد حضرت علیؑ ہیں جن کی نسبت خود رسولؐ فرماتے تھے :- انا وعلی من نور واحد۔ علی منی وانا منہ۔ انا مدینۃ العلم وعلی بابھا۔ علی مع القرآن والقرآن مع علی۔ اسی جماعت کے بارے میں آنحضرتؐ نے فرمایا انی تارکؐ فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھلبیتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی۔ آنحضرتؐ کے اس ارشاد اور آیہ وافی ہدایہ مایعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم دونوں کا مفہوم ایک ہے۔ اس آیہ کریمہ اور اس حدیث شریف سے ظاہر ہے کہ محض قرآن ہدایت کے لئے کافی نہیں ہے۔ متشابہات کے علاوہ قرآن موجود میں دیکھ لیجئے محکمات کی بھی حالت یہ ہے کہ مکی آیتیں مدنی سورتوں میں اور مدنی مکی میں ہیں۔ مقدم آیت موخر اور موخر مقدم کردیگئی ہے۔ اب اسکے ماقبل ومابعد کی آیتوں کے سیاق سے معنی ومطلب بدل جاتے ہیں اور منجملہ ثقلین کے ائمہ معصومین سے انحراف کرنے والے جادہ ضلالت میں گرتے ہیں۔ حدیث ثقلین میں آنحضرتؐ کے لن تضلوا یعنی ہرگز گمراہ نہ ہوگے فرمانے سے صاف ظاہر ہے کہ اہل بیت میں بھی جن سے تمسک کا حکم دیا ہے وہی حضرات مقصود ہیں جو معصومین ہیں اگر غیر معصومین بھی مراد ہوتے تو آنحضرتؐ ہرگز لن تضلوا نہ فرماتے۔ کیونکہ غیر معصومین کی پیروی کا نتیجہ وہی ہے جو آپ لوگ کے اختلاف سے ظاہر ہے۔ یہ وہ جماعۃ معصومین ہے جن کے بارے میں جناب باری فرماتا ہے ماتشاؤن الا ان یشاء اللہ۔ الغرض اگر اسی طرح دو دو تین تین جملوں سے بھی ان کے فضائل ومناقب لکھتے جائیں اور یاد دلاتے جائیں تو کتاب ضخیم ہوجائیگی۔ مختصر یہ کہ اس جماعۃ کی افراد ایسی ہیں کہ جب وقت وفات رسولؐ قریب پہونچا۔ زمانہ رسولؐ سے خالی ہونے والا تھا کہ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی :- یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ سبحان اللہ کیا منزلت اس جماعۃ کی ہے۔ اگر یہ نہ ہوتے تو رسولؐ کی بعثت اور رسالت بیکار ہوجاتی بہرکیف

اب ہم رنگ زمانہ دیکھکر کتاب کے چھپوانے میں سخت تردد پیدا ہوتا ہے اور حیرانی و پریشانی ہوتی ہے اس آیہ وافی ہدایہ کی شان نزول اور اسکے متعلق کے واقعات ملخصاً لکھکر کتاب کو ختم کرتے ہیں۔ ارباب سیر لکھتے ہیں کہ آنحضرت جب حجۃ الوداع سے فارغ ہوکر قصد مدینہ کا فرمایا تو اثنائے راہ میں آنحضرت صلعم کا گزر موضع غدیر خم میں ہوا اور یہ ایک موضع ہے نواح جحفہ میں اور منازل معروفہ سے نہیں نہ آنحضرت صلعم کا وہاں ٹھہرنے کا ارادہ تھا جب اس مقام پر پہونچے جبرئیل امین بفرمان رب العالمین نازل ہوئے اور یہ آیہ شریفہ لائے یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس یعنی اے پیغمبر اپنی امت کو پہونچا جو حکم تجھکو تیرے خدا نے بھیجا ہی اور اگر تونے وہ حکم نہ پہونچایا تو حق رسالت و پیغمبری کو ادا نہیں کیا اور لوگوں کے شر سے خدا تجھکو بچائیگا۔ کلام الہی کے سیاق اور فحوائے مضمون عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولخدا صلعم کسی حکم کے پہونچانے پر مامور ہوچکے تھے اور وہ حکم کسی بڑے عظیم الشان کام کے باب میں تھا۔ جیسا کہ اوپر سے ہم دکھاتے آتے ہیں۔ طرہ یہ ہے کہ جس طرح حضرت علیؑ کی مخالفت میں یہ لوگ مولیٰ کا معنے بدلتے ہیں اوسی طرح واللہ یعصمک من الناس کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ یہود و نصاریٰ کے خوف سے متامل تھے۔ حالانکہ نصاریٰ یا یہود یا کفار کو اہل اسلام سے تاب مقاومت باقی نہ تھی یہ سب قبل نزول اس آیہ کے مخذول و منکوب ہوچکے تھے۔ البتہ منافقین مار آستین کی کثرت تھی جنمیں سے بعض کو طمع خلافت دامنگیر تھی یہ لوگ ایسے تھے کہ جنکی عمر بت پرستی میں سن کہولت کو پہونچ گئی تھی۔ ان کے دل و دماغ میں جیسا کہ ششہ اوپر مذکور ہوا۔ ایام جہالت کی باتیں پیچیدہ تھیں انکی طمع خلافت تمام تر خلاف قرآن تھی۔ کیونکہ جناب باری فرماتا ہے لا ینال عہدی الظالمین اور یہ لوگ حضرت علیؑ سے جنہوں نے

منافقین امت کے اعزا و اقربا کو جنگ بدر و احد و خندق و حنین میں قتل کیا تھا
بغض و عناد رکھتے تھے۔ انھیں لوگوں کے شر و فساد کے خیال سے کہ اسلام
میں رخنہ پڑ جائیگا۔ یہ سب حضرتؐ سے برگردہ ہو جائیں گے آنحضرتؐ متامل
تھے۔ یہ سب تامل آنحضرتؐ کا خیالی نہ تھا بلکہ واقعات سے اور مشاہدات سے
ثابت ہے۔ آنحضرتؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی کفن و دفن کا بھی انتظار نہ کیا۔
سقیفہ بنی ساعدہ میں پہونچکر اور اپنا خلیفہ ابوبکر کو بنا کر اسلام کا کایہ پلیٹ
کر دیا۔ خداوند عالم کا یہ ارشاد کہ ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ بھی مشاہدات
سے ثابت ہے کہ اگر آنحضرتؐ اپنا نائب اور خلیفہ مقرر نہ فرماتے تو واقعی اسلام
نام کو بھی باقی نہ رہتا۔ نہ کوئی خدا کو پہچانتا۔ جیسا کہ ہم اوپر سے دکھاتے آتے
ہیں۔ یہ اسلام دیگر ادیان باطلہ سے بھی بدتر صورت میں نظر آتا۔ خدا و رسولؐ
کے اس قول و فعل کو دیکھئے کیسا مصلحت آمیز ہے۔ قرآن خدا کا کلام ہے
اور رسولؐ کی معجز نما کتاب ہے۔ اسکی ایک آیت یا ایہا الرسول بلغ الخ کے اعجاز
کو دیکھئے کہ کیسا خداوند عالم کے وجود اور قرآن کا الہامی ہونا واقعہ آئندہ کی
خبر دینے سے ثابت کرتی ہے اور رسولؐ کا برحق ہونا اور حضرت علیؑ کو اپنا نائب
اور والی امت مقرر کرنا اور حضرت علیؑ کا خلیفہ بلا فصل ہونا کما حقہ ثابت کر دکھاتی
ہے سے

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　چشمہ آفتاب را چہ گناہ

الغرض جب واللہ یعصمک من الناس نازل ہوا تو آنحضرتؐ بے پروا
ہو گئے۔ ذی الحجہ کی اٹھارہویں تاریخ اتوار کے دن ہجرت کے دسویں سال
آفتاب نصف النہار پر پہونچا اور آنحضرتؐ اوسی وقت سواری سے بمقام
غدیر خم اترے اور جو لوگ آگے چلے گئے تھے اون کو واپس بلوایا اور جو
لشکر سے پیچھے رہ گئے تھے اون کا انتظار کیا یہاں تک کہ سب جمع ہو گئے اور یہ

ایسا مقام تھا کہ یہاں تک سب اصحاب آنحضرت صلعم کے رکاب میں حاضر تھے اور یہاں سے اپنے اپنے وطن اور قبیلہ کی طرف رخصت ہوکر جانے والے تھے اور پھر استنے لوگوں کا ایک جگہ جمع ہونا کہ بقولے ایک لاکھ بیس پچیس ہزار آدمی وہاں تھی دشوار تھا اسی وجہ سے آنحضرتؐ نے اوس جگہ جو محل نزول نہ تھا قیام فرمایا اور اوس وقت کہ گرمی نہایت شدت کی تھی اور لوگ مارے گرمی اور دھوپ کے کبھی اپنی ردا سر پر ڈالتے اور کبھی پاؤں کے نیچے دباتے تھے۔ آپ نے حکم دیا کہ بعض درختان سایہ دار کے نیچے زمین صاف کریں اور بہت سے اونٹوں کے کجاوے اوپر تلے کرکے منبر کی طرح بلند کیا۔ پھر بلالؓ نے بحکم شریف بقولے الصلوۃ جامعہ اور بقولے حی علے خیر العمل کہکر بآواز بلند تمام لشکر کو آگاہ کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اوس منبر پر تشریف لے گئے اور علی مرتضی علیہ السلام بحکم آنحضرت صلعم اوس منبر پر چڑھکر آنحضرت صلعم کے داہنے ہاتھ کی طرف کھڑے ہوئے۔ اور آنحضرت صلعم نے ایک خطبہ بلیغ طولانی مشعر حمد و ثنائے الٰہی پڑھا کہ اوسکی نقل کتب مطولہ مفصلہ میں موجود ہے اسکے بعد جمیع اہل اسلام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا الستم تعلمون انی اولے بالمومنین من انفسھم یعنی کیا تم نہیں جانتے کہ میں اولیٰ تر ہوں مومنین کے حق میں مومنین کے نفسوں سے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے النبی اولی بالمومنین من انفسھم یعنی نبی کریم صلعم مومنین کے لئے خود اون کے نفسوں سے زیادہ اولیٰ اور افضل ہے۔ شیخ عبدالحق مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے یہ کلمات تین بار فرمائے اور انکے معنی خود بیان فرمائے اور معنی اسکے یہ ہیں کہ میں مومنوں کو کوئی حکم نہیں دیتا لیکن وہ جسمیں اونکے دنیا و دین کی خیریت و صلاح و فلاح و نجات ہو۔ برخلاف اونکی ذاتوں اور جانوں کے کہوہ کبھی کبھی اونکو شر و فساد کی طرف بھی بلاتی ہیں۔ اس کلام کی تکرار و تفسیر

واہتمام سے ظاہر ہے کہ آپ کسی امر عظیم کے واسطے جو بعض لوگ کے خلاف طبیعت بھی ہے حکم دے رہے ہیں۔ جب اصحاب نے مکرر یہ لفظ آنحضرت صلعم سے سُنے سب نے بالاتفاق عرض کیا بلیٰ یا رسول اللّٰہ ہاں اے رسول اللہؐ ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔ یعنے آپ مومنین کے حق میں مومنین کی جانوں سے بہتر ہیں فقال کانی قد دعیت فاجبت فرمایا گویا میں اوس عالم میں بلایا گیا ہوں اور میں نے اجابت کی (دنیا سے جانا قبول کیا) انی قد ترکت فیکم الثقلین احدھما اکبر من الاٰخر کتاب اللہ تعالیٰ وعترتی تحقیق کہ میں تم لوگوں میں دو چیزیں نہایت بزرگ وجلیل القدر وعظیم المرتبہ چھوڑے جاتا ہوں کہ اونمیں ایک دوسرے سے بزرگ تر ہے وہ دو بزرگ چیزیں کیا ہیں۔ ایک قرآن مجید ہے اور دوسری میری عترت واہلبیت ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی اگر ان کی درست پیروی کروگے ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ یہاں دو چیزوں کی پیروی وتمسک پر ہدایت منحصر رکھی گئی ہے۔ یعنی قرآن شریف اور اور اہلبیت اطہارؑ۔ پس جس نے ان کی پیروی ترک کی اور کسی غیر کی پیروی اختیار کی پھر اگر وہ غیر کوئی بڑا صحابی ہی کیوں نہ ہو بلاشبہ وہ گمراہ ہوا اور اگر اس نے اصرار کیا اور اوس غیر کی پیروی کی اور جم گیا اُس پر وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا۔ قرآن کے پاک ہونے میں تو کوئی کلام نہیں۔ اور اہلبیت جن سے تمسک کرنے کا حکم ہوتا ہے اُن کے معصوم ہونے میں شک نہیں۔ ورنہ ایسے جلیل القدر پاک کے ساتھ غیر پاک کو شامل کرکے توقع ہدایت کی رکھنا بعید از عقل ہے۔ الحاصل پھر حضرتؐ نے تاکیداً فرمایا۔ وانظروا کیف تخلفونی فیھما دیکھو اور احتیاط کرو کہ میرے بعد تم لوگ ان دونوں سے کیسا سلوک کرتے ہو۔ اور اون کے حقوق کی کیسی رعایت کرتے ہو۔ فانھما لن یفترقا حتیٰ یردا علی الحوض پس یہ دونوں جدا نہ ہوں گے آپس سے جب تک کہ وارد ہوں میرے پاس حوض کوثر پر یہ فقرہ مزید احتیاط واطمینان

اور اعتبار کے واسطے ہے کہ رسولخدا صلعم گواہی دیتے ہیں اہل بیتؑ کے صدق وعدل ودیانت وعظمت وطہارت پر کہ کبھی یہ قرآن سے اور قرآن ان سے جدا نہ ہوں گے یعنی یہ قابل تقلید واتباع واطاعت ہیں اور رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امت پر واجب ہے کہ مسائل دین میں ان کی تقلید کریں۔ اور اس امر کو خاص ذات مرتضوی علیہ السلام پر منحصر نہیں رکھا بلکہ اس حکم میں جمیع ائمہ اہل بیت اطہار شامل وداخل ہیں اور جس شخص کو ایسی گواہی رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاصل نہ ہو وہ سزاوار تقلید نہیں۔ اور تعجب ہے کہ اہل سنت وجماعت نے ابن مسعود اور ابوموسیٰ اور زید بن ثابت کو کس دلیل سے اپنا مقتدا بنایا ہے اور اس جماعت کے فقہا نے عام صحابہ کے عمل کو کس حجت سے لائق تمسک وتقلید گردانا۔ حالانکہ ان کے مجتہدین اول کے زمانہ میں کہ یہ اونکو مجتہد مستقل مانتے ہیں خود حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کہ سردفتر اہل بیت پیغمبر صلعم ہیں موجود تھے اور ان کے مجتہدین منتسب کے زمانہ میں کہ چاروں ان کے امام ہیں۔ امام بحق ناطق حضرت جعفر صادق علیہ السلام موجود تھے۔ اب پھر ہم واقعہ غدیر خم کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ثم قال ان اللہ تعالیٰ عز وجل مولای وانا ولی کل مومن ومومنة ثم اخذ بید علی علیہ السلام وقال اللھم من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ یعنی پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل میرا مولا ہے اور میں سب مومنین کا مولا ہوں اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا خداوندا جس کا مولا میں ہوں پس علی مولا اوس کا ہے۔ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ خداوندا دوست رکھ اوس کو کہ دوست رکھے علیؑ کو اور دشمن رکھ اوس کو کہ دشمن رکھے علیؑ کو۔ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ خداوندا مدد کر اوسکی کہ مدد کرے علیؑ کی اور مخذول کر اور نصرت نہ کر اوسکی کہ علی علیہ السلام کی نصرت نہ کرے۔ وادار الحق معہ حیث دار۔ اور گردش دے حق کو علیؑ کے ساتھ جدھر وہ گردش کرے۔

شیخ عبدالحق مدارج النبوۃ میں یہ مضمون مشکوٰۃ سے لکھکر اس حدیث کے ضمن میں بیان کرتے ہیں کہ ملاقات کی حضرت عمر نے علی علیہ السلام سے اور کہا بخٍ بخٍ لک یا ابن ابی طالبؑ اصبحت مولای و مولا کل مومن و مومنۃ یعنی مبارک ہو مبارک ہو تم کو اے پسر ابو طالبؑ کہ صبح کی تم نے اس حال میں کہ ہوئے تم مولیٰ میرے اور مولیٰ کل مومنین مرد و زن کے۔ روایت کیا ہے اس حدیث کو احمد نے براء ابن عازب اور زید بن ارقم سے اور نقل کی ہے شیخ عبدالحق نے مدارج النبوۃ میں مشکوٰۃ سے اور شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفا میں مستدرک امام حاکم سے اور روایت کیا ہے اس حدیث کو ترمذی اور نسائی اور حاکم اور ابو عمر وغیرہم نے اور جماعت کثیر نے محدثین اہل سنت سے اور روایت کی ہے ایک جماعت کثیر نے اصحاب میں سے اور گواہی دی ہے علی مرتضیٰ علیہ السلام نے نزاع خلافت کے وقت اور بعض روایتوں میں سے یہ فقرہ اور لکھا ہے کہ جب عمر بن الخطاب نے مبارک بادی دی جبریلؑ بصورت انسان وہاں حاضر ہوئے اور کہا کہ سب سے پہلے مبارک بادی تو نے اور سب سے پہلے اس عہد الٰہی کی مخالفت تو کرے گا۔ شیخ عبدالحق مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں جناب علی مرتضیٰؑ کی موالایت و محبت کی طرف ترغیب و تحریص اور اون کے بغض و عداوت سے نہی و تہدید ہے۔ لیکن اس حدیث سے خلافت مرتضوی پر استدلال کرنے میں اہل سنت والجماعت کو تامل اور جائے سخن ہے اور شیعہ تمسک کرتے ہیں۔ اس حدیث سے کہ یہ نص قطعی ہے امامت و خلافت علی مرتضیٰ علیہ السلام پر۔ حقیر کہتا ہے کہ ان علماء کی عقل و دانش پر تعجب ہے کہ ایسے حکم صریح کو کہ اس اہتمام بلیغ سے اوس کا اعلان ہوا ہے صرف اونکی محبت کی تاکید اور عداوت کے منع کی غرض سے سمجھتے ہیں لیکن کوہ کندن اور کاہ بر آوردن خدا و رسولؐ کا کام نہیں۔ کیا تمام امت محمدیؐ علی مرتضیٰؑ

علیہ الصلوۃ والسلام سے بغض وعداوت رکھتے تھے اور اکابر صحابہ اون سے عناد ودشمنی رکھتے تھے کہ خدا ورسولؐ کو اس اہتمام سے اوس کے امر ونواہی کی ضرورت پڑی اور کیا حدیث لا یحبہ الا مومن ولا یبغضہ الا منافق تحریص محبت و امتناع عداوت کے لئے کافی نہ تھی۔ پھر اگر اکابر واجلہ اصحاب مومن تھے تو بالضرور حضرت علی کے دوست تھے اور اگر منافق تھے اون کا ایمان خدا اور رسولؐ کے ساتھ درست نہ تھا تو ایسی دونوں حالتوں میں کچھ تہدید وتحریص کی حاجت نہ تھی اور یہ جو بعض اہل سنت نے ابلہ فریبی کی ہے اور بریدہ سلمی کی شکایت کا قصہ واقعہ حجۃ الوداع سے ملحق کرکے اور خداوند عالم کے حکم تہدیدی ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ سے جس کی تعمیل میں آں حضرتؐ نے اس اہتمام سے من کنت مولاہ فہذا علی مولاہ کا اعلان فرمایا اوس سے اعراض کرکے استخلاف یوم غدیر خم کو بریدہ کی تنبیہ کی غرض سے قرار دیا ہے خود احمق وابلہ بنتے ہیں۔ نہیں معلوم خدا کو کیا منہ دکھائیں گے۔ محض ایک معمولی شخص کی شکایت پر خدا ورسولؐ کا اتنا اہتمام کرنا عقلا کے نزدیک ہرگز معقول ومقبول نہیں۔ خصوصاً جب کہ بریدہ نے اوسی وقت جب کہ شکایت کی تھی توبہ بھی کرلی اور خدا ورسولؐ کے غضب سے پناہ مانگی اور نہایت پشیمان ہوا اور کہتا ہے کہ اُس دن سے حضرت علیؑ میرے نزدیک محبوب ترین عالم تھے۔ اور طرفہ یہ کہ بریدہ کی روایت میں حضرت علیؑ کی خلافت کا بیان بہت واضح طور پر ہے یعنی آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے بریدہ علیؑ سے دشمنی نہ رکھ۔ انہ منی وانا منہ وھو ولیکم بعدی یعنی وہ مجھ سے ہے اور میں اُس سے ہوں۔ اور وہ تمہارا حاکم اور ولی ہے میرے بعد۔

یہ شیطانی فعل ہے جو مولیٰ کا معنی بدلنے میں ان لوگ کو ورطۂ ضلالت میں ڈالے ہوئے ہے۔ خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے النبی اولی بالمومنین من انفسہم اسی آیت کو مکرر یاد دلا کر آنحضرتؐ نے پہلے پوچھا الستم تعلمون انی اولی بالمومنین

من انفسھم یعنی کیا تم نہیں جانتے کہ میں اولیٰ تر ہوں مومنین کے حق میں مومنین کی ذاتوں سے ۔ جب سب نے بالاتفاق عرض کیا بلیٰ یا رسول اللہ ہاں یا رسول اللہ تب حضرت نے فرمایا من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ پس کون مسلمان کہہ سکتا ہے کہ جس طرح نبی اولی بالمومنین من انفسھم ہیں اوسی طرح حضرت علیؑ اولی بالمومنین من انفسھم نہیں ہیں ۔ حضرت علیؑ کی مودۃ تو آیہ مودۃ سے جمیع مسلمانان پر واجب ہو چکی تھی ۔ قرآن سب کی تلاوت میں تھا ۔ سب واقف تھے اوس کے واسطے یہ اہتمام خدا اور رسولؐ کا تحصیل حاصل تھا ۔ پس اے بھائی مسلمانو اپنی جانوں پر رحم کرو اور اپنے کانوں سے غفلت کی روئی نکال ڈالو اور بنظر غور دیکھو اور فکر کرو کہ آیا یہ اہتمام بلیغ صرف حضرت علیؑ کی محبت کی تحریص و رغبت کے لئے تھا یا صریح اونکے خلیفہ و جانشین رسولؐ کرنے کے واسطے ۔ اگر تم اپنے دلوں میں انصاف کروگے اور تعصب کو اپنے دلوں سے نکال کر اپنے سینے اونکے کینہ سے صاف کروگے بیشک دنیا و آخرت میں فلاح و نجات حاصل کروگے اور راہ راست پر آجاؤگے ۔ تمہارا اصول و فروع سب درست ہو جائے گا ۔ اس مقام پر ہم آیہ اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا کو بھی جو متعلق واقعۂ غدیر کے ہے یاد دلاتے ہیں یہ آیہ مبارکہ اس وقت قرآن میں آیہ کریمہ یا ایھا الرسول بلغ الخ سے جس کا نازل ہونا بعد حجۃ الوداع کے معلوم ہے چند آیتوں کے قبل لکھا گیا ہے ۔ اب ملاحظہ کیجئے عمر صاحب نے جو رسولؐ کو وصیت نامہ لکھنے کے لئے کاغذ و قلم و دوات نہیں دینے دیا اوس کے متعلق شاہ عبدالعزیز اپنے تحفہ میں لکھتے ہیں کہ قبل ازیں واقعہ سہ ماہ آیہ کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا ترجمہ امروز کامل کردم دین شمارا و تمام کردم انعام خود و پسند کردم برائے شما طوق اسلام را دین نازل شدہ بود و ابواب نسخ و تبدیل و زیادہ و نقصان را

در دین مطلقاً مسدود ساختہ وختم بر آں نمودہ وگزاشتہ و بہمیں آیہ اشارہ کرد عمر
دریں عبارت کہ حسبنا کتاب اللہ یعنی تین مہینہ قبل اس واقعہ کہ آیہ کریمہ الیوم
اکملت لکم دینکم نازل ہوچکا تھا اور ابواب نسخ و تبدیل وکمی وبیشی امور دین میں قطعاً
بند اور ختم ہوچکے تھے اور عمر نے حسبنا کتاب اللہ کہنے سے اسی آیہ کی جانب
اشارہ کیا تھا۔ افسوس شاہ صاحب کو عمر صاحب کی حمایت میں یہ نہیں سوجھا کہ
اگر عمر صاحب کا حسبنا کتاب اللہ کہنا اسی آیہ اکملت لکم دینکم الخ کی جانب اشارہ
تھا تو عمر صاحب کے اس اشارہ کو اور شاہ صاحب کے اس استدلال کو آیہ
یا ایہا الرسول بلغ الخ جو قرآن موجودہ میں آیہ اکملت لکم دینکم الخ کے چند آیت بعد
ہے محض غلط اور لغو اور قرآن سے اونکی لاعلمی ثابت کرتا ہے۔ اگر کہئے کہ آیہ
اکملت لکم دینکم الخ آیہ یا ایہا الرسول بلغ الخ کے بعد نازل ہوا جیسا کہ واقعہ سے ظاہر
ہے تو حسبنا کتاب اللہ سے آیہ اکملت لکم دینکم الخ کی جانب جیسا کہ شاہ
عبدالعزیز کا قول ہے اشارہ کرنے کے بعد اس آیہ کا عہد خلفا میں لغرض حق پوشی
قبل آیہ یا ایہا الرسول بلغ الخ کے لکھا جانا صریح بد دیانتی اور قرآن کے ساتھ
خیانت کرنا ہے۔ بہرکیف یہ تو شاہ صاحب نے عمر صاحب کی جو حمایت کی تھی
اوسکی حالت دکھائی گئی اب ہم کہتے ہیں کہ عمر صاحب کا دعوی حسبنا کتاب اللہ
محض غلط تھا۔ ان لوگ کے قرآن سے لاعلمی کی حالت اوپر بخوبی واضح ہوچکی
ہے مکرر لکھنے کی ضرورت نہیں۔ مگر شاہ عبدالعزیز کے اس اقرار سے کہ آیہ
اکملت لکم دینکم الخ نے نازل ہوکر ابواب نسخ و تبدیل وزیادہ ونقصان در
دین کو قطعاً مسدود وختم کردیا یہ ضرور ثابت ہوگیا کہ آیہ اکملت لکم دینکم الخ آیہ یا
ایہا الرسول بلغ الخ کے بعد نازل ہوا تھا بے شک قرآن کے ساتھ خیانت
کی گئی ہے کہ اس آیہ اکملت لکم دینکم الخ کو عہد خلفا میں قبل آیہ یا ایہا الرسول بلغ الخ
کے لکھدیا ہے بلکہ آیہ اکملت لکم دینکم الخ خود اپنے الفاظ اور مفہوم کے ساتھ بزبان

حال شہادت دے رہا ہے کہ یہ آخر آیہ قرآن کا ہے اس لئے لامحالہ آیہ یا ایہا الرسول
بلغ الخ کے بعد نازل ہوا ہے اور واقعات بھی شہادت دے رہے ہیں۔ چنانچہ
اخرج ابو نعیم عن ابی سعید الخذری قال لما نزلت ھذہ الآیۃ یا ایھا
الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک اخذ النبی صلعم بید علی فقال
من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ
فنزلت الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت
لکم الاسلام دینا یعنی حافظ ابو نعیم نے ابو سعید خدری سے روایت کیا ہے
کہ جب آیہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الخ نازل ہوا تو جناب
رسالت مآب نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا من کنت مولاہ فعلی
مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ پس اس ارشاد
نبوی کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت
علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا یعنی آج ہم نے تمہارے
دین کو کامل کیا تم پر اپنی نعمتیں پوری کیں اور تمہارے لئے دین اسلام کو
پسند فرمایا۔ وقال ابن واضح فی تاریخہ وقد قیل انہ آخر ما نزل
علیہ الیوم اکملت لکم دینکم الآیۃ وھی الروایۃ الصحیحۃ الثابتۃ
الصریحۃ وکان نزولھا بغدیر خم یعنی علامہ ابن واضح نے اپنی
تاریخ میں لکھا ہے کہ بروایت صحیحہ ثابتہ صریحہ آیہ الیوم اکملت لکم دینکم الخ
قرآن مجید کی آخری آیت ہے اور اس کا نزول غدیر خم میں ہوا ہے اور
خوارزمی و ابن مردویہ و عبد اللہ مرزبانی کہ اکابر اہل سنت سے ہیں وہ
لوگ بھی اپنی اپنی کتابوں میں واقعہ غدیر خم کو اور اسی روز اور اسی مقام پر
آیہ اکملت لکم دینکم کا نازل ہونا لکھتے ہیں۔ چنانچہ مناقب خوارزمی میں ہے
عن ابی سعید الخدری ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم

دعا الناس الی غدیر خم امر بما کان تحت الشجرۃ من الشوک فقام وذالک یوم الخمیس ثم دعا الناس الی علی فاخذ بضبعہ فرفعھا حتی نظر الی بیاض ابطہ ثم لم یتفرقا حتی نزلت ھذہ الآیۃ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ اکبر والحمد للہ علی اکمال الدین واتمام النعمۃ ورضی الرب برسالتی والولایۃ لعلی ثم قال اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ یعنی واقعہ غدیر خم کے متعلق ابو سعید خدری جو اصحاب رسولؐ سے تھے اور اوس موقع پر موجود تھے وہ کہتے ہیں کہ ابھی لوگ متفرق نہ ہوئے تھے کہ آیہ اکملت لکم دینکم الخ نازل ہوا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حمد و ثناے الہی بجالائے دین کی تکمیل اور نعمت کے اتمام اور رضاے الہی پر اپنی رسالت اور حضرت علیؑ کی ولایت سے اسکے بعد حضرت علیؑ کے حق میں دعا کی۔ ایسی ہی روایت مناقب مردویہ میں بھی ہے اور نیز کتاب شرفات الشعرانی عبداللہ مرزبانی میں یہی روایت ہے اور ابن مغازلی نے اپنے مناقب میں ابوہریرہ سے یہ تمام روایت لکھکر لکھا ہے فقال لہ عمر بخ بخ لک یا ابن ابیطالب اصبحت مولای ومولیٰ کل مومن ومومنۃ فانزل اللہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم الخ اور خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد میں مثل اس کے روایت کی ہے۔ الغرض حدیثوں کا حوالہ کہاں تک دیاجائے۔ کتاب ضخیم ہوجائیگی پڑھنے سے دل ہارب ہوگا مقصد کتاب حاصل نہ ہوگا۔ جس کا جی چاہے وہ کتاب مستطاب عبقات الانوار سے منہج ثانی کی مجلدات جو دوہزار دوسو اوسٹھ صفحوں کی ہے اور جس میں صرف واقعہ غدیر خم کے متعلق حدیثیں مع اسامی محدثین درج ہیں

دیکھیے اس مجلد غدیر خم کا دوسرا حصہ جو ایک ہزار آٹھ سو صفحے کا ہے اس کے نصف اول کے ص۱۲ سے ص۵۲ تک ایک سو ترسٹھ علماء و محدثین اہل سنت کے جن کو وہ لوگ علمائے اعلام و محدثین عظام کا خطاب دیتے ہیں فقط نام مذکور ہیں جنھوں نے اس واقعہ غدیر خم کو اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔

اب اہل سنت خود غور کریں کہ عمر صاحب کا قول حسبنا کتاب اللہ اور اوسپر شاہ عبدالعزیز صاحب کا استدلال کہ آیہ اکملت لکم دینکم الخ کے نازل ہونے سے ابواب نسخ و تبدیل و زیادہ و نقصان در دین قطعاً مسدود ہو گئے لغو اور باطل ہے اور اصحاب رسولؐ ابوسعید خدری و ابوہریرہ و براء بن عازب و عبد اللہ ابن عباس وغیرہم اور اونکے محدثین خوارزمی۔ ابن مردویہ۔ ابو عبداللہ مرزبانی خطیب بغدادی وغیرہم جنھوں نے آیہ یا ایہا الرسول بلغ الخ کا بمقام غدیر خم نازل ہونا اور بہ تعمیل اوسکے جناب رسولخدا صلعم کا حضرت علیؑ کو اپنا جانشین اور قائم مقام مقرر کرنا اور اوس پر آیہ اکملت لکم دینکم الخ کا نازل ہونا بیان کیا ہے یہ سب کے سب جھوٹے ہیں یا آیہ اکملت لکم دینکم الخ کو جو آیہ یا ایہا الرسول بلغ الخ سے قبل قرآن میں بے محل لکھدیا ہے وہ غلط ہے۔ اب فرمایئے ؎

اس طرف ہے نور بیکر (قرآن) اوس طرف ہیں ماہ رو (اصحاب رسول و محدثین) اس دو طرفی آگ میں کیونکر بچیگی آبرو۔

دیکھیے کلام خدا ہے۔ خداوند عالم کیسی اپنی رضامندی اپنے رسولؐ کی کارگزاری پر ظاہر کرتا ہے فرماتا ہے:۔ اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد حکم تہدیدی یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ نازل فرمائے۔ معاذ اللہ کلام خدا اس تلون طبعی اور طفلانہ حرکت کا نہیں ہو سکتا۔ صحیح یہی ہے کہ جب جناب رسولخدا صلعم بعد نازل ہونے آیہ

یاایہاالرسول بلغ الخ کے حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ اور اپنا جانشین مقرر فرما کر تکمیل دین کر چکے تو اوسی مقام پر اور اوسی روز آیہ الیوم اکملت لکم دینکم الخ نازل ہوا اور اوسکے شکریہ میں آنحضرتؐ نے فرمایا اللہ اکبر والحمد للہ علی اکمال الدین واتمام النعمۃ ورضی الرب برسالتی والولایۃ لعلی اور دعا فرمائی اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ یعنی خداوندا دوست رکھ اوسکو جو دوست رکھے علیؑ کو اور دشمن رکھ اوسکو جو دشمن رکھے علیؑ کو اور نصرت کر اوسکی جو نصرت کرے علیؑ کی اور کنارہ کر اوس سے جو کنارہ کرے علیؑ سے فقال حسان بن ثابت یا رسول اللہ ائذن لی ان اقول ابیاتاً قال قل علی برکۃ اللہ تعالیٰ فقال حسان بن ثابت یا معشر مشیخۃ قریش اسمعوا شہادۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حسان بن ثابت نے عرض کی یا رسول اللہ اگر اجازت ہو تو میں کچھ اشعار کہوں آنحضرتؐ نے فرمایا کہو خدائے تعالیٰ کی برکت ہو۔ پس حسان نے کہا اے گروہ مشائخ قریش سنو! رسولؐ کی گواہی ہے۔

ابیات حسان بن ثابت	ترجمہ منظوم
ینادیھم یوم الغدیر نبیھم	یوم غدیر دیتے ہیں اون کو نبی ندا
بخم واسمع بالرسول منادیا	خم میں نبی منادی ہیں سنتا ہوں میں صدا
بانی مولاکم نعم وولیکم	مولیٰ ہوں اور ولی ہوں تمہارا میں بالیقیں
فقالوا ولم یبدوا ھناک التعامیا	انکار کوئی کر نہ سکا بولے سب وہیں
الٰھک مولانا وانت ولینا	مولیٰ ترا خدا ہے ہمارا ہے تو ولی
فلا تجدن فی الخلق للامر عاصیا	دنیا میں تیرے حکم سے باہر نہیں کوئی
فقال لہ قم یا علی فاننی رضیتک	فرمایا تب علیؑ سے اوٹھو ہے مری رضا
من بعدی اماماً وھادیاً	تم ہو ہمارے بعد امام اور رہنما

خیال کیجئے آیہ اکملت لکم دینکم کا بعد آیہ یا ایہا الرسول بلغ الخ نازل ہونا کیسا مناسب ہے اور قبل ہونا کیسا بے محل اور لغو معلوم ہوتا ہے جب حضرت علیؑ کی خلافت کی مخالفت میں مابعد کی آیت ماقبل کردیجائے تو ایسا کرنے والوں کے پیروان مولیٰ کا معنی بدلنے میں کیوں نہ ایڑی چوٹی کا زور لگائیں اور آسمان و زمین کا قلابہ ملائیں نعوذ باللہ من ذالک۔ اسی قرآن کی آیت مقدم کو موخر اور موخر کو مقدم کرنے کا اور بغرض حق پوشی احادیث میں قطع و برید کرنے اور تعصب کو راہ دیکر معنی میں لایعنی تکرار پیدا کرنے کا یہ نتیجہ ہے کہ خانہ کعبہ میں چار مصلے گمراہی سے نیچے ہیں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا حنفی کا غول علیحدہ ہے شافعی کا غول علیحدہ مالکی کا غول علیحدہ۔ حنبلی کا غول علیحدہ۔ ان کا نفس امارہ مثل غول بیابانی ان کو بہکائے ہوئے ہے ان میں سے کسی کو ایک سیدھی راہ پر نہیں آنے دیتا۔ ایک جماعت انکی بایزید کو خدا مانتی ہے جیسا کہ مولوی روم کی مثنوی سے اوپر دکھایا گیا اور کیوں نہ ہو جبکہ بقول انکے مشائخ کے انکا خدا فتیٰ ہے تو بایزید بھی ایک فتی تھا اور اپنے اس دعوئے غلط میں لاشریک لہٗ بھی تھا اور مقاتل کا یہ دعویٰ کہ وہ خدا کے سب اعضا کا حال بیان کرسکتا ہے بجز اندام نہانی کے تو ہوسکتا ہے کہ لنگوٹ باندھے ہو یا زیر جامہ پہنے ہو اس وجہ سے اوس کے اندام نہانی کا حال نہیں معلوم کرسکے۔ بعض کے نزدیک انکا فرضی خدا مردی اور زنی دونوں علامتیں رکھتا ہے تو لیس کمثلہ شئی بھی ہوا۔ علی ہذا ایک جماعت انکی مرزا غلام احمد قادیانی جو ایک وقت میں عورت یعنی مریم اور ایک وقت میں مرد یعنی عیسےٰ بنتے جیسا کہ خود انکی کتاب حقیقۃ الوحی سے اوپر دکھایا گیا ہے نبی مانتی ہے ؎ وزیرے چنیں شہریارے چناں۔ اور انکی کل جماعتیں خلفائے بنی تیم و بنی عدی و بنی امیہ کو جن کی حالت اوپر دکھائی گئی ہے اپنا خلیفہ اور پیشوا مانتی ہیں۔ اکثر انکی جماعت سے آریہ ہندو ہوگئے چنانچہ بقول ایڈیٹر اہلحدیث دھرمپال غازی محمود جن کا ذکر اوپر آیا ہے ایک بہت

بڑے اہلحدیث کے فرزند ہیں زبان عربی کے بھی ماہر ہیں لیاقت میں مولوی ثناء اللہ ایڈیٹر اہلحدیث سے کم نہیں ہیں اونکو اہل حدیث کے اصول و فروع سے ایسی نفرت ہوئی کہ مجبور ہوکر آریہ ہوگئے پھر اسلام کی جانب عود بھی کیا تو اپنے آبائی مذہب اہل حدیث کی جانب رخ نہ کیا۔ اہلقران کی جماعت میں داخل ہوئے اور جماعت اہل قرآن کی یہ حالت ہے کہ حافظ محب علی صاحب مولف شرعۃ الحق جو کیے از جماعۃ اہلقرآن ہیں اونکو جیسا کہ ایڈیٹر اہلحدیث لکھتے ہیں اہل قرآن کے لقب سے بھی نفرت ہوگئی اور کیوں نہ ہو جس پر قرآن نازل ہوا اور جسکی حدیثیں ہیں وہ فرماتا ہے انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھلبیتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی الخ اوس سے منحرف ہونے کا یہی لازمی نتیجہ ہے کہ انکی کل جماعتیں مثل اندھوں کے ٹٹول رہی ہیں سیدھا راستہ نہیں ملتا۔ انمیں کوئی ایسا نہیں جو سب کو ایک سیدھے راستہ پر لے چلے۔ انکی کل جماعتیں خدا کے دیدار کی قائل ہیں اور انکا فرضی خدا اپنے دونوں قدم یا بقول بعض ایک قدم جہنم میں ڈالیگا اگر ایسا ہے تو اوسکے دیدار کے لئے اور اوسکی قدمبوسی کے لئے ان لوگ کو جہنم میں حاضر رہنا ضرور ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ ان لوگ کو غلط دعوی حسبنا کتاب اللہ نے کہاں سے کہاں پہونچایا سبحان اللہ شیعوں کی جماعت کو دیکھئے جو حسب فرمودہ رسولؐ متمسک بقرآن و اہلبیتؑ ہیں اونکو اس طرح قرآن میں آیات کے مقدم کو موخر اور موخر کو مقدم کردیئے جانے سے ذرہ برابر بھی نقصان نہ پہونچا کیونکہ شیعہ کسی امر میں کسی غیر معصوم کی تقلید نہیں کرتے۔ دیکھ لیجئے تیرہ سو برس سے آج تک انکے کسی اصول و فروع میں از اول تا آخر سر مو فرق نہیں آیا۔ یہ وہ جماعت شیعہ ہے جسکے لئے خاص بشارت خاتم النبیین سید المرسلین نے دی ہے۔ یا علی انت وشیعتک ھم الفائزون یوم القیامۃ۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء یہ فضائل یہ مناقب جماعت شیعہ کی دیکھکر شاہ عبد العزیز مضطر ہوکر

کہتے ہیں کہ وہ شیعہ اولیٰ ہمیں اہل سنت والجماعت تھے لیکن یہ دعویٰ اونکا بدیہی
غلط ہے اگر واقعی اہل سنت والجماعت شیعہ علیؑ ہوتے تو حضرت علیؑ کے طریقہ پہ
چلتے حضرت کو چھوڑ کر زید عمرو بکر کو نہ اختیار کرتے نہ اغیار کی تقلید کرتے اور نہ
یہ فرقہ بندی ان لوگ میں ہوتی۔ اب اس لکھنے سے کہ ہمیں شیعہ اولیٰ تھے
کیا ہوتا ہے ؎ مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید برکلہ خود باید زد
ہم کو سخت تعجب ہے کہ اہل سنت والجماعت شیعوں سے کیوں خار کھاتے ہیں
اور اون سے بغض و عناد رکھتے ہیں۔ ہماری دانست میں اگر کچھ قصور شیعونکا
ہے تو صرف اسی قدر کہ سُنیوں کے خلفاء بنی تیم و بنی عدی و بنی امیہ کو شیعہ
نہیں مانتے اور اُن سے تبرا کرتے ہیں تو جس طرح سنیوں کے نزدیک عمر صاحب کا
نار و حطب لے کر بضعۃ الرسولؐ کے گھر میں آگ لگانے جانا قابل عفو و درگزر ہے۔
رسولؐ کے کفن و دفن میں ان لوگ کا شریک ہونا قابل عفو و درگزر ہے۔ رسولؐ کو وصیتنامہ
لکھنے سے روکنا قابل عفو و درگزر ہے جیش اسامہ کے ساتھ حکم رسولؐ سے
مخالفت کرکے نہ جانا* قابل عفو و درگزر ہے۔ بی بی عائشہ صاحبہ کا حکم خدا قرن
فی بیوتکن سے مخالفت کرکے حضرت علیؑ سے لڑنے کو میدان جنگ میں جانا اور
مروان کو ساتھ لیکر رسولؐ کے سبط اکبر کے جنازہ پر تیر بارانی کرانا قابل عفو و درگزر
ہے۔ یزید کا فرزند رسول الثقلین امام حسینؑ کو مع سترہ بنی ہاشم تین روز کا بھوکا
پیاسا شہید کرانا اور بنات آل محمدؐ کو اسیر کراکے منگانا اور مدینہ میں ہزاروں مہاجر
و انصار کا خون کرانا اونکی عورتوں کے ساتھ اپنے لشکریوں سے زنا کرانا مسجد
رسولؐ کو گھوڑوں کے بول و براز سے پلید کرانا۔ خانہ کعبہ پر سنگباری و آتشباری
کرانا قابل عفو و درگزر ہے۔ عثمان کا قرآن جلانا اور ولید کا کتاب خدا کو تیروں
سے غربال کرنا قابل عفو و درگزر ہے۔ مردہ لوتھ کے ساتھ جماع کرنا۔ اپنے باپ
کی ازواج کے ساتھ اور اپنی صلبی بیٹی کے ساتھ زنا کرنا قابل عفو و درگزر ہے

* [illegible]

معاویہ کے عہد سے تا عہد عمر بن عبد العزیز معاویہ کے حکم سے خطبوں میں معاذ اللہ
حضرت علیؑ پر جن کی شان میں رسول فرماتے تھے انہ منی وانا منہ لعن کہا جانا
قابل عفو و درگزر ہے تو اہل سنت کو چاہیئے کہ بمقابل ان مظالم کے شیعہ جو ان
خلفا سے تبراء کرتے ہیں اوس سے بھی درگزر کریں۔ شیعہ ویسا سخت نہیں کہتے
جیسا بی بی عائشہ صاحبہ عثمان غنی کو کہتی تھیں کہ اقتلوا نعثلاً انہ قد کفر یعنی
مار ڈالو اس نعثل کو یہ تو کافر ہو گیا اور آنحضرتؐ ابو بکر صاحب کو مخاطب کرکے
فرماتے تھے الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل یعنی شرک تم میں چیونٹی کی چال
سے زیادہ پوشیدہ ہے۔ اور حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے انہ من یشرک باللہ
فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ یعنی جس نے شرک کیا اللہ کے ساتھ اوس پر اللہ نے
جنت کو حرام کر دیا ہے اور خود مخبر صادق صلعم عمر صاحب کو مخاطب کرکے اونکی قیامت
کی خبر اس طرح دیتے ہیں کیف انت یا عمر اذا انتھی بک الی الارض فحفر
ذالک ثلاثۃ اذرع وشبر فی ذراع وشبر ثم اتاک منکر و نکیر اسودان
یجر ان اشعارھما کان اصواتھما الرعد القاصف وکان عینھما البرق
الخاطف یحفران الارض بانیابھما فاجلساک فزعاً فتلتلاک وتوھلاک
یعنی اے عمر تیرا کیا حال ہو گا جب تیرا زمین پر خاتمہ ہو جائیگا اور تو تین گز ایک
بالشت گڑھے میں گاڑا جائیگا بعدہ کالے کالے منکر و نکیر تیرے پاس آئیں گے۔
جن کے بال بہتے ہونگے آواز اونکی گویا رعد قاصف اور آنکھیں اون کی
برق خاطف ہوں گی زمین کو اپنے جبڑے سے کھودیں گے پس تجھکو بٹھائیں گے
تو چلا چلا کر روتا ہو گا وہ تجھ کو ڈرائیں گے اور ہلاک کر دیں گے (ازالۃ الخفاء
صا ۲۰) اور عمر صاحب کو آنحضرتؐ کی رسالت میں شک ہوا کرتا تھا۔ حالانکہ
جناب باری فرماتا ہے انما المومنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ ثم لم
یرتابوا یعنی مومن بس وہی لوگ ہیں جو کہ ایمان لائے اللہ پر اور اوسکے رسولؐ پر

پھر کبھی ہرگز شک کیا ۔ انصاف فرمائیے ان اقوال ان ارشادات کے مقابل میں شیعوں کا ان کے ایسے خلفاء سے تبرا کرنا کیا وزن رکھتا ہے ۔ اگر کہئے کہ گالی دیتے ہیں تو محض غلط ۔ بلکہ گالی گلوج کا وصف خود ابوبکر صاحب میں تھا اندکا ن سبابا اور عمر صاحب فظا غلیظ تھے ۔ اور یہ جو اہلسنت کہتے ہیں کہ شیعہ صحابہ کو برا کہتے ہیں تو اس کو سمجھئے صحابہ میں منافق بھی تھے اور مومن بھی تھے ۔ شیعہ منافق کو برا کہتے ہیں ۔ قرآن کو غور کرکے پڑھئے اور دیکھئے کہاں کہاں اور کس قدر مومنوں کی تعریف اور منافقوں کی مذمت ہے ۔ اور کہاں کہاں شیطان پر کاذبین پر ظالمین پر کافرین پر لعنت کی گئی ہے ۔ اس سے قرآن کی پاکیزگی میں کسی قسم کا فرق نہیں آیا نہ اسکی تلاوت کرنے والوں پر کوئی الزام ہے بلکہ اسکی تلاوت کرنے والے ماجور و مثاب ہونگے ۔ پس اہلسنت کو چاہئے کہ بشارت نبوی یا علی انت وشیعتک ہم الفائزون یوم القیامۃ کا خیال کرکے اپنے بغض و عناد چھوڑیں ۔ ہمارا یہاں ایک سوال جماعت شیعہ اور جماعت سنی کی نسبت اہل سنن سے ہے کہ جب خود مخبر صادق خاتم النبیین سید المرسلین حضرت علیؑ کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں اور شہادت دیتے ہیں کہ یا علی انت وشیعتک ھم الفائزون یوم القیامۃ اور ابوبکر کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں اور شہادت دیتے ہیں کہ الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل تو برائے خدا براہ انصاف بتائیں کہ انسان کو کیا لازم ہے فائزون کی جماعت میں رہیں یا مشرکین کی جماعت میں ۔ قول رسول خدا غلط نہیں ہوسکتا ۔ مشاہدات سے ہے کہ پیروان ابوبکر میں کوئی ہمہ اوست کا قائل ہے کوئی صورتہ فی الفتی اور اشکال کثیرہ میں اوسکے نزول کا قائل ہے کوئی اوسکی اندام نہانی کا قائل ہے ۔ کوئی جہنم میں اوسکے پاؤں ڈالنے کا قائل ہے اور ظاہر ہے کہ یہ عقائد مشرکین کے ہیں ۔

شیعوں کی تعلیم توحید کو انکے صوم وصلوٰۃ کو اور انکے حلال وحرام کو بغور دیکھیں ۔ کیونکہ اسی خداشناسی اور صحیح طور پر اوسکی بندگی بجا لانے اور اوسکے حرام وحلال کے جاننے

کا نام اسلام ہے۔ اسی کے لئے تمام انبیاء مبعوث ہوتے رہے اور کتابیں نازل ہوتی رہیں۔ حضرت علیؑ کی شان میں جو جناب ختم المرسلینؐ نے فرمایا انه منی و انا منه اور امام حسینؑ کے حق میں فرمایا حسینؑ منی و انا من الحسین اس کو قطع نظر کر کے اپنے ہی اصول پر دیکھیں حضرت علیؑ اور حسنینؑ علیہم السلام کے اصحاب رسول ہونے میں تو کوئی کلام نہیں۔ اصحاب بھی کیسے اوروں کی طرح بازاری نہیں بلکہ وہ جن کی شان میں آنحضرتؐ فرماتے تھے انا و علی من نور واحد اور وہ جو فرزندان رسولؐ و اہل بیت رسولؐ ہیں اور اونکی نسل میں جو دیگر ائمہ طاہرینؑ گزرے ہیں اونکو تابعین و تبع تابعین اپنے قاعدے کے مطابق سمجھیں۔ قرآن انھیں کے گھر نازل ہوا ہے اوسکی تعلیم انھیں سے حاصل کریں۔ حدیثیں انھیں کے گھر کی ہیں انھیں سے اخذ کریں اور دیکھیں کہ ان حضرات کی تعلیم توحید و صوم و صلوۃ و حرام و حلال کے متعلق یکساں ہے اس کے برعکس اہل سنت عقیدہ توحید و صوم و صلوۃ و حرام و حلال کے متعلق اپنی جماعت کی پراگندگی کو دیکھ کر اپنے حال پر رحم کریں کیونکہ جزا و سزا کا مدار اسی پر ہے۔

عقل میں نہیں آتا کہ یہ لوگ مولیٰ یا ولی کا معنے بدلنے سے کیا نفع اوٹھانا چاہتے ہیں بفرض محال اگر مان لیا جائے کہ اسکے معنی دوستی کے ہیں تو خداوند عالم انکی دوستی کو آیہ مودۃ سے واجب کرتا ہے اور رسولؐ ان سے تمسک کا حکم دیتے ہیں اس مودت اور تمسک کی غرض و غایت یہی ہے کہ امت ان سے ہدایت پائے رستگار رہو اور آتش دوزخ سے نجات پائے اور انکی دشمنی اور مخالفت کی پاداش جہنم ہے۔ اب مولیٰ کے معنی کو سمجھئے اور غور کیجئے خداوند عالم فرماتا ہے النبی اولی بالمومنین من انفسھم اور آنحضرتؐ اسی آیت کو یاد دلا کر فرماتے ہیں الستم تعلمون انی اولی بالمومنین من انفسھم اسکے بعد فرماتے ہیں من کنت مولاہ فعلی مولاہ ایسے شرح و بسط سے بیان کے بعد جو مولیٰ کا معنے بدلتے یا اختلاف

کرتے ہیں وہ اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں ؎ علی مولی بآں معنی کہ پیغمبر بود مولی۔
اہلسنت والجماعت اون لوگ کو خلیفہ مانتے ہیں جن کے ہاتھ میں حکومت دنیاوی
تھی اور شیعے اپنا امام اور خلیفہ رسولؐ اون حضرات کو مانتے ہیں جن کا سلسلہ
بحکم خداوندی یا ایہا الرسول بلغ الخ جاری ہوا اور جن کی شان میں جناب رسولخداؐ
نے فرمایا انی تارک فیکم الثقلین الخ ثقل ثانی کی اول فرد حضرت علیؑ ہیں جن کے
باب میں آنحضرتؐ نے فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ ثقل اول یعنی قرآن
کے ساتھ جیسی بے ادبی خلفاے اہل سنت نے کی ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ کسی نے
آگ میں جلایا۔ کسی نے نیزوں پر چڑھایا کسی نے تیروں سے غربال کیا۔ اب
ثقل دوم کی مظلومی کا حال سُنئے جسکی نسبت آنحضرتؐ نے فرمایا تھا من کنت مولاہ
فعلی مولاہ بعد وفات آنحضرتؐ دنیا پرستوں نے اوس جناب کو مولی نہ مانا بعد
قتل عثمان کچھ لوگوں نے حضرت کو خلیفہ مانا تو بی بی عائشہ صاحبہ اور معویہ برسر
جنگ ہو گئے۔ حضرت علیؑ کے بعد جو رسولؐ کے سبط اکبر امام حسنؑ خلیفہ ہوئے
جن کو اکثر سُنی بھی چھ مہینے کے لئے خلیفہ مانتے ہیں اونکو زہر ستم سے شہید کیا
اونکے جنازہ پر بی بی عائشہ اور مروان طرید رسولؐ نے جو سینوں کا چھٹاں
خلیفہ ہے تیر بارانی کرائی۔ ایسا ظلم جب سے آسمان و زمین قائم ہیں نہ ہوا ہوگا
کہ کسی کے جنازہ پر تیر چلے۔ شیعوں کے تیسرے امام اور خلیفہ دُرِ یگانۂ دریائے
مجمع البحرین بخون طپیدۂ کربلا امام حسینؑ ہیں جن کے ہاتھوں پر ششماہہ
بچہ تیر ستم سے شہید کیا گیا۔ اور جن کی مخدرات عصمت و طہارت بنات رسولؐ
اسیر کرکے دربدر پھرائی گئیں اور سنیوں کے چوتھے امام اور خلیفہ یزید کے
دربار میں منگائی گئیں۔ ان دونوں فرزندان رسولؐ کے اخلاق کو دیکھئے انھیں
کے جد کی تعریف میں خداوند عالم فرماتا ہے انک لعلی خلق العظیم۔ یہ دونوں بھائی
اخلاق رسولؐ کے نمونہ ہیں۔ سبحان اللہ نقل ہے کہ ایک روز ان دونوں حضرات

نے ایک شیخ کبیر السن کو جو اصحاب رسولؐ سے تھا غلط وضو کرتے دیکھا تو اوس کی کبیر السنی کے لحاظ سے یہ کہنا کہ وضو تمہارا غلط ہے ان حضراتؑ کو گوارہ نہ ہوا فرمایا اے شیخ ہم دونوں بھائی وضو کرتے ہیں دیکھکر بتاؤ کہ ہم دونوں میں کس کا وضو اچھا ہے۔ ان حضراتؑ کا وضو دیکھکر اوس شیخ نے کہا کہ میں جاہل مسئلہ تھا وضو میرا سراسر غلط تھا آپکی بدولت آج صحیح وضو کرنا سیکھا۔ آپ حضراتؑ اپنے جد کی امت پر نہایت شفیق ہیں۔

شیعوں کے چوتھے امام اور خلیفہ علی ابن الحسین ملقب زین العابدین ہیں یہ جناب دو بارہ اسیر ہوئے بار اول مسلسل بہ طوق و زنجیر یزید کے دربار میں گئے اور بار دوم عبد الملک بن مروان نے اوس مظلوم کو مسلسل بہ طوق و زنجیر کرایا ان کے بعد شیعوں کے امام اور خلیفہ جناب محمد باقر علیہ السلام ہیں جنکو رسولؐ نے اپنے صحابی جابر انصاری کی معرفت سلام کہلایا تھا اور چھٹیں امام اور خلیفہ جناب جعفر صادقؑ ہیں ان دونوں باپ بیٹوں کو ہشام ابن عبد الملک نے بغرض توہین و تذلیل طلب کر کے تین دن دار الامارہ سے باہر رکھا۔ بعدہ اپنا دربار آراستہ کر کے اور اراکین سلطنت کو جمع کر کے ان دونوں فرزندان رسولؐ کو اپنے تخت کے سامنے کھڑا رکھا اور بہ نظر حقارت امام محمد باقرؑ کو تیر اندازی دکھانے کا حکم دیا۔ ساتویں امام اور خلیفہ جناب موسی کاظم ہیں جو مدتوں ہارون کے زندان میں قید رہے۔ بالآخر زہر سے شہید کرائے گئے اور ان کا جنازہ مزدوروں سے اٹھوایا گیا۔ آٹھویں امام اور خلیفہ غریب الغرباء شہید سم جفا امام علی رضا ہیں۔ مامون نے اس فرزند رسولؐ کو اپنا ولی عہد نامزد کیا تھا۔ جب عید کا دن آیا تو مامون نے آپ سے کہلا بھیجا کہ آپ سوار ہوں اور عید گاہ جا کر نماز عید پڑھائیں حضرتؑ نے عذر کیا مگر نہ مانا اوسکے اصرار پر فرمایا کہ اگر تو معاف کرے تو بہتر ہے ورنہ میں نماز عید کے لئے اوسی طرح جاؤں گا جس طرح میرے جد امجد محبوب خدا تشریف لے جاتے تھے۔ مامون سمجھا کہ رسولؐ

شان و شوکت سے جاتے ہونگے اوس نے اپنا ساز و سامان شاہی مع لشکر آراستہ کر کے حضرتؑ کے جلو میں جانے کے لئے بھیجدیا آپ نے اوسکی جانب مطلق اعتنا نہ فرمائی۔ اپنے خدام کو حکم دیا کہ غسل کر کے کپڑے بدلو خود بھی غسل فرما کر کپڑے بدلے۔ دستار سفید سر پر باندھی۔ عطر لگایا۔ زیر جامہ کو ساق تک اونچا کر لیا۔ نعلین اوتار ڈالی پا برہنہ ہاتھ میں عصا لیکر مع اپنے خدام کے باہر نکلے اور سر کو آسمان کی جانب بلند کر کے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر آپ کے ساتھ خادموں اور لشکریوں نے بھی تکبیر کہی۔ جب حضرت تکبیر کہتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ در و دیوار اور آسمان و زمین آپ کے ساتھ تکبیر کہہ رہے ہیں یہ حالت ہوگئی کہ تمام اہل شہر گریہ و زاری کرنے لگے۔ صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ جتنے امراء اور سرداران لشکر مامون سواری پر تھے حضرتؑ کی یہ شان دیکھکر پشت زین سے زمین پر کود پڑے اور اپنے اپنے موزے اور کفش اوتار پھینکیں سب پا برہنہ ہوگئے فریاد و فغاں کرنے لگے۔ شہر میں زلزلہ اور غلغلہ پڑ گیا جب اسکی اطلاع مامون کو ہوئی تو اوسکے وزیر فضل بن سہل نے اوس سے کہا کہ اگر امام رضاؑ اسی شان سے عیدگاہ کو جائیں تو تیری سلطنت میں خلل پڑجائے گا مامون اپنے وزیر کی تقریر سے متنبہ ہوا فوراً اپنے ایک خواص کو بھیجکر حضرتؑ کو عیدگاہ جانے سے روک دیا۔ دیکھئے مامون اولاد حضرت عباس سے تھا جو صحابی رسولؐ تھے صحابی بھی بازادہ نہیں بلکہ عم رسولؐ جن کو اہل سنت داخل اہل بیت کرتے ہیں۔ باوجود اس خصوصیت کے اس کو یہ نہ معلوم تھا کہ جناب سولخدا کس طرح نماز عید کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور نہ یہ معلوم تھا کہ کس طرح دربار خداوندی میں جانا چاہئے۔ اپنا ساز و سامان شاہی بھیج دیا اور بیج ہے مامون کو کیا معلوم ہوتا جب کہ خود عمر خلیفہ کو معلوم نہ تھا کہ نماز عید میں کون سورہ پڑھنا چاہئے۔ جیسا کہ ازالۃ الخفا سے اوپر مذکور ہوا۔ ہو سکتا تھا کہ رسولؐ کو وفات فرمائے دو برس سے زاید گزر چکے تھے بوجہ امتداد زمانہ عمر صاحب

نماز عید کے سوروں کو بھول گئے ہوں لیکن نہیں ہنوز آنحضرت صلعم کی نعش اطہر بے غسل
و کفن پڑی ہوئی تھی کہ اہل دنیا نے ابوبکر کو اپنا خلیفہ بنا لیا۔ اگر ابوبکر صاحب بالتزام
نماز پڑھتے اور پڑھاتے ہوتے تو عمر صاحب نہ بھولتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں صاحب
ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ اس دنیائے ناپائدار کی حکومت کے لئے رسولؐ
کی رسالت کو تباہ و برباد کر دیا۔ خود مامون نے جناب امام رضاؑ کو نماز عید پڑھانے جانے
کے لئے مجبور کیا۔ جب حضرت تشریف لے چلے تو نہ اپنی زبان کا خیال رکھا نہ دین
اسلام کا نہ حضرت کی ذلت اور ملال کا اثنائے راہ میں روک دیا۔ حضرت نے وہیں موزے
پہن لئے اور سوار ہو کر اپنی دولتسرا کو واپس آئے۔ مامون کی اس حرکت سے کیسی
ہتک اس فرزند رسولؐ کی ہوئی اور کیسا آپ کے قلب اقدس پر صدمہ پہونچا ہوگا۔
شیعوں کے نویں امام اور خلیفہ محمدؐ بن علیؑ ملقب بہ تقی ہیں آپ کا سن شریف ابھی
کل آٹھ برس کا تھا کہ آپ کے پدر بزرگوار کا سایہ آپکے سر سے اوٹھ گیا اور یتیم ہوگئے
آپکے اسی ایام طفلی میں مامون نے اپنے ارکان دولت کے امرار سے اس نوبادہ بستان
رسالت کا امتحان لینے کے لئے ایک بڑی بھاری مجلس ترتیب دیکر یحییٰ بن اکثم اور
سائر علما و شرفا کو جمع کیا۔ یحییٰ بن اکثم نے حضرتؑ سے سوال کیا کہ آپ اس مسئلہ میں
کیا فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے حالت احرام میں شکار کیا تو اس کا کفارہ شرع انور
میں کیا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ اے یحییٰ تو نے یہ سوال مجمل کیا یہ تبا کہ اوس محرم
نے کہاں شکار کیا حل میں یا حرم میں اور وہ عالم تھا یا جاہل مسئلہ۔ عمداً قتل کیا یا
خطاءً وہ شخص آزاد تھا یا غلام۔ نابالغ تھا یا بالغ۔ حالت احرام میں پہلے پہل یہ شکار
کیا یا اور بھی کیا تھا۔ وہ صید پرندوں میں سے تھا یا وحوش سے۔ چھوٹا تھا یا بڑا
اور اب وہ اپنے فعل پر مُصر ہے یا نادم۔ اور یہ شکار شب کے وقت میں کیا یا دن
میں۔ احرام عمرہ کا باندھا تھا یا حج کا؟ یہ سنکر یحییٰ بن اکثم مبہوت ہو گیا۔ اوسکے چہرہ کا
رنگ زرد ہو گیا۔ زبان میں لکنت پیدا ہو گئی۔ کچھ کہہ نہ سکا۔ مامون نے حضرتؑ سے

کہا اگر آپ ہی اس مسئلہ کے احکام کو تفصیل سے بیان فرما دیتے تو ہم لوگ مستفید و بہرہ یاب ہوتے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ محرم اگر حل میں شکار کرے اور وہ صید طیور میں سے اور بڑا بھی ہو تو اوس کا کفارہ ایک بکری اور اگر اسی قسم کا صید حرم میں کیا ہے تو دو بکری اور اگر وہ طیر بچہ تھا اور حل میں شکار کیا ہے تو اس کا کفارہ ایک بچہ دنبہ کا جو اپنی ماں کا دودھ چھوڑ چکا ہو اور اگر حرم میں اوسی طیر کے بچہ کا شکار کیا ہے تو اوس کا کفارہ ایک دنبہ مع اوس بچہ کی قیمت کے ہے جسے مار ڈالا ہے۔ اور اگر وہ صید وحوش میں سے ہے تو اوسکی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً اگر حمار وحشی ہے تو ایک گائے اور اگر شتر مرغ ہے تو ایک اونٹ۔ اگر ہرن ہے تو ایک بکری بشرطیکہ حل میں شکار کیا ہو اور اگر حرم میں شکار کیا ہو تو یہی کفارے دو چند دینے ہونگے اور اُن جانوروں کا جو کفارہ میں دیئے جائیں گے اگر احرام عمرہ کا تھا تو خانہ کعبہ تک پہونچانا ہوگا اور مکہ میں قربانی کرنا ہوگا اور اگر احرام حج کا تھا تو منیٰ میں قربانی کرنا ہوگا ان احکام میں عالم اور جاہل دونوں برابر ہیں۔ عمداً صید کرنے میں علاوہ کفارہ کے گنہگار بھی ہوگا۔ حالت خطا میں گناہ نہیں ہے۔ آزاد کے لئے کفارہ خود اوسکی ذات پر ہے اور غلام کا کفارہ اوسکے آقا کے ذمہ ہے۔ نابالغ پر کفارہ نہیں ہے بالغ پر واجب ہے۔ اگر شکار کرنے والا نادم ہے تو عذاب آخرت معاف ہوجائیگا اصرار کرنے والے پر آخرت میں بھی عذاب ہوگا حضرتؑ کا یہ کلام بلاغت نظام سنکر تمام اہل مجلس سے احسنت کی آواز بلند ہوئی اور سب بالاتفاق آپکی مدح وثنا کرنے لگے اور آپ کے علم وفضل کے معترف ومقر ہوگئے۔ مامون نے حضرت سے کہا کہ اگر مصلحت جانئے تو آپ بھی یحیٰی بن اکثم سے سوال کیجئے۔ حضرتؑ نے یحیٰی سے کہا کہ اے یحیٰی سنو ایک عورت پر ایک مرد نے صبح کے وقت نظر کی تو وہ اسپر حرام تھی دن چڑھے اوسپر حلال ہوگئی۔ پھر ظہر کے وقت حرام ہوگئی۔ عصر کے وقت پھر حلال ہوگئی مغرب کے وقت حرام ہوگئی۔ عشاء کے وقت پھر حلال ہوگئی آدھی رات کو حرام

ہو گئی۔ صبح ہوتے ہی پھر اوس پر حلال ہو گئی۔ بتاؤ وہ کون سی عورت ہے؟ یحییٰ نے کہا خدا کی قسم میں اس کے جواب سے عاجز ہوں۔ کچھ نہیں عرض کر سکتا۔ آپ ہی ارشاد فرمائیں کہ ہم لوگ مستفید ہوں۔ فرمایا وہ عورت کسی کی کنیز تھی۔ ایک شخص اجنبی نے صبح کے وقت اُس پر نظر کی تو وہ حرام تھی دن چڑھے اُسے خرید کر لیا حلال ہو گئی۔ دوپہر کے وقت آزاد کر دیا پھر حرام ہو گئی۔ عصر کے وقت نکاح کر لیا حلال ہو گئی۔ مغرب کے وقت ظہار کیا حرام ہو گئی عشاء کے وقت ظہار کا کفارہ دیا حلال ہو گئی۔ نصف شب کو طلاق رجعی دیا حرام ہو گئی۔ صبح کے وقت رجوع کیا پھر حلال ہو گئی۔ اسکے بعد مامون نے اہل مجلس سے مخاطب ہو کر کہا اب بھی تم لوگ کو انکی نسبت کچھ کلام باقی ہے۔ سب نے ایک زبان ہو کر کہا بے شک یہ خاندان نبوت و معدن وحی و رسالت سے ہیں ان کا علم و فضل اور فہم و ذکا منجانب اللہ ہے۔

حضرت امام محمد تقیؑ کی زوجیت میں مامون نے اپنی بیٹی ام الفضل کو دیا تھا لیکن مامون کے بھائی معتصم نے اس جناب کو زہر ستم سے شہید کرایا۔ لڑکی زوجیت میں دینے سے کچھ نہیں ہوتا۔ ابوبکر اور عمر نے بھی اپنی لڑکی رسولؐ کی زوجیت میں دیا تھا اور وفات رسولؐ سے دونوں رانڈ ہو گئیں۔ اس کا کچھ خیال نہ کیا بلا کفن و دفن نعش رسولؐ کو چھوڑ کے بطمع خلافت سقیفہ بنی سعدہ میں جا پہونچے اور عمر صاحب نار و حطب لیکر بنت رسولؐ کے گھر میں آگ لگانے گئے خود تو آگ نہیں لگایا مگر ایسی آگ لگا گئے اور اہلبیت رسولؐ کو لوگوں کی آنکھوں میں ایسا حقیر کر گئے کہ آخر یزید نے معرکہ کربلا میں اوس جگر گوشۂ رسولؐ کے خیمہ کو جسکی شان میں آنحضرت فرماتے تھے حسینؑ منی و انا من الحسینؑ آگ سے پھنکوا ہی دیا۔

دسویں امام اور خلیفہ حضرت علی نقیؑ ہیں متوکل خود مع اپنے وزیر کے سوار تھا اور اس جناب کو عوام کی نظروں میں ذلیل کرنے کے لئے پا پیادہ اپنے جلو میں لئے

جاتا تھا۔ انتہائے ظلم یہ ہے کہ حضرت موجود تھے اور آپ کے سامنے آپ کو زندہ درگور کرنے کے لئے قبر کھدوائی جارہی تھی۔ گیارہویں امام اور خلیفہ حضرت امام حسن عسکری ہیں یہ حضرتؑ بھی اپنے والد ماجد امام علی نقی کے ساتھ سامرہ میں محبوس تھے اور ۲۸ برس کی عمر میں زہر دغا سے شہید کئے گئے۔ بارہویں امام اور خلیفہ ہمنام و ہم کنیت سید المرسلین وخاتم النبیین قائم آل محمدؐ ہیں۔ اور مہدی صاحب الزمان کے لقب سے مشہور ہیں۔ بعد شہادت امام حسن عسکریؑ معتضد نے اپنے تین آدمیوں کو بھیجا کہ فوراً جاکر حضرتؑ کے گھر کا محاصرہ کرلو اور جو کوئی اس گھر میں ہو اُس کا سر میرے پاس لاؤ مگر حضرت بقدرت خدا غائب ہوگئے بعض اہل سنت بوجہ غیبت حضرتؑ کے وجود سے انکار کرتے ہیں عجب مشکل ہے۔ سامنے موجود رہیں تو سر کاٹیں زہر دیں اسیر کریں۔ غیبت میں رہیں تو وجود سے انکار۔ آنکھ کھول کر نہیں دیکھتے کہ معتضد نے اس آخری حجت پنج سالہ بچہ کا سر کاٹنے کے لئے اپنے آدمیوں کو بھیجا تھا۔ اور یہ جو بعض کہتے ہیں کہ حضرتؑ کی غیبت سے کیا فائدہ۔ ہم انکے سمجھنے کے لئے ایک روایت روضۃ الصفا سے نقل کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوگا کہ ان حضرات کے وجود سے خواہ بالمواجہت ہو یا بغیر مواجہت ہر طرح خلائق کو فائدہ پہونچتا رہتا ہے۔ صاحب روضۃ الصفا امام حسن عسکریؑ کے حال میں لکھتے ہیں کہ محمد بن علی بن ابراہیم کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ فقر وفاقہ سے نہایت تنگ اور پریشان حال مضطر ہوگئے۔ ہمارے باپ نے کہا چلو ابو محمد الزکی کے پاس چلتے جائیں کہ آپ کا جود وسخا زبان زد خلائق ہورہا ہے۔ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ آیا آپ سے اور ان سے جان پہچان بھی ہے؟ جواب دیا نہیں جان پہچان تو نہیں ہے۔ باوجود عدم شناسائی ہم لوگ روانہ ہوئے۔ براستہ میں ہمارے باپ نے کہا کہ اگر حضرت پانچ سو درہم دیں تو دو سو درہم کا کپڑا خریدوں گا اور سو درہم کا آٹا۔ بقیہ اخراجات النفقہ میں خرچ کروں گا۔ میں نے اپنے

دل میں کہا کیا خوب ہوتا اگر مجھکو بھی حضرت تین سو درہم دیتے کہ سو درہم کا کپڑا اور سو درہم کا ایک دراز گوش سواری کے لئے خرید کر کوہستان کیطرف جاتا اور باقی سو درہم اپنے اخراجات ضروری میں خرچ کرتا۔ جب ہم لوگ حضرتؑ کے در خانہ پر پہونچے تو بغیر اس کے کہ ہم لوگوں کے آنے کی اطلاع کوئی حضرت کو دے۔ حضرتؑ کا غلام باہر آیا کہ علی ابن ابراہیم اور اسکے بیٹے محمد کو مولا اندر بلاتے ہیں۔ جب ہم لوگ اندر داخل ہوئے اور سلام بجالائے تو حضرتؑ نے پوچھا کہ اے علی کیا سبب مانع تھا کہ اتنے دنوں تک آئے۔ میرے باپ نے عرض کی کہ اے مولا حیا معلوم ہوتی تھی کہ آپ کی خدمت میں اس حال سے حاضر ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ہم لوگ باہر نکلے تو حضرتؑ کے غلام نے پیچھے سے آکر ایک صرہ میرے باپ کو دیا اور کہا اس میں پانچ سو درہم ہیں۔ دو سو درہم کپڑے کے لئے۔ دو سو درہم آٹا کے لئے اور سو درہم نفقہ کے لئے۔ اور دوسرا صرہ مجھ کو دیا اور کہا اس میں تین سو درہم ہیں۔ سو درہم کپڑے کے لئے۔ سو درہم اخراجات خانہ کے لئے اور سو درہم دراز گوش خریدنے کے لئے لیکن کوہستان کی طرف نہ جانا بلکہ فلاں موضع میں جا۔ میں اُس موضع میں گیا اور وہاں ایک عورت سے نکاح کیا اُسی روز مجھکو دو ہزار اشرفیاں جہیز میں ملیں (دیکھو روضۃ الصفا)

اس واقعہ تاریخی کو بغور دیکھئے ان دونوں باپ بیٹوں علی ابن ابراہیم اور محمد سے کبھی کی دید نہ شنید اور نہ ان لوگ نے اپنا اظہار مطلب کیا۔ مگر دونوں باپ بیٹوں کی حاجت براری ہو گئی۔ روضۃ الاحباب میں جابر انصاری سے جو حدیث منقول ہے اوسمیں رسولؐ نے اسی ترتیب سے جیسا کہ ہم نے اوپر لکھا ہے اپنے دوازدہ خلفاء کے اسمائے گرامی بیان فرمانے کے علاوہ جناب مہدی صاحب الزمانؑ کے بارے میں یہ بھی فرمایا ہے کہ شیعہ پورا فائدہ حاصل کرینگے

نور سے امام غائب کے اور منتفع ہونگے اونکی ولایت سے جس طرح لوگ نفع حاصل کرتے ہیں آفتاب سے اگرچہ وہ ابر میں ہو۔ ان ائمہ اثنا عشر اہل بیت رسول کے حالات ویسے ہی ہیں جیسے انبیاء ماسلف کے تھے۔ تعجب ہے کہ حضرت عیسیٰ جو بنی اسرائیل سے ہیں اونکے آج تک زندہ رہنے کے تمام اہل سنت قائل ہیں مگر مہدی آل محمد کے زندہ اور موجود رہنے سے بعض اہلسنت بوجہ اونکی غیبت کے منکر ہیں۔ جس سے جناب سید المرسلین کی بمقابل انبیاے بنی اسرائیل کے منقصت ہوتی ہے اس شرف سے آنحضرت محروم رکھے گئے۔ حاشا ایسا نہیں ہے۔ قائم آل محمد ضرور موجود ہیں۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ جس کا دین منسوخ ہو گیا وہ زندہ رہے اور اون کا ایک حواری بھی زربیت نامی جیساکہ ازالۃ الخفا میں ہے زندہ رہے اور عمر صاحب سے اوس کو ملاقات ہو لیکن جس خاتم النبیین کا دین قائم ہو اور تا قیامت قائم رہے اوس کا کوئی والی زندہ اور باقی نہ رہے۔ ائمہ اطہار کے فضائل ومناقب سے سنیوں کی کتابیں مالامال ہیں۔ چنانچہ علامہ فضل بن روزبہان جن کو اہل سنت علم کلام میں بڑا امام مانتے ہیں۔ وہ اپنی کتاب ابطال الباطل میں لکھتے ہیں۔ ماذکر من فضائل آل فاطمہ صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہما وعلی ابیہا وسائر آل محمد امر لا ینکر فان الانکار علی البحر برحمتہ علی البر لسعۃ وعلی الشمس بنورہا وعلی الانوار بظہورہا وعلی السحاب بجودہ وعلی الملک بسجودہ انکار لا یزید المنکر الا استہزاء بہ وصن ہو قادر علی ان ینکر علی جماعۃ ہم اہل السداد وخزان معدن النبوۃ وحفاظ اداب الفتوۃ صلوات اللہ وسلامہ علیہم ونعم ما قلت فیہم منظوماً سلام علی المصطفی المجتبیٰ۔ سلام علی سید المرتضیٰ سلام علی ستنا فاطمہ من اختارہا اللہ خیر النساء۔ سلام من المسک انفاسہ علی الحسن الالمعی الرضا۔ سلام علی الاورعی الحسین شہید یری جسمہ کربلا۔ سلام علی سید العابدین علی بن الحسین المجتبیٰ۔ سلام علی باقر المہتدی۔ سلام علی صادق المقتدی۔ سلام علی الکاظم الممتحن

رضی السجایا امام التقی ۔ سلام علی الثامن الموتمن۔
علی الرضا سید الاصفیا ۔ سلام علی التقی النقی ۔
علی المکرم ہادی الوری ۔ سلام علی سید العسکری ۔
امام یجہر حبس الصفا ۔ سلام علی القائم المنتظر ۔
ابی القاسم القرم نور الہدی ۔ سیطلع کالشمس فی غاسق ۔
ینجیہ من سیفہ المنتضی ۔ تری یملاء الارض من عدلہ ۔
کما ملئت جور اہل الہوی ۔ سلام علیہ و آبائہ ۔
والنصار لا ما تدور السما ۔ یعنی جو کچھ ذکر کیا گیا فضائل فاطمہ صلوات اللہ
علیہا وعلی ابیہا وعلی سائر آل محمدؐ سے وہ ایسا امر ہے کہ انکار نہیں ہو سکتا
کیونکہ انکار کرنا بحر کی رحمت اور بر کی وسعت اور ضیاء آفتاب اور نور کی
ضیاء اور سحاب کے جود اور ملائکہ کے سجود سے ۔ ایسا انکار ہے جس سے
منکر قابل استہزا ہوتا ہے اور کون شخص قادر ہے کہ انکار کرے ان لوگوں پر جو اہل
سُدا سے ہیں اور خزانہ دار معدن نبوت اور حافظ آداب فتوت ہیں صلواۃ خدا ہو ان
اور ان پر سلام اور کیا خوب نظم ہے ان کی شان میں ۔ سلام ہو مصطفٰے مجتبٰی پر ۔
سلام ہو سید مرتضٰی پر ۔ سلام ہو سیدۃ النساء فاطمہ پر جنہیں خدا نے تمام عورتوں
کی سردار بنایا ۔ سلام ہو جن کے انفاس پاکیزہ ہیں مشک سے ۔ امام حسنؑ پر جو ملجی
اور رضا ہیں ۔ سلام ہو امام حسینؑ پر جو شہید کربلا ہیں ۔ سلام ہو امام زین العابدینؑ پر
امام محمد باقرؑ امام جعفر صادقؑ ۔ امام موسٰیؑ کاظم ۔ امام علی بن موسٰی الرضا ۔ امام محمد تقیؑ
امام علی نقی ۔ امام حسن عسکریؑ ۔ امام قائم منتظر ابی القاسم مہدی پر جو اسی طرح
طلوع کریں گے جس طرح آفتاب نکلتا ہے ظلمت سے ۔ اور بھر دیں گے
وہ حضرتؑ زمین کو عدل سے جس طرح اہل ظلم کے ظلم و جور سے بھر دی گئی ہے ۔
سلام ہو انپر اور اُنکے آبا و اجداد و انصار پر جب تک دورہ کرتا ہے آسمان

تذکرہ سبط جوزی میں بھی اسی ترتیب سے ان حضرات کے اسما گرامی آئے ہیں اور جناب مہدیؑ کی نسبت لکھا ہے وھو خلف الحجۃ صاحب الزمان العالم المنتظر الباقی وھو آخر الائمۃ اور سید علی ہمدانی جو بقول شاہ ولی اللہ قطب الاقطاب تھے اپنی کتاب ینابیع المودۃ میں لکھتے ہیں کہ فرمایا رسول خدا نے انا سید النبیین وعلی سید الوصیین والاوصیاء من بعدی اثنا عشر اولھم علی وآخرھم مہدی من ولد فاطمۃ ما الخلافت الا فیھم جناب مہدی علیہ السلام کی خلافت پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے۔ خواجہ محمد بارسانی اپنی کتاب فصل الخطاب میں حضرت کی ولادت اور معتمد کا آپ کے درپے قتل ہونے کا حال لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ حدیثیں اس بارے میں اس سے زیادہ ہیں کہ ان کا احصی کیا جائے۔ اور مناقب مہدیؑ جو صاحب الزمان ہیں بے حد ہیں۔ اور اتفاق ہے حدیثوں کا آپ کے ظہور اور اشراق نور پر حضرت ہی پر ختم ہوئی خلافت وامامت اور آپ اس وقت سے امام ہیں جس وقت آپ کے والد ماجد نے انتقال فرمایا۔ اور قیامت تک امام رہیں گے۔ امام سکرانی امام محی الدین عربی۔ شیخ حسن عراقی۔ سید علی خواص سب مقر ہیں آپ کے ۱۵ شعبان ۲۵۵ ہجری کو متولد ہونے اور اس وقت تک موجود رہنے کے۔ شیخ حسن عراقی حضرتؑ کی زیارت سے مشرف بھی ہوئے۔ تاریخ کامل میں ہے اور صاحب روضۃ الصفا بھی بحوالہ ترجمہ مستقصی لکھتے ہیں کہ جس وقت حضرت امام عسکری علیہ السلام نے وفات فرمائی اس وقت جناب مہدی علیہ السلام کا سن شریف کل پانچ برس کا تھا آپکو اسی صغر سنی میں حق تعالیٰ نے حکمت عطا فرمائی جیساکہ حضرت یحییٰ کو اور اسی صغر سنی میں آپ کو امام گردانا جیساکہ حضرت عیسیٰ کو نبی مرسل گردانا تھا۔ ترجمہ مستقصی میں ہے کہ آپ کے بارے میں بکثرت حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ حافظ ابو نعیم جو مشاہیر محدثین اہل سنن سے ہیں چالیس حدیثیں

صحاح سے روایت کرتے ہیں کہ وہ سب مشتمل ہیں صفات اور احوال اور اسم اور نسب صاحب الزمان علیہ السلام پر نیز ملاحظہ ہو فصول مہمہ و صواعق محرقہ ۔ تاریخ کامل میں ہے کہ آپ مخلوق کی نظروں سے مخفی و مستور ہیں اور شیخ عبدالوہاب شعرانی کتاب الیواقیت والجواہر میں لکھتے ہیں کہ آپ موجود ہیں اور رہینگے تا اینکہ قریب قیامت حضرت عیسےٰ بن مریم کے ساتھ ظہور فرمائیں گے اور نیز شیخ محی الدین یہ بھی لکھتے ہیں انہ لابد من خروج المہدی علیہ السلام لکن لا یخرج حتی تملأ الارض جوراً و ظلماً و یملأھا قسطاً و عدلاً و ھو من عترت رسول اللہ من ولد فاطمہ جدہ حسین بن علی بن ابی طالب اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ آپکی ولادت پندرہ شعبان ۲۵۵ھ ہجری کو بمقام سامرہ واقع ہوئی اور جب پیدا ہوئے تو آپ کے داہنے بازو پر یہ آیت منقوش تھی جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا ۔ شواہد النبوت میں ملا جامی بھی مقر ہیں کہ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے داہنے بازو پر یہی آیت منقوش تھی ۔ یہ سب کتابیں جن کا ہم نے حوالہ دیا ہے مشہور و معروف علماء اہل سنن کی ہیں ۔ الغرض جناب مہدی علیہ السلام کے ظہور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق اس قدر احادیث بکثرت اور متواتر ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی خود مہدی و عیسیٰ دونوں ہونے کا دعوے کر بیٹھے اور چل بسے ۔ ان سے اتنا بھی نہ ہوسکا کہ خانہ کعبہ میں جو چار مصلے بچھے ہیں ان کو اور اہل حدیث و اہل قرآن جو لڑ رہے ہیں ان سب کو ایک کر دیتے بلکہ ایک نیا فرقہ پیدا کر کے اور جھگڑا بڑھا دیا اور حضرت عیسےٰ نے جو پیشین گوئی فرمائی تھی کہ ہمارے نام پر بہتیرے آئینگے مگر وہ گرگ خونخوار ہونگے انہیں مرزا صاحب نے اپنا بھی شمار کرا دیا ۔ بہرکیف ہم نے اپنے ائمہ طاہرین کے متعلق جنکے بارے میں آیہ کریمہ یا ایہا الرسول بلغ الخ نازل ہوا اور رسول نے من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور انی تارک فیکم الثقلین الخ فرمایا تھا انکے ساتھ جیسا خلفائے اہل سنت نے سلوک کیا اور پردکھایا گیا جیسے مصائب اور شدائد ان حضرات پر گزرے انکی نظیر انبیائے سلف میں بھی نہیں پائی جاتی ۔ عقل میں بات نہیں آتی کہ ان حضرات کا کیا قصور

تھا جسکی یاداش میں یہ مظالم اور شدائد اپنر کئے گئے ہم تو دیکھتے ہیں کہ باوجودیکہ حضرت علیؑ بحکم خدا
و رسولؐ والی امت مقرر ہوئے لیکن بعد وفات رسولؐ جب منافقین نے بطور خود نیا انتظام اپنی
خلافت کا کیا یعنی پہلا خلیفہ ابوبکر کو بنایا بعدہ عمر کو بعدہٗ عثمان کو تو حضرت علیؑ نے ابتداءً بنظر
رفع حجت اپنے حق کا اظہار فرمادیا جب اسکی شنوائی نہیں ہوئی تو خاموشی اختیار کی حتیٰ کہ قرآن جو
حضرت نے مطابق تنزیل کے جمع کیا تھا وہ بھی دربار خلافت سے نامنظور ہوا یہ سب مصائب
جھیلا کئے مگر بخیال اسکے کہ ابوسفیان جو دشمن اسلام تھا ان لوگ کا شریک حال ہے مبادا یہ لوگ ملکر
اسلام کا کایا پلٹ کردیں حضرت علیؑ صبر و شکیبائی اختیار کئے رہے یہاں تک کہ تینوں خلفاء
کا زمانہ جو ۲۳ - ۲۴ برس رہا گزر گیا جب دنیا ان خلفائے ثلثہ سے خالی ہوگئی اور لوگوں نے آزادی پاکر
حضرت علیؑ کی جانب رجوع کیا تو معویہ ابن ابوسفیان نے جسے عمر نے اپنے عہد خلافۃ میں شام کا گورنر
مقرر کیا تھا علم بغاوت بلند کردیا اور اپنے مکر و حیلہ سے ایک جماعۃ کثیر کو خارجی بنادیا جیسا کہ
واقعات تواریخی سے ظاہر ہے۔ علی ہذا باوجودیکہ معویہ نے بدعہدی کر کے شرائط صلح نامہ پر عمل نہیں کیا
تاہم امام حسنؑ نے بھی سکوت ہی فرمایا۔ امام حسینؑ بیس برس تک دیکھا کئے کہ حضرتؑ کے پدر بزرگوار
پر خطیبوں سے برسر منبر معاذاللہ لعن کہلائی جاتی ہے۔ بھائی زہر دغا سے شہید کیا جاتا ہے مگر حضرتؑ بھی مثل
اپنے بھائی کے عبادۃ خدا میں مصروف رہے اور سید نین رسول الثقلین کی قبر مطہر کی مجاورت نہ چھوڑی
معویہ کے مرنے کے بعد جب یزید کا حکمنامہ حاکم مدینہ کے پاس پہونچا کہ حسینؑ سے بیعت لے اگر بیعۃ
نہ کریں تو جوابنامہ کے ساتھ اونکا سر کاٹکر بھیجدے اوس وقت حضرتؑ نے مجبور ہوکر مدینہ چھوڑا
اور حرم خدا مکہ معظمہ میں جاکر پناہ گزین ہوئے جب وہاں بھی خبر ملی کہ یزید نے تیس شیاطین بنی امیہ کو حاجیوں
کے لباس میں بھیجا ہے کہ حضرتؑ کو عین حالت حج میں شہید کر ڈالیں تو آپ مجبوراً احرام حج کو
عمرہ سے بدلکر وہاں سے روانہ ہوئے۔ حضرتؑ کے ہمراہ رکاب مع عزیز و رفقا بچے جوان بوڑھے سب
ملاکر کل بہتر تن تھے۔ ان سب کو یزید نے لشکر گراں بھیجکر کربلا کے بن میں شہید کرادیا اسکے بعد
اہلبیت رسولؐ سے جو معصومینؑ یکے بعد دیگرے امام ہوئے اونمیں سے بھی کبھی کسی نے حکومت دنیاوی
کی طرف رخ نہ کیا۔ مامون نے حضرت امام رضاؑ کو خلافۃ دینا چاہا بھی تو آپ نے فرمایا کہ اگر تیری

خلافت منجانب اللہ ہے تو کب جائز ہی کہ تو دوسرے کو دے اور اگر خلافت تیرا حق نہیں ہی تو تیرے سند دینے سے کیا ہوتا ہی جب مامون نے ولیعہدی قبول کرنیکو کہا تو فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار نے خبر دی ہے کہ میں مسموم ہوکر تجھ سے پہلے اس جہان فانی کو چھوڑ دونگا پھر کس لئے ولیعہدی قبول کروں جب مامون نے بہت اصرار کیا تو اس شرط پر منظور کیا کہ بساط حکومت کے قریب نہ جاؤں گا اور آسمان کی جانب منہ کرکے کہا خداوندا تو جانتا ہے کہ میں اسکے قبول کرنے پر مجبور کیا گیا ہوں بار الہا مجھ سے اس بارے میں کوئی مواخذہ نہ فرمانا جس طرح تونے اپنے دو بندگان پیغمبر یوسف اور دانیال سے مواخذہ نہیں کیا جبکہ انہوں نے اپنے زمانہ کے بادشاہوں کی جانب سے ولیعہدی قبول کیا تھا۔ پروردگارا میرا کوئی عہد نہیں ہی مگر تیرا عہد۔ اور کوئی ولایت نہیں ہے مگر تیری جانب سے۔ ان حضرات کا شمہ بھی میلان انکو کسی جیسی خلافت کیجانب کبھی بھی نہ تھا۔ ابتدا میں دیکھئے جب حضرت علیؑ پر سیرت شیخین کا اتباع کرنے کے ساتھ مجلس شوریٰ میں خلافت عرض کیگئی تو حضرتؑ نے ایسی خلافت قبول کرنے سے انکار کردیا اور فرمایا ہم بجز کتاب خدا و سیرت رسول اللہ کسی دوسرے کی سیرت پر عمل نہ کرینگے۔ بہرکیف یہ تو حکومت دنیاوی کے متعلق تھا۔ اب دینی امور کی نسبت دیکھئے قول رسولؐ ہے علی مع القرآن والقرآن مع علیؑ۔ انا مدینۃ العلم و علیؑ بابہا۔ لیکن امور دین میں بھی حکومت حضرت علیؑ کیجانب کسی کو رخ نہیں کرنے دیتی ہے حکم ہوتا ہے کہ قرآن کے متعلق لوگ ابی بن کعب سے پوچھیں حرام و حلال کے متعلق معاذ سے پوچھیں فرائض کے متعلق زید بن ثابت سے پوچھیں علی ہذا دیگر دیگر زمانہ حکومت میں ابو حنیفہ، شافعی، مالک احمد بن حنبل بمقابل ائمہ اہل بیت امام بنائے گئے اور انکے مصلے کعبہ میں بچھائے گئے۔ یہ حضرات یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اگر از خود کوئی شخص کوئی مسئلہ دینی پوچھنے آیا تو اوسکو بتا دیا اگر کسی موقع پر خود موجود رہتے اور کوئی غلطی دیکھتے تھے تو اوس سے آگاہ کردیتے تھے ورنہ از اول تا آخر دیکھئے کہ یہ حضرات کسی زمانہ میں کسی کی حکومت میں مخل انداز نہیں ہوئے۔ باوجود اسکے جو ان حضرات میں سے کوئی تیغ جفا سے شہید کیا گیا کوئی اسیر بلا کیا گیا کوئی مسموم زہر دغا ہوا اسکی وجہ اور کچھ بجز اسکے نہیں پائی جاتی کہ خداوند عالم نے کیوں ان حضرات کی ولایت اور مودۃ کا حکم دیا اور رسول خداؐ نے کیوں من کنت مولاہ فعلی مولاہ فرمایا اور ان سے تمسک کا حکم دیا تو اسکی تکمیل نیت

خدا و رسولؐ سے کرنا تھا ان معصومین کو ناحق کیوں ستایا گیا۔ یہ ستانا خود سمجھا دیتا ہے کہ آیہ کریمہ یا ایہا الرسول بلغ الخ کا کیا مقصود تھا اور رسولؐ نے من کنت مولاہ فعلی مولاہ کس معنی میں فرمایا تھا اب خدا اس آیہ کریمہ اور اس حدیث کے لہجہ پر بھی غور کیجئے۔ خداوند عالم اپنے رسولؐ سے فرماتا ہے یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک یعنی اے رسول پہونچا دے جو نازل کیا گیا تجھ پر تیرے رب سے وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ اگر اسکو نہیں کیا تو اوسکی رسالت کو نہیں پہونچایا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اس حکم کی تعمیل نہیں کریگا تو سب کے سب مثل سابق کے گمراہ ہوجائیں گے۔ تیری رسالت بیکار ہوجائیگی۔ اب حدیث کو ملاحظہ کیجئے آنحضرتؐ بھی جو فرماتے ہیں کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ تو کوئی عام اور جبریہ حکم نہیں دیتے بلکہ جو آنحضرتؐ کو خدا کا رسولؐ اور اپنا مولیٰ سمجھتا ہے اوسی سے کہتے ہیں کہ جس کا میں مولیٰ ہوں علیؑ بھی اسکے مولیٰ ہیں۔ یعنی اگر تم ہم کو اپنا مولیٰ مانتے ہو تو علی کو بھی اپنا مولیٰ مانو اور حدیث ثقلین کا بھی وہی مقصود ہے جو آیہ کریمہ یا ایہا الرسول بلغ الخ کا مقصود ہے جیسا کہ لن تضلوا بعدی سے ظاہر ہے۔ یعنی آنحضرتؐ کے بعد امت کو گمراہی سے بچانیکا بندوبست۔ سبحان اللہ خداوند عالم کی کیسی رحمت اپنے بندوں پر ہے اور رسولؐ کی کیسی شفقت امت مرحومہ پر ہے جو لوگ ایسے حکم خداوندی اور ایسے ارشادات رسولؐ کو پس پشت ڈالکر خود خلافت پر قبضہ کر بیٹھیں اور جو منجانب اللہ و رسولؐ والی مقرر ہوا اسپر ظلم و ستم کریں تو ایسے لوگوں کو بجز خلفائے جور کے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ اس ظلم و جور کا نتیجہ یہ ہے کہ آج انکے نام پر فاتحہ دینے والا بھی نظر نہیں آتا ہے بلکہ مسٹر مسیو ماربین جرمنی سیاح لکھتے ہیں کہ اب بنی امیہ کا کہیں نام و نشان نہیں پایا جاتا اگر شاذ و نادر کہیں ہیں بھی تو اپنے نام و نسب کو چھپاتے ہیں مارے شرم کے ظاہر نہیں کرتے اور حضرت مہدیؑ کی تشریف آوری اور انکی اما[ستثنا] تا قیامت باقی رہنے کے کل اہل اسلام قائل ہیں اور اہل سنت کی کتابیں شہادہ دے رہی ہیں جیسا کہ اوپر بطور نمونہ دکھایا گیا ع کیا گل وہ شمع ہو جسے روشن خدا کرے۔ دین و مذہب وہی زندہ ہے جس کا والی زندہ ہے۔ باقی سب مردہ ہیں۔ حضرت عیسےٰ زندہ ہیں مگر وہ آسمان پر ہیں اہل زمین سے انکو کوئی علاقہ نہیں۔ از آدم صفی اللہ تا عیسےٰ روح اللہ و محمد حبیب اللہ اندر چھ ہزار و برس کے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء گزرے۔ سبحان اللہ اب

گیارہ سو برس سے بجائے ان سب کے تنہا حجۃ اللہ فی الارض جناب مہدی قائم آل محمدؐ ہیں جو بموجب ارشاد رسولؐ اہل زمین کے لئے سبب امان و باعث نزول رحمت ہیں اس آخری حجۃ کو خداوند عالم نے بوجہ ظلم ظالمان پوشیدہ کر کے قائمؑ و برقرار رکھا ہے۔ عجل اللہ فرجہ و سہل مخرجہ۔

اب ہم اُن شیعوں کا حال دکھاتے ہیں جو آیہ کریمہ یاایہا الرسول بلغ الخ کے نازل ہونے پر آنحضرتؐ کے ارشاد من کنت مولاہ فعلی مولاہ و انی تارک فیکم الثقلین الخ کو بجان و دل قبول کر کے ان ہی مظلوم ائمہ طاہرین اہل بیت رسولؐ سے متمسک ہیں اور اسی عداوۃ میں خلفائے بنی تیم و بنی عدی و بنی امیہ کے زمانۂ حکومت میں انکا استیصال اس طرح ہوتا رہا کہ بقول مسٹر میسو ماربین انگلیوں پر گننے کے قابل رہ گئے تھے لیکن اپنے صبر و استقلال اور پاکیزگی و قوۃ روحانی سے کام لیا مصیبتیں جھیلیں مگر دامن اہلبیت رسولؐ کو نہ چھوڑا ان ہی حضراتؑ کے طریقہ تعلیم پر چلے آئے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج دنیا میں کوئی ایسا اقلیم نہیں ہے جہاں شیعے نہ ہوں اسکے برعکس سنیوں کا مذہب مذہب حکومت ہے۔ اسکی طرفدار حکومت اسکو پھیلانے والی حکومت اسکو ترقی دینے والی حکومت اہل بیت رسولؐ کو لوگوں کی نظروں میں حقیر کرنے والی اور تباہ کرنیوالی حکومت بیت اللہ پر سنگباری و آتشباری کرانیوالی حکومت قرآن کو جلانے والی نیزوں پر چڑھانے والی اور تیروں سے غربال کرنے والی حکومت۔ مسجد رسولؐ گھوڑوں کے بول و براز سے پلید کرانے والی حکومت۔ جھوٹی حدیثیں بنوانے والی اور انکو پھیلانے والی حکومت۔ قرآن کو پارہ پارہ کرانے والی حکومت۔ شیعوں کا استیصال کرانیوالی حکومت جب قزاقی کا نام جہاد رکھا جائے نماز کی یہ حالت کر دیجائے کہ حنفی کی ہو یا شافعی کی یا مالکی کی یا حنبلی کی سب جائز۔ کنیز حالت نشہ او جنابت میں نماز کے لئے امام جماعۃ بنائی جائے۔ خلیفہ وقت خود اپنے باپ کی ازواج کے ساتھ اپنی صلبی بیٹی کے ساتھ زنا بھائی کے ساتھ اغلام جائز کر دے اور بقول صاحب ظفر المبین ابو حنیفہ کے ایک سو پانچ مسئلے جو آیات قرآنی و احادیث نبوی کے بالکل مخالف ہیں جاری کرائے جائیں اور مینڈک کھانا سانپ کھانا چھچھوندر کھانا جائز کیا جائے۔ غرض جس ملۃ میں جس مذہب میں اس قسم کی آزادی ہو اور

حکومت اسکی پشت پناہ ہو تو کیوں نہ مثل دریائے ذخّار کے بڑھ جائے اور ایسے زمانہ میں شیعے کیونکر نہ گھٹ کر انگلیوں پر گننے کے قابل ہو جائیں اور سنیوں کی جماعت سواد اعظم ہو جائے۔ لیکن قدرت خدا دیکھئے وہی سواد اعظم آج کیسا پاش پاش اور ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے اگرچہ وہ گروہ جو یزید کو خدا مانتا ہے اور وہ جو مرزا غلام احمد کو نبی سمجھتا ہے اور وہ جو اپنے کو اہل قرآن کہتا ہے اور وہ جو اپنے کو اہل حدیث کہتا ہے اور وہ جو اپنے کو اہل فقہ کہتا ہے۔ ناصبی ہوں یا خارجی شیعوں کی مخالفت میں سب ایک ہو جاتے ہیں مگر ان کا ہر فرقہ ٹولی ٹولی ہو رہا ہے جو بمقابل شیعوں کی جماعت کثرہم اللہ کے انگلیوں پر گننے کے قابل ہے۔ غریبوں کا خدا فریاد رس ہے بس ختم کیا ہم نے اس رسالہ کو وما علینا الا البلاغ۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب۔

بالخیر تمام شد

ماہوار رسالہ

اصلاح

نمبر ۹ | ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۲ھ | جلد ۲

فہرست مضامین

(مقام اشاعت)

کجھوا (صوبہ بہار)

چندہ خاص ہمدردوں سے پانچ روپیہ سالانہ

خریداران عام سے بیگانہ ... سالانہ

U 9205

٤

۱۵ جنوری ۳۴ء کا زلزلہ اور صوبہ بہار کی حالت

۲۰ ماہ رمضان المبارک ۵۲ھ ہجری مطابق ۱۵ جنوری ۳۴ء ۲ بجکر ۱۲ منٹ پر دن کو ہندوستان میں تلاطم خیز زلزلہ آیا جس کا سب سے زیادہ مصیبت ناک اثر ہمارے صوبہ بہار میں ہوا۔ اندازہ ہے کہ کروڑوں روپیہ ضائع اور تیس چالیس ہزار آدمی ہلاک ہو گئے۔ ریل کی لائنیں۔ پل۔ سڑکیں۔ سرکاری عالی شان عمارتیں۔ تار سب ٹوٹ گئے۔ ایک شہر کی خبر دوسرے کو نہ ہو سکی۔ ڈاک بھی بند ہو گئی۔ صرف ہوائی جہازوں سے گورنمنٹ نے کچھ حالات معلوم کئے۔ بڑے بڑے لکھ پتی ایک ایک دانہ کو محتاج ہو گئے۔ سونے اور جواہرات میں بھری ہوئی عورتیں مٹی کے ڈھیروں میں غائب ہو گئیں۔ جو لوگ زندہ بچ گئے یا دوسرے مقامات سے آرہے ہیں ان کا ان شہروں میں گزرنا مشکل ہو رہا ہے کیونکہ لاشوں کی بدبو ناقابل برداشت ہے۔ زراعتیں تباہ ہو گئیں۔ زمین پھٹ پھٹ کر بیکار ہو گئی۔ غرض ایسا ہولناک زلزلہ شاید ہی کبھی یہاں ہوا ہو۔ وائسرائے ہندوستان بڑی انجمنوں اور گورنر بہار نے آفت رسیدوں کی اعانت کے لئے اپیلیں شائع کی ہیں اور فنڈ کھول دیئے ہیں مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ ان مصیبت زدوں کی حالت کیونکر سنبھلیگی۔ بس خدائے قادر علی الاطلاق ہی اپنا رحم فرمائے اور اپنی قدرت کا کرشمہ ظاہر کرے تو سب حالت نہ صرف درست بلکہ پہلے سے بہتر ہو جا سکتی ہے۔ جن ناظرین اصلاح سے ان بے بسوں کی اعانت ممکن ہو وہ دریغ نہ کریں۔ اور گورنر صوبہ بہار پٹنہ کے پاس روانہ کریں۔ اور جو کچھ نہ کر سکیں وہ دعا کریں کہ خدا ہی اپنی مخلوق کی خبر لے۔ وھو ارحم الراحمین۔

دفتر اصلاح کے نقصانات

بہت سے ہمدردان اصلاح نے ہم لوگوں کی خیریت بھی دریافت کی جن سب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرنے کے بعد مختصر جواب اس رسالہ کے ذریعہ سے حاضر ہے کہ الحمد للہ یہاں کے کل مومنین محفوظ رہے البتہ عمارتیں بہت خراب ہو گئیں۔ ہمارا زنانہ مکان بھی کئی جگہ سے شق ہوا اور جناب جد مرحوم اعلی اللہ مقامہ کا مقدس منبر کا امام باڑہ اسی طرح شکستہ ہوا کہ اب اس میں مجلس نہیں ہو سکتی۔ ۶ شوال کو ایک مجلس تھی جو وہاں نہ ہو سکی۔ محرم قریب آ گیا۔ شدید فکر ہے کہ یہ امام باڑہ کیونکر بنوایا جائے۔ فوراً دو ہزار روپیہ ہوں تو بن سکے۔ خدا کے فضل و کرم سے ہمدردان اصلاح تھوڑی سی زحمت کریں تو یہ مشکل حل ہو جا سکتی ہے کہ کل حضرات اپنا باقی چندہ اصلاح سال گزشتہ ۵۱ھ اور سال رواں ۵۲ھ کا فوراً بذریعہ منی آرڈر روانہ کر کے اور دو دو جدید خریداروں سے سال آئندہ ۵۳ ہجری کا پیشگی چندہ بھی خود وصول کر کے اور یہاں جلد از جلد ارسال کر کے شکر گزار کریں۔ انشاء اللہ ذی الحجہ تک مجالس خاتون جلد دوم کو ۹۶ صفحہ میں ختم کر کے محرم ۵۳ھ سے اصلاح ۸۰ صفحہ ماہوار شائع کیا جائیگا جس میں ماہوار ۳۲ صفحہ مجالس خاتون جلد سوم کے ہوں گے جسمیں ان حضرات کے حالات کی مجلسیں شائع کیجائینگی جنکی ولادت یا وفات ماہ ربیع الاول سے ماہ ذی الحجہ تک ہوئی ہے۔

اصلاح ماہ شوال و ذیقعدہ

ایک ساتھ ۸۰ صفحہ پر ایک عجیب کتاب تبلیغ رسالت کے ساتھ انشاء اللہ بہت جلد شائع ہو کر حاضر ہوتا ہے۔ چندہ ۵۲ھ جلد بھیجئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اصلاح

نمبر ۹ | ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۲ ہجری | جلد ۳۷

دفتر اصلاح سے ہمارا تعلق

حضرت حجۃ الاسلام ظہیر الایمان آیۃ اللہ فی الانام والدی العلام عطر اللہ مضجعہ کی رحلت کی خبر سے ممکن ہی ہمدردان دین وملت اور ناظرین اصلاح والشمس کو ان رسالوں کی آیندہ زندگی کے متعلق تردد پیدا ہو۔ اس وجہ سے مختصراً حقیقۃ حال ظاہر کر دیجاتی ہے کہ جب ہم (احقر علی حیدر عفی عنہ) دس سال کے ہو چکے تھے تو سنہ ۱۳۱۵ ہجری میں حضرت والدی العلام اعلی اللہ مقامہ نے رسالہ اصلاح پٹنہ سے جاری فرمایا اور ہم کو اس کا اڈیٹر مقرر کیا۔ اس وقت ہم انگریزی اسکول کے چھٹے درجہ میں پڑھتے اور مکان پر جناب قبلہ وکعبہ سے عربی اور دینیات کی تعلیم حاصل کرتے اور اصلاح کا بھی کچھ معمولی کام کر لیتے تھے۔ یہ سلسلہ سنہ ۱۳۱۶ ہجری تک جاری رہا۔ پھر جناب قبلہ وکعبہ اعلی اللہ مقامہ شدید علیل ہوئے اور اصلاح بند ہو گیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد دفتر اصلاح پٹنہ سے کھجوا میں آ گیا۔ اور جناب قبلہ وکعبہ اعلی اللہ مقامہ نے یہاں مستقل قیام فرما کر یہیں سے ان خدمات کا سلسلہ جاری کیا۔

سنہ ۱۳۲۱ ہجری میں ہم نے یونیورسٹی سے انٹرنس کا امتحان پاس کر لیا تو پھر کئی مہینہ تک اصلاح کے بہت معتد بہ خدمات انجام دینے کا موقع ملا۔ اسکے بعد انجینیرنگ اسکول میں ہم داخل کئے گئے مگر ڈاکٹروں نے ہمارے پھیپھڑے کو کمزور بتایا۔ انجینیرنگ اسکول سے ہمارا نام خارج کرایا گیا

اور جناب قبلہ و کعبہ ہم کو لئے ہوئے کربلا معلےٰ بغرض زیارت تشریف لیگئے۔ وہاں سے سنہ ۱۳۲۲ھ میں واپسی ہوئی اور اسکے بعد جناب مرحوم نے ہم کو مستقل طور پر دفتر اصلاح کی خدمات میں لگایا جب ہم نے انگریزی تعلیم آگے بڑھانے کی خواہش ظاہر کی تو فرمایا کہ "اب اسکی ضرورت نہیں ہے بلکہ اسی کارخانہ کو بڑھانا مناسب ہے کہ یہ دینی خدمت ہے اور قوم کی شدید ضرورتیں اس سے پوری ہو رہی ہیں"۔ چنانچہ ہم یہیں رہکر اس کام کو کرتے رہے سنہ ۱۳۲۴ ہجری میں ہماری شادی ہوگئی تو سنہ ۱۳۲۵ ہجری میں ہم نے حضور ممدوح سے خواہش کی کہ لکھنؤ جاکر علوم دینیہ کی تکمیل کرتے حضور خود اپنے ساتھ ہم کو اور ہمارے چھوٹے بھائی برادرم مولوی محمد حسین صاحب مرحوم اڈیٹر الشمس کو لکھنؤ لے گئے اور حضرت علماء کرام و مجتہدین عظام کے سپرد کر کے چلے آئے۔ وہاں سے بھی ہم اصلاح کا کافی کام انجام دیتے اور بہت سے مضامین ایسے بھیجتے رہے کہ حضرت قبلہ و کعبہ اعلی اللہ مقامہ نے نہایت قدر سے دیکھا اور شکر خدا بجا لائے۔ پھر سنہ ۱۳۲۹ ہجری میں ہم لاہور گئے کہ وہاں سے علوم عربیہ کا سب سے بڑا یونیورسٹی امتحان "مولوی فاضل" دے سکیں۔ دو سال تک وہاں اورینٹل کالج میں باقاعدہ تعلیم پانے کے بعد سنہ ۱۳۳۰ ہجری میں یہ امتحان دیا اور بفضلہ تعالیٰ پوری یونیورسٹی میں ہم ہی اول رہے۔ اسکے بعد مکان آکر پھر کچھ دنوں صرف اصلاح و الشمس کی خدمات میں مشغول رہے۔ اسکے بعد فقہ و اصول کی تعلیم و تکمیل کے لئے پھر سنہ ۱۳۳۱ ہجری میں لکھنؤ گئے اور مدرسہ سلطان المدارس میں داخل ہوئے۔ وہاں سے بھی برابر اصلاح کے متعدد خدمات انجام دیتے اور درمیان میں وطن آکر بھی یہاں کی ضرورتوں کو پوری کرتے سنہ ۱۳۳۶ ہجری میں وہاں سے فراغت ہوئی اور آخری سند صدر الافاضل حاصل کر کے ہم مکان واپس آئے اور پھر دفتر اصلاح کی خدمات میں مشغول ہوئے۔ چونکہ انگریزی میں انٹرنس اور عربی میں یونیورسٹی کا مولوی فاضل بھی پاس کر چکے تھے اس وجہ سے انگریزی کالجوں میں پروفیسری کی ملازمت کرنے کے لئے ہم پر برابر زور دیا گیا مگر استخارہ بھی برابر منع آتا رہا۔ اور ہم کو ان علمی خدمات سے جدا ہونا بھی گوارا نہیں ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ بنگال کے اسسٹنٹ ڈائرکٹر کا خط خود پہونچا کہ پریسیڈنسی کالج میں عربی لکچرر کی جگہ خالی ہے جس کا مشاہرہ مایعہ سے شروع ہوتا ہے۔ اگر خواہش ہو تو درخوا

بھیجو مگر ہم نے نہ درخواست بھیجی نہ گئے (اگر اسکو قبول کر لیے ہوتے تو اس وقت چھ سات سو
روپیہ ماہوار مشاہرہ پہونچ گیا ہوتا) مگر کھوا دیہات میں دفتر اصلاح رہنے سے بہت
سی صعوبتیں ہوتی تھیں اس سبب سے خیال رہا کہ اگر کسی شہر میں یہ کارخانہ چلا جائے تو زیادہ ترقی
کے اسباب مہیا ہوں۔ انھیں خیالات میں ہم نے مدرسۂ نیابتیہ پٹنہ میں مدرس اعلیٰ کی جگہ قبول کر لی
اور اسکے چھ ماہ کے بعد حضرت سیدنا العلام حجۃ الاسلام آیۃ اللہ فی الانام مولانا السید محمد باقر
صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ کے مدرسہ سلطان المدارس لکھنؤ سے ہمیں تار آیا۔ وہاں گئے تو
سلطان المدارس کے افسر مدرس کی جگہ پیش کی گئی ہم نے اس کو بھی قبول کر لیا کہ لکھنؤ علمی و دینی
مرکز ہے وہاں سے اصلاح وغیرہ کی خدمات کو زیادہ شاندار طریقہ سے انجام دینے کا موقع
ملیگا سنہ ۱۳۴۱ ہجری سے سنہ ۱۳۴۴ تک ۴ سال وہاں قیام رہا مگر مکان کے تردّدات بڑھتے
گئے اور ہم کو اطمینان میسر نہیں ہوا بلکہ لکھنؤ میں ہماری صحت بھی بہت خراب ہو گئی۔ آخر
ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۴ ہجری میں ہم وہاں سے طویل رخصت لیکر وطن آ گئے۔ یہاں برادرم
مولوی محمد حیدر مرحوم مرض موت میں مبتلا ہو گئے۔ انکی علالت سے جناب قبلہ و کعبہ اعلی اللہ
مقامہ کی زندگی پر خاص اثر پڑا۔ اکثر دینی خدمات سے مجبور ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ
ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۵ ہجری میں برادرم مرحوم نے انتقال کیا تو ہم کو لکھنؤ کی ملازمت بھی
چھوڑنی پڑی کہ اب دفتر اصلاح بغیر ہمارے یہاں رہتے ہوئے نہیں چل سکتا تھا۔ پھر بھی حضرت
قبلہ و کعبہ کے فیوض کچھ جاری تھے مگر سنہ ۱۳۴۷ ہجری میں ہمارے تیسرے بھائی برادرم سید
اختر حسین مرحوم کے انتقال سے تو جناب قبلہ و کعبہ کا دل و دماغ بالکل ہی بیکار ہو گیا اور اس وقت
سے شاید ہی آپ کا کوئی مضمون تک چھپ سکا ہو۔ بلکہ جب سے اصلاح و الشمس کی کل خدمات
خداوند عالم ہمارے ہاتھوں سے انجام دلاتا ہے۔ پانچ سال سے جناب قبلہ و کعبہ اعلی اللہ مقامہ کا
کوئی تعلق کسی چیز سے نہیں تھا کیونکہ حضرت ممدوح کی علالت و نقاہت ہی برابر بڑھتی گئی تو
حضرت ممدوح کیا کر سکتے تھے یہاں تک کہ ۱۲ ماہ شعبان سنہ ۱۳۵۲ ہجری کو رحلت فرما گئے۔ بس
جو قادر مطلق اپنے فضل و کرم سے اصلاح و الشمس وغیرہ کی خدمات پانچ سال سے صرف ان حقیر ہاتھوں

سے انجام دلا رہا ہے وہی آیندہ بھی جاری رکھیگا بلکہ قوی امید ہے کہ ان خدمات کو زیادہ شاندار بنائے اور کافی ترقی دے۔ ہماری کوشش یہی ہے تو وہ بھی ضرور اس ارادے میں کامیاب رکھیگا
رسالہ الشمس کئی سال قبل ہی سے بند ہوچکا تھا مگر ۱۳۴۹ھ ہجری سے ہم ہی نے اس کو دوبارہ جاری کیا اور جلد ۱۵ میں جواب شررکر شایع کرنے کے علاوہ اسمیں ایک ضخیم ضمیمہ کا بھی اضافہ کیا۔ جو جناب سکینہؑ کی مختصر مگر محققانہ سوانحعمری اس شان کی ہوگئی ہے کہ اس سے بھی مسٹر عبدالحلیم صاحب شرر کے کل مضامین کی رد ہوجاتی ہے۔ پھر الشمس جلد ۱۶ میں ۴۰۵ صفحہ کی کتاب تصویر عزا اس قدر دلچسپ اور جامع تحقیقات شایع ہوئی ہے کہ اسکی مدح وثنا میں نہایت کثرت سے خطوط آئے۔ الحمد للہ یہ کتاب مکمل ہوگئی اور اب الشمس کی جلد ۱۷ شروع ہوئی جس میں تین اعلےٰ درجہ کی کتابیں شایع ہو رہی ہیں (۱) حضرت حجۃ الاسلام سلطان المحققین الکرام آیۃ اللہ فی الانام مولانا السید حامد حسین صاحب قبلہ اعلے اللہ مقامہ کے نہایت قابل قدر اور ذخیرہ تحقیقات رسالہ تقیہ کا اردو ترجمہ (۲) جناب زبدۃ العلماء الکرام مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم کا وہ مشہور اور زبردست مناظرہ جو جناب مولوی ثناء اللہ صاحب اڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسر سے کئی سال تک خلافت بلافصل حضرت امیر المومنینؑ کے متعلق ہوتا رہا اور اصلاح کی متعدد پرانی جلدوں میں منتشر مضامین پھیلے ہوئے ہیں (۳) فاضل جلیل جناب مولوی سید محمد رضی صاحب زنگی پوری مولوی فاضل مدرس مدرسہ جوادیہ بنارس کی کتاب سوط عذاب جسمیں لاہور کی ایک انجمن کے اس رسالہ کا جواب تحقیق سے لکھا ہے جسمیں حضرت حجۃ علیہ السلام کے وجود اور مسئلہ رجعت پر اعتراضات اور استہزاء کیا تھا۔ ان تینوں کتابوں کو کسی طرح جلد از جلد اسی سال تمام کرکے رسالہ الشمس جلد ۱۷ پوری کرنے کے بعد انشاء اللہ آیندہ سال ۱۳۵۳ھ ہجری سے رسالہ الشمس کی جلد ۱۸ شروع کیجائیگی جس میں تصویر عزا کی طرح ایک اور دلچسپ ناول تصویر خلافت شائع کرنے کا ارادہ ہے۔ جس میں انشاء اللہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کی مشہور کتاب تحفہ اثنا عشریہ کا محققانہ جواب شایع کیا جائیگا۔ مومنین دعا فرمائیں کہ خدا ہماری تائید کرتا رہے بس اوسی کے فضل وکرم سے سب خدمات عالیہ انجام پا سکتے ہیں۔ رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ

حضرت قبلہ و کعبہ کا ماتم

حضرت والدی العلام حجۃ الاسلام ظہیر الایمان اعلی اللہ مقامہ کا ماتم ہندوستان کے مومنین میں اس شان کا ہوا کہ اسکے بیان کرنے کے لئے ہمیں الفاظ نہیں ملتے۔ اعزہ۔ احباب۔ مومنین۔ اعیان ملت۔ علمائے کرام۔ مجتہدین عظام۔ قومی اخبارات۔ سب ہی ڈاڑھیں مار مار کر رو رہے ہیں۔ دل چاہتا تھا کہ کل خطوط کی نقل شایع کر دیتے مگر وہ سب بے حد و حساب ہو گئے ہیں اس وجہ سے صرف چند خطوط کی نقل درج کیجاتی ہے۔

مخصوص اعزہ و اقربہ کے خطوط

مومنین کجھوا (۱) جناب سید محمد قاسم صاحب رئیس کجھوا۔ "آہ آہ بہت بڑا بزرگ ہم لوگوں کے سر سے اٹھ گیا۔ صد افسوس دل پاش پاش ہو رہا ہے۔ قلب قابو میں نہیں ہے۔ ہم لوگوں کی بستی کا فخر ہندوستان کیا کہ غیر ممالک کے لوگوں پر جس کا سکہ بیٹھا ہو اور ہماری قوم اور مذہب کا پیشوا اٹھ گیا"۔ (۲) جناب سید شاہد رضا صاحب از گوپال گنج "آپکے والد مرحوم کے انتقال پر ملال کی خبر سنکر نہایت صدمہ ہوا۔ ساری قوم کے فخر اور مایہ ناز اور بستی کی سب سے بڑی ممتاز ہستی جو اس صدی میں پیدا ہوئی انکے انتقال سے بستی ہی نہیں بلکہ ساری قوم کے لئے شدید نقصان ہوا"۔ (۳) جناب سید حسن عسکری صاحب ایم اے پروفیسر پٹنہ کالج "حادثۂ فاجعہ کی اطلاع قبل ہی مل چکی تھی۔ بجز اسکے کہ جناب اس مصیبت پر جو یقیناً بہت عظیم نہ صرف آپکے بلکہ شیعی دنیا کے لئے ہے صبر کریں کیا چارہ ہے"۔ (۴) جناب سید خورشید حسن صاحب ایم اے ڈپٹی کلکٹر راج محل "سرفراز میں یکایک انتقال پر ملال کی خبر ملی۔ ہندوستانی شیعی دنیا کی ایک بیش بہا ہستی ہم لوگوں سے مفقود ہو گئی۔ اس غم میں ہر شیعہ آپ کا شریک ہو گا"۔ (۵) جناب سید زائر حسین صاحب بیرسٹر پٹنہ "(انگریزی ترجمہ) عزیزم سلمہ آپکے والد محترم و مقدس کی رحلت ہندوستان کے شیعہ طبقہ کے لئے ایک عظیم الشان نقصان ہے۔ مجھے نہایت صدمہ ہوا۔ میں تعزیۃ کے لئے کرسمس کی تعطیل میں آپ کے پاس آؤں گا"۔ (۶) جناب خانبہادر ڈاکٹر سید علی حسن

صاحب پٹنہ" (ترجمہ انگریزی) عزیزم مولانا علی حیدر صاحب براہ مہربانی میری تعزیت قبول کیجئے اس مصیبت پر جو آپ پر پڑی۔ ہندوستان اپنے زمانہ کے بہت بڑے مذہبی علامہ کے وجود سے محروم ہوگیا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ آپکی طویل عمر اور صحت حاصل رہے تاکہ مذہبی علوم میں آپ سے کافی اضافہ ہوتا رہے کیونکہ آپ ایک قابل فخر باپ کے قابل فخر فرزند ہیں"۔ (۷) جناب نواب سید عباس علی صاحب نواب سید مبارک علی صاحب پٹنہ" خبر وحشت اثر جناب قبلہ وکعبہ اعلی اللہ مقامہ سنکر دل کو بے حد صدمہ ہوا۔ اسمیں شبہ نہیں کہ شیعی دنیا کے سر سے ایسے محترم بزرگ کا سایہ اٹھ جانے سے انکی نگاہ ہو نمیں اریک منظر نظر آئیگا" (۸) جناب سید محمد ہادی صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر اسکول دربھنگہ" عزیز محترم سلمہ اللہ اشتہار مجلس چہلم جناب جنت مآب مرحوم موصول ہوا۔ افسوس کہ ایسے تنگ وقت میں خبر ہوئی کہ کسی طرح شرکت کا انتظام ناممکن ہے۔ ورنہ ایسا بزرگ جو باعث نجات کرور ہا بنی آدم ہو اوسکی گویا آخری خدمت میں شریک ہو کر کون بدنصیب ہوگا جو سعادت دارین کو ہاتھ سے کھودے۔ یہ غم آپ ہی سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ دنیاے اسلام کو اس سے خصوصیت ہے اور ہر مومن کو اس کا پرسا دینا ہے"۔

مومنین بھیکپور (۱) جناب سید غلام علی صاحب" مدظلہ العالی جناب مولانا فخر الحکما اعلی اللہ مقامہ کے انتقال پر ملال کی خبر معلوم کرکے ایک اضطراب سا پیدا ہوگیا مرحوم کی ہستی نہ صرف سارن وبہار کے لئے باعث فخر تھی بلکہ سارا ہندوستان مرحوم پر فخر وناز کرتا تھا" (۲) جناب حکیم سید محمد سجاد صاحب از مظفرپور" خبر وحشت اثر بلکہ جانکاہ ملی جو کچھ ہمارے مذہب پر اس ایک زبردست رکن کے اٹھ جانیکا اثر ہوا یا ہوسکتا ہی یا ہوتا رہیگا اس کا اندازہ حد امکان سے باہر ہے اور اس پر آپکی تنہائی اور بے پناہی خدا کی پناہ" (۳) جناب حاجی سید دلدار حسین صاحب اودسیر" آپ کے والد مرحوم کے حادثہ عظیم کی خبر سنکر سخت صدمہ ہوا ایک بہت بڑا شخص اس صوبہ بہار بلکہ ہندوستان سے اوٹھ گیا اس کا جو کچھ بھی صدمہ کیا جائے کم ہے"۔ (۴) جناب حکیم سید تصدق حسین صاحب از

امام باڑہ سکینہ ہوگئی "جناب قبلہ و کعبہ کے انتقال پر ملال کی خبر وحشت اثر سنکر جو صدمہ ہوا احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ عجیب نعمت تمام ہندوستان سے سلب ہوئی۔ تمام شیعہ قوم ممنون احسان ہے اور رہیگی کیونکہ جو جو خدمت قوم کی کی ہے اوس کو بھول نہیں سکتی"۔ (۵) جناب مولوی سید محمد عقیل صاحب "اس حادثہ عظمیٰ نے جو اثر کیا اوس کا بیان احاطہ تحریر سے باہر ہے معصوم کے بیان کی اذا مات العالم ثلم فی الاسلام ثلمۃ لا یسدھا شیٔ الی یوم القیامۃ پوری تصدیق ہو رہی ہے۔ ایسے ہی اشخاص کے لئے ارشاد بھی ہوا ہے خداوند عالم آپ کو صحیح و سالم رکھے تا کہ مرحوم اعلی اللہ مقامہ کی یادگار جس کے لئے آپ کو ذخیرہ رکھا تھا قائم رہے"۔

مومنین حسین گنج (۱) جناب محمد ابراہیم صاحب اسسٹنٹ انسپکٹر از موتی پور۔ "خبر حادثہ سنکر جو قلب کی کیفیت ہوئی اسے ایک چھوٹے خط میں تحریر کرنا مشکل ہے اس موت نے اعزہ کو صرف صدمہ نہیں پہونچایا بلکہ دنیا میں تہلکہ پیدا کر دیا۔ خدا حضور کو جمیع اعزہ و شیعیان کو اس انتقال پر ملال میں صبر جمیل عطا فرمائے اور آپ کا سایہ ہم لوگوں کے سروں پر ایک عرصہ دراز تک قائم رکھے کہ دینی امور اوسی طریقہ سے انجام پاتے رہیں جس طرح آج تک پاتے رہے آمین"۔ (۳) جناب منظر عباس صاحب ہڈ ماسٹر "انتقال پر ملال کی خبر سنکر بے حد صدمہ ہوا۔ مرحوم قوم کے ایک مایہ ناز فرد تھے جن کے زبردست جہاد بالقلم کے آگے مخالفین مذہب حقہ سپر انداختہ ہو گئے اور سیکڑوں بہکے ہوئے سیدھی راہ پر لگ گئے۔ آج دنیائے شیعیت آپ پر جتنا آنسو بہائے وہ تھوڑا ہے"۔ (۵) جناب احمد حسین صاحب از باندا "خبر غم معلوم کر کے سخت بیچین ہوا۔ مرحوم کی ذات بابرکات ہم لوگوں کے واسطے اور ہمارے فرقہ کے لئے جیسی گرانقدر تھی اوس کا اندازہ ہمارے جیسے آدمیوں کو کیا ہو سکتا ہے لیکن بے ساختہ میری زبان سے وہی کلمہ نکلا جو کہ سنہ ۴۰ھ ہجری میں ۲۱ ماہ صیام کو کسی ہاتف کی زبان سے اہل کوفہ نے سنا تھا[۱] مرحوم کا ماتم صرف ہم لوگ نہیں

[۱] وہ جملہ حضرت امیر المومنین کی شہادۃ پر جناب جبرئیل نے بلند کیا تھا تھدمت واللہ ارکان الھدیٰ یعنی خدا کی قسم ہدایت کے ارکان منہدم ہو گئے ۱۲

کرینگے بلکہ تمام ہندوستان بلکہ عراق وعرب افریقہ وایران بلکہ تمام عالم کے شیعے اس جانکاہ مصیبت میں سوگ منائیں گے"(۶) جناب ڈپٹی محمد صادق صاحب ڈپٹی کلکٹر دربھنگہ "جناب مولانا السلام علیکم ۔ خبر وحشت اثر انتقال پر ملال جناب فخرالحکما مرحوم سے جو صدمہ دل پر ہوا اس کا ذکر ناممکن ہے۔ یہ صدمہ خصوصاً ہم لوگوں کے لئے کئی حیثیت کا ہے ایک عزیزانہ دوسرے برادرانہ تیسرے مرحوم کے ایسے اجل روزگار کا فوت کرنا۔ چوتھے ایک ایسے عالم دین کا جس نے خصوصاً ایسے زمانہ میں خدمت دینی اس انہماک سے انجام کیا کہ ادوی میں مستغرق ہو کر اپنی صحت بلکہ زندگی وقف کردی"۔(۷) جناب مولوی ظفر حسین صاحب مولوی عالم دبی اے بی ایل وکیل چھپرہ "حادثۂ عظیمہ کی خبر سنکر قلب و دماغ کی جو کیفیت ہے اوس کا احاطہ تحریر میں آنا ناممکن ہے ۔ یہ مصیبت ایسی ہے جسمیں کل مخلوقات کا متاثر ہونا لازمی ہے ۔ ایک عالم دین اور بےمثل مناظر کا شیعوں کے سر سے اٹھ جانا ایسا واقعہ نہیں ہے جو خون کے آنسو نہ رلائے"۔

مومنین عشرہ جناب مولوی حکیم سید زین العابدین صاحب نے بھاگلپور سے لکھا "سرفراز اخبار آیا اس سے خبر وحشت اثر معلوم ہوئی ۔ اگرچہ ۱۵ شعبان المعظم تھی مگر اس نشتر غم نے ایسا قلب پر زخم پیدا کیا کہ روز عید روز ہم وغم ہو گیا ۔ علالت کے زمانہ میں بھی دشمنان دین پر رعب غالب رہا ۔ لیکن اب ایسا ناصر اسلام زیر زمین پنہاں ہوا کہ واقعی بلا مبالغہ اسلام میں وہ رخنہ پڑا جو قیامت تک مسدود نہیں ہو سکتا ۔ یہ مصیبت آپ کے لئے بحیثیت پدر شفیق ہونے کے اگرچہ بظاہر مختص معلوم ہوگی مگر درحقیقت سارے اہل اسلام پر کوہ مصیبت ٹوٹ پڑا ہے اور جس قدر بھی اس حادثۂ عظمیٰ پر اہل ایمان رودیں کم ہے ۔ میں اپنی قلبی حالت کو الفاظ میں ظاہر نہیں کر سکتا ۔ اسی طرح ایسے الفاظ اور جملے بھی میرے خیال میں نہیں ملتے جنھیں آپکی تسکین خاطر کے لئے تحریر کروں ۔

وہ جنت آرام گاہ اگرچہ بہشت کے مرتبہ خاص میں آرام فرما رہے ہیں تو بھی مزید مراتب کے لحاظ سے جس قدر ممکن ہوگا قرآن مجید تلاوت کرکے ہدیہ کرتا رہوں گا ۔ آپ کے قلب و دماغ پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل شامل ہو کہ اطمینان اور صبر جمیل حاصل ہو اور صحت وعافیت عطا ہو کہ مغفور

کی جگہ پر ہمیشہ نصرت دین و اسلام میں جہاد فرماتے رہیں اور مومنین مثل سابق مستفیض
ہوتے رہیں۔

بعض عمائد اور برادران ایمانی کے خطوط

(۱) جناب نواب سید الطاف حسین صاحب رئیس مسرآباد۔ آپکے والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ کی
رحلت کے دریافت ہونے سے جو کوفت و ملال و رنج لاحق حال ہوا اس کا بیان حیطۂ امکان سے
باہر ہے بے ساختہ آنسو رواں ہوئے مرحوم بہت تک مدرسہ میں کوشاں تھے اوس سے زیادہ
آپکو سعی نہایت درست اور راحت کی بہتر ہے اپنے میری تو مدد و کفالت تامہ مرحمت فرمائے
بحق محمد و آلہ علیہم السلام (۲) جناب پرنس سید محمد عباس صاحب صفوی شمس آباد حضرت
فخر الحکماء انار اللہ برہانہ کے ارتحال پر ملال کی خبر سے جو صدمہ ہوا اسے خداوند عالم و عالمیان
خوب جانتا ہے ... کہ مرحوم کی ذات سے دنیائے شیعہ کو ایک ناقابل تلافی صدمہ
پہونچا ہے اب تو دست بدعا ہوں خداوند عالم آپ کو عمر طبعی عنایت فرمائے تاکہ مغفور کی
بجائے آپ قومی خدمات انجام دے سکیں (۳) منجانب شیعہ مشن المعروف بہ انجمن
شباب الشیعہ برکہ ... ضلع ... آپ کو مولانا ... آپ نے ... تار ... دیدہ
عالم کے ہر فرد کو دے دیا ... قیامت ... ہوا ... آپکی
اور آپکے قوم کی اور خصوصاً ہماری اور ہم شیعیان کی اس مختصر اور کم بضاعت انجمن کی ہے
کہ جو وفات حضرت فخر الحکماء اعلی اللہ مقامہ کے سبب سے ہمہ تن مصیبت بنا ہوا ہے
اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت فخر الحکماء اعلی اللہ مقامہ کی وہ ذات تھی کہ اگر عالم کی ہر
فرد بشر چراغ لیکر ... گوشۂ عالم میں ڈھونڈھے اور تلاش کرے تو ہرگز ہرگز
آپکی نظیر نہیں مل سکتی۔ مولانا المرحوم کی درحقیقت وہ ذات تھی کہ جس نے قوم کو احسانات کے
بار سے سرنگوں کر دیا۔ اب اگر تمام قوم ملکر مولانا المرحوم کا شکریہ ادا کرے تو یقیناً بر مگس کے
برابر بھی ادا نہ ہوگا ... اگر تمام ... سر تن زبان بنکر ... کا شکریہ ادا کرے تب بھی
ادا نہ ہوگا۔ خدا کی قسم جب یہ ناگہانی دردناک خبر ہم لوگوں کے کانوں تک پہونچی تو

اوس نے دل کو ٹکڑے ٹکڑے اور جگر کو پاش پاش کر دیا اور ایسا زخم کاری لگایا کہ جس کا اندمال قیامت تک بھی نہیں ہو سکتا۔ اب ہماری اور ہماری انجمن شباب الشیعہ پرگنہ کراری ضلع الہ آباد کی یہ دعا ہے کہ خداوند عالم مولانا المرحوم کے تمام اعزہ خصوصاً حضور کو صبر کلی عنایت فرمائے اور مرحوم کو غریق رحمت کرے جس طرح حضور کو صدمہ ہوگا ویسا ہی ہم شیعیان کراری خصوصاً ہماری انجمن کو بھی ہے۔ امید ہے کہ ہماری تسلی کا بھی حضور لحاظ فرمائیں گے۔ خادم سید نجم الحسن رضوی کراروی عالم و ادیب فاضل ناظم شیعہ مشن المعروف بہ شباب شیعہ پرگنہ کراری"۔ (۴) جناب سید مجتبیٰ حسین صاحب نے کراری سے لکھا "معلوم ہوا کہ جناب فخر الحکماء اعلے اللہ مقامہ کا سایہ ہم شیعیان کے سروں سے ہمیشہ کے واسطے دور ہو گیا۔ کل کا دن ایسا نہ تھا کہ مجھکو اشک جاری سے ایک منٹ کو فرصت ملتی ... میرے بے تابی کے رونے کی آواز پر اکثر حضرات کراری کو جب معلوم ہوا تو دریافت پر وجہ گریہ بتلائی گئی جس سے قصبہ کے اندر کل مومنین کو خبر ہو چکی ہے"۔ پھر دوسرے خط میں لکھا "قبل ماہ صیام سے اس وقت (۱۹ ر ماہ صیام) تک جناب فخر الحکماء اعلے اللہ مقامہ کی فاتحہ خوانی مجالس عزا ر جمعہ و جماعۃ کے بعد کراری میں برابر جاری ہے۔ علاوہ مردانی مجالس کے زنانی مجالس میں بھی فاتحہ خوانی کا جوش پیدا ہے۔ ایک تعزیتی مجلس کا اعلان جناب مولانا السید علی حسین صاحب قبلہ کیطرف سے ہوا۔ مولانا نے اعلے اللہ مقامہ کے سوانح زندگی کو اس صورت سے بیان فرمایا کہ شاید یہ بیان مولانا کا زندگی بھر مومنین کراری کے دل پر نقش رہے ... اکثر مومنین اور مومنات اپنے اپنے گھروں میں بھی صبح و شام سورہ پڑھکر حضرت کی روح سے ثواب کو وصل کرتے ہیں ... ایک شب میں جناب مولانا سید علی صاحب قبلہ نے بیان فرمایا جو خدمت اسلام اعلے اللہ مقامہ نے اپنی زندگی میں کی ہے اس کا احاطہ مجھ سے ناممکن ہے اور تصنیفات کو یوں بیان فرمایا کہ آپ نے ایک کتاب کے جواب سے مخالف کے ۲۔۳ چار چار کتابوں کے سوالات کی رد لکھدی کہ آج تک کسی کو ہمت نہ ہو سکی کہ قلم اٹھاتا۔ یہ مجمع خاص طور سے ایسے مومنین سے مملو تھا جو اصلاح کی نورانیت

کو ملانے ہوئے ہیں دیر تک آنکھیں پُر نم رہیں"۔ (۵) جناب ماسٹر سید فیض حسین صاحب بخاری سرگودھا پنجاب" جناب کس دل سے یہ عرض کروں کہ کل تک جس بزرگ ہستی کے صحت یاب ہونے کے متعلق دعائیں کیجا رہی تھیں آج اسی بزرگ ہستی کی مغفرت کے متعلق ہر جگہ سف ماتم بچھی ہوئی ہے ۔ خدا کی ذات مرحوم کے درجات کو بلند فرما کر ان کے لگائے ہوئے پودوں اصلاح والشمس کو دن دونی رات چوگنی ترقی مرحمت فرمائے اور یہ پودے اب آپکی قیادت میں پھولیں"۔ (۶) جناب ریاست علی خاں صاحب رئیس اسلام نگر ضلع بدایوں "جناب فخر الحکماء کے انتقال پر ملال کی اطلاع پڑھی جو روحانی صدمہ ہوا وہ بیان سے باہر ہے ۔ صرف آپ ہی حضرات مرحوم سے مستفیض نہیں ہوتے تھے بلکہ تمام قوم شیعہ کے لئے پشت پناہ تھے ۔ افسوس صد ہزار افسوس ... امید کہ قوم اور مذہب کی خدمت کا جہاں تک تعلق ہے آپ مرحوم سے زائد مذہب کی خدمت کر کے مرحوم کے قابل فخر جانشین کہلائیں اور شیعیت کے پرتو سے مخالفین کی نگاہوں اور عقلوں کو خیرہ کر دیں بطفیل محمدؐ و آل محمدؐ آمین ثم آمین"۔ (۷) انجمن اتحاد المومنین گونڈہ "خبر انتقال پر ملال حضرت فخر الحکماء اعلی اللہ مقامہ نے دلوں کو بے چین کر دیا اولاً مولانا سید حامد حسین صاحب قبلہ نے مجلس فاتحہ خوانی منعقد فرمائی ۔ پھر دوسرے روز انجمن کیطرف سے قرآن خوانی اور مجلس عزا بڑے پیمانہ پر منعقد ہوئی .... مبلغ پانچ روپیہ کی حقیر رقم انجمن اتحاد المومنین کیطرف سے تقویت و اعانت اصلاح کے لئے حاضر ہے ۔ خداوند عالم وجود مبارک مسعود کو مومنین کی سرپرستی کے لئے ہمیشہ قائم و صحیح و سالم رکھے آمین"۔ (۸) جناب قاضی سید بشیر محمد صاحب میرپور ضلع جالندھر "جناب قبلہ کے انتقال پر ملال کی اطلاع ہو کر بے حد صدمہ ہوا ۔ بے شک دین کا آفتاب غروب ہو گیا ۔ مومنین کے سروں پر سے سایہ اٹھ گیا فوراً سنکر مجلس فاتحہ خوانی کی"۔ (۹) جناب مولوی سید محمد حنیف صاحب بلگرامی حیدر آباد دکن "خبر انتقال پر ملال نے جناب والا کے والد کی سخت متاثر کیا ۔ افسوس کہ ہماری قوم اعلیٰ افراد سے خالی ہوتی جارہی ہے ۔ خداوند تعالیٰ مرحوم کے درجات عالی فرمائے اور آپ سب کو

صبر جمیل۔ (۱۰) جناب ملک گلزار حسین صاحب کیانی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس پشاور "قبلہ و کعبہ کی وفات حسرت آیات پر جتنا بھی افسوس کیا جاوے کم ہے۔ میں سوا اسکے اور کیا عرض کروں کہ اللہ تعالیٰ آپکو سب جمیل عطا فرمائے" (۱۱) جناب سید ظفر حسین صاحب شاہجہانپور "خبر وحشت اثر انتقال پر ملال جناب مولانا مرحوم پڑھکر جو صدمہ ہوا اسکا بیان امکان میں نہیں . . مولانا مرحوم کی خدمات قابل فراموشی نہیں اور یہ مذہب کے واسطے ایسا زبردست نقصان ہے کہ جسکی تلافی مشکل ہے مگر شکر ہے کہ اونھوں نے اپنے پیچھے ایک ایسا قابل فرزند چھوڑا ہے اور یقین ہے کہ آپ اونکی روایات کو زندہ جاوید کرینگے جس سے اونکا نام نامی اور اسم گرامی ہمیشہ کے لئے زندہ رہیگا" (۱۲) جناب محمد شفیع صاحب عاجز پٹھانکوٹ پنجاب "صفحہ ۱ پر حضرت قبلہ مرحوم عالیجناب سید المحققین فخر المتکلمین ناصر دین و شریعت سید الحسین مولانا و مقتدانا آقای السید علی اظہر صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ کی خبر رحلت مندرج تھی پڑھتے ہی دل پاش پاش ہوگیا اور تا دیر سکتہ کا عالم طاری رہا بعدہ اشک ہیہات سیل اشک رواں موجزن ہوا حضرت مولانا واقعی آفتاب علم و تحقیق غروب ہوگیا . . بلکہ اب ہم سب کی دعا ہے کہ اللہ پاک بتصدق حضرات ائمہ ؑ آپکی ذات بابرکات کو قبلہ مرحوم کے اوصاف حمیدہ و جلیلہ سے ہمہ تن متصف و مزین فرماتے جذبات انہماک خدمات دین مبین میں شب و روز ترقی بخشے" (۱۳) جناب سید نذیر ناظم صاحب رئیس نگینہ "آپکے والد علام کی وفات کی خبر پڑھ کے نہایت افسوس اور صدمہ ہوا۔ مرحوم نے بہت تکلیف اوٹھائی۔ ترقی دینیات میں اپنے حین حیات بہت ساعی رہے۔ پروردگار آپکو صبر عطا فرمائے اور آپکا مددگار رہے۔ فی الحقیقت مرحوم و مغفور سا انسان پیدا ہونا مشکل ہے۔ آپکو اصلاح کے بارے میں مزید دقت ہوگی۔ آپ ہمت کو مضبوط رکھئے۔ انشاء اللہ تائید ایزدی شامل حال ہوگی"۔ (۱۴) جناب سید محمد اسمٰعیل صاحب رانی منڈی الہ آباد (مصنف "عمر سعد کا خط مرزا سیرت کے نام") "معلوم ہوا کہ جناب حکیم صاحب قبلہ نے رحلت فرمائی . . خدا شاہد ہے کہ نہایت صدمہ ہوا۔ ہندوستان سے ایک ایسی نعمت لے لیگئی جسکا بدل اب ممکن نہیں۔ خداوند عالم آپکو صبر جمیل کرامت فرمائے

اور قوت علمی میں توفیق عطا فرمائے" (۱۵) جناب سید علی نواز صاحب انسپکٹر ضلع ترپی
"اصلاح" دیکھنے اور پڑھنے سے سخت ملال و رنج ہوا گویا ہندوستان کا آفتاب
شریعت غروب ہو گیا... امید کہ خدا مرحوم کو ملازمت ائمہ عطا فرمائے گا اور آپ کو
مرحوم کے یادگار میں رسالہ اصلاح کے بقا کی توفیق دیگا" (۱۶) جناب سید محمد نواز
شاہ صاحب رضوی مشہدی رئیس قلعہ اکنور جبار کوبی سرحدی "دادبلیغا - واحسرتا
مثال رنگ بوقلموں عجب نقشہ ہے عالم کا... حضور اقدس اعلےٰ حضرت عمدۃ الواصلین
سراج الشرع والدین سید المحدثین فخر الاسلام معدن النبوۃ والرسالۃ سرکار عالی تبار
مولانا المعظم قبلہ السید علی اظہر صاحب اعلی اللہ مقامہ فی فرادیس الجنان کی وفاۃ حسرت
آیات نے رلا دیا۔ ہندوستان جس میں فیضان عام دائما عرش آیات سے جاری ہے
آہ اے لبا افسوس۔ اے لبا آرزو کہ خاک شدہ۔ ابھی حضور انور کی اولوالعزم
ہستی کی بڑی ضرورت تھی۔ آہ آفتاب عالم تاب غروب ہو گیا۔

سلیمان زماں رحلت چو فرمود — یکایک در جہاں ظلمت بیفزود

میں کیا۔ دنیائے اسلام ایسے درد و الم میں مبتلا ہوئی کہ جسکی تلافی محال ہے خداوند
عالم بحرمۃ النبی وآلہ المطہرین حضور کو سلامت رکھے آمین" (۱۷) جناب مرزا کامران بخت
صاحب بہادر بی۔ اے رئیس بنارس "حضور کے والد ماجد کے انتقال کا حال معلوم کرکے جو صدمہ
عظیم اس خادم کو پہونچا ہے اس کا اظہار ناممکن ہے افسوس اس دنیا سے ایسے زبردست
عالم کا سایہ اٹھا ہے جس کا بدل ناممکنات سے ہے۔ خدا پسماندگان کو خصوصاً آپ کو
صبر جمیل عطا فرماوے اور ایسی قوت دے کہ جس شان سے گزشتہ سالوں میں اصلاح نکلتا رہا
ہے اوس سے زیادہ قوت اور شان سے نکلے۔ آمین۔ مرحوم کو خدا اپنے جوار رحمت میں
جگہ دے۔ اعلی اللہ مقامہ کی مقدس ہستی کا اندازہ کرنا ہمارے ایسے کے لئے محال
ہے۔ ایسے جید اور ٹھوس علم کے لوگ کہاں ہوتے ہیں۔ دنیا روز بروز ایسے لوگوں سے
خالی ہوتی جاتی ہے" (۱۸) جناب سید کلب عباس صاحب بی۔ اے۔ ال ال۔ بی وکیل

رائے بریلی" جناب مولانا مدظلہ۔ بس از تسلیم عرض ہے کہ فخر العلماء مولانا سید علی اظہر صاحب مرحوم اعلی اللہ مقامہ کی خبر انتقال پڑھکر سخت صدمہ ہوا۔ مذہبی دنیا کا ایک بڑا رکن اور صف مناظرہ کا ایک بڑا عالم دنیا سے اٹھ گیا۔ اپنے مذہب کی حفاظت اور نشر میں مولانا مرحوم کی مساعی جمیلہ ابدالآباد تک نہ مٹیں گی۔ میں کیسے کہوں کہ آپ ایسے نقصان عظیم پر صبر کیجئے مگر یہ ضرور کہوں گا کہ صبر کی تلقین ائمہ نے کی ہے۔ اللہ ہماری جماعت میں ایسے فقہاء، اور علماء اور سید اکرے جو اپنے دین کی حمایت میں زندگی صرف کردیں اور آپکو اپنے پدر بزرگوار کے جادۂ تبلیغ پر چلنے کے لئے برقرار رکھے" (۱۹) جناب نواب سید حیدر مرزا صاحب فراش خانہ دہلی" برادر محترم حضرت فخر الحکماء اعلی اللہ مقامہ کی خبر وفات معلوم ہوکر بے حد رنج اور صدمہ ہوا۔ افسوس صد افسوس دینی خدمات باوجود پیری ضعیفی اور مسلسل بیماریوں کے جو مرحوم نے کیں وہ شیعی دنیا پر ظاہر ہیں۔ بالخصوص اُن اشخاص پر جن کا تعلق اصلاح۔ الشمس سے ہے یا رہا ہے۔ مذہبی پرچے جاری ہوئے۔ ہوتے رہتے ہیں اور ہونگے مگر اصلاح نے جو کام کیا وہ نہ کسی اور سے ہوا۔ نہ ہو رہا ہے۔ اور نہ ہوگا۔ یہ کس کی خدمت کا نتیجہ ہے۔ فقط اسی بزرگ کا جسے آج میں مرحوم کے لفظ سے یاد کررہا ہوں۔ مگر مشیت ایزدی میں دخل نہیں۔ ارحم الراحمین آپکو اس صدمہ جانکاہ میں صبر کی توفیق عطا کرے اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے جو یقیناً مل گئی ہوگی۔ انکی قومی اور دینی خدمات ایسی نہیں کہ جب تک اصلاح رہیگا وہ دلوں سے بھلائی جاسکیں۔ اصلاح کے خریداروں کو اپنا شریک درد خیال کریں اس کا اثر صرف آپ ہی پر نہیں ہے بلکہ ہر خریدار پر ہے۔ ... اب اپنی ہستی آپ اصلاح کے لئے وقف کردیں۔ خدائے برتر آپکی ہمت میں برکت دیگا" (۲۰) جناب سید بشیر حسین صاحب ترمذی کربلائی ہڈ ماسٹر متام" چھیاری ضلع امرتسر پنجاب" یہ معلوم کرکے کہ ظہیر الملۃ والدین فخر العلماء والمحققین حجۃ الاسلام والمسلمین۔ الحکیم الماہر۔ البحر الباہر۔ العلامہ السید علی اظہر صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ و رفع درجاتہ ۱۲ شعبان المعظم سنہ ۱۳۵۲ ہجری کو جملہ

شیعیان علیؑ کو داغ مفارقت دیکر راہی ملک بقا ہو گئے اس قدر سخت صدمہ پہونچا ہی کہ عرصۂ تحریر و حیطہ تسطیر میں نہیں لا سکتا۔ آپ کی مبارک ہستی اہل ایمان و عرفان کے لئے ایک نعمت الٰہیہ تھی اور اسکے فیوض ظاہری و باطنی سے بلا استثنے انڈیا بھر اردو داں حضرات مستفیض ہو رہے تھے۔ مخالفین علیؑ و تولؑ و حاسدین آل رسولؐ کی نگاہوں میں آپکا وجود مسعود خار کی مانند کھٹکتا تھا۔ کیوں نہ ہو۔ علامہ مرحوم و مغفور نے احقاق حق و ابطال باطل کے میدان میں لشکر اہل معویہ کے مقابل وہ وہ شمشیر زنی کی ہے کہ اہل نظر ہمیشہ داد دیتے اور تحسین و آفرین کہتے رہیں گے۔ لگاتار ۳۷ سال[1] میں آپ نے مذہب امامیہ اثنا عشریہ کی حقانیت و صداقت اور دشمنان و معاندین حضرات ائمہ معصومین کے رد و ابطال میں براہین قاطعہ و دلائل ساطعہ کا اتنا بڑا ذخیرہ اور ایسا گراں بہا و عدیم المثال دفتر اپنے پیچھے چھوڑ گئے ہیں جس سے حقیقت شناس تاقیامت بہت کچھ اخذ کرتے اور شناوران بحر معانی سیکڑوں اور ہزاروں گہر آبدار نکالتے رہیں گے اے کاش خداوند کریم ایک طویل مدت تک آپ کے سایہ ہمایہ سے ما بندگان کو محروم نہ کرتا اور آپکی زیر نگرانی تنقید بخاری تصویر بخاری۔ سوانح عمری خلیفہ ابوبکر۔ سوانح عمری خلیفہ عمر۔ اور تفسیر قرآن کریم ایسی اہم اور شاندار کتابیں شایع ہو کر آفتاب صداقت کی نورانی شعاعوں کو دور دور تک پہنچاتیں مگر ہائے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ سرزمین لکھنؤ کا مہر درخشاں۔

---

[1] ۳۷ سال نہیں بلکہ کم از کم ۵۲ سال دینی خدمات انجام دیں کیونکہ رسالہ اصلاح جاری ہونے سے پندرہ سولہ سال قبل سے حضور کی تحقیقی اور ضخیم کتابوں نے دنیائے اہلسنت میں زلزلہ ڈالدیا تھا۔ ذوالفقار حیدری ۳ جلدیں۔ کنز مکتوم فی حل عقدام کلثوم۔ دفع الوثوق فی نکاح الفاروق تشفی اہلسنت والجماعۃ۔ تبصرۃ السائل وغیرہ چھپکر اور شایع ہو کر مثل آفتاب اپنے انوار کو پھیلا چکی تھیں۔ انشاء اللہ سب کی تفصیل سوانح عمری میں آئیگی۔ اگرچہ مشکل ہی کیونکہ حضور ممدوح کی تصنیف کا سلسلہ ہماری پیدائش سے پہلے شروع ہو چکا تھا ۱۲۔ اصغر علی حیدری

فرشتۂ اجل کے ہاتھوں بارہ شعبان کو نذر خاک ہوگیا۔ اور اس طرح قوم ایک ایسے سرپرست
اور حامی و ناصر سے محروم ہوگئی جسکی تلافی ناممکن اور جس کا بدل محال ہے۔ فی الحقیقت درست
فرمایا ہے حضرت صادق آل محمدؐ نے کہ جب کوئی مومن فقیہ مرجاتا ہے تو دیوار اسلام میں
ایسا رخنہ پڑجاتا ہے جس کو کوئی شے بھر نہیں سکتی۔ بس بنیاد اسلام اور حصار اسلام
حضرت علامہ اعلے اللہ مقامہ کی وفات حسرت آیات پر خون کے آنسو بہا رہا ہوں اور
دل و جان سے اس صدمہ جانکاہ و سانحۂ روح فرسا میں آپکا شریک غم و الم ہوں خدا را
علامہ مغفور کے لگائے ہوئے نخلستان چمنستان کو سرسبز و شاداب رکھنے کی کوشش
فرمائیں۔ دشمنان دین کے حملوں کو اُسی آن بان اور اُسی رعب و داب سے روکتے رہیں
ان میں ہنگامہ آرائی کی جرأت نہ پیدا ہونے دیں تائید و نصرت غیبی آپ کے شامل حال
ہو۔ آمین یا الہ العالمین بحق النبی الامی و آلہ الطاہرین۔ رمضان و شوال کا یکجائی پرچہ
تطہیر العلماء نمبر کے نام سے شائع فرمائیں اور علامہ مغفور طاب ثراہ و نور اللہ مرقدہ کے حالات
زندگی ان ہر دو نمبروں میں درج فرما کر مرحوم کے عاشقوں کے اطمینان قلب کا کسی قدر سامان
بہم پہونچائیں۔ اسکی بڑی ضرورت ہے [1] اب زیادہ لکھنے کی تاب نہیں۔ آہ۔ صد آہ!!!
"انا للہ و انا الیہ راجعون" (۲۱) جناب منشی غلام علی خاں صاحب اور سیر آنڈو ضلع لدھیانہ پنجاب سے
"نہایت اندوہ و الم سے یہ تعزیت نامہ ارسال خدمت ہے۔ میں جگراؤں گیا تھا وہاں معلوم

---

[1] یہ ابھی دشوار ہے۔ شوال کے پرچہ میں ضروری مضامین کے علاوہ مجالس خاتون جلد دوم
کو تمام کرنا ہے اور ذیقعدہ و ذی الحجہ میں ایک جدید کتاب تبلیغ رسالتہ شایع کرنی ہے۔ محرم
و صفر سنہ ۱۳۵۳ ہجری کے پرچے عزاداری کے متعلق رہیں گے۔ انشاء اللہ ربیع الثانی و جمادی الاولیٰ
و جمادی الاخری سنہ ۱۳۵۳ ہجری کے تین پرچے ایک ساتھ ۱۹۲ صفحہ میں شائع کیے جائینگے
اس کتاب میں حضرت ممدوح کی سوانح عمری درج کیجائیگی۔ مومنین دعا فرمائیں کہ ہم حضرت
ممدوح کے ابتدائی حالات لکھ سکیں۔ بے شک حضرت ممدوح کی سوانحعمری کی شدید ضرورت ہے اس سے
یہ بھی معلوم ہوگا کہ حدیث مشہور مداد العلماء افضل من دماء الشہداء (علماء کی روشنائی شہیدوں
کے خون سے افضل ہوتی ہے) کس طرح صحیح ہے۔

ہوا کہ جناب فخر الحکماء ظہیر العلماء نے اس دار فانی سے عالم جاودانی کیطرف رحلت فرمائی !!! اس صدمہ روحانی سے از حد قلق ہوا۔ مشیت ایزدی میں کیا دخل ہے؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ رخنہ عظیم جو اسلام میں پڑا ہے اسکی تلافی نہیں ہو سکتی نصرت اسلام میں جان دی۔ عرصہ دراز کے بعد ہندوستان میں مجاہد فی سبیل اللہ پیدا ہوا تھا۔ افسوس کہ آفتاب علم و فضل ہماری آنکھوں سے غائب ہو گیا۔ اور اس زمانہ پُر آشوب میں ایتام آل محمدؐ کے سر سے ید محسن تو گزر گیا۔ بجز صبر و شکیب اور کیا چارہ ہے۔ آپکو اس صدمہ جانکاہ میں اللہ تعالیٰ ثبات صبر عطا فرمائے بحمد و آلہ"

(۲۲) جناب آغا سید علی صاحب رضوی آنریری سکرٹری پراونشیل شیعہ کانفرنس صوبہ سرحد پشاور۔ "وفات حسرت آیات اعتماد العلماء اقتدار الملک قبلہ و کعبہ مولانا السید علے اظہر صاحب اعلی اللہ مقامہ دنیائے شیعیت میں شاذ و نادر کوئی ایسی فرد ہوگی جو اس بزرگوار ہستی سے ناواقف ہو۔ جو عمر بھر جہاد بالقلم کا عظیم الشان مجاہد رہا۔ مرحوم نے مذہبیت کی ایسی خالص اور محکم خدمات کی ہیں جنکے بار گراں سے کوئی فرد قوم کبھی بھی سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ مرحوم کے ماتم میں جتنا بھی اہتمام کیا جائے کم ہے حقیقتاً ایسے جلیل القدر علماء سے قلعہ قومی کا خالی ہونا ایسی شکستگی ہے جسکی زمانہ مدتوں کی مشقت سے ترمیم نہیں کر سکتا۔ ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ ایسے دردناک حادثہ کے لئے جناب مولانا آقا السید علی حیدر صاحب قبلہ مدیر صحیفہ اصلاح دام برکاتہ خلف ارشد مولانائے مرحوم کو کس طرح تسلی اور تلقین صبر کریں۔ دعا و یقین ہے کہ خداوند عالم مرحوم کی جگہ مجاہدین کی صف اول میں قرار دے اور جناب آقا سید علی حیدر صاحب قبلہ کو صبر جمیل عطا فرما کر مولانائے مرحوم سے بہتر خدمات کا وسیلہ قرار دے۔ بتاریخ ۱۰ دسمبر سنہ ۱۹۳۳ء پراونشیل شیعہ کانفرنس صوبہ سرحد پشاور نے اپنے دفتر میں ایک خاص جلسہ تعزیت کا منعقد کیا اور حضرات ذیل کی خبر وفات پر نہایت رنج و افسوس کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا (الف) علیین مکان حجۃ الاسلام قبلہ و کعبہ آقا السید علی اظہر صاحب طاب ثراہ و جعل الجنۃ مثواہ

بھواد بہار) (ب) اہلیہ مغفورہ خان بہادر جناب آقا سید فتح شاہ صاحب بیرسٹر ایٹ لاسول لائن سیتاپور (اودھ) (ج) مرحوم کربلائی مشہدی آقا سید غریب شاہ صاحب صدر انجمن حسینیہ کیمبل پور۔ اور جملہ حاضرین نے سورہ فاتحہ و اخلاص تلاوت کرکے ثواب اس کا ارواح مرحومین مغفورین پر ہدیہ بھیجا۔ اور قرار پایا کہ کانفرنس کیطرف سے بخدمت جناب مولانا آقا السید علی حیدر صاحب قبلہ اور خان بہادر جناب آقا سید فتح علی شاہ صاحب بیرسٹرایٹ لا سیتاپور و سید یوسف علی شاہ صاحب خلف الصدق مرحوم کربلائی سید غریب شاہ صاحب کیمبل پور اظہار ہمدردی کے تعزیت نامے بھیجے جاویں"

(۲۳) جناب مولوی سید آل احمد صاحب نعیم وکیل و رئیس امروہہ زید مجدکم و سلمکم اللہ۔ تسلیم۔ مجھے اس وقت اوس حادثۂ عظمیٰ کی اطلاع ملتی ہے جس نے قلب کو پارہ پارہ کردیا ہے۔ رکن اعظم مذہب حق کا انتقال وہ عظیم حادثہ ہے جسکی تلافی نہیں ہوسکتی۔ اوس مجاہد کا سایہ اوٹھا ہے جس کا نظیر سالہا سال تک سرزمین ہند پر نہیں ہوگا۔ جو جو کارنامے جناب اعلے اللہ مقامہ کے ہیں اونکی مثال نہیں ہوسکتی فصبر جمیل۔ آپ حضرات زندہ رہیں ؎

ہر کہ آمد بجہاں اہل فنا خواہد بود آنچہ پاینده و باقی ست خدا خواہد بود

افسوس صد ہزار افسوس مفصل تعزیت نامہ پھر ارسال خدمت کرونگا" (۲۴) جناب خان بہادر ڈپٹی سید احمد علی خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر پنشنر پٹنہ "ظل گسترم تسلیم بانکریم جناب فخر الحکماء اعلے اللہ مقامہ کی رحلت ہندوستان کے لئے عموماً اور صوبہ بہار کے لئے خصوصاً ایک مصیبت عظمےٰ ہے۔ جو کچھ بھی پسماندگان بلکہ کل مومنین کو صدمہ ہو وہ کم ہے۔ دست بدعا ہوں کہ آپ سب حضرات کو خدائے کریم صبر جمیل عطا فرمائے۔ بتصدق محمدؐ و آلہ الامجاد۔ قلب محزون نے دو قطعات تاریخ نظم کرنے پر مجبور کیا وہ درج کرتا ہوں۔ قابل پسند تو ہرگز نہیں مگر میرے دلی جذبات کے مظہر ضرور ہیں" (۲۵) جناب خانبہادر چودہری سید ارشاد حسین صاحب تعلقدار ردولی

ضلع بارہ بنکی " فاضل جلیل عالم بے عدیل زاد کمالاتکم ۔ بعد تحیہ زاکیہ وافیہ ۔ اینکہ مجھے آپکے والد ماجد جناب مولانا السید علی اظہر صاحب مرحوم اعلی اللہ مقامہ کی خبر ارتحال دریافت ہونے سے بیحد افسوس ہوا ۔ علاوہ صاحب علم وفضل و کمال ہونے کے مرحوم کی ذات مغتنمات میں سے تھی ۔ مرحوم نے جو راہ دین میں جہاد بالقلم فرمایا ہے وہ اظہر من الشمس ہے ۔ یقیناً شیعہ قوم مرحوم کے ادن مساعی جمیلہ کی ممنون رہے گی خداوند عالم مرحوم کو اپنے جوار رحمت اور نیز سایہ عاطفت چہاردہ معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین میں جگہ دیوے اور آپکو اس سانحہ عظیم میں صبر کرامت فرمائے اور اس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ آپ اصلاح و نیز دیگر مشاغل دینیہ کو مثل اپنے والد مرحوم کے جاری رکھ سکیں"

(۲۶) جناب خان بہادر ڈپٹی سید محمد حسین صاحب شوق پنشنر و متولی وقف منصبیہ میرٹھ " حضرت مخدومی مدمجدکم السامی ۔ سلام علیکم وعلی من لدیکم ۔ میں اس حال میں یہ عریضہ لکھ رہا ہوں کہ نہ ہاتھ پر قابو ہے نہ دل پر ۔ ہجوم آلام سے آنکھیں اشک ریز ہی نہیں بلکہ خونبار ہیں ۔ ایسی حالت میں دوسروں کو تلقین صبر کیا کروں کہ خود اپنے نفس پر بمشکل قابو پانے کا محتاج ہوں ۔ حضرت مخدوم الملت فخر الحکماء علامہ السید علی اظہر صاحب اعلی اللہ مقامہ کی وفات حسرت آیات شخص واحد کا انتقال نہیں بلکہ موت العالِم موت العالَم کے مصداق اس نے شیعی دنیا کو مبتلائے آلام کر دیا ہے ۔ اور علم دوست مذہبی جماعت گویا یتیم ہوگئی ہے ۔ حضرت مرحوم کے ایام علالت میں شاید ہی کوئی دن ایسا گزرا ہو کہ بہت سے خادموں نے دعا سحری کا فرض ادا نہ کیا ہو مگر اجل مقدر اپنے وقت سے ایک ساعت بھی آگے پیچھے نہیں ہوسکتی ۔ سرفراز میں اس حادثہ عظیم کا حال پڑھکر بعد دعا ایصال ثواب پہلا کام یہ کرنا چاہا تھا کہ خدمت عالی میں عریضہ لکھوں مگر وائے ناکامی کہ آج بمشکل یہ سطور لکھ رہا ہوں"۔

(۲۷) جناب خان بہادر سید اولاد حیدر صاحب فوق بلگرامی مصنف سوانح چہاردہ معصومینؑ از کوئلہ ضلع آرہ " محترمی و مکرمی زاد مجدکم سلام علیکم ۔ مرحوم فخر الحکماء

طاب ثراہ دجعل الجنۃ مثواہ کی خبر نے جیسا کچھ اثر مجھ پر ڈالا وہ سے کچھ میں ہی جانتا ہوں۔ اور لاحول ولا قوۃ میری کیا مقدار اور میری کیا بساط۔ اس عدیم المثال بزرگ ہستی کے اوٹھ جانے سے ہندوستان سے لیکر عراق وایران تک شیعی دنیا میں جو تلاطم مچا ہوا ہے وہ قومی اخباروں کی اشاعت متواترہ سے ظاہر ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ کلام و مناظرہ والوں کی کمر ٹوٹ گئی اور احتجاجات و استدلالات کلامیہ کے راستے بند ہو گئے۔ کس کی وسعت نظر ہی اور کاوش جگری ایسی ہے جو ہزاروں کتابوں سے شب و روز ریزہ چینی کرکے تحقیق حق کے جواہر پارے نکال کر ارباب حقیقت کے سامنے رکھے۔ بہر حال مرحوم و مغفور کی مفارقت سے قوم و ملۃ میں ایک ایسی فرد فرید کی کمی واقع ہوئی جسکے نعم البدل کے لیئے مدت مدید تک انتظار کرنا پڑیگا۔ خداوند عالم بتصدق محمدؐ و آلہ الکرام اونکو اعلےٰ علیین میں مقام اعلےٰ عنایت فرمائے اور اونکی مفارقت میں برادر محترم مولانا سید علی حیدر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کو صبر جمیل عطا فرمائے کہ اب مرحوم کی صوری و معنوی یادگار انھیں کی ذات عالی ہے اور بس۔ رہے نام اللہ کا .... مرحوم کی میں کیا خدمت کروں خیر جو کچھ بھی ہو یہ واقعہ ایسا نہیں تھا کہ بالکل بھلا دیا جاتا .... معلوم ہوا کہ ۳۰ ر دسمبر کو مرحوم کی مجلس فاتحہ خوانی ہے۔ دل تڑپ گیا۔ کل سے آج تک کی فکر میں ایک تاریخ وفاۃ طیار کرکے ارسال خدمت کرتا ہوں۔ التماس ہے کہ جو صاحب ذاکری فرمائیں وہ اسے تکلیف کرکے پڑھ دیں میری کمال ممنونیت کا باعث ہوگا۔ مادہ کوئی ایسا نادر اور اچھا نہیں ہے۔ عجلت میں جو کچھ بھی ہو سکا حاضر ہے والتسلیم"۔ (۲۸) جناب سیٹھ رجب علی مہر علی ساجن صاحب رنگون (ترجمہ خط انگریزی) مکرمی جناب مولانا صاحب۔ میں نے کمال صدمہ اور قلق سے یہ خبر سُنی کہ شیعی دنیا ایک بہت عظیم الشان ہستی سے محروم ہوگئی اور خصوصاً رسالہ اصلاح اور اسکے خریداروں کو تو بہت بڑا نقصان پہونچا پھر آپ پر جو گزری اسکی تلافی تو ہو ہی نہیں سکتی ہے مگر مشیت ایزدی میں کیا چارہ ہے۔ ہم لوگوں کو ہر حال میں اسکے قضا پر راضی

رہنا لازمی ہے۔ اب اپنا فرض یہ ہے کہ خدا سے دعا کریں کہ حضرت ممدوح پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے خدا آپ لوگوں کو پوری طاقت دے کہ اس صدمہ کو جسکی تلافی ناممکن ہے برداشت کر سکیں"۔ (۲۹) جناب خان بہادر حاجی سیٹھ احمد چاند صاحب ایم۔ ایل۔ سی رنگون (ہوائی جہاز سے جو انگریزی خط بھیجا اس کا ترجمہ) "مکرمی جناب مولانا علی حیدر صاحب کل میں نے اخبار سرفراز میں یہ خبر وحشت اثر نہایت قلق اور صدمہ سے پڑھی کہ آپ کے اقدس آب والد ماجد حضرت مولانا علی اظہر صاحب قبلہ نے دنیا سے رحلت فرمائی۔ اف اس صدمہ سے آپ لوگ جس مصیبت میں گرفتار ہو گئے اس کا میں خوب اندازہ کرتا ہوں۔ یہ محض آپ ہی کی مصیبت نہیں بلکہ ہندوستان بھر کے شیعہ جماعۃ کی عظیم الشان مصیبت ہے اور مجھے یقین ہے کہ اس جماعۃ کا ہر شخص اس پر ماتم کر رہا ہے۔ مہربانی کر کے میری دلی ہمدردی اور تعزیت قبول فرمائیے اور اپنے خاندان کی ہر فرد تک پہونچا دیجئے۔ کیونکہ یہ نہایت ہی سخت دردناک حادثہ واقع ہوا ہے۔ خدا آپ حضرات کو اتنی طاقت دے کہ اس صدمہ کو برداشت کر سکیں اور حضرت اعلے اللہ مقامہ کو انکے آباء کرام علیہم السلام کے جوار میں جگہ دے۔ دینی خدمات انجام دینے والے اُٹھ جاتے ہیں مگر انکے کارنامے دنیا سے مٹ نہیں سکتے۔ مولانا مرحوم کی جلیل الشان خدمات ہمیشہ دنیا میں زندہ رہیں گے اور بتلاتے رہیں گے کہ حضرت ممدوح نے حق کی حمایت و ترقی میں کس قدر جانفشانی اور ریاضت کی تھی"۔ (۳۰) جناب نواب سید علی سجاد صاحب رئیس متولی وقف گلزار باغ پٹنہ (ترجمہ تار) حضرت فخر الحکماء کے انتقال سے نہایت صدمہ ہوا۔ میں نے جناب مرحوم کی روح کو ثواب پہونچانے کے لئے فاتحہ خوانی کی مجلس مدرسہ عباسیہ میں منعقد کی ہے۔ میری تعزیت قبول فرمائیں"۔ (۳۱) جناب حاجی سید جلال الدین حیدر صاحب ایم۔ اے از شیعہ یتیم خانہ لکھنؤ "عالیجناب سلکم اللہ۔ حادثہ جانکاہ یعنی مولانا علی اظہر صاحب قبلہ اعلے اللہ مقامہ کے انتقال پرملال کی خبر ابھی سرفراز میں نظر آئی۔ مولانا کے حالات جو اصلاح سے معلوم ہوتے رہتے تھے اس سے اس خبر بد کا ہر وقت اندیشہ رہا کرتا تھا۔ بہرحال وقت آن ہی پہونچا

خداوند رحمن ورحیم نے مولانا کی جانکاہیوں کا اجر اس صورت میں عطا فرمایا کہ دنیا کی کاہشوں سے ایسے وقت میں نجات دی جب کہ اُن کا خلف صالح ماشاءاللہ باپ کے کام کو چار چاند لگانے والا موجود ہے۔ اور مولانا کو اس وقت استراحت کے لئے جنت میں جگہ دی جب کہ انکو قطعاً اسکی فکر نہ ہوگی کہ میری دینی خدمات برابر جاری رہینگی۔ خداوند عالم آپ کو اور تمام خاندان کو صبر جمیل کا اجر عطا فرمائے" (۳۲) از دفتر انجمن تہذیب الاخلاق بنارس "جناب محترم مولانا سید علی حیدر صاحب مدیر اصلاح جلسہ تعزیت کی کارروائی ارسال ہے۔ خدا آپ حضرات کو اس مصیبت عظمیٰ میں صبر عطا فرمائے جناب مولانا مغفور کی خدمات مذہبی و احسانات جو شیعیان ہندوستان پر ہیں وہ کبھی محو ہو نہیں سکتے۔ خدا آپ کے ہاتھوں اونکے سلسلہ ہدایت کو باقی رکھے دعا ہے مذہب حق کی ہوتی رہے۔ خادم قوم محمد عاقل سکریٹری۔ بتاریخ ۲۶ شعبان سنہ ۵۲ھ یوم جمعہ بعد نماز جمعہ جسمیں مومنین و معززین شہر کا کافی مجمع تھا زیر صدارت عالی جناب فضیلت مآب نخبۃ العلماء و زبدۃ الفقہاء مولانا قاضی سید مظفر حسین صاحب قبلہ امام جمعہ وجماعۃ و صدر انجمن تہذیب الاخلاق بنارس منجانب انجمن جلسہ تعزیت و مجلس فاتحہ خوانی بنظر ایصال ثواب حضرت فخر الحکماء عمدۃ العلماء المتکلمین حامی الملت والدین ناشر شرع پیغمبر جناب مولانا مولوی سید علی اظہر صاحب قبلہ مغفور سرپرست رسالہ اصلاح کھجوا ضلع سارن منعقد ہوئی اولاً تمام مجمع نے قرآن خوانی فرمائی بعدہٗ جناب مولانا صدر مدظلہ نے موعظہ حسنہ کے ساتھ فضیلت علم و علماء دین خصوصاً دینی خدمات جناب فخر الحکماء مغفور کا تذکرہ فرمایا اور بیان مصائب اہلبیت علیہم السلام پر ختم ہوا۔ بعد ختم مجلس حسب ذیل رزولیوشن تعزیت کا پاس کیا گیا نمبر ۱:۔ انجمن تہذیب الاخلاق شیعیان بنارس کا یہ جلسہ تعزیت وفات حسرت آیات عالم علوم ربانی مؤید دین پیغمبر مولانا سید علی اظہر صاحب قبلہ مغفور سرپرست اصلاح کے اپنا دلی حزن و ملال ظاہر کرتا ہے۔ اور درگاہ باری میں دست بدعا ہے کہ اعلےٰ علیین میں مدارج عالیہ جناب مغفور متعالی ہوں اور ارحم الراحمین پسماندگان

جناب مغفور کو خصوصاً جناب محترم مولانا مولوی سید علی حیدر صاحب مدیر اصلاح
خلف الصدق جناب مغفور کو صبر جمیل عطا فرمائے اور جناب محترم مدیر اصلاح کی
خدمت میں تعزیت پیش کرتا ہے۔ نمبر ۲: ۔ یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ نقل رزولیوشن
تعزیت خدمت میں جناب محترم مولانا السید علی حیدر صاحب دام شرفہ مدیر اصلاح بھجوا
خلف رشید جناب فخر الحکماء مغفور کے و نیز قومی اخبارات میں بغرض اشاعت ارسال کیا جاوے۔"
(۳۳) پر المشیل شیعہ کانفرنس ٹپنہ سٹی" جناب من۔ جو رزولیوشن بہار صوبہ شیعہ کانفرنس
کی انتظامیہ کمیٹی منعقدہ ۱۰ ردسمبر ۱۹۳۳ء میں پاس ہوا ہے اوسکی نقل ترسیل خدمت
ہے۔ بہار صوبہ شیعہ کانفرنس کا یہ جلسہ جناب فخر الحکماء جناب مولانا سید علی اظہر صاحب مرحوم
اعلی اللہ مقامہ کی وفات حسرت آیات کو شیعوں کے لئے ناقابل تلافی نقصان
تصور کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ خداوند عالم مولانا موصوف کو درجہ اعلی علیین میں جگہ
دے اور مولانا موصوف کے پسماندوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ مومنین نے سورہ فاتحہ
سے ایصال ثواب کیا۔"

ایک بزرگ حکیم صاحب کا خط جو سنی سے شیعہ ہو گئے ہیں | "جناب محترم۔ آج رسالہ اصلاح ملا۔
سرورق ہی دیکھکر دل کھٹکا کہ خدا خیر کرے۔ آخر وہی ہوا جس کا دل کو خوف تھا۔ ہائے
اب شاید اس دل و دماغ کے کوئی صاحب اس جماعت قلیل میں ہوں۔ کیا کیا دندان
شکن جواب ہوا کئے کہ میرے ایسے ہزارہا خاندان سنی بھی باوجودیکہ آج تک ہر طرح
کا ظلم و ستم دشمنان خاندان رسولؐ سے برداشت کرتے ہیں مگر چونکہ دل سے ایمان
لا چکے ہیں۔ ہر مصیبت وجبر و استبداد کو سہ کر بھی غلامی کا طوق ڈالے ہوئے ہیں
یہ سب جناب مرحوم کی ذات سے وابستہ تھا کہ ہر تازہ مومن کی فریاد کو سنکر تڑپ
جاتے تھے۔ خداوند کریم پسماندہ حضرات کو صبر جمیل عطا کرے۔ اور میرے فخر الحکماء
رحمتہ اللہ علیہ کو جوار رحمت میں جگہ دے اور ارحم الراحمین پردہ غیب سے کسی ایسے
ہی برگزیدہ روزگار بزرگ کو پیدا کرے کہ ان بے دینوں کو جواب دیا کرے۔ تنقید بخاری

ضرور دوبارہ چھپے۔ آپ کیا تصور کرتے ہیں؟ صرف اسی ایک کتاب نے ان لوگوں کو بدحواس کر دیا ہے کہ بولتے کچھ ہیں اور زبان سے نکلتا کچھ ہے۔ اتنی بڑی عظیم الشان ہستی اس عالم سے انتقال کر گئی اور یہاں سے دو اخبار اور ایک رسالہ نکلتا ہے مگر کسی نے تعصب سے اس خبر کو شائع نہیں کیا۔ اسی سے خیال فرما لیں کہ یہ نہر دان سے کم نہیں ہے۔ اصلاح کو اگر آپ نے بند کر دیا تو گویا مذہب حق کا خاتمہ ہی سمجھ لیجئے
راقم نمبر ۲۰"۔

بعض فضلاء و علماء کرام کے خطوط[1]

(۱) مکرم و محترم سردار اہلحدیث جناب مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل ڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسر" از دفتر اہلحدیث امرتسر برادرم سلام علیکم۔ اصلاح دیکھنے سے آپ کے والد ماجد کے انتقال کی خبر معلوم ہوئی: بحیثیت معاصرۃ ہم بھی آپکے غم میں شریک ہوتے ہیں۔ دنیا رفتنی اور گزاشتنی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون خدا آپ کو صبر اور اتباع سلف صالحین کی مزید توفیق بخشے۔ خادم ابوالوفاء ثناء اللہ"

(۲) جناب مولوی حاجی سید سخاوت حسین صاحب سلطان المدارس لکھنؤ "مغفور جنت آثر یعنی انتقال پر ملال جناب قبلہ و کعبہ فخر الحکماء مرحوم مغفور اعلے اللہ مقامہ معلوم کر کے نہایت درجہ افسوس ہوا۔ جناب مرحوم کا وجود شیعوں کے لئے مایہ ناز تھا۔ افسوس کہ ہم سے وہ نعمت سلب ہو گئی خداوند عالم آپکو صبر و اجر عطا فرمائے اور آپکی عمر میں برکت دے۔ الحمد للہ کہ مرحوم نے جناب والا کا سا خلف صالح دعالم چھوڑا جو اونکے کاموں کے پورا کرنے کا نہایت اہل ہے۔ اور مذہبی خدمات کی انجام دہی میں نہایت مستعد اور مخالفین کو دنداں شکن جواب دینے والا ہے" (۳) جناب حکیم سید مرتضی حسین صاحب مصنف کتاب التکمیل ایرایان ضلع فتحپور" عالیجناب مولانا حکیم علی ظہر صاحب مجتہد اعلی اللہ مقامہ کے رحلت فرمانے سے سخت افسوس و صدمہ پہونچا۔ جناب موصوف مرحوم نے

[1] القاب کو گویا حذف کر کے نام لکھا گیا ہے۔ کیونکہ رسالہ میں گنجائش نہیں تھی حضرات معاف فرمائیں ۱۲

جو کام ذریعہ اصلاح وغیرہ فرمائے جس سے احیاء مذہب حق کمال ظہور میں آیا اور اس مذہب حق میں جان پیدا ہو گئی۔ انشاء اللہ جناب مرحوم کو جنت فردوس نصیب ہو"۔ (۳) جناب مولوی سید اشفاق احمد صاحب ممتاز الافاضل گورنمنٹ ہائی اسکول بارہ بنکی "اذا مات العالم ثلم فی الاسلام ثلمۃ لا یسد ھا شیٔ اس سانحہ غم انگیز وحادثہ حسرت خیز میں چاہتا ہوں کہ اپنی قلبی حالت کا اظہار کروں یہ وہ حادثہ ہے جس میں اسلام سوگوار ہے اور شریک ماتم ہے"۔ (۴) جناب مولوی سید علی حسین صاحب صدر الافاضل سلطان المدارس لکھنؤ "خبر انتقال پر ملال معلوم کر کے کمال صدمہ ہوا اس میں شک نہیں کہ آدمی مرجاتا ہے تو عمل اس کا منقطع ہو جاتا ہے۔ مگر مرحوم کے لئے یہ بات نہیں ہے۔ کیونکہ اونھوں نے اپنی یادگاریں وہ چیزیں چھوڑی ہیں جو تا قیام قیامت باقی رہیں گی۔ اور مرحوم کا ذکر بھی باقی رہیگا۔ اسی کیطرف معصوم نے اشارہ فرمایا ہے۔ الناس موتی و اھل العلم احیاء۔ دوسرے یہ کہ مرحوم نے آپ ایسا صالح و عالم فرزند چھوڑا ہے جو اونکی صحیح نیابت اور جانشینی کا حق رکھتا ہے جس نے مرحوم کی زندگی ہی میں اس بار کو اپنے دوش پر لے لیا۔ پروردگار عالم آپکو تمام مکارہ و مصائب دنیا سے محفوظ رکھکر طول عمر کے ساتھ اطمینان دے کہ آپ مثل مرحوم کے دینی خدمت میں منہمک رہیں الہی آمین"۔ (۵) عمدۃ الافاضل جناب مولوی سید علی سجاد صاحب امام الجماعۃ گلزار باغ پٹنہ "عم محترم فخر الحکماء اعلی اللہ مقامہ کے انتقال پر ملال کی خبر وحشت اثر سنکر قلب کی جو کیفیت ہوئی کیا تحریر کروں۔ اہلبیت رسول کا بہت بڑا ناصر و حامی دنیا سے اٹھ گیا... اگرچہ مرحوم چند سال سے مجبور و معذور تھے تاہم شیعوں و نیز آپ کے لئے باعث تقویت تھے۔ اس حالت میں بھی اون کا وجود نعمت تھا... خداوند عالم اس داہیہ عظمیٰ میں آپ حضرات و نیز جمیع مومنین کو صبر جمیل کی قوت عطا فرمائے آمین"۔ (۶) فاضل مکرم جناب مولوی زین العابدین صاحب امام الجمعہ والجماعۃ چھپرا "جناب مرحوم اعلی اللہ مقامہ کی خبر انتقال سنکر بے حد صدمہ وملال ہوا۔ انکی ذات بابرکات صوبہ بہار کیا ہندوستان میں ایسی تھی کہ جس کا مثل ہونا

مشکل ہے... مصداق اس حدیث کے کہ عالم دین کی موت سے اسلام میں رخنہ پڑجاتا ہے"۔
(۷) فاضل محترم جناب مولوی سید مجتبیٰ حسن صاحب موسوی کاموہنوری از اناؤ "معتمد العلماء
برادر معظم دام ظلکم - مجاہد قوم حضرت فخر الحکماء کے واقعہ وفات حسرت آیات کی خبر اخبارات کے
ذریعہ سے معلوم ہوئی اس غم میں آپ کے ساتھ ساری قوم سوگوار ہے - جناب مرحوم کے مخصوصا
میں قوم اونکی عیال ہے - گویا آج ہم لوگوں کے سروں سے ایک شفیق اور قابل فخر باپ کا سایہ
اوٹھ گیا - میرا خیال ہے کہ آپ شاید جناب مغفور کے تفصیلی سوانح اصلاح میں شایع فرمائینگے
اس ہدیہ کی مجھے بھی ضرورت ہے - میں مرحوم کے ضروری سوانح عربی زبان میں شایع کرنا
چاہتا ہوں - ایک مختصر عربی مرثیہ میں نے کہا ہے جو کسی وقت ارسال کروں گا" (۸) فاضل
اغر جناب مولوی سید حامد حسین صاحب سکریٹری انجمن عقد بیوگان گونڈا "سانحہ عظمیٰ کی
خبر پڑھکر دل پاش پاش ہوگیا - ہائے افسوس مذہب شیعہ کی مایہ ناز ہستی اور وہ مخصوص ذات
ستودہ صفات جس پر علماے اعلام بھی فخر کرتے تھے جنکی صحت کی دعائیں کیجاتی تھیں آج افسوس
کہ اونکی دعاء مغفرت کی ضرورت ہوئی - اس معنے سے نہیں کہ نعوذ باللہ وہ ہماری دعا مغفرت
کے محتاج ہونگے - کیونکہ ہمارا تو اعتقاد یہ ہے کہ وہ خود دوسروں کے لئے شفیع ہونگے بلکہ اسلئے
کہ بہر حال وہ انسان تھے اور ہمارا فرض ایصال ثواب ہے - میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کن الفاظ میں
حضور والا کو تسکین دوں اور تعزیت لکھوں اور پھر سچ تو یہ ہے کہ یہ مصیبت آپ کے لئے نہیں ہے
بلکہ قوم و ملت اثناعشریہ کے لئے ہے - خداوند عالم حضور والا کو حضرت ممدوح اعلے اللہ مقامہ کا سچا
اور صحیح جانشین قرار دے آمین - یہاں جب شیعہ نے بھی اس خبر کو سنا سناٹے میں آگیا اور سخت صدمہ
ہوا - عنقریب مجالس تعزیت کا سلسلہ شروع ہونے والا ہے" (۹) عمدۃ الافاضل جناب مولوی
حکیم سید ظفر حسن صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ ایمانیہ بنارس "سانحہ عظمیٰ و حادثہ روح فرسا کی خبر
معلوم کرکے صدمہ عظیم ہوا - دنیاے تشیع کیا دنیاے اسلام میں ایک رخنہ عظیم پڑگیا آنکھوں
میں دنیا تاریک معلوم ہوتی ہے" (۱۰) فاضل محقق جناب مولوی سید محمد رضی صاحب نگی پوری
مدرس مدرسہ جوادیہ بنارس "خبر حادثہ فاجعہ ایسی حالت میں گوش زد ہوئی جبکہ میں شدید

دورہ تنفس میں بتلا تھا۔ دل و دماغ پر جو کیفیت غم طاری ہوئی اور خیالات میں جو قیامت برپا ہو گئی اوس کا اظہار تو بہر حال غیر ممکن ہے ... ایسے وجود مسعود سے دنیا کا خالی ہو جانا جو دین و ملت کے لئے رکن رکین کی حیثیت رکھتا ہو اور اوسکی بقا سے قالب مذہب و ملت میں روح حیات دوڑ رہی ہو لاریب ایسا سانحہ ہے جس پر بہ آسانی صبر نہیں کیا جا سکتا جس دل میں ایمانی روح کام کر رہی ہوگی وہ اوس سے تڑپ اوٹھنے پر مجبور ہوگا ... یہ با برکت ذات اگرچہ آج بظاہر پیوند خاک ہو چکی ہے لیکن نظر حقیقت بیں کے سامنے اپنے عظیم الشان کارناموں کے قالب میں تا بقاے لیل و نہار موجود و حاضر رہیگی۔ صفحات زمانہ پر اوس کے لئے بقاء دوام کے وہ نقوش ثبت ہو چکے ہیں جس کو گردش ایام کبھی محو نہیں کر سکتی ... آپ کے لئے اس وقت خصوصیت سے جن ذمہ داریوں کا سامنا ہے اور جو مشکلات پریشانیوں کا سبب بن رہی ہیں اونکا تخیل مجھ جیسے مخلص کو بے قرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ حق سبحانہ آپ کو ہمیشہ اپنی تائیدات و توفیقات کا مرکز قرار دے اور آپ تمام مشکلات پر قابو حاصل کر کے جناب مغفور کی صحیح قائم مقامی فرما سکیں آمین ثم آمین" (۱۱) عالم جلیل و واعظ نبیل جناب مولانا سید محمد شبر صاحب مدرس اعلے مدرسہ ناصریہ جونپور "خبر وحشت اثر ارتحال پر ملال جناب فخر الحکماء و مفتخر العلماء طاب ثراہ معلوم ہوئی۔ سد مہ عظیم ہوا مجھ پر کیا منحصر ہے جس نے سنا اوسے رنج ہوا۔ واقعہ ہے کہ جناب مرحوم کا غم ایک ملی غم۔ اسلامی رخنہ ہے جو کبھی بھر نہیں سکتا۔ حقیر نے مدرسہ ناصریہ میں مرحوم مبرور کے ایصال ثواب کے لئے شب جمعہ میں مجلس عزاء منعقد کرنے کا ارادہ کیا ہے" (۱۲) واعظ نبیل و متکلم جلیل جناب مولوی حکیم سید مرتضی حسین صاحب الہ آبادی "جناب کے اس کارڈ نے قلب مضمحل کر دیا۔ مولانائے مرحوم اعلے اللہ مقامہ فی اعلے علیین نے جو نصرت محمدؐ و آل محمد صلوات اللہ علیہم فرمائی ہے۔ اوس کا اجر سواے اونکے نہ دوسرا دے سکتا ہے نہ اوس کا اندازہ کر سکتا ہے۔ ان کے فیض کے منقطع ہو جانے کا صدمہ ہے مگر لم یمت من خلف[۱] اب آپ جیتے رہیں مولانا زندہ ہیں وما منسخ من آیۃ الخ۔ رہا مرنا جینا تو سواے ذات اقدس رب العزت سب پر یہ تغیر طاری ہونا اور یہی مابہ الامتیاز بین الخالق والمخلوق ہے یا من توحد بالعز والبقاء وقھر العباد

[۱] یعنی جس بزرگ نے آپ ایسا قائم مقام چھوڑا وہ درحقیقت مرا نہیں ۱۲

عبادہ بالموت و القضاء۔ صبر فرمائیے اور نہ صبر کیجئے گا تو کیا کیجئے گا۔ ان اللہ مع الصابرین

(۱۳) جناب واعظ عزیز و طبیب شہیر مولوی حکیم حاجی سید محمد صالح صاحب عرشی بنارس سلام علیکم بما صبرتم حادثہ عظمی کی خبر معلوم کر کے نہایت صدمہ ہوا دل ٹکڑے ہوگیا فوری ارادہ کیا کہ آؤں لیکن نماز ہدیہ میت کے بعد جب کہ سواری آچکی تھی خیال آیا کہ مجلس سوم میں تو شریک ہو سکا۔ اس وقت بھی جانا اور آنا محض دنیاوی امر سمجھا جائیگا لہذا ایک مجلس غم بڑے پیمانہ پر قائم کر دن اور اس طرح مرحوم کا حق قدرے ادا کروں۔ بناءً علیہ میں نے عزم ملتوی کیا ہے اور چہلم کی تاریخ معلوم ہونے پر ظاہری تعزیت کے لئے بھی حاضر ہونے کا شرف حاصل کرونگا... جانتا ہوں کہ اس وقت آپ کس عالم میں ہونگے اور کتنی دلجوئی اور تسکین دہی کی اخلاص مندوں کو ضرورت ہے لیکن بخدا میں بھی اپنے عالم میں نہیں ہوں اور اس خدمت کا انجام دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں پھر لکھا "الحمد للہ میں نے بھی اپنا حق قدرے ادا کیا۔ ۱۲ر شعبان کو جناب مغفور کی مجلس تعزیت قائم کی اور شہر کے ہر محلہ سے مومنین بکثرت جمع ہوئے اپنی ناسازی طبع نے مجھے مجبور کیا کہ خود بیان نہ کر سکا جناب مولوی مظفر حسین صاحب کو زحمت دی۔ مجلس نہایت اچھی ہوئی۔ اس ذات مقدس کے لئے کوئی اور امر خیر کرنا اپنے لئے خیر ہے۔ اونکی شان اون کا درجہ جو پیش خدا دائم ہے اوس کا اندازہ ہم لوگوں سے کیا ہو سکتا ہے۔ بعد اختتام مجلس تمام مومنین نے تعزیت ادا کی اور قبل مجلس تقریباً ۱۰ ختم قرآن مجید کیا گیا تھا اوسکی ثواب رسانی کی گئی۔ اوسکے بعد ایک اجتماعی رزولیوشن پاس کیا گیا جس کا مقصد یہ تھا کہ اوس اجتماع اور مجلس تعزیت کی خبر مع ایک تعزیت نامہ کے جناب کی خدمت میں روانہ کیا جائے۔ لہذا تمام مومنین شہر کی جانب سے تعزیت قبول فرمائیے"۔ (۱۴) زبدۃ الاعلام المصنفین جناب مولانا سید عباس حسین صاحب قبلہ کنتوری از کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن "العالم الجلیل الفاضل النبیل مولانا مولوی سید علی حیدر صاحب۔ دامت مکارمکم۔ حال حادثہ فاجعہ وفات جناب مولانا سید علی اظہر صاحب اعلی اللہ مقامہ فی دار الکرامہ معلوم کر کے کمال درجہ افسوس ہوا خداوند عالم مرحوم کو بہشت عنبر سرشت میں جوار حضرات معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین عطا

فرمائے اور آپکو صبر کی توفیق کرامت فرمائے۔ یہ واقعہ ایسا ہے جس پر جس قدر افسوس کیا جائے وہ کم ہے۔ بہترین حصہ اپنی عمر کا حمایت دین مبین میں جس بزرگ نے صرف کیا ہو اوسکے مدارج دینی و اخروی کون سمجھ سکتا ہے۔ جو خصوصیات خاندانی جناب مرحوم سے تھے اونکے لحاظ سے خاص صدمہ فقیر کو ہوا ہے۔ خداوند عالم آپ جیسے فرزند رشید و صالح کو سلامت رکھے کہ پورے جانشین ہیں اور خدمت دین میں مصروف و مشغول ہیں۔ یہی دعا ہے"

(۱۵) جناب صفوۃ اعلام الزمن خان بہادر نواب مولوی سید مہدی حسن صاحب آزیری سکریٹری شیعہ کالج لکھنؤ" جناب مولانا سید علی حیدر صاحب زاد فضلکم دوقاکم ربکم عن جمیع السوء۔ خبر انتقال مجاہد فی سبیل اللہ حامی ذمار دین معصومینؑ نے قلب کو دو نیم کر دیا۔ اس ذات ذات الحسنات نے اپنے آبا ر کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی نصرت و حمایۃ میں بغیر اعوان و انصار جو کارہائے نمایاں فرمائے ہیں اون کا احسان تا قیام قیامت فرقہ حقہ پر رہیگا اس وقت دل قابو میں نہیں ہے۔ ممکن ہوا تو اپنے تاثرات کسی قدر تفصیل سے صراط میں ظاہر کرونگا۔ اب رب العزت سے دست بدعا ہوں کہ آپ کو صبر جمیل اور اجر جزیل کرامت فرمائے اور آپ سے اپنے دین حق کی خدمت اوسی طرح بلکہ اوس سے زائد اور بہتر لے جو اوس ذات سے لی تھی جسکی موت نے آج مومنین کی نگاہوں میں دنیا کو تاریک کر دیا ہے۔ آپکے خدمات دینیہ بحمد اللہ مومنین کے لیے باعث تسلی ہیں و من خلف مثلک فما مات"[1]

(۱۶) جناب زین الافاضل مولانا سید محمد یوسف صاحب پرنسپل جامعہ جوادیہ بنارس" اخ محترم جناب مولانا سید علی حیدر صاحب دام مفاخرکم۔ حادثہ فاجعہ کی اطلاع ہوئی۔ اس خبر وحشت اثر نے دل و دماغ پر جو اثر کیا وہ حیطہ تحریر سے باہر ہے۔ مجھے الفاظ نہیں ملتے کہ میں اپنے اوس قلبی اضطراب اور روحانی تکلیفوں کا اظہار کر سکوں جنھیں اس زلزلہ فگن سانحہ سے محسوس کر رہا ہوں حیف صد حیف کہ جبل علم و رکن ورع و تقویٰ منہدم ہو گیا اور وہ روحانی فیوض جو اس خیر محض وجود سے وابستہ تھے ہمیشہ کے لئے منقطع ہو گئے۔ کچھ شک نہیں کہ جناب مغفور اعلی اللہ مقامہ کی ذات بابرکات قوم و ملت کے لئے نہ صرف فیض رساں

[1] یعنی جس بزرگ نے آپ ایسا جانشین چھوڑا وہ درحقیقت مرے ہی نہیں ۱۲

بلکہ پیکر دین و مذہب کے لئے روح رواں اور قوم وملت کے لئے حصن حصین تھی۔ دنیا ہزار کروٹیں بدلے لیکن ایسا مجاہد فی سبیل اللہ اب کم تر دستیاب ہوگا جسکے حجج و براہین معاندین اسلام کے لئے سیف قاطع اور جس کا پر زور قلم باطل پرستوں کے لئے رمح لدنی سے کم نہ تھا۔ اس سانحہ ہوش ربا سے قوم و مذہب کو جو نقصان عظیم پہونچا اوسکی تلافی کسی طرح ممکن نہیں۔ اس بنا پر نہ صرف آپ بلکہ تمام ارباب ایمان اس ماتم میں سوگ نشین ہیں۔ اور جمیع افراد قوم اوسی طرح مستحق تعزیت جس طرح آپ؂

فما کان قیس ھلکہ ھلک واحد ولکنہ بنیان قوم تھدما

ہماری دعا ہے کہ جناب باری عز اسمہ جناب مرحوم کے درجات عالی متعالی فرما کر اپنے خاص جوار رحمت میں جگہ دے اور ہمیں اور آپ سب حضرات کو اس مصیبت عظمیٰ میں صبر جمیل واجر جزیل مرحمت فرمائے۔ اگرچہ بلحاظ اون خصوصیات کے جو مرحوم کی ذات کے ساتھ مخصوص تھے یہ جگہ ہمیشہ کے لئے خالی ہوگئی جس کا پُر ہونا ممکن نہیں۔ تاہم شکر ہے کہ مرحوم نے آپ جیسا درد دین رکھنے والا اور جناب مرحوم کی طرح جہاد بالقلم کرنے والا صحیح جانشین چھوڑا جس سے قوم کے دلوں میں جو زخم کاری لگے ہیں اونکا اندمال ہو سکیگا اور وہ فیوض جو عرصہ دراز سے حاصل ہو رہے تھے وہ آپکی ذات سے بھی قوم کو پہونچتے رہینگے۔ خداوند عالم آپ کے وجود کو خدمت دین و مذہب کے لئے ہمیشہ قائم و برقرار رکھے اور تائیدات الٰہیہ ہمیشہ آپ کے شامل حال رہیں تاکہ خدمت دین کا فریضہ فراغ بالی کے ساتھ انجام دینے کے بہترین مواقع آپ کے لئے حاصل رہیں" (۱۷) جناب سید الافاضل مولانا سید مظفر حسین صاحب قبلہ بنارس" دامت مکارمکم الجمیلہ۔ از روزنامہ سرفراز کیفیت حادثہ روح فرسا و خبر سانحہ جاں گزا یعنی حال ارتحال پر ملال فخر الحکماء المتاہین

؂ یعنی قیس کی ہلاکت تنہا اسی کی ہلاکت نہیں ہے درحقیقت وہ اکیلا ایک بڑی قوم کی بنیاد تھا افسوس اب وہ بنیاد ہی منہدم ہوگئی ۱۲

صفوۃ الفقہاء المتورعین اسوۃ العلماء المقدسین جناب مولانا المولوی الحکیم السیدعلی اظہر صاحب قبلہ طاب ثراہ منکشف گردید۔ قرار از دل و ہوش از سر ربود۔ وہرچہ از صدمہ و الم و رنج و قلق دریں واہیہ عظیمہ بردل حزیں و قلب کئیب رسید نہ زبان را یارائے تقریرش است نہ قلم را مجال تحریرش۔ الحق ایں مصیبتے ست عظمے و رزیتے ست کبرے کہ بفحوائے اذا مات المومن الفقیہ ثلم فی الاسلام ثلمۃ لا یسدھا شئ۔ ارکان اسلام را متزلزل گردانید و ستون دین را منہدم ساخت و قلوب اہل ایمان را بسوزانید و اکباد شاں از آتش ملال بریاں نمود۔ اگر از چشم اشک خونیں ببارد بجاست۔ و اگر دل ہمہ پرخون گردد رواست کہ جناب مرحوم ہمہ عمر خویش را در تاسیس دین و تشئید اسلام و خدمت اہل ایمان بذل نمودہ ارباب دین را از متاع افادات علمیہ و تحقیقات حکمیہ مالامال ساختند و الان ہمہ از فیوضات عالیہ شان محروم شدند۔ ایشاں را در حلد بریں بجوار ائمہ معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین الوان نعمات مہیا و انواع لذات آمادہ۔ اما حیف برحال اعقاب و پس ماندگان مگر در مصالح الہیہ و تقدیرات ایزدی مجال دم زدن نیست۔ خداوند عالم دریں مصیبت عظیمہ جناب سامی را اجر جزیل و صبر جمیل کرامت فرماید۔ و حق اینست کہ بر مثل آں فاضل محترم و حبر جلیل از آثار باقیات صالحات و خلف صالح در دنیا گزارد توان گفت کہ او با اہل دل موجود است۔ ان شاء اللہ۔ بہ نوزدہم ماہ شعبان بعد از نماز جمعہ مجلس عزا بہر ایصال ثواب بروح اقدس جناب مرحوم منعقد کردہ ام و حالا چیزے دیگر بجز ایصال ثواب بدست نمی دارم" (۱۸) جناب زبدۃ الافاضل مولانا سید عدیل اختر صاحب پشاور" حادثہ فاجعہ کی خبر پر نظر پڑی۔ دل پر سخت چوٹ لگی۔ مرحوم کی دعائے مغفرت کرنے کے بجائے یہ دعا درست ہے کہ خداوند عالم مرحوم کے ساتھ اوروں کا حشر فرمائے اور مرحوم کے وسیلہ سے عاقبت میں نجات عطا فرمائے وما کان قیس ھلکہ ھلک واحد انما ھو بنیان قوم تہدما اس حادثہ میں جتنا ماتم کیا جائے کم ہے۔ یہ صدمہ نہ صرف آپکا ہے بلکہ ان تمام لوگوں کے لئے یتیم ہو جانا ہے جو مرحوم کے فیوض علمیہ سے مستفیض ہو رہے تھے۔ ہم جیسوں کا

تو ذکر ہی کیا۔ یہ امر سمجھ سے باہر ہے کہ جناب کو ایسے جانکاہ صدمہ میں کن لفظوں سے مشورہ صبر دیا جائے۔ البتہ ولقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کی تلاوت کرکے سکوت کرتے بنتی ہے۔ مرحوم کے غیر فانی مذہبی خدمات زندہ ہیں اور رہیں گے اور انکے ماتم میں نہ صرف ہم لوگ بلکہ اسلام خون کے آنسو بہاتا ہے اور بہائیگا۔ یہ صدمہ کسی شہر وصوبہ سے مخصوص نہیں یہ در اصل **خلیٔ وقت اور مفیدِ زمانہ کا ماتم ہی** اللھم اغفرلہ وارحمہ واحشرہ مع جدہ علیہ السلام" (۱۹) جناب مغفوۃ العلماء مولانا سید محمد داؤد صاحب قبلہ زنگی پوری از ریاست رام پور "شدت علالۃ جناب مغفور اعلی اللہ مقامہ باعث تشویش تھی اور شب و روز جناب احدیت سے دعا رہتی کہ خدائے کریم اس ذات جامع الصفات کو ہم میں قائم رکھتا مگر افسوس کہ دعا مرتبہ اجابت تک نہ پہونچ سکی اور دفعۃً خبر حادثہ روح فرسا معلوم کرکے جو حالت قلب کی ہے وہ قابل بیان نہیں۔ افسوس صد افسوس ایسی ذات بابرکات جسکے فیوض دینی کا تمام فرقہ شیعہ ممنون احسان ہے آج دنیا کو خالی کرگئی اور مذہب وملت کو ایسا صدمہ پہونچا کہ جسکی تلافی ناممکن ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ثلمۃ لا یسدہ شیٔ کا مصداق ایسا ہی سانحہ عظیم ہوسکتا ہے جس نے تمام افراد قوم وملت کو اپنا سوگوار بنا رکھا ہے۔ جناب باری عز اسمہ انکے درجات کو عالی اور آپکو اور جملہ دردمندوں کو صبر جمیل اور اجر جزیل کرامت فرمائے۔ میں انشاء اللہ کوشش کروں گا کہ انکے حقوق لازمہ کو کچھ ادا کرسکوں خدا وند عالم مجھکو اپنے ارادے میں کامیاب کرے" پھر دوسرے نوازش نامہ میں تحریر فرمایا "حادثہ جانگزا کا اثر وقتی نہیں جو امتداد زماں سے مضمحل ہوسکے۔ یہ تو بہت دنوں تک اپنی یاد قائم رکھنے والا ہے خدا کریم ان کے درجات عالی کرے۔ آج کل نزول برکات کا زمانہ ہے اہداء ثواب تلاوت کی توفیق سب کو خدا عنایت فرمائے اس لئے کہ وہ ہر طرح اسکے حقدار ہیں"۔

اس طبقہ کے اور بھی خطوط کثرت سے ہیں مگر سب کے نقل کی گنجائش نہیں۔ امید کہ وہ حضرات ہمارا شکریہ قبول کرکے عدم اشاعت خطوط کو معاف فرمائیں گے۔

حضرات مجتہدین عظام کے خطوط

(۱) فیض آباد سے حسب ذیل تحریر موصول ہوئی :۔

مُجاہد دین کا ماتم | کدام دل کہ ازیں واقعہ جگر خون نیست :: کدام دیدہ کزیں حادثہ دگرگون نیست

شیعی دنیا میں جب سے یہ ہوش ربا خبر سنی گئی کہ ظہیر ملت بیضا مولانا سید علی اظہر صاحب اعلی اللہ مقامہ سرپرست جریدہ اصلاح کھجوا ضلع سارن نے بھی داعی اجل کو لبیک فرمایا اُس وقت سے عجب تہلکہ عظیم بپا ہے۔ جسے دیکھئے اشک خونیں برسا رہا ہے اور دلی جذبات سے ہر ایک کا کلیجہ منہ کو آرہا ہے۔ ملت بیضا کا یہ مجاہد محتاج تعارف نہیں ہے۔ آپکے قلمی مجاہدات کے ثبوت کے لئے اصلاح کے زریں صفحات کافی ہیں جو ۳۵ برس سے آپکی حق کوشیوں پر کافی روشنی ڈال رہا ہے۔ در اصل مرحوم کی ذات اپنے صفات و خصائل میں عدیم المثال تھی۔ زمانہ کتنا ہی کروٹیں بدلے مگر اس معدوم العوض و مفقود البدل ہستی کا جواب نہیں ہو سکتا۔ انکی وفات حسرت آیات سے قوم شیعہ کو جو نقصان عظیم پہونچا ہے اوسکی تلافی ناممکن ہے۔ آہ اے ظہیر ملت بیضا و پشت پناہ قوم شیعہ و حامی ثغور مسلمین و موسس بنیان دین تیرے حادثہ جانکاہ نے ہمارے دلوں میں وہ گہرا ناسور غم ڈالا ہے جس کا مداوا مدتوں ناممکن ہے۔ اے فلک تفرقہ پرداز ابھی تو ہمیں یاد رفتگان سے فرصت نہ ملی تھی یہ پھر کیسا تو نے کوہ مصیبت ہم پر ڈالا کہ جس سے نہ قلم میں قوت تحریر نہ زبان کو یارائے تقریر۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس تازہ حادثہ جانگسل کا کیونکر ماتم کریں اور پسماندگان کی کن کن کلمات سے تلقین صبر کریں۔ اب تو تاب صبر بھی باقی نہیں۔ اس حادثہ جانگداز کی خبر سنتے ہی ہر اک جا تعزیتی جلسے اور فاتحہ خوانی کی مجالس منعقد ہوئیں۔ اور ہر چشم نے اشک خونیں برسائے۔ چنانچہ مدرسہ وثیقہ عربی اسکول بھی اس غم میں ماتم کدہ بنا اور بروز پنجشنبہ ۷ دسمبر ۱۹۳۳ء کو منجانب مولینا الاجل استادنا العلامہ حضرت فخر العلماء نادرۃ العصر والزمن مولینا مولوی سید شبیر حسن صاحب قبلہ مدرس اعلیٰ ایک مجالس فاتحہ خوانی بغرض ایصال ثواب

روح پر فتوح مرحوم منعقد ہوئی جسمیں اولاً قرآن خوانی ہوئی بعدہ مجلس حسینی جناب عمدۃ الافاضل مولینا ابرار حسین صاحب دام معالیہ نے تذکرہ مصائب فرمایا۔ مولانا کا انداز تقریر ایسے غم انگیز لہجہ میں تھا کہ جس نے مجمع پر رقت کا کافی اثر ڈالا۔ ممدوح الذکر نے مرحوم کے اوصاف جمیلہ و خدمات لائقہ کا بھی دیر تک تذکرہ فرمایا۔ بہرحال مجلس نہایت کامیاب رہی۔ بعد اختتام مجلس طلاب کیطرف سے ایک جلسہ تعزیت زیر صدارت حضرت فخر العلماء مولینا مولوی سید شبیر حسن صاحب قبلہ مدظلہ مدرس اعلیٰ منعقد ہوا جسمیں حسب ذیل رزولیوشن پاس ہوئے:۔

(۱) حامی ملت بیضا ظہیر قوم شیعہ رئیس الحکماء مولینا سید علی اظہر صاحب طاب ثراہ کی ایسی عظیم المرتبہ ہستی سے جو مجاہدات قلمیہ نمایاں ہوئے انکی یاد ہمیشہ دلوں میں قائم رہیگی آپ ایسے عالم ربانی تھے کہ جن کا ہر لحظہ نفس حمایت دینی و مجاہدۂ مذہبی و اسلامی میں صرف ہوتا رہا۔ اور مرحوم اپنے پرخلوص دینی خدمات سے وہ نقش تبلیغی قائم کر گئے ہیں جو کبھی محو نہیں ہو سکتے۔ آپکی تصانیف دفاعی قوت رکھتی تھیں۔ اور مرحوم کا ہر کار تبلیغی خود انکی جلالت کو ظاہر کر رہا ہے۔ اور آپکی ہستی دنیا کے سامنے نمایاں کر رہا ہے۔ یہ جلسہ مرحوم کی ناگہانی وفات پر اظہار تاسف کرتا ہے اور انکی وفات حسرت آیات کو مسلمانوں کے لئے عموماً اور قوم شیعہ کے لئے خصوصاً نقصان عظیم تصور کرتا ہے جسکی تلافی ناممکن ہے نیز پسماندگان سے اس حادثہ جانکاہ میں اظہار ہمدردی کرتا ہے اور ان سے صبر کی استدعا کرتا ہے۔ آخر میں یہ دعا کرتا ہے کہ پسماندگان بھی مرحوم کے نقش قدم پر چلکر یوں ہی تبلیغی مجاہدات میں سرگرم اور اس گلشن تبلیغ کو ہمیشہ سدا بہار بنائے رہیں۔

محرک:۔ صدر مدظلہ ۔ موید:۔ سید علی عباد فاضل علوم مشرقیہ ناظم و سکرٹیری مجلس علمیہ وثیقہ عربی اسکول فیض آباد۔ موید ثانی مولوی محمد احمد صاحب عابدی دبیر کامل و فاضل و نائب سکرٹیری مجلس علمیہ۔

(۲) یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ اس جلسہ کی کارروائی کی ایک نقل بغرض اظہار تعزیت

مرحوم کے فرزند اکبر جناب مولانا مولوی سید علی حیدر صاحب دام مجدہٗ مدیر اصلاح کے پاس بھیجی جائے۔ محرک:۔ مولوی شیخ سرفراز حسین صاحب فاضل مدرس۔ موید:۔ مولوی سید مختار احمد صاحب گوپالپوری متعلم درجہ فاضل۔ موید ثانی:۔ مولوی ابوالحسن صاحب دبیر کامل و مولوی علی حیدر صاحب ہاشمی و مولوی سید حسن صاحب۔

(۳) یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ اس کارروائی کی نقل بغرض اشاعت اخبارات میں بھیجی جائے۔ محرک:۔ مولوی محمد محسن صاحب فاضل۔ موید:۔ مولوی امتیاز حسین صاحب عالم و مولوی اقتدار حسین صاحب عالم و مولوی سید امتیاز حسین صاحب مچھلی گانوی و مولوی اخلاق حسین صاحب۔

(۲) جناب شمس العلماء بدر الفقہاء زبدۃ المتکلمین عمدۃ المفسرین مولانا السید علی الحائری صاحب دام برکاتہ لاہور "اسوۃ الاماجد الکرام صفوۃ الاطائب الاعلام جناب مولانا السید علی حیدر صاحب زید فضلکم۔ اخبار سرفراز سے وفات حسرت آیات جناب علامۂ دہر مولانا السید علی اظہر صاحب علیہ الرحمہ والغفران پڑھکر بے حد مجھے رنج و ملال ہوا۔ بے شبہ مولانا مرحوم نے ترویج شریعۃ غرا و تحفظ ملت بیضاء میں جس قدر خدمات انجام دی ہیں اسکے لئے قوم شیعہ مرحوم کی ہمیشہ کے لئے رہین منت و احسان ہے باری تعالیٰ عز و جل مولانا کو جوار ائمہ معصومین میں مدارج عالیہ عنایت فرمائے اور آپکو انکی مصیبت میں صبر جمیل۔ بروز جمعہ جامع مسجد سادات گنج لاہور میں بعد نماز جمعہ رسم تعزیت اور فاتحہ خوانی مرحوم کے لئے گیئی۔ اس مصیبت میں مجھے آپکے ساتھ دلی ہمدردی ہے۔

ان اللہ مع الصابرین و ھو المستعان و علیہ التکلان و ھو یتولی الصالحین"

(۳) جناب زبدۃ العلماء المتابعین قدوۃ الفقہاء المتورعین غرۃ الملۃ والدین السید السند والحبر المعتمد مولانا السید محمد صاحب قبلہ دام فیضہم لکھنؤ "خبر انتقال پر ملال ماحی البدعۃ محی السنۃ ظہیر الشیعہ وظہر الشریعۃ اسد اللہ علیٰ تربتہ شآبیب المغفرۃ والرحمہ معلوم کرکے زمام صبر ہاتھ سے جاتی رہی۔ اس سانحہ ناجعہ سے جناب والا کو جو صدمہ پہونچا ہے اور حقیر کو جو اختصاص ذات والاصفات سے ہے اس لحاظ سے یہ غم جانکاہ ناقابل

تحمل ہے۔ چہ جائیکہ اس سانحہ سے جو صدمہ عظیم و نقصان جسیم اسلام کو پہونچا ہے اس پر
نظر کرنے کے بعد تو کوئی حد رنج و غم کی نہیں رہتی لقد ثلم فی الاسلام ثلمۃ لا یسدہا
شئ لیکن فی الجملہ جو امر موجب تسکین قلب حزیں ہے وہ یہی ہے کہ اُن مرحوم نے آپ ایسا جانشین
و خلف باشرف دنیا میں چھوڑا اور ان مرحوم کی بقاء آپکی حیات ہے۔ لہذا بارگاہ قادر
متعال میں دعا ہے کہ آپکو اور جمیع پسماندگان کو قوت صبر عطا فرمائے اور آپ حضرات کے
اجر کو مضاعف کرے اور بالخصوص آپکو صحت و قوت کے ساتھ باقی رکھے کہ ہم مخلصین
کی اشک شوئی کرے اور تمام مومنین کو جو نقصان بے پایان پہونچا ہے اسکی اس طرح
تلافی فرماکے سب پر احسان فرمائے وجعلکم ممن ینتصر بہ لدینہ ولا یستبدل
بکم غیرکم" (۴) جناب عماد العلماء الکرام سناد الفقہاء العظام ضیاء الایمان و نور الاسلام
سیدنا العلام مولانا سید محمد ہادی صاحب قبلہ دام برکاتہم لکھنؤ" احسن اللہ لک العزاء
و رزقک صبراً جمیلا و ثواباً جزیلا از خبر مصیبت اثر رحلت ظہیر الملۃ والدین نصیر الاسلام والمسلمین
رحمہ اللہ تعالیٰ و اسکنہ فی اعلے علیین حزن والم دہم و غم شدید لاحق گردید و ثلمۃ تازہ در
اسلام پدید انا للہ و انا الیہ راجعون وبہم انشاء اللہ لاحقون۔ حق جل و علا شما را صبر جمیل
و اجر جزیل مرحمت فرماید و مثل جناب مرحوم طاب ثراہ در تشئید و تسدید مذہب حقہ موفق و
مؤید من اللہ بودہ باشند" (۵) کاتب جناب شمس العلماء المقدسین صدر الفقہاء المتورعین
عماد الایمان والمومنین مولانا السید نجم الحسن صاحب قبلہ دام فیوضہم لکھنؤ" جناب کا کارڈ
بنام سرکار نجم العلماء موصول ہوا۔ جناب چونکہ بصارت چشم کے زوال سے تحریر سے معذور
ہیں لہذا آپکی خدمت میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنے قلم سے مراسم تعزیت بجالانے سے
قاصر ہوں۔ میرا فریضہ یہ تھا کہ میں آپکے اس غم میں شرکت کرتا اور آپکی خدمت
میں کلمات تسکین و تسلی اور تلقین صبر و شکیب کرتا مگر افسوس ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں
یہ صدمہ ہم سب کے واسطے یکساں ہے۔ مرحوم کی ذات والا صفات قومی سرمایہ علمی تھی
جو ہم سے نکل گئی۔ مرحوم کی وفات وفات عالم اور مرحوم کی موت ایک قومی موت ہے۔

خداوند عالم آپ کو اس غم میں صبر جمیل عنایت فرمائے اور آپکے اس صدمہ جانگداز کی تلافی صبر و شکیب سے فرمائے" (۵) جناب صدر المحققین سید المتکلمین کہف الملت والدین حجۃ الاسلام والمسلمین نعمۃ اللہ علی الایمان والمومنین آیۃ اللہ فی العالمین مولانا السید ناصر حسین صاحب قبلہ دام ظلہم العالی علی جمیع المسلمین لکھنؤ "جناب عمدۃ الافاضل الاعلام اسوۃ الاماثل الفخام ادام اللہ بقاء کم واحسن باطفہ الجمیل عزاءکم .. خبر ارتحال و انتقال جناب فخر الحکماء اعلی اللہ مقامہ سے جو صدمہ وملال ہم سب کو ہوا وہ خارج از احاطہ تقریر و تحریر ہے ۔ افسوس ہے کہ وہ وجود محترم جس نے ساری عمر اپنی مجاہدات عظیمہ میں صرف کر دی وہ آج ہم سب سے قیامت تک کے لئے جدا ہو گیا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اس میں شک نہیں کہ اونکو جو مرتبہ عظمےٰ جوار ائمہ اطہار سلام اللہ علیہم اجمعین میں ملیگا وہ قابل غبطہ ہے لیکن ہم سب کے لئے ایسے بزرگوار کی مفارقت ایک مصیبت عظمےٰ ہے مگر بجز صبر کے کیا چارہ ہے ۔ خداوند عالم کا شکر ہے کہ اوس نے آپ ایسا فاضل جلیل و بارع نبیل اونکا قائم مقام بالاستحقاق قرار دیا ہے جو ہر طرح سے انکی جانشینی کا اہل ہے ۔ خداوند عالم اپنی تائید آپ کے شامل حال فرمائے اور اس حادثۂ عظمیٰ میں صبر جمیل آپکو عنایت کرے ۔ اگرچہ اس سانحۂ مفجعہ سے تمام مومنین کو بے حد رنج و ملال ہو گا مگر میں جس قدر متاثر ہوا ہوں اوسکے لئے کافی الفاظ مجھے نہیں ملتے ۔ بار بار میری زبان پر یہ بیت عربی آکر مترجم حالت قلبیہ ہوتی ہے سہ الا ایہا الموت الذی لست تارکی ۔ ارحنی فقد افنیت کل خلیلی[1] اوسکے زیادہ لکھنے کی حالت نہیں ہے لہذا بناچاری اس تسلیت نامہ کو ختم کرتا ہوں "۔

---

[1] یعنی اے موت جو مجھے چھوڑنے والی نہیں ہو جلد میرا بھی خاتمہ کر کیونکہ تو نے میرے کل دوستوں کو تو اٹھا ہی لیا ہے۔ مومنین دعا کریں کہ خداوند عالم ہم سب کے سردار حضرت سرکار شریعتمدار دام ظلہم العالی کا سایہ ہم لوگوں کے سروں پر مدۃ دراز تک قائم رکھے کہ حضرت اعلیٰ کا وجود شیعوں کے لئے نعمت عظمیٰ ا حضرت ممدوح کا دماغ سیکڑوں کنجہائے ذخیرہ ہی جس سے تمام مومنین مستفیض ہو رہے ہیں اور انکے دین و ملت کی حفاظت اطمینان سے ہو رہی ہے ۱۲

قطعات تاریخ

حضرت قبلہ و کعبہ اعلےٰ اللہ مقامہ کی وفات کی تاریخیں بھی بہت کثرت سے لکھی گئیں۔ اُن سے صرف چند ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔

(۱) جناب خان بہادر ڈپٹی سید احمد علی صاحب بی اے مجسٹریٹ پنشنر و رئیس ٹپنہ سٹی دام عزہ

چل بسے باغِ دہر سے افسوس — گُلِ بستانِ رحمتِ داور
عاشقِ زار حیدرِ کرار — والہ آلِ پاک پیغمبر
مومن نیک خوے و نیک نہاد — سید پاک باز و پاک گہر
بُرجِ عرفاں کے ضو فشاں نیّر — دُرجِ ایماں کے بے بہا گوہر
علم ابداں کے بالیقیں مخزن — علم ادیاں کے بے گماں مصدر
وہ ادیب و حکیم و فلسفہ داں — جن سے کوئی نہ تھا نہ ہے بہتر
تھا نہ کوئی مناظرہ میں نظیر — اور نہ علمِ کلام میں ہمسر
اُن کے الطاف اُس سے اَبین — اُن کے اوصاف شمس سے اظہر
اُن کے غم میں ہیں گل گریباں چاک — سوگ میں اُن کے روتی ہے عبہر
اُن کی رحلت سے قلبِ اخواں خوں — اُن کی فرقت میں چشمِ اقراں تر
سنِ رحلت کی فکر ہے بے کار — اے دلِ زارِ احمدِ مضطر
آ رہی ہے صدا یہ رضواں کی — کہ جناں آ گئے علےٰ اظہر

۱۳۵۲ ہجری

دیگر

اُٹھ گئے آہ جہاں سے جو حکیم حاذق — دیدہ خوں ریز ہے اور سینہ ہے اندوہ سے شق
سنِ رحلت یہ لکھا برہنہ سر احمد نے — گئے فخر الحکما سوئے حکیم مطلق

۱۳۵۲ ہجری

(۲) جناب مولوی حکیم حاجی سید محمد صالح صاحب عرشیؔ دام مجدہ بنارس

بزیرِ خاک گشتہ سرپرست شیعیاں مدفوں — ہزار افسوس و اویلاہ مولانا علےٰ اظہر
زیرِ کاتش جہاں محروم شد تاریک شد عالم — نہاں شد در لحد چوں ماہ مولانا علےٰ اظہر

مقدس متقی ۔ ابرار ۔ زاہد ۔ باعمل عالم | محی الدین اہل اللہ مولانا علے اظہر
رگِ جان مخالف قطع شد از سیف افلاس | مجاہد فی سبیل اللہ مولانا علے اظہر
شدہ خود بے نشاں لیکن نشانِ حق از و قائم | بحق پیوست حق آگاہ مولانا علے اظہر
صباح جمعہ و اثنا عشر بود از مہِ شعباں | کہ رحلت کرد عالی جاہ مولانا علے اظہر
بسالِ ارتحال او قلم برداشتہ عرشی | رقم زد با دلِ صد آہ مولانا علے اظہر

۱۳۵۰ ہجری

(منقول از اخبار سرفراز لکھنؤ مورخہ

(۳) جناب سید غلام اصغر صاحب سرشتہ دار پنشنر کھجوا دام مجدہٗ

کہو ماتم ہے بپا کس کا | کوئی عالم مرا ہے بھر کیا
ہم پر نہیں کچھ کھلتا | سنۂ رحلت ہے مگر گویا

علے اظہر بھی ہوئے فائز

(۱۳۵۲ ہجری)

(۴) جناب مولوی سید غلام قاسم صاحب رئیس کھجوا دام ظلہٗ

شام جمعہ دہم دو شعباں | گفت ضواں کہ بصد عز و شاں
عمر با زہد و ورع کرد بسر | آید آید علے اظہر بجناں

(۵) جناب مولوی سید افتخار حسین صاحب کامل ساکن کراری ضلع الہ آباد (۱۳۵۲ ہجری)

سوئے قضا وہ تابعِ حکمِ قدر گیا | علمِ رجال ساتھ ہی جس کے گزر گیا
غواصِ بحرِ علم تو مرنے کو مر گیا | پر موتیوں سے دامنِ اسلام بھر گیا
نکتہ نکالتا تھا جو نقطہ سے ہی غضب | ملکِ عدم کو آج وہ اہلِ نظر گیا
اسمِ جناب تھا علی اظہر یہ سنتے ہیں | دنیا کے ہر بلاد میں وہ نام کر گیا
کھجوا کی ہر گلی میں نہ کیوں خاک اب اڑے | پھر کیا رہا جو بطنِ صدف سے گہر گیا
دامِ فریب و زور کو مقراضِ فکر سے | یہ چارہ سازِ ملت و مذہب کتر گیا
جب بھائی مجتبےٰ سے سنی میں نے یہ خبر | رگ رگ میں دل کے رنج کا نشتر اتر گیا
اے مرنے والے اس خبرِ مرگ سے تری | ساغر ہر اک چشم کا اشکوں سے بھر گیا

اصلاح کی بڑھی تری اصلاح سے وہ قدر دھوم ہوگئی اور ہر ہی یہ پرچہ جدھر گیا
ہے تیری یادگار جہادِ قلم ترا تا حشر نام رہ گیا وہ کام کر گیا
دنداں شکن جواب دیا یوں سوال کا دشمن بغیر تیغ کے کٹ کٹ کے مرگیا
ہستی تری ہمیں سبب افتخار تھی مرنا ترا ہمارے لئے قہر کر گیا
اسلام تیرے واسطے روتا ہو اشکبار تو چل بسا پہ دل سے نہ تیرا اثر گیا
کامل سنا دے مصرع تاریخ رو کے یوں کیا ناخدا و عارف و کامل گزر گیا

(۶) جناب خان بہادر سید اولاد حیدر صاحب مصنف سوانح چہاردہ معصومین علیہم السلام کو اتھ ضلع آرہ دام شرفہ ۱۳۵۲ ہجری

قبلہ ام سیّد علے اظہر عالم دین و عمدۃ العلما
فاضل و کامل و طبیب و ادیب ہم وجیہ و فقیہ شرع ہُدےٰ
متورّع بخشیۃ اللہ متکلم بکلمتہ الاعلیٰ
کیست مثلش محقق کامل از تصانیف او ست دفترہا
بود مُلّا محمد باقر مجلسی از برائے ہند یہا
نورِ تحقیق او بعلم کلام بکشو داست چشم غافلہا
از براہین و زور استدلال آئینہ ساخت لما ئلہا
زانکشافات حسن تحقیقش متکلم شدند جاہلہا
رفت از نزد ما بحق پیوست جا گرفتہ بجنت الماویٰ
حق کند روز حشر مغفرتش بمحمد و آلہ النجبا
شش عدد کم بگشت و سالش شد داخل خلد ہادیِ حکما
۱۳۵۸ - ۶ = ۱۳۵۲ ہجری

(۷) اور اخبار سرفراز لکھنؤ مورخہ ۲۸ شعبان سنہ ۱۳۵۲ ہجری میں حسب ذیل تاریخ شایع ہوئی۔

قطعہ تاریخ (وفات حسرت آیات علامۂ عصر جناب مولانا سید علی اظہر صاحب مرحوم مالک رسالۂ اصلاح کھجوا) (نوشتہ مداح آل محمد مرزا کاظم حسین صاحب محشر لکھنوی)

ماتم سید علی اظہر میں دل ٹکڑے ہوا — جان و دل سے جو کہ تھے حامی دین بوتراب
ترجمان علم دین مرحوم کا تھا ہر نفس — دن کو بیداری ہو یا بستر پہ شب کو محو خواب
مشرقستاں بن گئی گور غریباں کی زمیں — مغرب تربت میں آیا معرفت کا آفتاب
نکتہ نکتہ شاہد عادل ہوا اصلاح کا — دشمنوں کے حملوں کا ہیں ہوں جواب لاجواب
وقت پیری خون ایمانی سے ملو تھیں رگیں — اٹھ کے دنیا سے گئے سوئے جناں پایا شباب
خاک پہونچی کربلا اور کر ہوئے شوق میں — تھا وظیفہ ہر نفس یا لیتنی کنت تراب
دل میں ہے حب امیر المومنین وجہ سکون — خلوت مدفن میں کس آرام سے ہیں محو خواب
صبر اے سید علی حیدر کہ جا صبر ہے — اب ہو اصلاح آپ کی کوشش سے خود کامیاب
خامۂ محشر نے لکھا مصرع سال وفات — قصر جنت میں ملا نزد علی عالی جناب

۱۳۵۲ ہجری

حضرت مرحوم کے فاتحہ خوانی کی مجلسیں ابھی تمام اطراف کے مومنین میں اس کثرت سے ہوئیں جن کا شمار ہمارے اختیار سے باہر ہے

انہیں سے چار پانچ مجلسوں کا حال مختصراً لکھا جاتا ہے (۱) لکھنؤ سے ایک مجلس کی کیفیت اس طرح لکھکر آئی:- بتاریخ ۱۵ ردسمبر سنہ ۳۳ء (۲۶ شعبان سنہ ۵۲ھ)

مجلس فاتحہ خوانی جناب مولانا سید علی اظہر صاحب اعلی اللہ مقامہ وقت ۱۰ بجے دن جناب خان بہادر نواب محمد مہدی حسن صاحب رضوی نے حامی دین مبین جناب مستطاب فخر الحکما مولانا سید علی اظہر صاحب کی مجلس فاتحہ خوانی منعقد کی جسمیں حضرات علمائے کرام مثل سرکار ناصر الملۃ دام ظلہم - جناب مولانا سید محمد ہادی صاحب - جناب مولانا مفتی سید احمد علی صاحب - جناب مولانا سید محمد صاحب پرنسپل سلطان المدارس - جناب مولانا مرتضی حسین صاحب وغیرہم و طلاب و اساتذہ مشارع الشرائع و جامعہ سلطانیہ نے بکمال خلوص و ہمدردی شرکت فرمائی - اولا قرآن خوانی ہوئی جس کا ثواب جناب فخر الحکماء کی روح کو ہدیہ کیا گیا اوسکے بعد جناب مولوی سید علی حسین (خویش جناب مولانا میر آغا صاحب قبلہ مرحوم

(مغفور) نے خوانندگی فرمائی جس میں جناب فخر الحکماء کے دینی خدمات اور احسانات کا تذکرہ بھی تھا جو مرحوم نے مدت العمر فرقۂ شیعہ پر اپنے تصنیفات سے فرمائیں۔ تمام حاضرین اس واقعہ فاجعہ سے بہت متاثر و ملول تھے بالخصوص بانی مجلس پر بہت اثر رنج و ملال نمایاں تھا۔ آپ سے اور مرحوم سے عرصہ چالیس سال سے مواخات تھی اور دوستوں سے عزیزانہ مراسم و تعلقات تھے۔ راقم سید نواب علی سفیر سندیلوی" (۲) لکھنؤ کی ایک اور مجلس کا چھپا ہوا اشتہار موصول ہوا جسکی نقل حسب ذیل ہے۔ مرقومہ بالا مصرعہ تاریخ جو کہ بحر متقارب اور صنعت معجمہ میں (۱۹۳۳ء) "ہوگیا تو شمشیر قلم کا ایک مجاہد داخل خلد" ہے وہ محض ایک مجلس کا اعلان کرنیکو اور اُن عالم جید کی یاد تازہ کرنیکو لکھا گیا ہے کہ جن کا من موضع کھوا ضلع سارن ملک بہار اور اسم گرامی فخر الحکماء جناب مولوی سید علی اظہر صاحب قبلہ تھا اور جنھوں نے اپنی پوری عمر مذہب حق شیعہ کی حمایت اور ترقی میں صرف کی یعنی جو کامل ۴۳ سال تک بذریعہ رسالہ اصلاح دشمنان دین سے قلمی جہاد کرکے اونکے دانت کھٹے کرتے رہے دیگر اسکے علاوہ بھی بہت سی مذہبی کتابیں مثل "ذوالفقار حیدر" اور "کنز مکتوم فی حل عقد ام کلثوم" کے تصنیف فرمائیں ادھیں مرحوم کی خبر انتقال سُن کے اور اپنا فرض منصبی سمجھ کے انجمن گلدستۂ جاں چوک سبز بمبئی لکھنؤ نے ۲۷ رماہ رمضان بروز یکشنبہ سنہ ۱۳۵۲ ہجری امام باڑہ جناب دیوان ناصر علی صاحب مرحوم واقع محلہ باغ قاضی میں نو بجے صبح کو ایک مجلس فاتحہ خوانی بنائی ہے امید کہ مومنین شرکت فرماکر ممنون فرمائیں۔ (المشتہر):۔ سید مجاد حسین تمنا سکریٹری انجمن گلدستہ خیال لکھنؤ"۔ (۳) پٹنہ (صدر مقام صوبہ بہار) کی ایک مجلس کا چھپا ہوا اشتہار موصول ہوا اسکی نقل حسب ذیل ہے۔

محسن ملت کا ماتم | بتاریخ ۱۶ دسمبر یوم شنبہ ۸ بجے دن کو مدرسہ سلیمانیہ میں محسن ملت جناب فخر الحکماء حکیم سید علی اظہر صاحب مرحوم کے روح کو ایصال ثواب کیلئے مجلس فاتحہ خوانی منعقد کیگئی ہے جسمیں عمدۃ الافاضل مولانا سید ابراھیم صاحب ممتاز الافاضل بیان فرمائیں گے۔ مومنین شرکت فرماکر ممنون فرمائیں۔ الداعی الی الخیر:۔ طلاب جامعہ سلیمانیہ پٹنہ سٹی" (۴) بنارس سے ایک مجلس کا چھپا ہوا اشتہار موصول ہوا جو حسب ذیل ہے:۔

اعلان غم انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ثلم۔ فی الاسلام ثلمۃ لا یسد ھا شئی۔ آہ

آہ سرکار شریعتمدار ظہیر العلماء الاعلام خاتم المتکلمین العظام حجۃ الاسلام سیدنا و مولانا السید علی اظہر صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ نے جمعہ کے دن ۲۱ شعبان ۱۳۵۲ھ ہجری کو ارتحال فرمایا اور دیوار اسلام میں وہ رخنہ واقع ہوا جس کو کوئی چیز پُر نہیں کر سکتی لہذا بتاریخ ۲۱ شعبان یوم یکشنبہ بوقت ۹ بجے دن شہر کے مشہور اور متبرک مقام فاطمین میں مجلس تعزیت قرار دیگئی ہے۔ امید ہے کہ حضرات مومنین بمقتضائے حمیت دین پابندی وقت کے ساتھ تشریف لادیں اور اپنے کاروبار کو معطل کر کے اس جلسہ غم میں شرکت فرماویں۔ مغموم۔ عرشی"

اور خود کھجوا میں متعدد نہایت شاندار مجالس ہوئیں حضرت مرحوم کے سوم کی مجلس جناب مولوی سید اظہار الحسنین صاحب عشروی صدر الافاضل واعظ مدرسۃ الواعظین نے پڑھی۔ پھر مدرسہ اسلامیہ کھجوا میں قرآن خوانی کیگئی جسکی مجلس مولوی حکیم سید علی جعفر صاحب فاضل ناظمی نے پڑھی۔ پھر اسی روز جمعہ کو بعد نماز جناب عمدۃ العلماء زبدۃ الفقہا مولانا راحت حسین صاحب قبلہ دام برکاتہم نے ایک مجلس پڑھی۔ دسویں اور بیسویں کی مجلس جناب مولوی حکیم سید محمد حسین صاحب طبیب کھجوا دام مجدہ نے پڑھی۔ اور ۱۰ ماہ صیام سے ۱۳ ماہ صیام تک تو کھجوا بہشت کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا صوبہ بہار و صوبہ متحدہ کے ذاکرین کے ماتم کنان اجتماع نے عجیب رونق پیدا کردی تھی۔ جناب عالم جلیل وواعظ نبیل مولانا سید محمد شبر صاحب قبلہ دام مجدہ مدرس اعلی مدرسہ ناصریہ جونپور نے تشریف لاکر ۱۱ و ۱۲ ماہ صیام کو اور جناب طبیب نبیل وواعظ جلیل حکیم مولوی سید محمد صالح صاحب عرشی دام مجدہ نے بنارس سے تشریف لاکر ۱۲ کو اور جناب واعظ جلیل و متکلم نبیل مولوی حکیم سید مرتضی حسین صاحب دام مجدہ نے الہ آباد سے تشریف لاکر ۱۳ ماہ صیام کو ایسی کامیاب اور مقبول مجالس پڑھیں کہ کھجوا میں مدت دراز تک یاد رہینگی جب سے کھجوا آباد ہے مسلسل تین روز تک ایسی نورانی مجلسیں کبھی نہیں ہوئیں۔ اب انشاء اللہ ایسٹر کی تعطیل میں جب جناب صدر المحققین سید المجتہدین حجۃ الاسلام والمسلمین کہف الایمان والمومنین آیۃ اللہ فی العالمین مولانا آقا السید ناصر حسین صاحب دام ظلہم العالی تشریف لائیں گے تو انشاء اور زیادہ مجمع اور رونق کی قوی امید ہے۔

رسائل و اخبارات کا ماتم ہمارے دینی اور قومی اخباروں نے بھی حضرت ممدوح کا شاندار

ماتم کیا ۔ چند رسالوں اور اخباروں کی تحریریں ذیل میں درج کی جاتی ہیں ۔
(۱) رسالہ سہیل یمن لکھنؤ ماہ رمضان ۱۳۵۲ھ ہجری "غم جانکاہ" جریدہ فریدہ اصلاح بابت شعبان میں یہ خبر وحشت اثر دیکھکر کہ حضرت ظہیر الملۃ مولانا مولوی سید علی اظہر صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ نے داعی اجل کو لبیک کہی اور یہ شمع نور بار علم ہوائے دامن فنا سے بجھ گئی ۔ ایک چوٹ دل پر لگی ۔ وہ نصرت حق جو اس مرد ہستی نے کی وہ اظہر من الشمس ہے اور اسکے ذکر کرنے کی حاجت نہیں ۔ جریدہ اصلاح و الشمس کی مستمر ضیا باریاں انھیں مرحوم کے جذبۂ حق کے نتائج تھے اور ساری زندگی اسی میں بسر فرمائی ۔ اگر افراد مذہب غور کریں تو ایک عظیم احسان مذہبی انکے دوشوں پر ہے جو هل جزاء الاحسان الا الاحسان کی دعوت دے رہا ہے ۔ کیا اچھا ہوتا اگر اس مجاہد ملت کی کوئی علمی یادگار قائم کردی جاتی ۔ مگر کیا کہو اور کس سے کہوں ع اندا ختم بر و زجزا کار خویش را [۱] خداوند عالم اس نفس قدسی کو غریق رحمت کرے اور جناب مولانا سید علی حیدر صاحب مدیر جریدہ اصلاح اور ان کے بھائی صاحب کو صبر جمیل اور اجر جزیل عنایت کرے "۔ (۲) رسالہ المؤید لاہور دسمبر ۱۹۳۳ء "آفتاب تحقیق غروب ہو گیا" جمیع حضرات مومنین و سادات عظام کو یہ خبر وحشت اثر پڑھکر بعد اندوہ و ملال ہوگا کہ جناب تقدس مآب فخر المحققین حجۃ الاسلام و المسلمین حضرت مولانا السید علی اظہر صاحب قبلہ مجتہد العصر اعلی اللہ مقامہ نے کھجوا ضلع سارن میں بتاریخ ۱۲ شعبان المعظم ۱۳۵۲ھ ہجری بوقت سہ پہر دنیا سے رحلت فرمائی مرحوم کو کتب مناظرہ و تحقیق تصنیف کرنے میں اولیت کا فخر حاصل ہے ۔ رسالہ اصلاح کھجوا مرحوم کی یادگار ہے جس کو نہایت کامیابی کے ساتھ آپکے فرزند جناب مولوی السید علی حیدر صاحب چلا رہے ہیں ۔ خداوند کریم بحق محمد و آل محمد علامہ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور جمیع پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے جامع مسجد سادات گنج میں مومنین کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ علامہ السید علی الحائری صاحب قبلہ نے نماز جمعہ کے خطبہ سے فارغ ہو کر سورہ فاتحہ تلاوت فرما کر دعا مغفرت طلب فرمائی ۔ مومنین سورہ فاتحہ سے مرحوم کی روح پر فتوح کو ثواب پہونچائیں "۔ (۳) اخبار صراط لکھنؤ ۲۰ شعبان ۱۳۵۲ھ ہجری نے لکھا :-

فخر الحکماء مولانا السید علی اظہر کی وفات

شیعی دنیا میں کون ایسا ہے جو اس بزرگ ہستی سے واقف نہ ہوگا جس نے جہاد بالقلم سے باطل شکنی میں ایک عظیم الشان مجاہد کا کام کیا ہے خصوصاً تاریخ اسلام کی تنقیدی جد و جہد نے واقعات ماضی کے رخ سے وہ پردے ہٹا دیئے جو دولت پرستی نے ڈال رکھے تھے ۔ ہندوستان میں مولانا سید علی اظہر صاحب مرحوم کی واحد ذات تھی جس نے قصبہ کھجوا ضلع سارن صوبہ بہار میں بیٹھکر اردو لٹریچر میں تبلیغ دین حق

---

[۱] حضرت ممدوح کی علمی یادگار دائرۃ التحقیق قائم کرنے کا ارادہ ہے ۔ انشاء اللہ شوال کے اصلاح میں اسکی تفصیل درج کی جائیگی ۱۲ مدیر اصلاح

کا جھنڈا گاڑ دیا۔ رسالہ اصلاح جسکو شیعہ گزٹ کہنا بیجا نہ ہوگا مرحوم کی زندہ یادگار ہے۔ ذوالفقار حیدر
کنز مکتوم فی حل عقد ام کلثوم نے جو عام مقبولیت اور شہرت حاصل کی ہے مستغنی عن البیان ہے۔ انکے
علاوہ جناب ممدوح کے بکثرت تصنیفات ہیں۔ افسوس ہے کہ یہ مبلغ دین ۱۲ شعبان کو راہی ملک جنان ہوا
انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہم نہایت رنج و قلق کے ساتھ اس خبر غم کو درج کرتے ہیں اور مرحوم کے لئے
دعائے مغفرت کرتے ہوئے اونکے لائق اور قابل فرزند جناب مولانا سید علی حیدر صاحب سے اظہار ہمدردی
کرتے ہیں جو ہم سے بہتر صبر کی حقیقت کو سمجھنے والے ہیں ؎ رہا نہ دہر میں کوئی نبی نہ کوئی امام + بس اک
ذات ہے جس پر ہے یہ جہاں قائم

(۴) اخبار راستی جونپور ۱۸ شعبان سنہ ۵۲ ہجری نے لکھا۔

آفتاب تحقیق غروب ہو گیا

یہ خبر شیعی دنیا میں نہایت رنج و ملال کے ساتھ سنی جائیگی کہ ۱۲ شعبان سنہ
روز جمعہ کو حضرت حجۃ الاسلام مولانا السید علی اظہر صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ بانی رسالہ اصلاح
کھجوا ضلع سارن نے انتقال فرمایا۔ مولانا مرحوم کی زندگی قلمی جہاد میں بسر ہوئی۔ علم کلام و تاریخ پر
آپکو اس قدر عبور حاصل تھا کہ ناصر الملۃ والدین جیسے محقق کو بھی آپ کی تحقیقات پر اعتماد و اعتبار کلی
تھا۔ اور جناب موصوف آپکی بہت قدر و منزلت کرتے تھے۔ بہ لحاظ صفات بھی مولانا سید علی اظہر صاحب
مرحوم کی زندگی ایک قابل مثال زندگی تھی۔ مزاج میں سادگی انکسار اس قدر تھا کہ معلوم ہی نہیں ہوتا
تھا کہ آپ کیسے جلیل القدر عالم و محقق ہیں۔ اصلاح کے ذریعہ سے آپنے قوم کی بہت خدمت کی۔
آپکی موت ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ خدا جناب مرحوم پر اپنی برکتیں نازل کرے۔ ہمیں اس حادثہ
جانکاہ میں مرحوم کے صاحبزادہ جناب مولانا سید علی حیدر صاحب مدیر اصلاح سے دلی ہمدردی ہے۔

(۵) اخبار سرفراز لکھنؤ ۲۰ شعبان سنہ ۵۲ ہجری نے لکھا۔

قوم و مذہب کو ایک ناقابل تلافی نقصان

اشاعت گزشتہ میں ہم جناب فخر العلماء مولانا سید علی اظہر صاحب قبلہ کی وفات کی خبر
سرفراز میں درج کر چکے ہیں۔ لیکن یہ خبر ایسے وقت پہونچی تھی کہ جب ہمارا اخبار مکمل
ہو چکا تھا اور بمشکل ایک خبر نکال کر یہ خبر درج کی جاسکی تھی۔ اسلئے ہم اس حادثہ پر تفصیل سے اظہار خیال نہیں
کر سکے تھے۔ کون نہیں جانتا کہ مولانائے مرحوم کی ذات ایک ایسی ذات تھی جسنے ہندوستان کے شیعوں
پر ایسا احسان عظیم کیا جو اپنا مثل و نظیر نہیں رکھتا۔ مرحوم نے اپنی تمام زندگی دین حق کی نشر و اشاعت میں صرف
کی اور اردو زبان میں مذہبیات کا اتنا ذخیرہ مہیا کر دیا کہ جس سے پچاسوں جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔ علاوہ
بے شمار تصانیف کے رسالہ اصلاح جو بتیس برس سے مذہبی خدمات انجام دے رہا ہے آپکی آغوش علمی
کا پروردہ ہے۔ الشمس و الکلام نے بھی آپ ہی کے سایہ عاطفت میں فروغ پایا۔ کافی عمر ہو جانے کے بعد
بھی موصوف آخر وقت تک دینی خدمات میں مصروف ہونے اور نصرت دین کے مشغلے کو کبھی ترک نہیں کیا۔
ایک ایسے دین کے فدائی عالم باعمل، عابد، شب زندہ دار، متقی اور زمانہ کی ضرورتوں سے باخبر بزرگ
کی وفات پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔ خدا مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور آپکے

فرزند ارجمند مولانا سید علی حیدر صاحب کو یہ قوت عطا کرے کہ وہ اس بار کو جو انکے کاندھوں پر مرحوم کی وفات سے آپڑا ہے پامردی سے اٹھا سکیں۔ مرحوم کے اعزہ سے اظہار ہمدردی کے ساتھ ساتھ ہم قوم سے بھی اپیل کریں گے کہ جہاں وہ موصوف کی ہر ہر جگہ پر مجالس فاتحہ خوانی منعقد کریں وہاں انکی یادگار رسالہ اصلاح کی اشاعت کیطرف بھی خاص توجہ سے کام لیں"۔

(۶) **اخبار الواعظ لکھنؤ ۱۹ شعبان سنہ ۵۲ ہجری نے لکھا:۔**

اسلام کے ایک زبردست حامی کی رحلت

مسلمانوں میں یہ خبر انتہائی حزن وملال کے ساتھ سنی جائیگی کہ اہلبیت رسولؐ کے زبردست ناصر ملت اسلامیہ کے مشہور خادم رسالہ اصلاح کے بانی وسرپرست مولانا علی اظہر صاحب اعلی اللہ مقامہ نے ۱۲ شعبان کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ مولانا مرحوم کی رحلت سے صرف اتنا ہی نہیں ہوا کہ ایک عالم باعمل ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گیا بلکہ مذہب حق کا ایک ایسا محسن دنیا سے اٹھ گیا جسکی جنبش قلم نے باطل میں زلزلہ ڈالدیئے۔ مذہبی راہزن جسکی دھاک سے لرزہ براندام رہتے تھے۔ جناب مرحوم کی عمر غالباً ستر اسی کے درمیان تھی۔ آپکی عمر کا آخری نصف دور ہمارے سامنے ہے آپکے پینتیس سالہ خدمات اس قدر بلند پایہ ہیں کہ جسکے احسان سے دنیائے شیعیت تو کبھی سبکدوش ہو ہی نہیں سکتی۔ مولانا کا شوق خدمت اسلام رسالہ اصلاح نکالکے تھا نہیں بلکہ آپ کے آثار علمی الشمس الکلام میں بھی جلوہ افروز ہے۔ عبدالحلیم شرر نے سکینہ بنت الحسینؑ کا ناول لکھ کے خاندان رسولؐ کی سخت توہین کی جناب مولانا نے اوسکے جواب میں تاریخی تحقیق کے وہ جوہر دکھائے کہ باطل کوش دنگ ہو کے رہ گئے اسکے علاوہ متعدد رسالہ اور کتابیں حمایت دین میں برابر تحریر فرماتے رہے آپکے مبسوط تصانیف میں ذوالفقار حیدری نہایت مشہور کتاب ہے۔ آپکے رسالوں میں عقل وتہذیب اہل حدیث اور الوضو۔ البسملہ۔ الجرہ وغیرہ خاص شہرت رکھتے ہیں۔ معاندین نے خاندان رسالت کی توہین کرنے کی نیت سے جناب ام کلثوم کے عقد کے بارے میں جو غلط فہمی پھیلا رکھی تھی جناب مولانا نے کنز مکتوم فی حل عقد ام کلثوم لکھ کے ناحق کوشوں کی زبان پر مہر لگادی۔ غرضنکہ آپ کے قلمی مجاہدات نے اردو علم کلام کا اتنا کثیر مواد فراہم کردیا کہ یہ کہنا غالباً صحیح ہے کہ اس حیثیت سے آپ منفرد ہیں۔ مسلمان عموماً اور شیعہ خصوصاً مدتوں آپ کے آثار باقیہ سے فیضیاب ہوتے رہیں گے۔ خداوندکریم مولانائے مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں زیر سایہ چہاردہ معصومینؑ جگہ عطا فرمائے۔ شیعہ اپنے دین کے اس محسن کو کبھی بھول نہیں سکتے۔ مولانا علی اظہر صاحب طاب ثراہ کی موت اسلام کی ایک عظیم مصیبت ہے۔ مولانا علی حیدر صاحب ادام اللہ برکاتہ مدیر اصلاح کی خدمت میں ہم تعزیت پیش کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ خداوندکریم آپکو اس حادثہ روح فرسا میں صبر جمیل عطا فرمائے۔ ہمدردان اسلام سے یہ امید کرنا بیجا نہ ہوگا کہ مولانا مرحوم کے لئے مجالس فاتحہ خوانی منعقد کرکے روح مبارک مولانا کو شاد فرمائیں گے اور خود بھی ثواب دارین حاصل کرینگے"۔

(۷) **اخبار تعمیر فیض آباد ۱۵ شعبان سنہ ۵۲ ہجری نے لکھا:۔**

حادثہ روح فرسا

عالم اسلام میں عموماً اور شیعی دنیا میں خصوصاً اس حادثہ روح فرسا کی

خبر سے ایک بے چینی کی لہر دوڑ جائیگی کہ جناب حجۃ الاسلام فخر الحکماء مولانا ومقتدانا مولوی سید علی اظہر صاحب قبلہ مجتہد العصر نے... اس ہفتہ اپنے وطن مالوف کھجوا ضلع سارن میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ جناب مولانا کی گرانقدر ہستی ایسی تھی کہ اُسپر دور حاضر کے افراد بجا طور پر ناز کر سکتے تھے۔ اردو خواں طبقہ پر علوم اہلبیتؑ کے نشر واشاعت کا جو احسان مولانا مرحوم کا ہے وہ کسی عالم یا مجتہد کا نہیں ہے۔ آپ نے اپنی کل زندگی نصرت دین حق کے لئے وقف کر دی تھی جس طرح جناب غفرانمآب اعلی اللہ مقامہ و جناب فردوس مآب مولانا سید حامد حسین صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ نے عربی اور فارسی میں شیعہ علم الکلام کا نادر الوجود ذخیرہ مہیا کر کے قوم کو رہین امتنان بنایا ہے۔ اوسی طرح جناب مولانا مرحوم نے بھی اپنی گرانقدر تصنیفات سے اردو داں طبقہ کو ایسا زیر بار احسان کیا ہے کہ اوسکی گردن نہیں اٹھ سکتی۔ مرحوم کے ذخیرہ معلومات کی بدولت نہیں معلوم کتنے واعظ اور متکلم بن گئے۔ مرحوم نے اپنی چالیس سال کی علمی خدمات سے دنیا کو محو حیرت کر دیا۔ جناب مولینا کی جامعیت کا یہ عالم تھا کہ حدیث۔ تاریخ سیر۔ کلام۔ تفسیر جس فن پر آپنے قلم فرسائی کی ہے معلوم ہوتا ہے کہ اُس فن کا عالم متبحر در معارفہ سے قارئین کا دامن بھر رہا ہے "سکینہ بنت الحسین" کے پردہ میں شہرہا نے جو شرر افشانی کی تھی اُسکا جواب مولانا کی وسعت معلومات کا ایک عبرت آگیں کرشمہ ہے۔ فن تاریخ میں تصحیح تاریخ آج تک تاریخ کے قدردانوں سے خراج تحسین وصول کر رہی ہے۔ نقد حدیث میں آپکی عدیم المثال تصنیف "فصل الباری" یعنی "تنقید صحیح بخاری" جو افسوس ہے کہ ناتمام رہی آپکی حدیث دانی کا بہترین ثبوت ہے۔ علم کلام میں آپکو جو دستگاہ حاصل تھی اُس کے لئے "ذو الفقار حیدریؑ" کے مجلدات کی طرف اشارہ کر دینا کافی ہے۔ حالانکہ اس فن میں آپکی تصانیف بے شمار ہیں "الوضو"۔ "البسملہ"۔ "الجمرہ"۔ "تاریخ اذان"۔ "عقل و تہذیب اہلحدیث" وغیرہ وغیرہ۔

آپ ہی کی سرپرستی میں رسالہ اصلاح ۳۲ سال سے دینی خدمتیں انجام دے رہا تھا۔ آپ ہی کے افق تربیت سے الشمس طالع ہوا۔ آپ ہی کے سایہ عاطفت میں الکلام نے فروغ حاصل کیا۔ مرحوم عالم باعمل عابد شب زندہ دار۔ متقی اور پرہیزگار تھے۔ ایسی گرانقدر ہستی کا ہمارے سر سے اوٹھ جانا وہ نقصان عظیم ہے کہ جسکی تلافی محال ہے۔ زمانہ عقیم ہو رہا ہے۔ اس مرتبہ کے عالم قرنوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ ابھی نہیں معلوم مرحوم کی کتنی تصانیف مکمل اور ناتمام موجود ہوں۔ کاش قوم اس احسان عظیم کا یہی معاوضہ کر دے کہ ان گرانقدر تصانیف کی اشاعت کیلئے مالی امداد دیکر شیعہ علم الکلام کی انسائیکلوپیڈیا مدون کرا دے۔ دنیا سے جو نامور اُٹھتا ہے ارباب عقیدت اوسکی یادگار قائم کرنے میں ساعی ہوتے ہیں۔ یہ وحید عصر اور فرید روزگار عالم جسکی مداد صحیح معنوں میں خون شہید کہے جانیکے قابل تھی قیام یادگار سے مستغنی ہے۔ اوسکی بلند پایہ تصانیف خود اُسکی یادگار ہیں ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

جناب مولانا نے ضعیفی کے عالم میں بچوں کے داغ اُٹھائے۔ اعزہ کی مفارقت نے قلب و جگر مجروح کیا لیکن صاحب فراش ہو کر بھی نصرت دین کے مشغلہ کو کبھی ترک نہیں کیا۔ ہم اس سانحۂ روح فرسا میں

اُنکے فرزند ارجمند جناب مولوی سید علی حیدر صاحب قبلہ مدیر "اصلاح" سے اپنی دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں اور بارگاہ احدیت میں ملتجی ہیں کہ خداوند عالم مرحوم کو قرن اول کے علماے اسلام کے دوش بدوش اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور اعقاب کو صبر جمیل عطا فرمائے مومنین سے التجا ہے کہ وہ ایصال ثواب کے لئے مجالس فاتحہ خوانی منعقد کریں۔ (۸) اخبار حدنجف سیالکوٹ ۲۶ رشعبان ۶۲ھ ہجری نے لکھا۔

سانحہ ہوشربا آہ! مولانا علی اظہر!! یہ خبر یقیناً شیعی دنیا میں بصد قلق و اضطراب سنی جائیگی کہ ہندوستان بھر کی ایک نامور ہستی شیعہ قوم سے معدوم ہو گئی۔ حضرت مولانا سید المحققین والمدققین فخر المحدثین علامہ ہر کار عالی وقار قبلہ سید علی اظہر اعلی اللہ مقامہ نے ۱۲ شعبان المعظم کو اس دنیائے ناپائدار سے رحلت فرمائی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ شیعہ قوم کو مرحوم کے انتقال پر ملال سے جو ناقابل تلافی نقصان پہونچا ہے زبان قلم اسکے بیان سے عاجز ہے۔ مولانا نے مجلہ اصلاح کے ذریعہ جو دینی و روحانی خدمات مذہب حقہ شیعہ کی سرانجام دیں۔ مرحوم ہی کا حصہ تھا۔ صوبہ پنجاب میں دین حق کو جو کچھ بھی فروغ حاصل ہوا۔ وہ سب حضرت مغفور کا طفیل ہے۔ اسمیں کلام نہیں کہ حضرت بحار علیہم التحیۃ والثنا کے بہت سے فدائیوں نے قلمی و لسانی جہاد فرما کر تبلیغ حق کے باب میں خدا و رسول و آل رسول سے پروانہ رضامندی حاصل کیا۔ مگر ان سب کے امیر و افضل علامہ علی اظہر قبلہ تھے۔ صوبہ پنجاب کے تبلیغی ادارے خصوصاً ادارہ درنجف خصوصیت کے ساتھ فیضان اصلاح کا مرہون منت و روشن مظاہرہ ہے۔ مرحوم کے رسائل و تصانیف سے سیکڑوں عالم فاضل بن گئے۔ نقاد حدیث و عالم علم کلام آپ ایسا ملنا سرزمین ہند میں محال ہے۔ آپکے دلائل قاہرہ و حجج باہرہ میں یہ ایک خصوصیت تھی کہ کسی مخالف و معاند و مخاطب میں جوابی قلم اُٹھانے کی تاب و توانائی نہ ہوتی۔ آہ! وہ علم کلام کا آفتاب آسمان ہند بلکہ افق عالم سے غروب ہو گیا جسکی شعاعوں نے ظلمت کدہ دورِ حاضر کو منور کر رکھا تھا۔ جس بے مثال عالم کا وجود اس گئے گزرے زمانہ میں ایک بیکس قوم کے لئے باعث فخر و تکیہ تھا۔ افسوس! ہم اس وحید روزگار ہستی کے انتقال کی خبر اپنے خون دل سے لکھ رہے ہیں۔ اور فرط تشویش و حزن میں اظہار درد کے لئے الفاظ نہیں پاتے۔ شیعی دنیا میں لاکھوں بلکہ کروڑوں نفوس حضرت مرحوم کے مخلص شیدائی موجود ہیں جنکے اضطراب دل نے اس سانحہ ہوش رُبا پر قیامت کا منظر پیش کر دیا۔ اگر وہ بالاتفاق اصلاح و کتب خانہ اصلاح کی اعانت پر قسم اٹھالیں تو قبلہ مرحوم کی یاد ابدی اور انکی تصانیف زندہ رہ سکتی ہیں۔ ہمیں حضرت مولانا السید علی حیدر صاحب قبلہ مدیر اصلاح کے ساتھ اس حادثہ جانکاہ میں پوری پوری ہمدردی ہے۔

ناظرین درنجف سے توقع ہے کہ وہ مرحوم و مغفور کے غم میں مجلس عزا منعقد کر کے ارواح اہلبیت رسول اللہ کی رضا جوئی حاصل کریں گے۔ ہم ان کل حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ابھی بہت سے خطوط و مضامین وغیرہ کی نقل رہ گئی کیونکہ رسالہ میں گنجائش نہیں ہے۔ وہ حضرات معاف فرمائیں

احقر علی حیدر عفی عنہ

میں جانتا نہ تھا کہ دشمن دیں زہر دینگے
اس بیکسی میں جان میرے بابا کی لینگے
فرزند کے جو رونے کی غش میں سنی صدا
تڑپے اک آہ کھینچ کے سلطان دوسرا
روئے لگا کے چھاتی سے بیٹے کو خوب سا
کس سے رقم ہو جو ہوا اس دم کا ماجرا
مل مل کے باپ بیٹے جو آپس میں روتے تھے
گم آسماں پہ ہوش فرشتوں کے ہوتے تھے
منہ چوم کر یہ باپ نے بیٹے سے پھر کہا
خاموش میرے لال نہ اتنا کرو بکا
تمکو تو صبر چاہیئے اے میرے مہ لقا
دنیا میں میرے بعد ہو تم حجت خدا
تسکین اہل بیت کی گھر جا کے کیجیو
میرے قلق میں صبر نہ ہاتھوں سے دیجیو

مجلس ۲۴ چوبیسویں

اصفر دن کی جسمیں خضوع و خشوع کو بتایا جناب امیرؑ کے پاؤں سے تیر نکالنے کا واقعہ لکھا گیا۔ نماز کے شک اور اسمیں کسی چیز کے بھولنے پر جو حکم ہے اُسکو سمجھایا گیا۔ پھر نماز عید اور عورتوں کے پردہ کی ضرورت بیان کی گئی اور آخر میں حضرت امام رضاؑ کی شہادت لکھی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط خدا فرماتا ہے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ یعنی وہ ایمان والے جو اپنی نمازیں خضوع و خشوع سے پڑھتے ہیں بڑا درجہ پائیں گے۔ اس آیت میں خدا خضوع و خشوع کی تعریف کرتا ہے کہ نماز اس سے قبول کی جاتی ہے اور اس نماز کو خدا اتنی پسند کرتا ہے کہ پڑھنے والے کو بڑا درجہ دیتا ہے۔ جس طرح عورت اچھے کپڑے اور زیور پہننے سے بہت بھلی معلوم ہوتی ہے اسی طرح نماز بھی خضوع و خشوع سے بہت عمدہ ہو جاتی ہے خضوع کا مطلب ہے کہ آدمی کا دل و دماغ خدا کے سامنے عاجزی

اور انکسار کرے۔ اور خشوع کا معنے یہ کہ آدمی کا ہاتھ پاؤں اللہ کے آگے جھکا ہے اور اسکی آواز تک نرم اور غریبی کی ایسی ہو جس سے پتا چلے کہ یہ شخص خدا کو اپنا آقا۔ مالک اور سردار مانتا ہے اور اس سے مقابلہ نہیں کرتا نہ اسکے سامنے اکڑتا نہ اپنے کو اس سے بے پروا جانتا ہے۔ اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ ہم لوگ جب نماز میں کھڑے ہوں تو چاہیئے کہ پھر کسی اور بات کا خیال نہ کریں۔ نہ دنیا کی کوئی تکلیف یا لالچ یا فکر دل میں پیدا ہو۔ نہ اپنے عزیزوں اور بچوں کیطرف ذہن جائے۔ بلکہ ہر طرح خدا ہی کی طرف توجہ ہو اور اُسی کی عبادت میں پورا دل لگا رہے۔ اگر آدمی اس طرح نماز پڑھیگا تو اسکی نماز صحیح بھی ہوگی اور خدا کو بھی بھلی معلوم ہوگی جو لوگ خضوع و خشوع سے نماز نہیں پڑھتے بلکہ زبان سے تو نماز پڑھتے ہیں اور دل و دماغ میں اِدھر اُدھر کی باتیں گھومتی رہتی ہیں کہ کبھی لڑکے بالوں کی فکر ہوتی ہے۔ کبھی بیماری دکھ کا کوفت۔ کبھی لڑائی جھگڑے کا خیال کبھی خرچ برچ کا تردّد۔ اس سے خضوع و خشوع بھی نہیں ہوتا اور نماز میں بعض وقت بھول چوک یا شک شبہ بھی ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے نماز میں تاکید ہے کہ آدمی اپنے کو بالکل بھول جائے اور یہی خیال رکھے کہ خدا کے دربار میں حاضر ہے۔ جس طرح ہمارے آقا حضرت علیؑ کی نماز ہوتی تھی کہ حضرت کو اپنے بدن تک کا خیال نہیں رہتا تھا۔ اُحد کی لڑائی میں حضرتؑ کے پاؤں میں ایک تیر ایسا لگا کہ جب لوگ اسکے نکالنے کی کوشش کرتے تو حضرت تڑپ جاتے اور کسی طرح اس اذیت کو برداشت نہیں کر سکتے تھے اور وہ تیر نکل نہیں سکتا تھا۔ آخر عاجز آ کر لوگوں نے حضرت رسولخدا صلعم سے پوچھا کہ یا حضرتؐ جناب امیرؑ کے پاؤں سے وہ تیر کیسے نکالا جائے حضرتؐ نے فرمایا

جب علیؑ نماز پڑھتے ہوں تو نکال لو۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ حضرتؑ کو
خبر تک نہیں ہوئی جب نماز پڑھ چکے تو دیکھا کہ پوری جانماز خون سے بھیگ
گئی ہے اُس وقت حضرتؑ کو معلوم ہوا کہ وہ تیر نکل گیا [1] اللھم صل علی
محمدؐ و آل محمدؐ۔ اگر کسی وقت خضوع و خشوع نہ ہونے سے نماز میں
کوئی بات بھول جائیں جیسے ایک سجدہ بھول جائیں یا تشہد بھول جائیں
یا تشہد کا کوئی لفظ بھول جائیں یا کوئی بات بھولے سے کر لیں یا جس
مقام پر بیٹھنا چاہیئے وہاں بھولے سے کھڑے ہو جائیں اور جہاں کھڑا
ہونا چاہیئے وہاں بھولے سے بیٹھ جائیں۔ یا بھولے سے کسی کام کو زیادہ
یا کم کر دیں تو نماز پوری کر کے فوراً دو سجدہ سہو کرنا ضروری ہے اور دو سجدہ سہو
کر کے مختصر تشہد اور مختصر سلام بھی پڑھنا چاہیئے۔ اسی طرح خضوع و
خشوع نہ ہونے سے نماز میں شک بھی ہو جاتا ہے کہ خیال نہیں رہتا دوسری
رکعت پڑھتے ہیں یا تیسری۔ یا تیسری پڑھتے ہیں یا چوتھی۔ یا چوتھی پڑھتے
ہیں یا پانچویں۔ تو ان سب صورتوں میں نماز کا الگ الگ حکم ہے۔ بعض
حالت میں نماز باطل ہو جاتی ہے اور پھر پڑھنے کی ضرورت ہوتی ہے اور
بعض حالت میں نماز باطل تو نہیں ہوتی مگر اس کی کسر پوری کرنی ہوتی ہے۔
جیسے صبح یا مغرب کی نماز میں اگر یہ شک ہو کہ یہ دوسری رکعت پڑھتے
ہیں یا تیسری تو نماز باطل ہو جائیگی اور اوس کو پھر سے پڑھنا واجب
ہے۔ اسی طرح اگر یہ نہ جانیں کہ کتنی رکعتیں پڑھیں تب بھی نماز باطل
ہو جائیگی چاہے یہ بات چور رکعتی نماز ہی میں ہو کہ وہ بھی باطل ہو جائیگی۔
اسی طرح اگر یہ شک ہو کہ ایک رکعت پڑھی یا ایک سے زیادہ تب بھی
نماز باطل ہو جائیگی۔ اور اگر چور رکعتی نماز مثلاً ظہر۔ عصر۔ عشا میں شک ہو

[1] تحفۃ الاحرار و ارجح المطالب صفحہ ۱۶۵

کہ دو رکعت پڑھیں یا تین تو دیکھیں کہ یہ شک کس وقت ہوا ہے دونوں سجدوں کے پہلے یا بعد۔ اگر پہلے ہوا ہے تو نماز باطل ہوگی۔ لیکن اگر دونوں سجدوں کے بعد ہوا ہے تو سمجھیں کہ تین ہی پڑھی ہیں اور کھڑے ہوکر ایک (چوتھی) رکعت پڑھکر نماز کو تمام کریں۔ اُس کے بعد ایک رکعت نماز احتیاط کھڑے ہوکر پڑھ لیں۔ اور اگر چو رکعتی نماز میں دونوں سجدوں کے پہلے یا بعد یہ شک ہو کہ تین رکعتیں پڑھیں یا چار رکعتیں تو سمجھیں کہ چار پڑھی ہیں اور نماز کو تمام کردیں پھر کھڑے ہوکر ایک رکعت نماز احتیاط کی بھی ضرور پڑھیں۔ اور اگر یہ شک ہو کہ معلوم نہیں دو رکعتیں پڑھیں یا چار رکعتیں۔ پس اگر یہ شک دونوں سجدوں کے پہلے ہو تو نماز باطل ہے اور اگر دونوں سجدوں کے بعد ہو تو نماز صحیح ہے اور یہ سمجھکر کہ چار ہی رکعتیں پڑھی ہیں نماز کو تمام کریں پھر دو رکعت نماز احتیاط کھڑے ہوکر پڑھیں۔ اور اگر یہ شک ہو کہ دو رکعتیں پڑھیں یا تین یا چار تو غور کریں کہ یہ شک دونوں سجدوں کے پہلے ہوا ہے یا بعد۔ اگر پہلے ہوا ہے تو نماز باطل ہے۔ اور اگر دونوں سجدوں کے بعد ہوا تو نماز صحیح ہے اس کو چار ہی سمجھکر تمام کریں اور پھر کھڑے ہوکر دو رکعت نماز احتیاط پڑھ لیں۔ اور اگر یہ شک ہو کہ چار رکعتیں پڑھیں یا پانچ۔ پس اگر یہ شک دوسرے سجدے سے سر اوٹھانے کے بعد ہو تو یہ سمجھکر کہ چار رکعتیں ہی پڑھی ہیں نماز تمام کریں اور پھر دو سجدہ سہو بجالائیں۔ اور اگر یہ شک رکوع کے پہلے ہو تو بیٹھ جائیں اور چار سمجھکر نماز تمام کردیں اور اگر ان دو قسموں کے علاوہ کوئی شک ہو جیسے رکوع کے بعد اور دونوں سجدوں کے پہلے چار اور پانچ میں شک ہو تو نماز باطل ہوگی۔ اس کو پھر سے

پڑھنا ہوگا۔ اللہم صل علی محمد و آل محمد۔ بی بیو یہ میں نے مختصر مسئلے نماز میں بھولنے یا شک ہونے کے بیان کئے۔ ان سے زیادہ روزہ نماز کی کتابوں میں لکھے ہیں اُن سب کو جاننا اور یاد رکھنا چاہئے کہ سب ضروری ہیں۔ اور جس طرح خود ان باتوں کو جاننا ضروری ہے اُسی طرح اپنے لڑکے لڑکیوں اور رشتہ داروں پر بھی تاکید کرنی چاہیئے کہ مذہب کی ان باتوں کا علم ضرور حاصل کریں۔

عید لقرعید کی نماز بھی مردوں کے لئے ضروری اور اسلام کی شاندار عبادت ہے۔ اگر حضرت صاحب العصر علیہ السلام زندہ ہوتے تو واجب ہوتی مگر حضرت غائب ہیں تو واجب نہیں ہیں مگر سنت ہے اور افضل یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ پڑھی جائے۔ جہاں جماعت نہ ہوسکے وہاں اکیلے اکیلے پڑھیں۔ اور بیویوں کو چاہئے کہ اپنے لڑکوں اور بھائیوں اور رشتہ داروں پر تاکید رکھیں کہ اس نماز کو بھی ضرور پڑھا کریں۔ عورتوں کے لئے اس نماز کی تاکید نہیں ہے۔ ممکن ہے اسکی وجہ یہ ہو کہ یہ نماز زیادہ تر جماعت سے پڑھی جاتی ہے اور جماعت ہی سے پڑھنے میں اسکی شان نظر آتی اور مسلمانوں کی شوکت دکھائی دیتی ہے۔ اگر عورتوں کو بھی اس کا حکم ہوتا تو جماعت کے لئے عورتیں بھی گھر سے باہر نکلتیں مگر خدا ان کے گھر سے باہر جانے کو اچھا نہیں سمجھتا بلکہ ان کے اندر رہنے کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ اس سے بھی عورتوں کے پردے کی ضرورت ثابت ہوئی کہ ایسی شاندار عبادت جس سے اسلام کی رونق دکھائی دیتی اور جس سے مسلمانوں کی شوکت کا پتا چلتا ہے وہ عورتوں کے لئے ضروری نہیں کی گئی بلکہ ان کو یہی حکم دیا گیا کہ گھر میں بیٹھی رہو اور صرف مرد ہی

کو اسکے ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔ اب جو لوگ پردے کو مسلمان عورتوں سے
اوٹھانا چاہتے ہیں وہ خیال کریں کہ اس سے خدا کس درجہ ناراض ہوگا
اور جس چیز کی خاطر سے خدا نے اپنی عبادت عورتوں سے روک دی اوسکو
ہم لوگ مٹا دیں گے تو خدا اور رسول کو کیا منہ دکھائیں گے۔ اگر عورتوں کو
بھی مردوں کی طرح بے پردہ ہو کر یا پردے کے ساتھ برقع اوڑھکر باہر نکلنا خدا کو
پسند ہوتا تو اونھیں بھی حکم دیتا کہ اپنے نقاب اوڑھکر مسجد یا عیدگاہ
میں چلی جایا کرو۔ اور عید بقرعید کی اس شاندار عبادت کو ادا کرکے
اپنے گھر واپس چلی آیا کرو۔ اس سے عورتوں کا پردہ بھی رہتا اور وہ
نمازِ عید کا ثواب بھی حاصل کرلیتیں مگر خدا نے اتنا تک گوارا نہیں
کیا۔ پھر عورتوں کے بے پردہ ہونے اور نامحرم مردوں کے مجمع میں
جانے سے کس قدر غضبناک ہوگا۔ بہت سی عورتیں اور مرد مصر اور
روم کے مسلمانوں کی بے پردگی سے کہتے ہیں کہ اگر اسلام میں پردہ
ضروری ہوتا تو وہاں کی بہت سی عورتیں کیوں بے پردہ ہوتیں مگر یہ نہیں
خیال کرتے کہ مصر اور روم کے مسلمانوں میں تو شراب پینے۔ جُوا کھیلنے
ناچنے کا رواج بھی بہت ہے تو کیا اُنکی دیکھا دیکھی یہاں کے مسلمانوں
کو بھی شراب پینے اور جُوا کھیلنے کی اجازت ہو جائیگی؟ ہمیں خدا و رسول
کے حکم کی پیروی کرنی چاہئے اور لوگوں کے کام کو نہیں دیکھنا چاہیئے۔
یہی طریقہ ہمارے بزرگوں کا بھی رہا ہے۔ بعض عالموں کا خیال ہے
کہ آج ہمارے آٹھویں امام حضرت علی رضا علیہ السّلام کی شہادت کی
تاریخ ہے اس وجہ سے میں حضرتؑ ہی کا واقعہ بیان کرتی ہوں حضرتؑ
کے زمانہ میں مسلمانوں کا بادشاہ مامون تھا۔ اس نے بہت سی مصلحتوں

سے لوگوں پر اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا کہ خود خلافت سے الگ ہو کر یہ عہدہ حضرت امام رضاؑ کے حوالہ کر دے۔ اسی غرض سے اس نے حضرتؑ کو مدینہ سے اپنے پاس خراسان میں بلایا اور جب حضرتؑ سے اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا تو حضرتؑ نے اس سے فرمایا کہ اگر تمہاری خلافت خدا کی طرف سے ہے تو یہ کیسے جائز ہوگا کہ تم اس کو دوسرے شخص کے حوالہ کر دو۔ اور اگر یہ خلافت تمہارا حق نہیں ہے تب بھی تم دوسرے کو کیسے یہ دے سکتے ہو۔ حضرتؑ نے کیسی عقل کی بات فرمائی۔ بھلا مامون اس بات کا کیا جواب دیتا۔ اُس نے کہا اے فرزند رسولؐ میری درخواست کو آپ قبول فرمائیے۔ حضرتؑ نے اس کو جواب دیا کہ میں اپنی خوشی سے تو اس بات کو کبھی منظور نہیں کروں گا۔ بی بیو آپ خود انصاف کریں کہ مامون حضرتؑ سے کیسی مہمل بات کہتا تھا اس لئے کہ خدا کی طرف سے تو اُس وقت کے خلیفہ حضرتؑ ہی تھے۔ حضرتؑ ہی مسلمانوں کے مذہبی پیشوا اور حضرتؑ ہی اسلام و ایمان کے بادشاہ تھے۔ حضرتؑ کے ہوتے مامون نہ خلیفہ تھا نہ مسلمانوں کا مذہبی پیشوا۔ ہاں فوج اور مال اس کے پاس تھا اسی سے وہ بادشاہ بنا ہوا تھا تو اس بادشاہت کو یہ حضرات کبھی پسند نہیں کر سکتے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت انکار کرتے تھے کہ مجھے تمہاری طرح بادشاہ بننا پسند نہیں ہے۔ ہاں حضرت رسولِ خداؐ کا خلیفہ ہونا منظور ہے تو میں پہلے ہی سے خلیفہ ہوں۔ تمہارے بنانے سے تو کوئی خلیفہ بن نہیں سکتا۔ دو مہینہ تک یہی بحث رہی کہ مامون ضد کرتا تھا اور حضرت امام رضاؑ راضی نہیں ہوتے تھے۔ آخر میں مامون نے کہا کہ اچھا اگر آپ خلافت کو قبول نہیں کرتے تو میرے ولی عہد ہونا

منظور کیجئے یعنی اس بات کا وعدہ کر لیجئے کہ میرے بعد آپ ہی میرے
جانشین اور مسلمانوں کے بادشاہ ہوں۔ اس پر حضرتؑ نے فرمایا کہ میرے
والد ماجد مجھ سے پہلے ہی فرما چکے ہیں کہ مجھے زہر دیا جائیگا اور میں تم سے
پہلے انتقال کر جاؤں گا۔ جب تمہارے بعد میں زندہ ہی نہیں ہونگا
تو تمہارا ولی عہد بننا کیسے منظور کروں۔ مگر مامون اس پر بھی نہیں مانا
بلکہ برابر اصرار کرتا رہا۔ آخر حضرتؑ کو مجبور کر دیا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ
اچھا تمہارے اصرار پر میں اس شرط سے ولی عہدی کو قبول کرتا ہوں کہ نہ
کسی شخص کو کسی عہدہ پر مقرر کروں گا نہ اس سے الگ کروں گا۔ اور
بادشاہت پر دور ہی سے نظر کروں گا اسکے پاس بھی نہ جاؤں گا۔ مامون
ان شرائط پر راضی ہو گیا۔ تب حضرتؑ نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا
کہ اے خدا تو جانتا ہے کہ میں اس کام کے قبول کرنے پر مجبور کر دیا گیا ہوں
اور بے بس ہو کر اس کو منظور کرتا ہوں۔ اے اللہ مجھے اس بارے میں معاف
کرنا اور اسکی سزا نہ دینا۔ جس طرح تو نے اپنے دو پیغمبروں حضرت یوسفؑ
و دانیالؑ سے مواخذہ نہیں کیا جب انھوں نے اپنے زمانہ کے بادشاہوں
کی طرف سے ولی عہد ہونا قبول کیا تھا۔ اے خدا حقیقت میں تیرے
عہد کے سوا کوئی عہد ہی نہیں ہے اور تیری اجازت کے بغیر کوئی ولایت
ہی نہیں ہے۔ یہ کہکر حضرتؑ نے بہت ہی نفرت سے مامون کا ولی
عہد ہونا قبول کر لیا اور رہنے لگے۔ ایک دفعہ جب عید کا دن قریب آیا تو
مامون نے حضرتؑ سے کہلا بھیجا کہ آپ سواری پر جا کر لوگوں کو نماز عید
پڑھائیں۔ حضرتؑ نے فرمایا میں نے پہلے تم سے یہ شرط کر لی ہے کہ
بادشاہت اور حکومت کے کسی کام میں حصہ نہیں لونگا اور نہ اس کے

قریب جاؤنگا۔ اس وجہ سے تم مجھکو اس نماز عید سے بھی معاف رکھو۔ مگر مامون نے بہت اصرار اور ضد کی۔ حضرتؑ نے پھر فرمایا کہ اگر تم معاف کردو تو بہتر ہے۔ لیکن نہیں مانوگے تو میں نماز عید کے لیئے اُسی طرح جاؤں گا جس طرح میرے جدّ امجد جناب رسولخدا صلعم تشریف لے جاتے تھے۔ مامون نے کہا آپکو اختیار ہے جس طرح چاہیں جائیں۔ اسکے بعد اُس نے پیادوں اور سواروں کو حکم دیا کہ عید کے روز حضرتؑ کے دروازے پر حاضر ہوں۔ جب یہ خبر شہر میں مشہور ہوئی تو لوگ عید کے روز سڑکوں پر اور چھتوں پر حضرتؑ کی سواری کی شان دیکھنے کو جمع ہو گئے۔ ایک بھیڑ لگ گئی۔ عورتیں اور لڑکے سب ہی کو آرزو تھی کہ حضرتؑ کی زیارت کریں۔ ادھر حضرتؑ نے آفتاب نکلنے کے بعد غسل کیا اور کپڑے بدلے۔ سفید پگڑی سر پر باندھی۔ عطر لگایا۔ اور عصا ہاتھ میں لیکر عیدگاہ پیدل چلنے کو طیار ہوئے۔ اس کے بعد نوکروں اور غلاموں کو حکم دیا کہ تم بھی غسل کر کے کپڑے بدل لو اور اسی طرح پیدل چلو۔ اس انتظام کے بعد حضرتؑ گھر سے باہر نکلے۔ پائجامہ آدھی پنڈلی تک اُٹھا لیا۔ کپڑوں کو سمیٹ لیا۔ ننگے پاؤں ہوئے۔ پھر دو تین قدم چلکر کھڑے ہو گئے اور سر کو آسمان کی طرف بلند کر کے کہا اَللّٰہُ اَکْبَر۔ اَللّٰہُ اَکْبَر۔ حضرتؑ کے ساتھ نوکروں اور غلاموں اور فوج کے سپاہیوں نے بھی تکبیر کہی۔ راوی نے بیان کیا ہے کہ جب حضرتؑ تکبیر کہتے تھے تو ہم لوگوں کو معلوم ہوتا تھا کہ در و دیوار اور زمین و آسمان سے حضرتؑ کی تکبیر کا جواب سُنائی دیتا ہے۔ اس ہیئت کو دیکھکر یہ حالت ہوئی کہ سب

لوگ اور خود لشکر والے زمین پر گر پڑے۔ سب کی حالت بدل گئی
لوگوں نے چھریوں سے اپنی جوتیوں کے تسمے کاٹ دیئے اور جلدی جلدی
جوتیاں پھینک کر ننگے پاؤں ہوگئے۔ شہر بھر کے لوگ چیخ چیخ کر رونے
لگے۔ ایک کہرام بپا ہوگیا۔ اس کی خبر مامون کو بھی ہوگئی۔ تو اسکے
وزیر نے اوس سے کہا کہ اگر امام رضا ؑ اسی حال سے عیدگاہ کو جائینگے
تو معلوم نہیں کیا فتنہ اور ہنگامہ برپا ہوجائیگا سب لوگ اونکی طرف
ہوجائیں گے اور ہم نہیں جانتے کہ ہم لوگ کیسے بچیں گے۔ وزیر کی
اس بات سے ہوشیار ہوکر مامون نے ایک شخص کو حضرت ؑ کے پاس بھیجکر
کہلا بھیجا کہ مجھ سے غلطی ہوئی جو آپ سے عیدگاہ جانے کو کہا اس سے
آپکو زحمت ہورہی ہے اور میں آپ کی مشقت کو پسند نہیں کرتا۔
بہتر ہے کہ آپ واپس آئیں اور عیدگاہ جانے کی زحمت نہ اوٹھائیں
پہلے جو شخص نماز پڑھاتا تھا وہی پڑھائیگا حضرت واپس آئے
اور نماز عید نہیں پڑھائی [۱] بی بیو! دیکھا آپ نے کہ حضرت ؑ نماز
کو آمادہ ہوئے تو جس طرح مامون اور اس کے پہلے کے بادشاہ سوار
ہوکر تزک و احتشام سے نماز پڑھانے جایا کرتے تھے اس کو حضرت ؑ
نے پسند نہیں کیا بلکہ جس طرح خدا نے حکم دیا اور حضرت رسولخدا صلعم
نے کرکے دکھایا تھا اوسی طرح حضرت ؑ بھی جانے لگے۔ اسی طرح
ہم لوگوں کو چاہیئے کہ جس طرح خدا اور رسول نے کہا ہے اوسی طرح
ہر کام کریں اور دنیا دار لوگ جس طرح کرتے ہیں اس طرح نہ کریں
اللھم صل علی محمد و آل محمد۔ بی بیو! حضرت امام رضا علیہ السلام
کو خدا کی خوشی اور حضرت رسولخدا صلعم کی پیروی کا کس قدر خیال تھا

[۱] وسیلۃ النجاۃ صہ ۳۸۲

کہ بادشاہ نے تو حضرتؑ کا شاہانہ جلوس نکالنے کا سامان کیا مگر حضرتؑ نے خدا کی عبادت کو اس طرح جانا ناپسند کیا اور سواری پر چڑھنا کیسا جوتا تک نہیں پہنا۔ ننگے پاؤں نماز عید پڑھنے کو تشریف لے چلے۔ اور اسکی کچھ پروا نہیں کی کہ آپ کی اس ہیئت کو دیکھکر لوگ کیا کہیں گے۔ اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ مامون نے حضرتؑ کو سنہ ۲۰۱ ہجری میں اپنا ولی عہد بنایا تھا اور حضرتؑ نے مامون کو جو اقرار نامہ اسکی ولیعہدی قبول کرنے کا لکھا اس کا مضمون یہ تھا کہ چونکہ مامون نے ہمارے ان سب حقوق کو تسلیم کر لیا ہے جن کو ان کے آباء و اجداد نے نہیں پہچانا تھا اس سبب سے میں نے بھی انکی درخواست منظور کرلی۔ اور ان کی ولیعہدی قبول کی۔ اگرچہ جفر و جامعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات کامیاب نہیں ہوگی۔ حضرتؑ نے جفر و جامعہ کو جو لکھا تو یہ دو کتابیں تھیں حضرت امیرالمومنینؑ کی جن میں اُن سب باتوں کو لکھا تھا جو قیامت تک ہونے والی تھیں بالکل ایسا ہی ہوا کہ خود مامون ہی نے جس نے حضرت کو اپنا ولیعہد بنایا تھا حضرتؑ کو پردیس میں زہر دیکر شہید کر دیا۔ شاعر نے لکھا ہے ؎

اے مومنو اب چاک کرو اپنے گریباں لو جاتے ہیں مولا طرف روضۂ رضواں
کچھ حق سے کیا خوف نہ اس دشمن دیں نے انگور میں حضرتؑ کو دیا زہر لعیں نے
سینہ میں جگر کر دیا اُس زہر نے پارا احوال دگرگوں ہوا مولا کا قضا را
مجلس سے اٹھا موسیٰ کاظم کا پیارا فرماتے تھے ہائے مامون نے رحم نے مارا
دم لینا بھی دشوار ہوا ٹکڑے جگر ہے بس اب کوئی دم میں مرا دنیا سے سفر ہے

یہ کہتے ہوئے آپ اس مجلس ناہنجار سے اُٹھے اور فرمایا کہ اس کا عوض

قیامت میں ہمراہ میرے جد بزرگوار کے جناب رسول مقبولؐ اور جدہ میری بتولؑ لینگی ٭

وہ بولا کہاں جائیے ہوا ہے شہ خوش خو
شہ نے کہا اب تو نے جہاں بھیجا ہے ہم کو

داخل ہوئے پھر گھر میں شہنشاہ رضا جو
فرمایا ابو الصلت سے مولا نے یہ رو رو

تو روئیگا میرے لئے میں آج مروں گا
لا طشت کہ اب خون جگر قے میں کرونگا

اب آگے قلم کو یارا نہیں کہ اس حال کو لکھے۔ سینہ شق ہے۔ منہ فق ہے۔ المختصر ٭

حاضر جو کیا طشت ابو الصلت نے لا کر
قے کرنے لگے جھک کے شہ بیکس و بے پر

ٹکڑے گئی سینہ سے جگر کے ہوئے باہر
حجرے کا کیا بند ابو صلت نے تب در

صدمہ یہ ہوا بادشہ کون و مکاں کو
طیاری آقا ہوئی گلزار جناں کو

غش کھا کے ابو صلت گرا تھا کہ یکبار
کہتا تھا کہ ہی مر گئے مالک مرے مختار

ناگاہ ہی کیا دیکھتا وہ بیکس و ناچار
اک طفل ہوا نور کی صورت کا نمودار

زنہار نہ تھا کام اسے عیش و فرح سے
روتا تھا وہ معصوم یتیموں کی طرح سے

کی عرض ابو صلت نے با نالہ و افغاں
تم کون ہو بتلاؤ مجھے نام میں قرباں

تب رو کے ابو صلت سے بولا وہ پریشاں
میں وہ ہوں یتیمی نے کیا ہی جسے حیراں

بس اب ہوں امام اور میں عاشق ہوں خدا کا
ہے نام محمد مرا بیٹا ہوں رضاؑ کا

پھر پاس پدر کے گیا وہ عاشق غفار
مولا نے نظر کی سوئے فرزند یہ اک بار

چھاتی سے لگا رونے لگے سید ابرار
تعلیم کئے علم امامت کے سب اسرار

بالائے ہوا شور ہوا آہ و فغاں کا
دنیا سے ہوا کوچ امام دو جہاں کا

نہلانے لگا شاہ کو پھر باپ کا جایا
اور قدرت اللہ سے تابوت اٹھایا

شاخ شجر سدرہ سے تھا حق نے بنایا
کفنا کے اسی میں شہ بیکس کو لٹایا

تھی دھوم سوئونین ملا گئیں بکا کی ۔ میت پہ نماز آپنے جس وقت ادا کی
لو اہل عزا شاہ غریباں کا سفر ہے ۔ ہے حشر بپا شاہ خراساں کا سفر ہے
ہاں بہر امام دو جہاں خاک اڑاؤ ۔ آنکھوں سے گرو اشک ان خاک اڑاؤ
شیعو ہے دم آہ و فغاں خاک اڑاؤ ۔ روتے ہیں ملک آکے یہاں خاک اڑاؤ
ہر ضنا دیں خاک اڑا تا ہے جہاں میں ۔ عاشور کا عالم نظر آتا ہے جہاں میں

پچیسویں مجلس ۲۵

جسمیں روزے کا حکم لکھا گیا ۔ تراویح کی بدعت ثابت کی گئی حضرت رسولخدا صلعم کے بعض صحابہ ۔ اور بیویوں کے روزے کی حالت لکھی گئی پھر شب قدر کو بتایا گیا کہ کس رات کو ہوتی ہے ۔ آخر میں حضرت امام رضاؑ کی بہن حضرت فاطمہ معصومہ قم کی حالت بیان کی گئی اور شام میں اہلبیت کے مصائب ذکر کئے گئے ہیں ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم خدا فرماتا ہے یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون یعنی اے ایمان والو جس طرح تم سے پہلے لوگوں (یعنی اہل کتاب) پر روزہ رکھنا واجب تھا تم پر بھی واجب کیا گیا تاکہ تم بہت سے گناہوں سے) بچو ۔ اس آیت میں خدا ہم لوگوں کو بتاتا ہے کہ روزہ رکھنا اسلام سے پہلے جو امتیں تھیں ان پر بھی واجب تھا اور ہم لوگوں پر بھی واجب کیا گیا ہے ۔ اس وجہ سے اس کا رکھنا ضروری ہے ۔ جو شخص اس کو نہیں رکھیگا وہ خدا کے حکم کے

خلاف کریگا جس سے گنہگار ہوگا اور اوس پر سخت عذاب کیا جائیگا۔
اس سبب سے حدیثوں میں بھی اس عبادت کی بڑی تاکید کی گئی ہے کہ اس کو
بھی ضرور ادا کرنا چاہیئے۔ اس کے نہ کرنے سے دنیا میں بھی سزا دینے کا
حکم ہے اور قیامت میں بھی بڑا دردناک عذاب ہوگا۔ ہمارے بہت بڑے
مجتہد جناب مولانا آقا سید محمد کاظم صاحب طباطبائی مرحوم نے تحریر فرمایا
ہے کہ ماہ رمضان المبارک کا روزہ واجب ہے اور اس کو واجب جاننا
مذہب کی ضروری باتوں سے ہے۔ جو شخص اس کو واجب نہیں جانیگا وہ
دین اسلام سے الگ ہو کر مرتد اور کافر ہو جائیگا اور اوس کو قتل کر دینا
واجب ہوگا۔ اور جو شخص روزہ رکھنے کو واجب جانے تو مگر جان
بوجھ کر وہ خود روزہ رکھے نہیں اس کو پچیس کوڑے کی سزا دیجائیگی۔
یہ تو ایک روزہ چھوڑنے کی سزا ہے۔ اگر وہ دوسرا روزہ بھی چھوڑے
تو پھر پچیس کوڑے مارے جائیں گے اور اگر تیسری دفعہ بھی روزہ
چھوڑے تو اس کو قتل کر دیا جائیگا۔ اگرچہ بہتر ہے کہ ایک دفعہ اور
سزا دیکر اس کو موقع دیا جائے کہ شاید وہ توبہ کرکے روزہ رکھنے لگے
لیکن اگر تین دفعہ سزا کے بعد بھی وہ روزہ نہ رکھے تو اب اس کو قتل
کر دینا ضروری ہے [۱] یہ حکم اُس ملک کا ہے جہاں مجتہد اور حاکم شرع
کی حکومت ہو۔ ہندوستان میں گورنمنٹ نے کسی کو اس کا اختیار
نہیں دیا ہے کہ جو روزہ نہ رکھے اس کو قتل کر سکے۔ اس وجہ سے
یہاں کے مجتہد اور حاکم شرع کسی روزہ خوار کو قتل نہیں کر سکتے ہیں
مگر قیامت میں تو خدا کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہوگی۔ وہاں کا عذاب
تو دنیا کی سزاؤں سے کروڑوں درجہ زیادہ سخت ہوگا۔ آپ درود

[۱] عروہ وثقی صفحہ ۳۲۴

پڑھیں تو میں اسکی کچھ حد نہیں پڑھوں اللھم صل علی محمد و آل محمد۔
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ جو شخص ماہ رمضان کا ایک روزہ بھی جان کر چھوڑ دیگا اس سے ایمان کی روح نکل جائیگی۔ اس کا مطلب صاف ہے کہ جس طرح روح نکل جانے سے آدمی بیکار ہو جاتا ہے اسی طرح ایمان کی روح نکل جانے سے اس کا ایمان بیکار ہو جائیگا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہی یہ بھی فرماتے تھے کہ خدا کسی بندے کو اسکی طاقت سے زیادہ کا حکم نہیں دیتا ہے دیکھو لوگوں کو یقیناً ایک مہینہ سے زیادہ روزہ رکھنے کی طاقت ہے مگر خدا نے اُن پر اتنا ہی واجب کیا کہ بس سال بھر میں ایک مہینہ روزہ رکھ لیا کریں۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ یا حضرتؑ ایک شخص کو لوگوں نے دیکھا ہے کہ ماہ رمضان میں اس نے تین روزے جان بوجھکر (بغیر کسی بیماری وغیرہ کے) چھوڑ دیئے ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا اس سے دریافت کرو کہ وہ اس کا اعتقاد رکھتا ہے یا نہیں کہ اس پر روزہ واجب ہے اور روزہ نہ رکھنے سے وہ گنہگار ہو رہا ہے۔ اگر وہ کہے کہ ہاں وہ گنہگار ہو رہا ہے تب اس کو صرف (کوڑوں کی) سزا دیجائیگی۔ لیکن اگر وہ کہے کہ اس پر روزہ واجب ہی نہیں ہے اور وہ گناہ نہیں کرتا (تو معلوم ہو گا کہ وہ روزہ کو واجب نہیں جانتا ہے جسکے سبب وہ مرتد ہو گیا) تو اس صورت میں اس کو قتل کر دیا جائیگا۔ ایک اور شخص بیان کرتا تھا کہ لوگوں نے حضرتؑ سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا کہ وہ تین مرتبہ اس جرم میں پکڑا گیا کہ روزہ چھوڑ دیتا

حضرتؑ نے فرمایا تیسری دفعہ پکڑا جائے تو امام کے پاس گرفتار کرکے لایا جائیگا اور قتل کردیا جائیگا۔ اور حضرت امام جعفر صادقؑ یہ بھی فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام شہر کوفہ کی مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ حضرتؑ کے پاس لوگ چند ایسے شخصوں کو گرفتار کرکے لائے جو ماہ رمضان میں دن کے وقت کھانا کھاتے تھے۔ اُن بے روزہ داروں کا مقدمہ حضرتؑ کے سامنے پیش ہوا تو حضرتؑ نے اُن سے فرمایا کیا تم لوگ واقعاً دن کو کھانا کھاتے تھے اور تم لوگوں نے روزہ نہیں رکھا ہے؟ اُن سب نے کہا ہاں ہم لوگ روزے سے نہیں ہیں اور دن کو کھانا کھارہے تھے۔ اسپر حضرتؑ نے پوچھا کیا تم لوگ یہودی ہو؟ انھوں نے جواب دیا نہیں ہم لوگ یہودی نہیں ہیں۔ تب حضرتؑ نے پوچھا پھر کیا تم سب عیسائی ہو؟ اُن لوگوں نے کہا نہیں ہم عیسائی بھی نہیں ہیں۔ اب حضرت نے پوچھا پھر تم لوگ اسلام کے سوا اور کس مذہب پر ہو؟ اُن لوگوں نے کہا کہ ہم سب مسلمان ہی ہیں۔ تب حضرتؑ نے پوچھا تو کیا تم لوگ مسافر ہو (کہ سفر کی وجہ سے روزہ چھوڑ رکھا ہے)؟ اُن لوگوں نے کہا نہیں ہم مسافر بھی نہیں ہیں۔ اس پر بھی حضرتؑ نے حجت تمام کرنے کو پوچھا کہ کیا تم لوگ کچھ بیمار ہو یا کوئی ایسی شکایت ہے کہ جسکی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتے اور جس کی خبر ہم لوگوں کو نہیں ہے؟ کیونکہ تم لوگوں کو اپنی صحت اور بیماری کا زیادہ علم ہوگا جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے:۔ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ یعنی آدمی اپنے حال کو خود ہی خوب سمجھتا ہے (پارہ ۲۹ رکوع ۱۷) اسپر

برقی چورن

برقی چورن یہ وہ چورن ہے جو معدہ کی کل شکایت کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ پیٹ کا درد۔ تخمہ۔ قبض۔ پیچش۔ اسہال۔ بادگولہ۔ قراقر وغیرہ کو فوراً دور کر دیتا ہے اور جو کچھ انسان کھائے اوسکو ہضم کر کے بھوک اور خون صالح پیدا کرتا ہے۔ غرض بدہضمی تخمہ ضعف معدہ۔ قلت اشتہا میں یہ چورن ایک حاذق حکیم کا کام دیتا ہے۔ برابر بنتا اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوتا ہے۔ کیونکہ جو استعمال کرتا ہے وہ اسی کا معتقد ہو جاتا ہے۔ قیمت پانچ شیشی کی صرف ایک روپیہ۔ علاوہ محصول ڈاک سو ایک روپیہ سے کم نہیں روانہ ہوتا۔

ملنے کا پتہ:۔ سید موسی کاظم بھوا (صوبہ بہار)

خضاب ناظری کرشمۂ حیات

خودستائی اپنا شیوہ نہیں۔ عمدگی اس خضاب کی مثل آفتاب عالم میں روشن ہے۔ ہزاروں خطوط اسکی صفت میں موجود ہیں۔ سابق میں جو خضاب روانہ کیا جاتا تھا چند مصائب کے باعث بند ہو گیا تھا اب پھر جاری کیا گیا ہے۔ اصلاح کے پرچے میں مندرجۂ ذیل نظم چھپ چکی ہے۔ دوبارہ پھر شایع کی جاتی ہے۔ جناب محشر صاحب لکھنوی تحریر فرماتے ہیں "میں نے اکثر دور دور سے خضاب منگوایا لیکن ایسا خضاب لاجواب پایا۔ بالوں کو سیاہ۔ چمکیلا اور نرم کر دیتا ہے۔ بوڑھوں کو جوانی کی بہار دکھلاتا ہے۔ گویا یہ خضاب ہر خضابوں سے بہتر ہے۔"
قیمت فی شیشی کلاں ۱۲؍ خورد فی شیشی ۱۰؍ دو شیشی سے کم نہیں روانہ کیا جاتا۔

واقعی جیسا لکھا ویسا ہی پایا لاجواب ۔۔۔ سیکڑوں لاکھوں میں حضرت کا خضاب انتخاب
اوڑنے لگتا ہے سیاہی میں شب دیجور سے ۔۔۔ رنگ ایسے سامنے کالا کہاں پیچ و تاب
پاس تک آنے نہیں دیتا ہے یہ نقلی صورتیں ۔۔۔ میں تو اسکے رنگ اصلی پر فدا ہوں اے جناب
ابتدا سے انتہا تک ایک صورت دکھتا ہے ۔۔۔ نیلے پیلے رنگ سے بیشک ہے پرہیز اجتناب
تنکے مانند حبیب ابن مظاہر تم بھی ۔۔۔ عالم پیری میں محشر ہم دکھاتے ہیں شباب

نمک ناظر مدہرا معدہ و جگر و طحال و ریاح وغیرہ کے لئے مرد و عورت دونوں کیلئے مفید ہے مقدار خوراک ماشہ بھر بھوک کے شعلہ اور سرخ۔ قیمت فی شیشی کلاں ۱۲؍ علاوہ محصول ڈاک۔

نمک ناظری مرکب اصلاح معدہ و جگر و بادگولہ و درد قولنج کے خیال سے تیار کیا گیا ہے قیمت فی شیشی کلاں ۱۲؍ علاوہ محصول ڈاک۔

المشتہر
حکیم سید محمد ناظر بھوا (صوبہ بہار)

(سید محمد جعفر نے مطبع اصلاح سٹیم پریس کھجوا میں چھپوا کر شائع کیا)

ماہوار رسالہ

اصلاح

نمبر ۹	ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۲ھ	[illegible]

فہرست مضامین

چندہ خاص ہمدردوں سے
پانچ روپیہ سالانہ

(مقام اشاعت)

کھجوا (صوبہ بہار)

عام خریداروں سے
تین روپیہ سالانہ

U.9205

۱۵ جنوری سنہ ۳۴ء کا زلزلہ اور صوبہ بہار کی حالت

۲۰ ماہ رمضان المبارک سنہ ۵۲ ہجری مطابق ۱۵ جنوری ۳۴ء ۲ بجکر ۱۲ منٹ پر دن کو ہندوستان میں تلاطم خیز زلزلہ آیا جس کا سب سے زیادہ مصیبت ناک اثر ہمارے صوبہ بہار میں ہوا۔ اندازہ ہے کہ کروڑوں روپیہ ضائع اور تیس چالیس ہزار آدمی ہلاک ہو گئے۔ ریل کی لائنیں۔ پل۔ سڑکیں۔ سرکاری عالیشان عمارتیں۔ تار سب ٹوٹ گئے۔ ایک شہر کی خبر دوسرے کو نہ ہو سکی۔ ڈاک بھی بند ہو گئی۔ صرف ہوائی جہازوں سے گورنمنٹ نے کچھ حالات معلوم کئے۔ بڑے بڑے لکھپتی ایک ایک دانہ کو محتاج ہو گئے۔ سونے اور جواہرات میں بھری ہوئی عورتیں مٹی کے ڈھیروں میں غائب ہو گئیں۔ جو لوگ زندہ بچ گئے یا دوسرے مقامات سے آ رہے ہیں ان کا ان شہروں میں گزرنا مشکل ہو رہا ہے کیونکہ لاشوں کی بدبو ناقابل برداشت ہے۔ زراعتیں تباہ ہو گئیں۔ زمین پھٹ پھٹ کر بیکار ہو گئی۔ غرض ایسا ہولناک زلزلہ شاید ہی کبھی یہاں ہوا ہو۔ وائسرائے ہندوستان بڑی انجمنوں اور گورنر بہار نے آفت رسیدوں کی اعانت کے لئے اپیلیں شایع کی ہیں اور فنڈ کھول دیئے ہیں۔ مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ ان مصیبت زدوں کی حالت کیونکر سنبھلیگی۔ بس خدائے قادر علی الاطلاق ہی اپنا رحم فرمائے اور اپنی قدرت کا کرشمہ ظاہر کرے تو سب حالت نہ صرف درست بلکہ پہلے سے بہتر ہو جا سکتی ہے۔ جن ناظرین اصلاح سے ان بے بسوں کی اعانت ممکن ہو وہ دریغ نہ کریں اور گورنر صوبہ بہار پٹنہ کے پاس روانہ کریں۔ اور جو کچھ نہ کر سکیں وہ دعا کریں کہ خدا ہی اپنی مخلوق کی خبر لے۔ وھو ارحم الراحمین۔

دفتر اصلاح کے نقصانات

بہت سے ہمدردان اصلاح نے ہم لوگوں کی خیریت بھی دریافت کی ان سب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرنے کے بعد مختصر جواب اس رسالہ کے ذریعہ سے حاضر ہے کہ الحمد للہ یہاں کے کل مومنین محفوظ رہے البتہ عمارتیں بہت خراب ہو گئیں۔ ہمارا زنانہ مکان بھی کئی جگہ سے شق ہوا اور جناب جد مرحوم اعلی اللہ مقامہ کا مقدس متبرک امام باڑہ اس طرح شکستہ ہوا کہ اب اس میں مجلس نہیں ہو سکتی۔ ۶ شوال کو ایک مجلس تھی جو وہاں نہ ہو سکی۔ محرم قریب آ گیا۔ شدید فکر ہے کہ یہ امام باڑہ کیونکر بنوایا جائے۔ فوراً دو ہزار روپیہ ہوں تو بن سکے۔ خدا کے فضل و کرم سے ہمدردان اصلاح تھوڑی سی زحمت کریں تو یہ مشکل حل ہو جا سکتی ہے کہ کل حضرات اپنا باقی چندہ اصلاح سال گزشتہ سنہ ۵۱ء اور سال رواں سنہ ۵۲ء کا فوراً بذریعہ منی آرڈر روانہ کر کے اور دو دو جدید خریداروں سے سال آیندہ سنہ ۵۳ ہجری کا پیشگی چندہ بھی خود وصول کر کے اندریاں جلد از جلد ارسال کر کے شکر گزار کریں۔ انشاء اللہ ذی الحجہ تک مجالس خاتون جلد دوم کو ۷۶ صفحہ میں ختم کر کے محرم سے اصلاح جیسا ماہوار شایع کیا جائیگا جس میں ماہوار ۳۲ صفحہ مجالس خاتون جلد سوم کے ہوں گے جنمیں ان حضرات کے حالات کی مجلسیں شایع کیجائینگی جنکی ولادت یا وفات ماہ ربیع الاول سے ماہ ذی الحجہ تک ہوئی ہے۔

اصلاح بابت ماہ شوال و ذیقعدہ

ایک ساتھ ۸۰ صفحہ پر ایک عجیب کتاب تبلیغ رسالت کے ساتھ ارشاد [illegible] بہت جلد شایع ہو کر حاضر ہوتا ہے۔ چندہ سنہ ۵۲ء جلد [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اصلاح

نمبر ۹ | ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۲ ہجری | جلد ۳۷

دفتر اصلاح سے ہمارا تعلق

حضرت حجۃ الاسلام ظہیر الایمان آیۃ اللہ فی الانام والدی العلام عطر اللہ مضجعہ کی رحلت کی خبر سے ممکن ہی ہمدردان دین وملت اور ناظرین اصلاح دا لنجم کو ان رسالوں کی آیندہ زندگی کے متعلق تردد پیدا ہو۔ اس وجہ سے مختصراً حقیقۃ حال ظاہر کردیجاتی ہے کہ جب ہم (احقر علی حیدر عفی عنہ) دس سال کے ہوچکے تھے تو سنہ ۱۳۱۵ ہجری میں حضرت والدی العلام اعلی اللہ مقامہ نے رسالہ اصلاح پٹنہ سے جاری فرمایا اور ہم کو اس کا اڈیٹر مقرر کیا اس وقت ہم انگریزی اسکول کے چھٹے درجہ میں پڑھتے اور مکان پر جناب قبلہ وکعبہ سے عربی اور دینیات کی تعلیم حاصل کرتے اور اصلاح کا بھی کچھ معمولی کام کرلیتے تھے۔ یہ سلسلہ سنہ ۱۳۱۶ ہجری تک جاری رہا۔ پھر جناب قبلہ وکعبہ اعلی اللہ مقامہ شدید علیل ہوئے اور اصلاح بند ہوگیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد دفتر اصلاح پٹنہ سے کھجوا میں آگیا۔ اور جناب قبلہ وکعبہ اعلی اللہ مقامہ نے یہاں مستقل قیام فرماکر یہیں سے ان خدمات کا سلسلہ جاری کیا۔

سنہ ۱۳۲۱ ہجری میں ہم نے یونیورسٹی سے انٹرنس کا امتحان پاس کرلیا تو پھر کئی مہینے تک اصلاح کے بہت معتد بہ خدمات انجام دینے کا موقع ملا۔ اسکے بعد انجینیرنگ اسکول میں ہم داخل کئے گئے مگر ڈاکٹروں نے ہمارے پھیپھڑے کو کمزور بتایا۔ انجینیرنگ اسکول سے ہمارا نام خارج کرایا گیا

ضروری معذرت۔ ہم پر کوہ مصیبت ٹوٹ پڑا۔ تین چار ماہ سے آپ حضرات کی فرمائشیں معطل پڑی ہیں۔ اب انشاء اللہ جلد پوری ہونگی۔

اور جناب قبلہ و کعبہ ہم کو لئے ہوئے کربلا معلےٰ بغرض زیارت تشریف لیگئے۔ وہاں سے سنہ ۱۳۲۳ھ میں واپسی ہوئی اور اسکے بعد جناب مرحوم نے ہم کو مستقل طور پر دفتر اصلاح کی خدمات میں لگایا جب ہم نے انگریزی تعلیم آگے بڑھانے کی خواہش ظاہر کی تو فرمایا کہ "اب اسکی ضرورت نہیں ہے بلکہ اسی کارخانہ کو بڑھانا مناسب ہے کہ یہ دینی خدمت ہے اور قوم کی شدید ضرورتیں اس سے پوری ہو رہی ہیں"۔ چنانچہ ہم یہیں رہکر اس کام کو کرتے رہے سنہ ۱۳۲۴ ہجری میں ہماری شادی ہوگئی تو سنہ ۱۳۲۵ ہجری میں ہم نے حضور ممدوح سے خواہش کی کہ لکھنؤ جاکر علوم دینیہ کی تکمیل کریں تو حضور خود اپنے ساتھ ہم کو اور ہمارے چھوٹے بھائی برادرم مولوی محمد حیدر صاحب مرحوم اڈیٹر الشمس کو لکھنؤ لے گئے اور حضرات علماء کرام و مجتہدین عظام کے سپرد کر کے چلے آئے۔ وہاں سے بھی ہم اصلاح کا کافی کام انجام دیتے اور بہت سے مضامین ایسے بھیجتے رہے کہ حضرت قبلہ و کعبہ اعلی اللہ مقامہ نے نہایت قدر سے دیکھا اور شکر خدا بجا لائے۔ پھر سنہ ۱۳۲۸ ہجری میں ہم لاہور گئے کہ وہاں سے علوم عربیہ کا سب سے بڑا یونیورسٹی امتحان "مولوی فاضل" دے سکیں۔ دو سال تک وہاں اورینٹل کالج میں باقاعدہ تعلیم پانے کے بعد سنہ ۱۳۳۰ ہجری میں یہ امتحان دیا اور بفضلہ تعالیٰ پوری یونیورسٹی میں ہم ہی اول رہے۔ اسکے بعد مکان آکر پھر کچھ دنوں صرف اصلاح و الشمس کی خدمات میں مشغول رہے۔ اسکے بعد فقہ و اصول کی تعلیم و تکمیل کے لئے پھر سنہ ۱۳۳۱ ہجری میں لکھنؤ گئے اور مدرسۃ سلطان المدارس میں داخل ہوئے۔ وہاں سے بھی برابر اصلاح کے متعدد خدمات انجام دیتے اور درمیان میں وطن آکر بھی یہاں کی ضرورتوں کو پوری کرتے سنہ ۱۳۳۶ ہجری میں وہاں سے فراغت ہوئی اور آخری سند صدر الافاضل حاصل کر کے ہم مکان واپس آئے اور پھر دفتر اصلاح کی خدمات میں مشغول ہوئے۔ چونکہ انگریزی میں انٹرنس اور عربی میں یونیورسٹی کا مولوی فاضل بھی پاس کر چکے تھے اس وجہ سے انگریزی کالجوں میں پروفیسری کی ملازمت کرنے کے لئے ہم پر برابر زور دیا گیا مگر استخارہ بھی برابر منع آتا رہا۔ اور ہم کو ان علمی خدمات سے جدا ہونا بھی گوارا نہیں ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ بنگال کے اسسٹنٹ ڈائرکٹر کا خط خود پہونچا کہ پریسیڈنسی کالج میں عربی لکچرر کی جگہ خالی ہے جس کا مشاہرہ ماصعہ سے شروع ہوتا ہے۔ اگر خواہش ہو تو درخوا

بھیجو مگر ہم نے نہ درخواست بھیجی نہ گئے (اگر اسکو قبول کرلئے ہوتے تو اس وقت چھ سات سو روپیہ ماہوار مشاہرہ پہونچ گیا ہوتا) مگر کھجوا دیہات میں دفتر اصلاح رہنے سے بہت سی صعوبتیں ہوتی تھیں اس سبب سے خیال رہا کہ اگر کسی شہر میں یہ کارخانہ چلا جائے تو زیادہ ترقی کے اسباب مہیا ہوں۔ انھیں خیالات میں ہم نے مدرسہ سلیمانیہ پٹنہ میں مدرس اعلیٰ کی جگہ قبول کرلی اور اسکے چھ ماہ کے بعد حضرت سیدنا العلام حجۃ الاسلام آیۃ اللہ فی الانام مولانا السید محمد باقر صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ کے مدرسہ سلطان المدارس لکھنؤ سے ہمیں تار آیا۔ وہاں گئے تو سلطان المدارس کے افسر مدرس کی جگہ پیش کیگئی ہم نے اس کو بھی قبول کرلیا کہ لکھنؤ علمی و دینی مرکز ہے وہاں سے اصلاح وغیرہ کی خدمات کو زیادہ شاندار طریقہ سے انجام دینے کا موقع ملیگا۔ سنہ ۱۳۴۱ ہجری سے سنہ ۱۳۴۴ تک ۴ سال وہاں قیام رہا مگر مکان کے ترددات بڑھتے گئے اور ہم کو اطمینان میسر نہیں ہوا بلکہ لکھنؤ میں ہماری صحت بھی بہت خراب ہوگئی۔ آخر ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۴ ہجری میں ہم وہاں سے طویل رخصت لیکر مکان آئے۔ یہاں برادرم مولوی محمد حیدر مرحوم مرض موت میں مبتلا ہوگئے۔ انکی علالت سے جناب قبلہ و کعبہ اعلی اللہ مقامہ کی زندگی پر خاص اثر پڑا۔ اکثر دینی خدمات سے مجبور رہتے گئے۔ یہاں تک کہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۵ ہجری میں برادرم مرحوم نے انتقال کیا تو ہم کو لکھنؤ کی ملازمت بھی چھوڑنی پڑی کہ اب دفتر اصلاح بغیر ہمارے یہاں رہے ہوئے کسی طرح نہیں چل سکتا تھا۔ پھر بھی حضرت قبلہ و کعبہ کے فیوض کچھ جاری تھے مگر صفر سنہ ۱۳۴۷ ہجری میں ہمارے تیسرے بھائی برادرم سید اختر حسین مرحوم کے انتقال سے تو جناب قبلہ و کعبہ کا دل و دماغ بالکل ہی بیکار ہوگیا اور اس وقت سے شاید ہی آپکا کوئی مضمون تک چھپ سکا ہو۔ بلکہ جب سے اصلاح و الشمس کی کل خدمات خداوند عالم ہمارے ہاتھوں سے انجام دلاتا ہے۔ پانچ سال سے جناب قبلہ و کعبہ اعلی اللہ مقامہ کا کوئی تعلق کسی چیز سے نہیں تھا کیونکہ حضرت ممدوح کی علالت و نقاہت ہی برابر بڑھتی گئی تو حضرت ممدوح کیا کرسکتے تھے یہاں تک کہ ۱۲ ماہ شعبان سنہ ۱۳۵۲ ہجری کو رحلت فرما گئے۔ پس جو قادر مطلق اپنے فضل و کرم سے اصلاح و الشمس وغیرہ کی خدمات پانچ سال سے صرف ان حقیر تا ہوا

سے انجام دلا رہا ہے وہی آیندہ بھی جاری رکھیگا بلکہ قوی امید ہے کہ ان خدمات کو زیادہ شاندار بنائے اور کافی ترقی دے۔ ہماری کوشش یہی ہے تو وہ بھی ضرور اس ارادے میں کامیاب رکھیگا

رسالہ الشمس کئی سال قبل ہی سے بند ہوچکا تھا مگر ۱۳۴۹ ہجری سے ہم ہی نے اس کو دوبارہ جاری کیا اور جلد ۱۵ میں جواب شررکر شایع کرنے کے علاوہ اسمیں ایک ضخیم ضمیمہ کا بھی اضافہ کیا۔ جو جناب سکینہؑ کی مختصر مگر محققانہ سوانحعمری اس شان کی ہوگئی ہے کہ اس سے بھی مسٹر عبدالحلیم صاحب شرر کے کل مضامین کی رد ہو جاتی ہے۔ پھر الشمس جلد ۱۶ میں ۴۰۰ صفحہ کی کتاب تصویر عزا اس قدر دلچسپ اور جامع تحقیقات شایع ہوئی ہے کہ اسکی مدح وثنا میں نہایت کثرت سے خطوط آئے۔ الحمد للہ یہ کتاب مکمل ہوگئی اور اب الشمس کی جلد ۱۷ شروع ہوئی جس میں تین اعلے درجہ کی کتابیں شایع ہو رہی ہیں (۱) حضرت حجۃ الاسلام سلطان المحققین الکرام آیۃ اللہ فی الانام مولانا السید حامد حسین صاحب قبلہ اعلے اللہ مقامہ کے نہایت قابل قدر اور ذخیرہ تحقیقات رسالہ تقیہ کا اردو ترجمہ (۲) جناب زبدۃ العلماء الکرام مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم کا وہ مشہور اور زبردست مناظرہ جو جناب مولوی ثناء اللہ صاحب اڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسر سے کئی سال تک خلافت بلافصل حضرت امیر المومنینؑ کے متعلق ہوتا رہا اور اصلاح کی متعدد پرانی جلدوں میں وہ سب مضامین پھیلے ہوئے ہیں (۳) فاضل جلیل جناب مولوی سید محمد رضی صاحب زنگی پوری مولوی فاضل و مدرس مدرسہ جوادیہ بنارس کی کتاب سوط عذاب جسمیں لاہور کی ایک انجمن کے رسالہ کا جواب تحقیق سے لکھا ہے جسمیں حضرت حجۃ علیہ السلام کے وجود اور مسئلہ رجعت پر اعتراضات اور استہزاء کیا تھا۔ ان تینوں کتابوں کو کسی طرح جلد از جلد اسی سال تمام کرکے رسالہ الشمس جلد ۱۷ پوری کرنے کے بعد انشاء اللہ آیندہ سال ۱۳۵۳ ہجری سے رسالہ الشمس کی جلد ۱۸ شروع کیجائیگی جس میں تصویر عزا کی طرح ایک اور دلچسپ مذہبی ناول تصویر خلافت شائع کرنے کا ارادہ ہے۔ جس میں انشاء اللہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کی مشہور کتاب تحفہ اثنا عشریہ کا محققانہ جواب شایع کیا جائیگا۔ مومنین دعا فرمائیں کہ خدا ہماری تائید کرتا ہے بس اسی کے فضل و کرم سے سب خدمات عالیہ انجام پاسکتے ہیں۔ رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ

حضرت قبلہ و کعبہ کا ماتم

حضرت والدی العلام حجۃ الاسلام ظہیر الایمان اعلی اللہ مقامہ کا ماتم ہندوستان کے مومنین میں اس شان کا ہوا کہ اسکے بیان کرنے کے لئے ہمیں الفاظ نہیں ملتے۔ اعزہ۔ احباب۔ مومنین۔ اعیان ملت۔ علماء کرام مجتہدین عظام۔ قومی اخبارات۔ سب ہی ڈاڑھیں مار مار کر رو رہے ہیں۔ دل چاہتا تھا کہ کل خطوط کی نقل شایع کر دیتے مگر وہ سب بے حد و حساب ہو گئے ہیں اس وجہ سے صرف چند خطوط کی نقل درج کیجاتی ہے۔

مخصوص اعزہ و اقربہ کے خطوط

مومنین کجھوا (۱) جناب سید محمد قاسم صاحب رئیس کجھوا۔ "آہ آہ بہت بڑا بزرگ ہم لوگوں کے سر سے اٹھ گیا۔ صد فسوس دل پاش پاش ہو رہا ہے۔ قلب قابو میں نہیں ہے۔ ہم لوگوں کی بستی کا فخر ہندوستان کیا کہ غیر ممالک کے لوگوں پر جس کا سکہ بیٹھا ہو اور ہماری قوم اور مذہب کا پیشوا اٹھ گیا" (۲) جناب شاہد رضا صاحب از گوپالگنج۔ "آپکے والد مرحوم کے انتقال پر ملال کی خبر سنکر نہایت صدمہ ہوا۔ ساری قوم کے فخر اور مایہ ناز اور بستی کی سب سے بڑی ممتاز ہستی جو اس صدی میں پیدا ہوئی انکے انتقال سے بستی ہی نہیں بلکہ ساری قوم کے لئے شدید نقصان ہوا۔" (۳) جناب سید حسن عسکری صاحب ایم اے پروفیسر پٹنہ کالج "حادثہ فاجعہ کی اطلاع قبل ہی مل چکی تھی۔ بجز اسکے کہ جناب اس مصیبت پر جو یقینا بہت عظیم نہ صرف آپکے بلکہ شیعی دنیا کے لئے ہے صبر کریں کیا چارہ ہے۔" (۴) جناب سید خورشید حسن صاحب ایم اے ڈپٹی کلکٹر راج محل "سرفراز میں یکایک انتقال پر ملال کی خبر ملی۔ ہندوستانی شیعی دنیا کی ایک بیش بہا ہستی ہم لوگوں سے مفقود ہو گئی۔ اس غم میں ہر شیعہ آپ کا شریک ہوگا۔" (۵) جناب سید زائر حسین صاحب بیرسٹر پٹنہ "(انگریزی ترجمہ) عزیزم سلمہ آپکے والد محترم و مقدس کی رحلت ہندوستان کے شیعہ طبقہ کے لئے ایک عظیم الشان نقصان ہے۔ مجھے نہایت صدمہ ہوا۔ میں تعزیت کے لئے کرسمس کی تعطیل میں آپ کے پاس آؤں گا۔" (۶) جناب خانبہادر ڈاکٹر سید علی حسن

صاحب پٹنہ" (ترجمہ انگریزی) عزیزم مولانا علی حیدر صاحب براہ مہربانی میری تعزیت قبول کیجئے اس مصیبت پر جو آپ پر پڑی۔ ہندوستان اپنے زمانہ کے بہت بڑے مذہبی علامہ کے وجود سے محروم ہوگیا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ آپکو طویل عمر اور صحت حاصل رہے تاکہ مذہبی علوم میں آپ سے کافی اضافہ ہوتا رہے کیونکہ آپ ایک قابل فخر باپ کے قابل فخر فرزند ہیں"۔ (۷) جناب نواب سید عباس علی صاحب نواب سید مبارک علی صاحب پٹنہ" خبر وحشت اثر جناب قبلہ وکعبہ اعلی اللہ مقامہ سنکر دل کو بے حد صدمہ ہوا۔ اسمیں شبہ نہیں کہ شیعی دنیا کے سر سے ایسے محترم بزرگ کا سایہ اٹھ جانے سے انکی نگاہ ہوں میں تاریک منظر نظر آئیگا" (۸) جناب سید محمد ہادی صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر اسکول دربھنگہ" عزیز محترم سلمہ اللہ اشتہار مجلس چہلم جناب جنت مآب معہ موصول ہوا۔ افسوس کہ ایسے تنگ وقت میں خبر ہوئی کہ کسی طرح شرکت کا انتظام ناممکن ہے۔ ورنہ ایسا بزرگ جو باعث نجات کرور ہا بنی آدم ہو اسکی گویا آخری خدمت میں شریک ہوکر کون بدنصیب ہوگا جو سعادت دارین کو ہاتھ سے کھودے۔ یہ غم آپ ہی سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ دنیائے اسلام کو اس سے خصوصیت ہے اور ہر مومن کو اس کا پرسا دینا ہے"

مومنین بھیکپور (۱) جناب سید غلام علی صاحب" مدظلہ العالی جناب مولانا فخر الحکما اعلی اللہ مقامہ کے انتقال پر ملال کی خبر معلوم کرکے ایک اضطراب سا پیدا ہوگیا مرحوم کی ہستی نہ صرف سارن وبہار کے لئے باعث فخر تھی بلکہ سارا ہندوستان مرحوم پر فخر وناز کرتا تھا" (۲) جناب حکیم سید محمد سجاد صاحب از مظفرپور" خبر وحشت اثر بلکہ جانکاہ ملی جو کچھ ہمارے مذہب پر اس ایک زبردست رکن کے اٹھ جانیکا اثر ہوا یا ہوسکتا ہی یا ہوتا رہیگا اس کا اندازہ حد امکان سے باہر ہے اور اس پر آپکی تنہائی اور بے پناہی خدا کی پناہ" (۳) جناب حاجی سید دلدار حسین صاحب اڈیٹر" آپ کے والد مرحوم کے حادثہ عظیم کی خبر سنکر سخت صدمہ ہوا ایک بہت بڑا شخص اس صوبہ بہار بلکہ ہندوستان سے اوٹھ گیا اس کا جو کچھ بھی صدمہ کیا جائے کم ہے" (۴) جناب حکیم سید تصدق حسین صاحب از

امام باڑہ محسنیہ ہوگئی "جناب قبلہ و کعبہ کے انتقال پر ملال کی خبر وحشت اثر سنکر جو صدمہ ہوا احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ عجیب نعمت تمام ہندوستان سے سلب ہوئی۔ تمام شیعہ قوم ممنون احسان ہے اور رہیگی کیونکہ جو جو خدمت قوم کی کی ہے اوس کو بھول نہیں سکتی"۔ (۵) جناب مولوی سید محمد عقیل صاحب "اس حادثہ عظمیٰ نے جو اثر کیا اوس کا بیان احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ معصوم کے بیان کی اذا مات العالم ثلم فی الاسلام ثلمۃ لا یسدھا شئی الی یوم القیامۃ پوری تصدیق ہو رہی ہے۔ ایسے ہی اشخاص کے لئے ارشاد بھی ہوا ہے۔ خداوند عالم آپ کو صحیح و سالم رکھے تاکہ مرحوم اعلی اللہ مقامہ کی یادگار جس کے لئے آپ کو ذخیرہ رکھا تھا قائم رہے"۔

مومنین حسین گنج (۱) جناب محمد ابراہیم صاحب اسسٹنٹ انسپکٹر از موتی پور۔ "وہ خبر حادثہ سنکر جو قلب کی کیفیت ہوئی اسے ایک چھوٹے خط میں تحریر کرنا مشکل ہے اس موت نے اعزہ کو صرف صدمہ نہیں پہونچایا بلکہ دنیا میں تہلکہ پیدا کر دیا۔ خدا حضور کو جمیع اعزہ و شیعیان کو اس انتقال پر ملال میں صبر جمیل عطا فرمائے اور آپکا سایہ ہم لوگوں کے سروں پر ایک عرصہ دراز تک قائم رکھے کہ دینی امور اوسی طریقہ سے انجام پاتے رہیں جس طرح آج تک پاتے رہے آمین"۔ (۳) جناب منظر عباس صاحب ہڈماسٹر "انتقال پر ملال کی خبر سنکر بے حد صدمہ ہوا۔ مرحوم قوم کے ایک مایہ ناز فرد تھے جن کے زبردست جہاد بالقلم کے آگے مخالفین مذہب حقہ سپر انداختہ ہوگئے اور سیکڑوں بھکے ہوئے سیدھی راہ پر لگ گئے۔ آج دنیائے شیعیت آپ پر جتنا آنسو بہائے تھوڑا ہے"۔ (۵) جناب احمد حسین صاحب از باندا "خبر غم معلوم کرکے سخت بیچین ہوا۔ مرحوم کی ذات بابرکات ہم لوگوں کے واسطے اور ہمارے فرقہ کے لئے جیسی گرانقدر تھی اوس کا اندازہ ہمارے جیسے آدمیوں کو کیا ہوسکتا ہے لیکن بے ساختہ میری زبان سے وہی کلمہ نکلا جو کہ ۴۰ھ ہجری میں ۲۱ ماہ صیام کو کسی ہاتف کی زبان سے اہل کوفہ نے سُنا تھا[۱] مرحوم کا ماتم صرف ہم لوگ نہیں

[۱] وہ جملہ حضرت امیر المومنین کی شہادت پر جناب جبرئیل نے بلند کیا تھا تھدمت واللہ ارکان الھدیٰ یعنی خدا کی قسم ہدایت کے ارکان منہدم ہوگئے ۱۲

کرینگے بلکہ تمام ہندوستان بلکہ عراق و عرب و افریقہ و ایران بلکہ تمام عالم کے شیعے اس جانکاہ مصیبت میں سوگ منائیں گے"(۶) جناب ڈپٹی محمد صادق صاحب ڈپٹی کلکٹر دربھنگہ "جناب مولانا السلام علیکم - خبر وحشت اثر انتقال پر ملال جناب فخر الحکماء مرحوم سے جو صدمہ دل پر ہوا اس کا ذکر ناممکن ہے - یہ صدمہ خصوصاً ہم لوگوں کے لئے کئی حیثیت کا ہے ایک عزیزانہ دوسرے برادرانہ - تیسرے مرحوم کے ایسے اجل روزگار کا فوت کرنا - چوتھے ایک ایسے عالم دین کا جس نے خصوصاً ایسے زمانہ میں خدمت دینی اس انہماک سے انجام کیا کہ اوسی میں مستغرق ہو کر اپنی صحت بلکہ زندگی وقف کر دی"۔(۷) جناب مولوی ظفر حسین صاحب مولوی عالم وبی اے بی ایل وکیل چھپرہ" حادثہ عظیمہ کی خبر سنکر قلب و دماغ کی جو کیفیت ہے اوس کا احاطہ تحریر میں آنا ناممکن ہے - یہ مصیبت ایسی ہے جسمیں کل مخلوقات کا متاثر ہونا لازمی ہے - ایک عالم دین اور بیمثل مناظر کا شیعوں کے سر سے اوٹھ جانا ایسا واقعہ نہیں ہے جو خون کے آنسو نہ رلائے"۔

مومنین عشرہ جناب مولوی حکیم سید زین العابدین صاحب نے بھاگلپور سے لکھا" سرفراز اخبار آیا اس سے خبر وحشت اثر معلوم ہوئی - اگرچہ ۱۵ شعبان المعظم تھی مگر اس نشتر غم نے ایسا قلب پر زخم پیدا کیا کہ روز عید روز ہم و غم ہو گیا - علالت کے زمانہ میں بھی دشمنان دین پر رعب غالب رہا - لیکن اب ایسا ناصر اسلام زیر زمین نہاں ہوا کہ واقعی بلا مبالغہ اسلام میں وہ رخنہ پڑا جو قیامت تک مسدود نہیں ہو سکتا - یہ مصیبت آپ کے لئے بحیثیت پدر شفیق ہونے کے اگرچہ بظاہر مختص معلوم ہوگی مگر درحقیقت سارے اہل اسلام پر کوہ مصیبت ٹوٹ پڑا ہے اور جس قدر بھی اس حادثہ عظمیٰ پر اہل ایمان روئیں کم ہے - میں اپنی قلبی حالت کو الفاظ میں ظاہر نہیں کر سکتا - اسی طرح ایسے الفاظ اور جملے بھی میرے خیال میں نہیں ملتے جنھیں آپکی تسکین خاطر کے لئے تحریر کروں -

وہ جنت آرام گاہ اگرچہ بہشت کے مرتبہ خاص میں آرام فرما رہے ہیں تو بھی مزید مراتب کے لحاظ سے جس قدر ممکن ہوگا قرآن مجید تلاوت کر کے ہدیہ کرتا رہوں گا - آپ کے قلب و دماغ پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل شامل ہو کر اطمینان اور صبر جمیل حاصل ہو اور صحت و عافیت عطا ہو کہ مغفور

کی جگہ پر ہمیشہ نصرت دین و اسلام میں جہاد فرماتے رہیں اور مومنین مثل سابق مستفیض ہوتے رہیں"

بعض اعیان ملت اور برادران ایمانی کے خطوط

(۱) جناب نواب سید الطاف حسین صاحب رئیس شمس آباد" آپکے والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ کی رحلت کے دریافت ہونے سے جو کوفت و ملال و رنج لاحق حال ہوا اس کا بیان حیطۂ امکان سے باہر ہے بے ساختہ آنسو رواں ہوئے۔ مرحوم جس حد تک مذہب حق میں کوشاں تھے اوس سے زیادہ آپکو سعی حمایت مذہب اور اوسکے نتائج بہتر عطا کرنے میں حق تعالیٰ مدد و کفالت تامہ مرحمت فرمائے بحق محمد و آلہ علیہم السلام" (۲) جناب پرنس سید محمد عباس صاحب صفوی شمس آباد "حضرت فخر الحکماء انار اللہ برہانہ کے ارتحال پر ملال کی خبر سنکر جو صدمہ ہوا اسے خداوند عالم و عالمیان خوب جانتا ہے حق تو یہ ہے کہ مرحوم کی وفات سے دنیائے تشیع کو ایک نا قابل تلافی صدمہ پہونچا ہے۔ اب تو یہی دعا ہے کہ خداوند عالم آپ کو عمر خضر کرامت فرمائے تا کہ مغفور کی بجائے آپ قومی خدمات انجام دے سکیں" (۳) من جانب شیعہ مشن المعروف بہ انجمن شباب الشیعہ پرگنہ کراری ضلع الہ آباد" آہ مولانا فخر الحکماء! آپ نے توجدائی کا شدید صدمہ عالم کے ہر فرد کو دے دیا جو تا قیام قیامت کبھی جدا نہ ہوگا۔ . . . مولانا یہی مثال آپکی اور آپکے قوم کی اور خصوصاً ہماری اور ہم شیعیان کی اس مختصر اور کم بضاعۃ انجمن کی ہے کہ جو وفات حضرت فخر الحکماء اعلے اللہ مقامہ کے سبب سے ہمہ تن مصیبت بنی ہوئی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت فخر الحکماء اعلے اللہ مقامہ کی وہ ذات تھی کہ اگر عالم کی ہر ہر فرد بشر چراغ لیکر اطراف عالم و گوشۂ عالم میں ڈھونڈھے اور تلاش کرے تو ہرگز ہرگز انکی نظیر نہیں مل سکتی۔ مولانا المرحوم کی درحقیقت وہ ذات تھی کہ جس نے قوم کو احسانات کے بار سے سرنگوں کر دیا۔ اب اگر تمام قوم ملکر مولانا المرحوم کا شکریہ ادا کرے تو یقیناً پر مگس کے برابر بھی ادا نہ ہوگا بلکہ اگر تمام موے بدن ہمہ تن زبان بنکر اون کا شکریہ ادا کرے تب بھی ادا نہ ہوگا۔ خدا کی قسم جب یہ ناگہاں اور دلخراش خبر ہم لوگوں کے کانوں تک پہونچی تو

اوس نے دل کو ٹکڑے ٹکڑے اور جگر کو پاش پاش کر دیا اور ایسا زخم کاری لگایا کہ جس کا اندمال قیامت تک بھی نہیں ہو سکتا۔ اب ہماری اور ہماری انجمن شباب الشیعہ پرگنہ کراری ضلع الہ آباد کی یہ دعا ہے کہ خداوند عالم مولانا المرحوم کے تمام اعزہ خصوصاً حضور کو صبر کی عنایت فرمائے اور مرحوم کو غریق رحمت کرے جس طرح حضور کو صدمہ ہوگا ویسا ہی ہم شیعیان کراری خصوصاً ہماری انجمن کو بھی ہے۔ امید ہے کہ ہماری تسلی کا بھی حضور لحاظ فرمائیں گے۔ خادم سید نجم الحسن رضوی کراروی عالم و ادیب فاضل ناظم شیعہ مشن المعروف بہ شباب الشیعہ پرگنہ کراری"۔ (۴) جناب سید مجتبیٰ حسین صاحب نے کراری سے لکھا "معلوم ہوا کہ جناب فخر الحکماء اعلی اللہ مقامہ کا سایہ ہم شیعیان کے سروں سے ہمیشہ کے واسطے دور ہو گیا۔ کل کا دن ایسا تھا کہ مجھکو اشک جاری سے ایک منٹ کو فرصت ملتی... میرے بے تابی کے رونے کی آواز پر اکثر حضرات کراری کو جب معلوم ہوا تو دریافت پر وجہ گریہ بتلائی گئی جس سے قصبہ کے اندر کل مومنین کو خبر ہو چکی ہے"۔ پھر دوسرے خط میں لکھا "قبل ماہ صیام سے اس وقت (۱۹ ماہ صیام) تک جناب فخر الحکماء اعلی اللہ مقامہ کی فاتحہ خوانی مجالس عزا و جمعہ و جماعۃ کے بعد کراری میں برابر جاری ہے۔ علاوہ مردانی مجالس کے زنانی مجالس میں بھی فاتحہ خوانی کا جوش پیدا ہے۔ ایک تعزیتی مجلس کا اعلان جناب مولانا السید علی حسین صاحب قبلہ کیطرف سے ہوا۔ مولانا نے اعلی اللہ مقامہ کے سوانح زندگی کو اس صورت سے بیان فرمایا کہ شاید یہ بیان مولانا کا زندگی بھر مومنین کراری کے دل پر نقش رہے... اکثر مومنین اور مومنات اپنے اپنے گھروں میں بھی صبح و شام سورہ پڑھکر حضرت کی روح سے ثواب کو وصل کرتے ہیں... ایک شب میں جناب مولانا سید علی صاحب قبلہ نے بیان فرمایا جو خدمت اسلام اعلی اللہ مقامہ نے اپنی زندگی میں کی ہے اس کا احاطہ مجھ سے ناممکن ہے اور تصنیفات کو یوں بیان فرمایا کہ آپ نے ایک کتاب کے جواب میں مخالف کے ۳-۳ چار چار کتابوں کے سوالات کی رد لکھدی کہ آج تک کسی کو ہمت نہ ہوسکی کہ قلم اٹھاتا۔ یہ مجمع خاص طور سے ایسے مومنین سے مملو تھا جو اصلاح کی نوبت

کو ملتے ہوئے ہیں۔ دیر تک آنکھیں پُرنم رہیں"۔ (۵) جناب ماسٹر سید فیض حسین صاحب بخاری سرگودھا پنجاب" جناب کس دل سے یہ عرض کروں کہ کل تک جس بزرگ ہستی کے صحت یاب ہونے کے متعلق دعائیں کیجا رہی تھیں آج اسی بزرگ ہستی کی مغفرت کے متعلق ہر جگہ صف ماتم بچھی ہوئی ہے۔ خدا کی ذات مرحوم کے درجات کو بلند فرما کر ان کے لگائے ہوئے پودوں اصلاح والشمس کو دن دونی رات چوگنی ترقی مرحمت فرمائے اور یہ پودے اب آپکی قیادت میں پھولیں"۔ (۶) جناب ریاست علی خاں صاحب رئیس اسلام نگر ضلع بدایوں "جناب فخر الحکماء کے انتقال پر ملال کی اطلاع پڑھی جو روحانی صدمہ ہوا وہ بیان سے باہر ہے۔ صرف آپ ہی حضرات مرحوم سے مستفیض نہیں ہوتے تھے بلکہ تمام قوم شیعہ کے لئے پشت پناہ تھے۔ افسوس صد ہزار افسوس ... امید کہ قوم اور مذہب کی خدمت کا جہاں تک تعلق ہے آپ مرحوم سے زائد مذہب کی خدمت کرکے مرحوم کے قابل فخر جانشین کہلائیں اور شیعیت کے پرتو سے مخالفین کی نگاہوں اور عقلوں کو خیرہ کردیں بطفیل محمدؐ و آل محمدؐ آمین ثم آمین"۔ (۷) انجمن اتحاد المومنین گونڈہ "خبر انتقال پرملال حضرت فخر الحکماء اعلے اللہ مقامہ نے دلوں کو بے چین کردیا اولاً مولانا سید حامد حسین صاحب قبلہ نے مجلس فاتحہ خوانی منعقد فرمائی۔ پھر دوسرے روز انجمن کیطرف سے قرآن خوانی اور مجلس عزا بڑے پیمانہ پر منعقد ہوئی .... مبلغ پانچ روپیہ کی حقیر رقم انجمن اتحاد المومنین کیطرف سے تقویۃ و اعانت اصلاح کے لئے حاضر ہے۔ خداوند عالم وجود مبارک و مسعود کو مومنین کی سرپرستی کے لئے ہمیشہ قائم و صحیح و سالم رکھے آمین"۔ (۸) جناب قاضی سید بشیر محمد صاحب میرپور ضلع جالندھر "جناب قبلہ کے انتقال پرملال کی اطلاع ہو کر بے حد صدمہ ہوا۔ بے شک دین کا آفتاب غروب ہوگیا۔ مومنین کے سروں پر سے سایہ اٹھ گیا فوراً سنکر مجلس فاتحہ خوانی کی"۔ (۹) جناب مولوی سید محمد حنیف صاحب بلگرامی حیدر آباد دکن "خبر انتقال پرملال نے جناب والا کے والد کی سخت متاثر کیا۔ افسوس کہ ہماری قوم اعلیٰ افراد سے خالی ہوتی جارہی ہے۔ خداوند تعالیٰ مرحوم کے درجات عالی فرمائے اور آپ سب کو

صبر جمیل"۔ (۱۰) جناب ملک گلزار حسین صاحب کیانی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس پشاور
"قبلہ و کعبہ کی وفات حسرت آیات پر جتنا بھی افسوس کیا جاوے کم ہے۔ میں سوا اسکے
اور کیا عرض کروں کہ اللہ تعالی آپکو صبر جمیل عطا فرمائے"۔ (۱۱) جناب سید ظفر حسین صاحب
شاہجہاں پور "خبر وحشت اثر انتقال پر ملال جناب مولانا مرحوم پڑھکر جو صدمہ ہوا اس کا
بیان امکان میں نہیں۔ ۔ ۔ مولانا مرحوم کی خدمات قابل فراموشی نہیں اور یہ مذہب کے واسطے
ایسا زبردست نقصان ہے کہ جسکی تلافی مشکل ہے مگر شکر ہے کہ اونھوں نے اپنے پیچھے
ایک ایسا قابل فرزند چھوڑا ہے اور یقین ہے کہ آپ اونکی روایات کو زندہ جاوید کرینگے
جس سے اونکا نام نامی اور اسم گرامی ہمیشہ کے لئے زندہ رہیگا"۔ (۱۲) جناب محمد شفیع صاحب
عاجز پٹھان کوٹ پنجاب "صغرا پر حضرت قبلہ مرحوم عالی جناب سید المحققین فخر المتکلمین ناصر دین
و شریعت سید المرسلین مولانا و مقتدانا آقا السید علی اظہر صاحب قبلہ اعلے اللہ مقامہ کی خبر رحلت
مندرج تھی۔ پڑھتے ہی دل پاش پاش ہوگیا اور تا دیر سکتہ کا عالم طاری رہا بعد ش بیساختہ
سیل اشک رواں موجزن ہوا حضرت مولانا واقعی آفتاب علم و تحقیق غروب ہوگیا۔۔ مگر اب ہم
سب کی دعا ہے کہ اللہ پاک بتصدق حضرات ائمہؑ آپکی ذات بابرکات کو قبلہ مرحوم کے اوصاف
حمیدہ و جلیلہ سے ہمہ تن متصف و مزین فرمائے جذبات انہماک خدمات دین مبین میں
شب و روز ترقی بخشے"۔ (۱۳) جناب سید وزیر عالم صاحب رئیس نگینہ "آپکے والد علام کی وفات
کی خبر پڑھ کے نہایت افسوس اور صدمہ ہوا۔ مرحوم نے بہت تکلیف اوٹھائی۔ ترقی دینیات
میں اپنے حین حیات بہت ساعی رہے۔ پروردگار آپکو صبر عطا فرمائے اور آپکا مددگار رہو۔
فی الحقیقت مرحوم و مغفور سا انسان پیدا ہونا مشکل ہے۔ آپ کو اب اصلاح کے بارے میں
مزید دقت ہوگی۔ آپ ہمت کو مضبوط رکھئے۔ انشاء اللہ تائید ایزدی شامل حال ہوگی"۔
(۱۴) جناب سید محمد اسمعیل صاحب رانی منڈی الہ آباد (مصنف "عمر سعد کا خط مرزا حیرت کے نام") "معلوم
ہوا کہ جناب حکیم صاحب قبلہ نے رحلت فرمائی۔ ۔ ۔ خدا شاہد ہے کہ نہایت صدمہ ہوا۔ ہندوستان
سے ایک ایسی نعمت لے گئی جس کا بدل اب ممکن نہیں۔ خداوند عالم آپکو صبر جمیل کرامت فرمائے

اور قوت علمی میں توفیق عطا فرمائے" (۱۵) جناب سید علی نواز صاحب سب انسپکٹر ضلع بریلی "اصلاح دیکھنے اور پڑھنے سے سخت ملال و رنج ہوا گویا ہندوستان کا آفتاب شریعۃ غروب ہوگیا... امید کہ خدا مرحوم کو ملازمت ائمہ عطا فرمائے گا اور آپ کو مرحوم کے یادگار یعنی رسالہ اصلاح کے بقا کی توفیق دیگا۔" (۱۶) جناب سید محمد نواز شاہ صاحب رضوی مشہدی رئیس قلعہ اکنو بچار کوٹی سرحدی" وادریغا۔ واحسرتا مثال رنگ بوقلموں عجب نقشہ ہے عالم کا.. حضور اقدس اعلیٰ حضرت عمدۃ الواصلین سراج الشرع والدین سید المحدثین فخر الاسلام معدن النبوۃ والرسالۃ سرکار عالی تبار مولانا المعظم قبلہ السید اظہر صاحب اعلی اللہ مقامہ فی فرادیس الجنان کی وفات حسرت آیات نے رلادیا۔ ہندوستان بھر میں فیضان عام والسنہ عرش آیات سے جاری ہے آہ اے لبا افسوس۔ اے لبا آرزو کہ خاک شدہ۔ ابھی حضور انور کی اولو العزم ہستی کی بڑی ضرورت تھی۔ آہ آفتاب عالمتاب غروب ہوگیا ؎

سلیماں زماں رحلت چو فرمود یکایک در جہاں ظلمت بیفزود

ہیں کیا۔ دنیائے اسلام ایسے درد والم میں مبتلا ہوئی کہ جسکی تلافی محال ہے۔ خداوند عالم بحرمۃ النبی وآلہ الطاہرین حضور کو سلامت رکھے آمین" (۱۷) جناب مرزا کامران بخت صاحب بہادر بی۔ اے رئیس بنارس "حضور کے والد ماجد کے انتقال کا حال معلوم کرکے جو صدمہ عظیم اس خادم کو پہونچا ہے اس کا اظہار ناممکن ہے افسوس اس دنیا سے ایسے زبردست عالم کا سایہ اوٹھا ہے جس کا بدل ناممکنات سے ہے۔ خدا پسماندگان کو خصوصاً آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ایسی قوت دے کہ جس شان سے گزشتہ سالوں میں اصلاح نکلتا رہا ہے اوس سے زیادہ قوت اور شان سے نکلے۔ آمین۔ مرحوم کو خدا اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اعلی اللہ مقامہ کی مقدس ہستی کا اندازہ کرنا ہمارے ایسے کے لئے محال ہے۔ ایسے جید اور ٹھوس علم کے لوگ کہاں ہوتے ہیں۔ دنیا روز بروز ایسے لوگوں سے خالی ہوتی جاتی ہے۔" (۱۸) جناب سید کلب عباس صاحب بی۔ اے۔ ال۔ ال۔ بی وکیل

رائے بریلی "جناب مولانا مدظلہ۔ بعد از تسلیم عرض ہے کہ فخر العلماء مولانا سید علی اظہر صاحب مرحوم اعلے اللہ مقامہ کی خبر انتقال پڑھکر سخت صدمہ ہوا۔ مذہبی دنیا کا ایک بڑا رکن اور صف مناظرہ کا ایک بڑا عالم دنیا سے اٹھ گیا۔ اپنے مذہب کی حفاظت اور نشر میں مولانا مرحوم کی مساعی جمیلہ ابدالآباد تک نہ مٹیں گی۔ میں کیسے کہوں کہ آپ ایسے نقصان عظیم پر صبر کیجئے مگر یہ ضرور کہوں گا کہ صبر کی تلقین ائمہ نے کی ہے۔ اللہ ہماری جماعت میں ایسے فقہاء، اور علماء اور پیدا کرے جو اپنے دین کی حمایت میں زندگی صرف کر دیں اور آپکو اپنے پدر بزرگوار کے جادۂ تبلیغ پر چلنے کے لئے برقرار رکھے" (۱۹) جناب نواب سید حیدر مرزا صاحب فراش خانہ دہلی" برادر محترم بحضرت فخر الحکماء اعلے اللہ مقامہ کی خبر وفات معلوم ہو کر بے حد رنج اور صدمہ ہوا۔ افسوس صد افسوس دینی خدمات باوجود پیری ضعیفی اور مسلسل بیماریوں کے جو مرحوم نے کیں وہ شیعی دنیا پر ظاہر ہیں۔ بالخصوص اُن اشخاص پر جن کا تعلق اصلاح۔ الشمس سے ہے یا رہا ہے۔ مذہبی پرچے جاری ہوئے۔ ہوتے رہتے ہیں اور ہونگے مگر اصلاح نے جو کام کیا وہ نہ کسی اور سے ہوا۔ نہ ہو رہا ہے۔ اور نہ ہوگا۔ یہ کس کی خدمت کا نتیجہ ہے۔ فقط اسی بزرگ کا جسے آج میں مرحوم کے لفظ سے یاد کر رہا ہوں۔ مگر مشیت ایزدی میں دخل نہیں۔ ارحم الراحمین آپکو اس صدمہ جانکاہ میں صبر کی توفیق عطا کرے اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے جو یقیناً مل گئی ہوگی۔ انکی قومی اور دینی خدمات ایسی نہیں کہ جب تک اصلاح رہیگا وہ دلوں سے بھلائی جا سکیں۔ اصلاح کے خریداروں کو اپنا شریک درد خیال کریں اس کا اثر صرف آپ ہی پر نہیں ہے بلکہ ہر خریدار پر ہے ۔۔۔ اب اپنی ہستی آپ اصلاح کے لئے وقف کردیں۔ خدائے برتر آپکی ہمت میں برکت دیگا" (۲۰) جناب سید بشیر حسین صاحب ترمذی کربلائی ہڈ ماسٹر مقام چھیاری ضلع امرتسر پنجاب" یہ معلوم کر کے کہ ظہیر الملۃ والدین فخر العلماء والمحققین حجۃ الاسلام والمسلمین۔ الحکیم الماہر۔ البحر الباہر۔ العلامہ السید علی اظہر صاحب قبلہ اعلے اللہ مقامہ و رفع درجاتہ ۱۲ شعبان المعظم ۱۳۵۲ ہجری کو جملہ

شیعیان علیؑ کو داغ مفارقت دیکر راہی ملک بقا ہو گئے اس قدر سخت صدمہ پہونچا ہے
کہ عرصۂ تحریر وحیطۂ تسطیر میں نہیں لا سکتا۔ آپ کی مبارک ہستی اہل ایمان وعرفان
کے لئے ایک نعمت الہیہ تھی اور اسکے فیوض ظاہری وباطنی سے بلا استثنےٰ انڈیا بھر کے
اردو داں حضرات مستفیض ہو رہے تھے۔ مخالفین علیؑ وبتولؑ وحاسدین آل
رسولؐ کی نگاہوں میں آپ کا وجود مسعود خار کی مانند کھٹکتا تھا۔ کیوں نہ ہو۔ علامہ مرحوم و
مغفور نے احقاق حق وابطال باطل کے میدان میں لشکر اہل معویہ کے مقابل وہ وہ شمشیر زنی
کی ہے کہ اہل نظر ہمیشہ داد دیتے اور تحسین وآفرین کہتے رہیں گے۔ لگاتار ۳۷ سال[۱]
میں آپ نے مذہب امامیہ اثناعشریہ کی حقانیت وصداقت اور دشمنان ومعاندین حضرات
ائمہ معصومین کے رد وابطال میں براہین قاطعہ ودلائل ساطعہ کا اتنا بڑا ذخیرہ اور ایسا
گراں بہا وعدیم المثال دفتر اپنے پیچھے چھوڑ گئے ہیں جس سے حقیقت شناس تاقیامت
بہت کچھ اخذ کرتے اور شناوران بحر معانی سیکڑوں اور ہزاروں گہر آبدار نکالتے رہیں گے
اے کاش خداوند کریم ایک طویل مدت تک آپ کے سایہ ہمایہ سے ما بندگان کو محروم نہ کرتا
اور آپکی زیر نگرانی تنقید بخاری یتصویر بخاری۔ سوانح عمری خلیفہ ابو بکر۔ سوانح عمری خلیفہ
عمر۔ اور تفسیر قرآن کریم ایسی اہم اور شاندار کتابیں شایع ہو کر آفتاب صداقت کی نورانی شعاعوں
کو دور دور تک پہنچاتیں مگر ۔ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ ۔ سرزمین کجھوا کا مہر درخشاں۔

---

[۱] ۳۷ سال نہیں بلکہ کم از کم ۵۲ سال دینی خدمات انجام دیں کیونکہ رسالہ اصلاح جاری ہونے سے پندرہ سولہ سال قبل سے حضور کی تحقیقی اور ضخیم کتابوں نے دنیائے اہلسنت میں زلزلہ ڈالدیا تھا۔ ذوالفقار حیدری ۳ جلدیں۔ کنز مکتوم فی حل عقد ام کلثوم۔ دفع الوثوق فی نکاح الفاروق تشفی اہلسنت والجماعۃ۔ تبصرۃ السائل وغیرہ چھپکر اور شایع ہو کر مثل آفتاب اپنے انوار کو پھیلا چکی تھیں۔ انشاءاللہ سب کی تفصیل سوانح عمری میں آئیگی۔ اگرچہ مشکل ہے کیونکہ حضور ممدوح کی تصنیف کا سلسلہ ہماری پیدائش سے پہلے شروع ہو چکا تھا ۱۲۔ احقر علی حیدر

فرشتۂ اجل کے ہاتھوں بارہ شعبان کو تہ خاک ہو گیا۔ اور اس طرح قوم ایک ایسے سرپرست اور حامی و ناصر سے محروم ہو گئی جسکی تلافی ناممکن اور جس کا بدل محال ہے۔ فی الحقیقت درست فرمایا ہے حضرت صادق آل محمدؑ نے کہ جب کوئی مومن فقیہ مرجاتا ہے تو دیوار اسلام میں ایسا رخنہ پڑجاتا ہے جس کو کوئی شے بھر نہیں سکتی۔ میں بنائے اسلام اور حصار اسلام حضرت علامہ اعلی اللہ مقامہ کی وفات حسرت آیات پر خون کے آنسو بہا رہا ہوں اور دل وجان سے اس صدمہ جانکاہ وسانحۂ روح فرسا میں آپکا شریک غم والم ہوں۔ خدا علامہ مغفور کے لگائے ہوئے نخلستان وچمنستان کو سرسبز وشاداب رکھنے کی کوشش فرمائیں۔ دشمنان دین کے حملوں کو اُسی آن بان اور اُسی رعب وداب سے روکتے رہیں ان میں ہنگامہ آرائی کی جرأت نہ پیدا ہونے دیں تائید ونصرت غیبی آپ کے شامل حال ہو۔ آمین یا الہ العالمین بحق النبی الامی وآلہ الطاہرین۔ رمضان وشوال کا یکجائی پرچہ ظہیر العلماء نمبر کے نام سے شائع فرمائیں اور علامہ مغفور طاب ثراہ ونور اللہ مرقدہ کے حالات زندگی ان ہر دو نمبروں میں درج فرماکر مرحوم کے عاشقوں کے اطمینان قلب کا کسی قدر سامان بہم پہونچائیں۔ اسکی بڑی ضرورت ہے [1] اب زیادہ لکھنے کی تاب نہیں۔ آہ۔ صد آہ!!! انا للہ وانا الیہ راجعون" (۲۱) جناب منشی غلام علی خاں صاحب اوورسیر آنڈ لو ضلع لدھیانہ پنجاب "نہایت اندوہ والم سے یہ تعزیت نامہ ارسال خدمت ہے۔ میں جگراوں گیا تھا وہاں سے معلوم

---

[1] یہ ابھی دشوار ہے۔ شوال کے پرچہ میں ضروری مضامین کے علاوہ مجالس خاتون جلد دوم کو تمام کرنا ہے اور ذیقعدہ وذی الحجہ میں ایک جدید کتاب تبلیغ رسالۃ شایع کرنی ہے۔ محرم وصفر ۱۳۵۲ھ ہجری کے پرچے عزاداری کے متعلق رہیں گے۔ انشاء اللہ ربیع الثانی وجمادی الاولی وجمادی الاخری ۱۳۵۲ھ ہجری کے تین پرچے ایک ساتھ ۱۰۰ صفحہ میں شائع کیے جائینگے اس کتاب میں حضرت ممدوح کی سوانح عمری درج کیجائیگی۔ مومنین دعا فرمائیں کہ ہم حضرت ممدوح کے ابتدائی حالات لکھ سکیں۔ بے شک حضرت ممدوح کی سوانحعمری کی شدید ضرورت ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ حدیث مشہور مداد العلماء افضل من دماء الشہداء (علماء کی روشنائی شہیدوں کے خون سے افضل ہوتی ہے) کس طرح صحیح ہے۔

ہوا کہ جناب فخر الحکماء ظہیر العلماء نے اس دار فانی سے عالم جاودانی کیطرف رحلت فرمائی
!!! اس صدمہ روحانی سے از حد قلق ہوا مشیت ایزدی میں کیا دخل ہے ۔ انا للہ
وانا الیہ راجعون ۔ یہ رخنہ عظیم جو اسلام میں پڑا ہے اسکی تلافی نہیں ہوسکتی ۔ نصرت
اسلام میں جان دی ۔ عرصہ دراز کے بعد ہندوستان میں مجاہد فی سبیل اللہ پیدا
ہوا تھا ۔ افسوس کہ آفتاب علم وفضل ہماری آنکھوں سے غائب ہوگیا ۔ اور اس
زمانہ پُر آشوب میں ایتام آل محمدؐ کے سر سے ایک محسن قوم گزر گیا ۔ بجز صبر وشکیب اور
کیا چارہ ہے ۔ آپکو اس صدمہ جانکاہ میں اللہ تعالیٰ ثبات صبر عطا فرمائے بمحمد وآلہ"
(۲۲) جناب آغا سید علی صاحب رضوی آنریری سکریٹری پراونشیل شیعہ کانفرنس صوبہ
سرحد پشاور " وفات حسرت آیات اعتماد العلماء افتخار الحکماء قبلہ وکعبہ مولانا السید
علے اظہر صاحب اعلی اللہ مقامہ ادنیائے شیعیت میں شاذ ونادر کوئی ایسی فرد ہوگی جو
اس بزرگوار ہستی سے ناواقف ہو ۔ جو عمر بھر جہاد بالقلم کا عظیم الشان مجاہد رہا ۔ مرحوم
نے مذہبیت کی ایسی خالص اور محکم خدمات کی ہیں جنکے بار گراں سے کوئی فرد قوم کبھی بھی
سبکدوش نہیں ہوسکتا ۔ مرحوم کے ماتم میں جتنا کچھ اہتمام کیا جائے کم ہے ۔ حقیقتاً ایسے
جلیل القدر علماء سے قلعہ قومی کا خالی ہونا ایسی شکستگی ہے جسکی زمانہ مدتوں کی مشقت سے
ترمیم نہیں کرسکتا ۔ ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ ایسے دردناک حادثہ کے لئے جناب مولانا
آقا السید علی حیدر صاحب قبلہ مدیر صحیفہ اصلاح دام برکاتہ خلف ارشد مولانا مرحوم
کو کس طرح تسلی اور تلقین صبر کریں ۔ دعا و یقین ہے کہ خداوند عالم مرحوم کی جگہ مجاہدین
کی صف اول میں قرار دے اور جناب آقا علی حیدر صاحب قبلہ کو صبر جمیل عطا فرماکر مولانا
مرحوم سے بہتر خدمات کا وسیلہ قرار دے ۔ بتاریخ ۱۰ دسمبر ۱۹۳۳ء پراونشل شیعہ کانفرنس
صوبہ سرحد پشاور نے اپنے دفتر میں ایک خاص جلسہ تعزیت کا منعقد کیا اور حضرات
ذیل کی خبر وفات پر نہایت رنج و افسوس کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا (الف)
علیین مکان حجۃ الاسلام قبلہ وکعبہ آقا السید علی اظہر صاحب طاب ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ

بچھواڑ بہار) (ب) اہلیہ مغفورہ خان بہادر جناب آقا سید فتح شاہ صاحب بیرسٹر ایٹ لا سول لائن سیتاپور (اودھ) (ج) مرحوم کربلائی مشہدی آقا سید غریب شاہ صاحب صدر انجمن حسینیہ کیمبل پور۔ اور جملہ حاضرین نے سورہ فاتحہ و اخلاص تلاوت کر کے ثواب اس کا ارواح مرحومین مغفورین پر ہدیہ بھیجا۔ اور قرار پایا کہ کانفرنس کیطرف سے بخدمت جناب مولانا آقا السید علی حیدر صاحب قبلہ اور خان بہادر جناب آقا سید فتح علی شاہ صاحب بیرسٹرایٹ لا سیتاپور و سید یوسف علی شاہ صاحب خلف الصدق مرحوم کربلائی سید غریب شاہ صاحب کیمبل پور اظہار ہمدردی کے تعزیت نامے بھیجے جاویں"

(۲۳) جناب مولوی سید آل احمد صاحب نعیم وکیل و رئیس امروہہ "زید مجدکم وسلمکم اللہ۔ تسلیم۔ مجھے اس وقت اوس حادثہ عظمیٰ کی اطلاع ملتی ہے جس نے قلب کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ رکن اعظم مذہب حق کا انتقال وہ عظیم حادثہ ہے جسکی تلافی نہیں ہو سکتی۔ اوس مجاہد کا سایہ اوٹھا ہے جس کا نظیر سالہا سال تک سرزمین ہند پر نہیں ہوگا۔ جو جو کارنامے جناب اعلے اللہ مقامہ کے ہیں اونکی مثال نہیں ہو سکتی فصبر جمیل۔ آپ حضرات زندہ رہیں ؎

ہر کہ آمد بجہاں اہل فنا خواہد بود   انچہ پاینده و باقی ست خدا خواهد بود

افسوس صد ہزار افسوس مفصل تعزیت نامہ پھر ارسال خدمت کرونگا" (۲۴) جناب خان بہادر ڈپٹی سید احمد علی خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر پنشنر پٹنہ "ظل گستر م تسلیم بالتکریم جناب فخر الحکماء اعلے اللہ مقامہ کی رحلت ہندوستان کے لئے عموماً اور صوبہ بہار کے لیے خصوصاً ایک مصیبت عظمے ہے۔ جو کچھ بھی پسماندگان بلکہ کل مومنین کو صدمہ ہو وہ کم ہے۔ دست بدعا ہوں کہ آپ سب حضرات کو خدائے کریم صبر جمیل عطا فرمائے۔ بتصدق محمدؐ و آلہ الامجاد۔ قلب محزون نے دو قطعات تاریخ نظم کرنے پر مجبور کیا وہ درج کرتا ہوں۔ قابل پسند تو ہرگز نہیں مگر میرے دلی جذبات کے مظہر ضرور ہیں" (۲۵) جناب خان بہادر چودہری سید ارشاد حسین صاحب تعلقدار ردولی

ضلع بارہ بنکی " فاضل جلیل عالم بے عدیل زاد کمالاتکم ۔ بعد تحیہ زاکیہ وافیہ اینکہ مجھے آپکے والد ماجد جناب مولانا السید علی اظہر صاحب مرحوم اعلی اللہ مقامہ کی خبر ارتحال دریافت ہونے سے بیحد افسوس ہوا ۔ علاوہ صاحب علم وفضل وکمال ہونے کے مرحوم کی ذات مغتنمات میں سے تھی ۔ مرحوم نے جو راہ دین میں جہاد بالقلم فرمایا ہے وہ اظہر من الشمس ہے ۔ یقیناً شیعہ قوم مرحوم کے ان مساعی جمیلہ کی ممنون رہے گی خداوند عالم مرحوم کو اپنے جوار رحمت اور نیز سایہ عاطفت چہاردہ معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین میں جگہ دیوے اور آپکو اس سانحہ عظیم میں صبر کرامت فرمائے اور اس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ آپ اصلاح ونیز دیگر مشاغل دینیہ کو مثل اپنے والد مرحوم کے جاری رکھ سکیں"۔ (۲۶) جناب خان بہادر ڈپٹی سید محمد حسین صاحب شوق پنشنر ومتولی وقف منصبیہ میرٹھ " حضرت مخدومی مدمجدکم السامی سلام علیکم وعلی من لدیکم ۔ میں اس حال میں یہ عریضہ لکھ رہا ہوں کہ نہ ہاتھ پر قابو ہے نہ دل پر ۔ ہجوم آلام سے آنکھیں اشک ریز ہی نہیں بلکہ خونبار ہیں ۔ ایسی حالت میں دوسروں کو تلقین صبر کیا کروں کہ خود اپنے نفس پر بمشکل قابو پانے کا محتاج ہوں ۔ حضرت مخدوم الملت فخر الحکماء علامہ السید علی اظہر صاحب اعلی اللہ مقامہ کی وفات حسرت آیات شخص واحد کا انتقال نہیں بلکہ موت العالِم موت العالَم کے مصداق اس نے شیعی دنیا کو مبتلائے آلام کردیا ہے ۔ اور علم دوست مذہبی جماعت گویا یتیم ہوگئی ہے ۔ حضرت مرحوم کے ایام علالت میں شاید ہی کوئی دن ایسا گزرا ہو کہ بہت سے خادموں نے دعا سحری کا فرض ادا نہ کیا ہو مگر اجل مقدر اپنے وقت سے ایک ساعت بھی آگے پیچھے نہیں ہوسکتی ۔ سرفراز میں اس حادثہ عظیم کا حال پڑھکر بعد دعا ایصال ثواب پہلا کام یہ کرنا چاہا تھا کہ خدمت عالی میں عریضہ لکھوں مگر وائے ناکامی کہ آج بمشکل یہ سطور لکھ رہا ہوں"۔

(۲۷) جناب خان بہادر سید اولاد حیدر صاحب فوق بلگرامی مصنف سوانح چہاردہ معصومینؑ از کوا تھ ضلع آرہ " محترمی ومکرمی زاد مجدکم سلام علیکم ۔ مرحوم فخر الحکماء

طاب ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ کی خبر نے جیسا کچھ اثر مجھ پر ڈالا اوسے کچھ میں ہی جانتا ہوں ۔ اور لاحول ولاقوۃ میری کیا مقدار اور میری کیا بساط ۔ اس عدیم المثال بزرگ ہستی کے اوٹھ جانے سے ہندوستان سے لیکر عراق وایران تک شیعی دنیا میں جو تلاطم مچا ہوا ہے وہ قومی اخباروں کی اشاعت متواترہ سے ظاہر ہے ۔ حقیقت تو یہ ہے کہ کلام و مناظرہ والوں کی کمر ٹوٹ گئی اور احتجاجات واستدلالات کلامیہ کے راستے بند ہو گئے ۔ کس کی وسعت نظری اور کاوش جگری ایسی ہے جو ہزاروں کتابوں سے شب و روز ریزہ چینی کر کے تحقیق حق کے جواہر پارے نکال کر ارباب حقیقت کے سامنے رکھے ۔ بہر حال مرحوم و مغفور کی مفارقت سے قوم و ملت میں ایک ایسی فرد فرید کی کمی واقع ہوئی جسکے نعم البدل کے لئے مدت مدید تک انتظار کرنا پڑیگا ۔ خداوند عالم بتصدق محمد و آلہ الکرام اونکو اعلے علیین میں مقام اعلے عنایت فرمائے اور اونکی مفارقت میں برادر محترم مولانا سید علی حیدر صاحب سلمہ اللہ تعالی کو صبر جمیل عطا فرمائے کہ اب مرحوم کی صوری و معنوی یادگار اونھیں کی ذات عالی ہے اور بس ۔ رہے نام اللہ کا ..... مرحوم کی میں کیا خدمت کروں خیر جو کچھ بھی ہو یہ واقعہ ایسا نہیں تھا کہ بالکل بھلا دیا جاتا ..... معلوم ہوا کہ ۳۰ ردسمبر کو مرحوم کی مجلس فاتحہ خوانی ہے ۔ دل تڑپ گیا ۔ کل سے آج تک کی فکر میں ایک تاریخ وفات طیار کر کے ارسال خدمت کرتا ہوں ۔ التماس ہے کہ جو صاحب ذاکری فرمائیں وہ اسے تکلیف کر کے پڑھ دیں میری کمال ممنونیت کا باعث ہوگا ۔ مادہ کوئی ایسا نادر اور اچھا نہیں ہے ۔ عجلت میں جو کچھ بھی ہو سکا حاضر ہے والتسلیم" ۔ (۲۸) جناب سیٹھ رجب علی مہر علی ساجن صاحب رنگون (ترجمہ خط انگریزی) مکرمی جناب مولانا صاحب ۔ میں نے کمال صدمہ اور قلق سے یہ خبر سنی کہ شیعی دنیا ایک بہت عظیم الشان ہستی سے محروم ہوگئی اور خصوصاً رسالہ اصلاح اور اسکے خریداروں کو تو بہت بڑا نقصان پہونچا پھر آپ پر جو گزری اسکی تلافی تو ہو ہی نہیں سکتی ہے مگر مشیت ایزدی میں کیا چارہ ہے ۔ ہم لوگوں کو ہر حال میں اسکے قضا پر راضی

برہنا لازمی ہے۔ اب اپنا فرض یہ ہے کہ خدا سے دعا کریں کہ حضرت ممدوح پر اپنی رحمت نازل فرماتا رہے۔ خدا آپ لوگوں کو پوری طاقت دے کہ اس صدمہ کو جسکی تلافی ناممکن ہے برداشت کر سکیں"۔ (۲۹) جناب خان بہادر حاجی سیٹھ احمد چاند صاحب ایم۔ ایل۔ سی رنگون (ہوائی جہاز سے جو انگریزی خط بھیجا اس کا ترجمہ) "مکرمی جناب مولانا علی حیدر صاحب کل میں نے اخبار سرفراز میں یہ خبر وحشت اثر نہایت قلق اور صدمہ سے پڑھی کہ آپ کے تقدس مآب والد ماجد حضرت مولانا علی اظہر صاحب قبلہ نے دنیا سے رحلت فرمائی۔ اف اس صدمہ سے آپ لوگ جس مصیبت میں گرفتار ہو گئے اسکا میں خوب اندازہ کرتا ہوں۔ یہ محض آپ ہی کی مصیبت نہیں بلکہ ہندوستان بھر کے شیعہ جماعۃ کی عظیم الشان مصیبت ہے اور مجھے یقین ہے کہ اس جماعۃ کا ہر شخص اس پر ماتم کر رہا ہے۔ مہربانی کر کے میری دلی ہمدردی اور تعزیت قبول فرمائیے اور اپنے خاندان کی ہر فرد تک پہونچائیے۔ کیونکہ یہ نہایت ہی سخت دردناک حادثہ واقع ہوا ہے۔ خدا آپ حضرات کو اتنی طاقت دے کہ اس صدمہ کو برداشت کر سکیں اور حضرت اعلی اللہ مقامہ کو انکے آباء کرام علیہم السلام کے جوار میں جگہ دے۔ دینی خدمات انجام دینے والے اٹھ جاتے ہیں مگر انکے کارنامے دنیا سے مٹ نہیں سکتے۔ مولانا مرحوم کی جلیل الشان خدمات ہمیشہ دنیا میں زندہ رہیں گے اور بتلاتے رہیں گے کہ حضرت ممدوح نے حق کی حمایت و ترقی میں کس قدر جانفشانی اور ریاضت کی تھی"۔ (۳۰) جناب نواب سید علی سجاد صاحب رئیس متولی وقف گلزار باغ پٹنہ (ترجمہ تار) حضرت فخر الحکماء کے انتقال سے نہایت صدمہ ہوا۔ میں نے جناب مرحوم کی روح کو ثواب پہونچانے کے لئے فاتحہ خوانی کی مجلس مدرسہ عباسیہ میں منعقد کی ہے۔ میری تعزیت قبول فرمائیں"۔ (۳۱) جناب حاجی سید جلال الدین حیدر صاحب ایم۔ اے از شیعہ یتیم خانہ لکھنؤ "عالیجناب سلکم اللہ۔ حادثہ جانکاہ یعنی مولانا علی اظہر صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ کے انتقال پر ملال کی خبر ابھی سرفراز میں نظر آئی۔ مولانا کے حالات جو اصلاح سے معلوم ہوتے رہتے تھے اس سے اس خبر بد کا ہر وقت اندیشہ رہا کرتا تھا۔ بہرحال وقت آن ہی پہونچا

خداوند رحمن و رحیم نے مولانا کی جانکاہیوں کا اجر اس صورت میں عطا فرمایا کہ دنیا کی کاہشوں سے ایسے وقت میں نجات دی جب کہ اُن کا خلف صالح ماشاء اللہ باپ کے کام کو چار چاند لگانے والا موجود ہے۔ اور مولانا کو اس وقت استراحت کے لیے جنت میں جگہ دی جب انکو قطعاً اسکی فکر نہ ہوگی کہ میری دینی خدمات برابر جاری رہینگی۔ خداوند عالم آپ کو اور تمام خاندان کو صبر جمیل کا اجر عطا فرمائے" (۳۲) از دفتر انجمن تہذیب الاخلاق بنارس "جناب محترم مولانا سید علی حیدر صاحب مدیر اصلاح جلسہ تعزیت کی کارروائی ارسال ہے۔ خدا آپ حضرات کو اس مصیبت عظمیٰ میں صبر عطا فرمائے جناب مولانا مغفور کی خدمات مذہبی و احسانات جو شیعیان ہندوستان پر ہیں وہ کبھی محو ہو نہیں سکتے۔ خدا آپ کے ہاتھوں اونکے سلسلہ ہدایت کو باقی رکھے و حمایت مذہب حق کی ہوتی رہے۔ خادم قوم محمد عاقل سکریٹری۔ بتاریخ ۲۶ شعبان ۵۲ھ یوم جمعہ بعد نماز جمعہ جسمیں مومنین و معززین شہر کا کافی مجمع تھا زیر صدارت عالی جناب فضیلت مآب نخبۃ العلماء و زبدۃ الفقہاء مولانا قاضی سید مظفر حسین صاحب قبلہ امام جمعہ و جماعۃ و صدر انجمن تہذیب الاخلاق بنارس منجانب انجمن جلسہ تعزیت و مجلس فاتحہ خوانی بنظر ایصال ثواب حضرت فخر الحکماء عمدۃ العلماء المتکلمین حامی الملت والدین ناشر شرع پیغمبر جناب مولانا مولوی سید علی اظہر صاحب قبلہ مغفور سرپرست رسالہ اصلاح کھجوا ضلع سارن منعقد ہوئی اولاً تمام مجمع نے قرآن خوانی فرمائی بعدہٗ جناب مولانا صدر ظلہ نے موعظہ حسنہ کے ساتھ فضیلت علم و علماء دین خصوصاً دینی خدمات جناب فخر الحکماء مغفور کا تذکرہ فرمایا اور بیان مصائب اہلبیت علیہم السلام پر ختم ہوا۔ بعد ختم مجلس حسب ذیل رزولیوشن تعزیت کا پاس کیا گیا نمبر ۱:- انجمن تہذیب الاخلاق شیعیان بنارس کا یہ جلسہ تعزیت وفات حسرت آیات عالم علوم ربانی موید دین پیغمبر مولانا سید علی اظہر صاحب قبلہ مغفور سرپرست اصلاح کے اپنا دلی حزن و ملال ظاہر کرتا ہے۔ اور درگاہ باری میں دست بدعا ہے کہ اعلیٰ علیین میں مدارج عالیہ جناب مغفور متعالی ہوں اور ارحم الراحمین پسماندگان

جناب مغفور کو خصوصاً جناب محترم مولانا مولوی سید علی حیدر صاحب مدیر اصلاح خلف الصدق جناب مغفور کو صبر جمیل عطا فرمائے اور جناب محترم مدیر اصلاح کی خدمت میں تعزیت پیش کرتا ہے۔ نمبر۲:۔ یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ نقل رزدلیوشن تعزیت خدمت میں جناب محترم مولانا السید علی حیدر صاحب دام شرفہ مدیر اصلاح بھجوا خلف رشید جناب فخر الحکماء مغفور کے ونیز قومی اخبارات میں بغرض اشاعت ارسال کیجاوے"

(۳۳) پرالمشیل شیعہ کانفرنس پٹنہ سٹی" جناب من۔ جو رزدلیوشن بہار صوبہ شیعہ کانفرنس کی انتظامیہ کمیٹی منعقدہ ۱۰ ردسمبر ۱۹۴۳ء میں پاس ہوا ہے اوسکی نقل ترسیل خدمت ہے۔ بہار صوبہ شیعہ کانفرنس کا یہ جلسہ جناب فخر الحکماء جناب مولانا سید علی اظہر صاحب مرحوم اعلے اللہ مقامہ کی وفات حسرت آیات کو شیعوں کے لئے نا قابل تلافی نقصان تصور کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ خداوند عالم مولانا موصوف کو درجہ اعلے علیین میں جگہ دے اور مولانا موصوف کے پسماندوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ مومنین نے سورہ فاتحہ سے ایصال ثواب کیا۔"

ایک بزرگ حکیم صاحب کا خط جو سنی سے شیعہ ہو گئے ہیں | "جناب محترم۔ آج رسالہ اصلاح ملا۔ سر ورق ہی دیکھکر دل کھٹکا کہ خدا خیر کرے۔ آخر وہی ہوا جس کا دل کو خوف تھا۔ ہا اب شاید اس دل و دماغ کے کوئی صاحب اس جماعۃ قلیل میں ہوں۔ کیا کیا دندان شکن جواب ہوا کئے کہ میرے ایسے ہزار ہا خاندان سنی بھی باوجودیکہ آج تک ہر طرح کا ظلم و ستم دشمنان خاندان رسولؐ سے برداشت کرتے ہیں مگر چونکہ دل سے ایمان لا چکے ہیں۔ ہر مصیبت و جبر و استبداد کو سہ کر بھی غلامی کا طوق ڈالے ہوئے ہیں یہ سب جناب مرحوم کی ذات سے وابستہ تھا کہ ہر تازہ مومن کی فریاد کو سنکر تڑپ جاتے تھے۔ خداوند کریم پسماندہ حضرات کو صبر جمیل عطا کرے۔ اور میرے فخر الحکماء رحمۃ اللہ علیہ کو جوار رحمت میں جگہ دے اور ارحم الراحمین پردہ غیب سے کسی ایسے ہی برگزیدہ روزگار بزرگ کو پیدا کردے کہ ان بے دینوں کو جواب دیا کرے۔ تنقید بخاری

ضرور دوبارہ چھپے۔ آپ کیا تصور کرتے ہیں؟ صرف اسی ایک کتاب نے ان لوگوں کو بدحواس کر دیا ہے کہ بولتے کچھ ہیں اور زبان سے نکلتا کچھ ہے۔ اتنی بڑی عظیم الشان ہستی اس عالم سے انتقال کر گئی اور یہاں سے دو اخبار اور ایک رسالہ نکلتا ہے مگر کسی نے تعصب سے اس خبر کو شائع نہیں کیا۔ اسی سے خیال فرمالیں کہ یہ نہروان سے کم نہیں ہے۔ اصلاح کو اگر آپ نے بند کر دیا تو گویا مذہب حق کا خاتمہ ہی سمجھ لیجئے راقم نمبر ۲۰"۔

بعض فضلاء و علماء کرام کے خطوط ؎

(۱) مکرم و محترم سردار اہلحدیث جناب مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل ڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسر" از دفتر اہلحدیث امرتسر۔ برادرم سلام علیکم۔ اصلاح دیکھنے سے آپ کے والد ماجد کے انتقال کی خبر معلوم ہوئی۔ بحیثیت معاصرۃ ہم بھی آپکے غم میں شریک ہوتے ہیں۔ دنیا رفتنی اور گزاشتنی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون خدا آپ کو صبر اور اتباع سلف صالحین کی مزید توفیق بخشے۔ خادم ابوالوفا ثناء اللہ"

(۲) جناب مولوی حاجی سید سخاوت حسین صاحب سلطان المدارس لکھنؤ منجو حسنات تحریر یعنی انتقال پر ملال جناب قبلہ و کعبہ فخر الحکماء مرحوم مغفور اعلی اللہ مقامہ معلوم کر کے نہایت درجہ افسوس ہوا۔ جناب مرحوم کا وجود شیعوں کے لئے مایہ ناز تھا۔ افسوس کہ ہم سے وہ نعمت سلب ہو گئی خداوند عالم آپکو صبر و اجر عطا فرمائے اور آپکی عمر میں برکت دے۔ الحمد للہ کہ مرحوم نے جناب والا کا سا خلف صالح دعالم چھوڑا جو اونکے کاموں کے پورا کرنے کا نہایت اہل ہے۔ اور مذہبی خدمات کی انجام دہی میں نہایت مستعد اور مخالفین کو دندان شکن جواب دینے والا ہے" (۳) جناب حکیم سید مرتضی حسین صاحب مصنف کتاب التکمیل ایرایان ضلع فتح پور" عالیجناب مولانا حکیم علی ظہر صاحب مجتہد اعلی اللہ مقامہ کے رحلت فرمانے سے سخت افسوس و صدمہ ہوا۔ جناب موصوف مرحوم نے

؎ القاب کو گویا حذف کر کے نام لکھا گیا ہے۔ کیونکہ رسالہ میں گنجائش نہیں تھی حضرات معاف فرمائیں ۱۲

جو کام ذریعہ اصلاح وغیرہ فرمائے جس سے احیاء مذہب حق کامل ظہور میں آیا اور اس مذہب حق میں جان پیدا ہو گئی۔ انشاء اللہ جناب مرحوم کو جنت فردوس نصیب ہو"۔ (۳) جناب مولوی سید اشفاق احمد صاحب ممتاز الافاضل گورنمنٹ ہائی اسکول بارہ بنکی "اذا مات العالم ثلم فی الاسلام ثلمۃ لا یسدھا شی اس سانحہ غم انگیز وحادثہ حسرت خیز میں چاہتا ہوں کہ اپنی قلبی حالت کا اظہار کروں یہ وہ حادثہ ہے جس میں اسلام سوگوار ہے اور شریک ماتم ہے"۔ (۴) جناب مولوی سید علی حسین صاحب صدر الافاضل سلطان المدارس لکھنؤ"خبر انتقال پرملال معلوم کر کے کمال صدمہ ہوا اس میں شک نہیں کہ آدمی مرجاتا ہے تو عمل اسکا منقطع ہوجاتا ہے۔ مگر مرحوم کے لئے یہ بات نہیں ہے۔ کیونکہ اونھوں نے اپنی یادگاریں وہ چیزیں چھوڑی ہیں جو تا قیام قیامت باقی رہیں گی۔ اور مرحوم کا ذکر بھی باقی رہیگا۔ اسی کیطرف معصوم نے اشارہ فرمایا ہے۔ الناس موتی واھل العلم احیاء۔ دوسرے یہ کہ مرحوم نے آپ ایسا صالح وعالم فرزند چھوڑا ہے جو اونکی صحیح نیابت اور جانشینی کا حق رکھتا ہے جس نے مرحوم کی زندگی ہی میں اس بار کو اپنے دوش پر لے لیا۔ پروردگار عالم آپکو تمام مکارہ ومصائب دنیا سے محفوظ رکھکر طول عمر کے ساتھ اطمینان دے کہ آپ مثل مرحوم کے دینی خدمت میں منہمک رہیں الہی آمین"۔ (۵) غرۃ الافاضل جناب مولوی سید علی سجاد صاحب امام الجماعۃ گلزار باغ پٹنہ "عم محترم فخر الحکماء اعلی اللہ مقامہ کے انتقال پرملال کی جبر وحشت اثر سنکر قلب کی جو کیفیت ہوئی کیا تحریر کروں۔ اہلبیت رسول کا بہت بڑا ناصر وحامی دنیا سے اٹھ گیا۔۔۔ اگرچہ مرحوم چند سال سے مجبور ومعذور تھے تاہم شیعوں ونیز آپ کے لئے باعث تقویت تھے۔ اس حالت میں بھی اون کا وجود نعمت تھا۔۔۔ خداوند عالم اس داہیہ عظمی میں آپ حضرات ونیز جمیع مومنین کو صبر جمیل کی قوت عطا فرمائے آمین"۔ (۶) فاضل مکرم جناب مولوی زین العابدین صاحب امام الجمعہ والجماعۃ چھپرا "جناب مرحوم اعلی اللہ مقامہ کی خبر انتقال سنکر بے حد صدمہ وملال ہوا۔ انکی ذات بابرکات صوبہ بہار کیا ہندوستان میں ایسی تھی کہ جس کا مثل ہونا

مشکل ہے ... مصداق اس حدیث کے کہ عالم دین کی موت سے اسلام میں رخنہ پڑجاتا ہے"۔
(۷) فاضل محترم جناب مولوی سید مجتبیٰ حسن صاحب موسوی کامونپوری از ناؤ "معتمد العلماء برادر معظم دام ظلکم۔ مجاہد قوم حضرت فخر الحکماء کے واقعہ وفات حسرت آیات کی خبر اخبارات کے ذریعہ سے معلوم ہوئی اس غم میں آپ کے ساتھ ساری قوم سوگوار ہے۔ جناب مرحوم کے مخصوص صفات میں قوم اونکی عیال ہے۔ گویا آج ہم لوگوں کے سروں سے ایک شفیق اور قابل فخر باپ کا سایہ اوٹھ گیا۔ میرا خیال ہے کہ آپ شاید جناب مغفور کے تفصیلی سوانح اصلاح میں شایع فرمائینگے اس ہدیہ کی مجھے بھی ضرورت ہے۔ میں مرحوم کے ضروری سوانح عربی زبان میں شایع کرنا چاہتا ہوں۔ ایک مختصر عربی مرثیہ میں نے کہا ہے جو کسی وقت ارسال کردں گا" (۸) فاضل اغر جناب مولوی سید حامد حسین صاحب سکریٹری انجمن عقد بیوگان گونڈا "سانحہ عظمیٰ کی خبر پڑھکر دل پاش پاش ہوگیا۔ ہائے افسوس مذہب شیعہ کی مایہ ناز ہستی اور وہ مخصوص ذات ستودہ صفات جس پر علماء اعلام بھی فخر کرتے تھے جنکی صحت کی دعائیں کیجاتی تھیں آج افسوس کہ اسکی دعاء مغفرت کی ضرورت ہوئی۔ اس معنے سے نہیں کہ نعوذ باللہ وہ ہماری دعا مغفرت کے محتاج ہونگے۔ کیونکہ ہمارا تو اعتقاد یہ ہے کہ وہ خود دوسروں کے لئے شفیع ہونگے بلکہ اسلئے کہ بہر حال وہ انسان تھے اور ہمارا فرض ایصال ثواب ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کن الفاظ میں حضور والا کو تسکین دوں اور تعزیت لکھوں اور پھر سچ تو یہ ہے کہ یہ مصیبت آپ کے لئے نہیں ہے بلکہ قوم وملۃ اثنا عشریہ کے لئے ہے۔ خداوند عالم حضور والا کو حضرت ممدوح اعلے اللہ مقامہ کا سچا اور صحیح جانشین قرار دے آمین۔ یہاں جس شیعہ نے بھی اس خبر کو سنا سناٹے میں آگیا اور سخت صدمہ ہوا۔ عنقریب مجالس تعزیت کا سلسلہ شروع ہونے والا ہے"۔ (۹) عمدۃ الافاضل جناب مولوی حکیم سید ناظر حسن صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ ایمانیہ بنارس "سانحہ عظمیٰ وحادثہ روح فرسا کی خبر معلوم کرکے صدمہ عظیم ہوا۔ دنیائے تشیع کیا دنیائے اسلام میں ایک رخنہ عظیم پڑگیا آنکھوں میں دنیا تاریک معلوم ہوتی ہے" (۱۰) فاضل محقق جناب مولوی سید محمد رضی صاحب نگی پوری مدرس مدرسہ جوادیہ بنارس "خبر حادثہ فاجعہ ایسی حالت میں گوش زد ہوئی جبکہ میں شدید

دورۂ تنفس میں مبتلا تھا۔ دل و دماغ پر جو کیفیت غم طاری ہوئی اور خیالات میں جو قیامت برپا ہوگئی اوس کا اظہار تو بہرحال غیر ممکن ہے ... ایسے وجود مسعود سے دنیا کا خالی ہوجانا جو دین و ملۃ کے لئے رکن رکین کی حیثیت رکھتا ہو اور اوسکی بقا سے قالب مذہب ملۃ میں روح حیات دوڑ رہی ہو لاریب ایسا سانحہ ہے جس پر بہ آسانی صبر نہیں کیا جا سکتا جس دل میں ایمانی روح کام کر رہی ہوگی وہ اوس سے تڑپ اوٹھنے پر مجبور ہوگا... یہ بابرکت ذات اگرچہ آج بظاہر پیوند خاک ہوچکی ہے لیکن نظر حقیقت بیں کے سامنے اپنے عظیم الشان کارناموں کے قالب میں تا بقائے لیل و نہار موجود و حاضر رہیگی صفحات زمانہ پر اوس کے لئے بقاء دوام کے وہ نقوش ثبت ہوچکے ہیں جس کو گردش ایام کبھی محو نہیں کر سکتی ... آپ کے لئے اس وقت خصوصیت سے جن ذمہ داریوں کا سامنا ہے اور جو مشکلات پریشانیوں کا سبب بن رہی ہیں اونکا تخیل مجھ جیسے مخلص کو بے قرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ حق سبحانہ آپ کو ہمیشہ اپنی تائیدات و توفیقات کا مرکز قرار دے اور آپ تمام مشکلات پر قابو حاصل کرکے جناب مغفور کی صحیح قائم مقامی فرما سکیں آمین ثم آمین" (۱۱) عالم جلیل و واعظ نبیل جناب مولانا سید محمد شبر صاحب مدرس اعلےٰ مدرسہ ناصریہ جونپور "خبر وحشت اثر ارتحال پرملال جناب فخر الحکماء و مفتخر العلماء طاب ثراہ معلوم ہوئی۔ سند عظیم ہوا سمجھ پر کیا منحصر ہے جس نے سنا اوسے رنج ہوا۔ واقعہ ہے کہ جناب مرحوم کا غم ایک ملی غم۔ اسلامی رخنہ ہے جو کبھی بھر نہیں سکتا۔ حقیر نے مدرسہ ناصریہ میں مرحوم مبرور کے ایصال ثواب کے لئے شب جمعہ میں مجلس عزاء منعقد کرنے کا ارادہ کیا ہے" (۱۲) واعظ نبیل و متکلم جلیل جناب مولوی حکیم سید مرتضی حسین صاحب الہ آبادی "جناب کے اس کارڈ نے قلب مضمحل کردیا۔ مولانائے مرحوم اعلی اللہ مقامہ فی اعلےٰ علیین نے جو نصرت محمدؐ و آل محمد صلوات اللہ علیہم فرمائی ہے۔ اوس کا اجر سوائے اونکے نہ دوسرا دے سکتا ہے نہ اوس کا اندازہ کرسکتا ہے۔ ان کے فیوض کے منقطع ہوجانے کا صدمہ ہے مگر لم یمت من خلف[لہ] اب آپ جیتے رہیں مولانا زندہ ہیں وما ننسخ من آیۃ الخ رہا مرنا جینا تو سوائے ذات اقدس رب العزت سب پر یہ تغیر طاری ہوتا اور یہی مابہ الامتیاز بین الخالق والمخلوق ہے یا من توحد بالعز والبقاء و ...

[لہ] یعنی جس بزرگ نے آپ ایسا قائم مقام چھوڑا وہ درحقیقت مرا نہیں ۱۲

عبادہ بالموت و لقضاء۔ صبر فرمایئے اور نہ صبر کیجئے گا تو کیا کیجئے گا۔ ان اللہ مع الصابرین

(۱۳) جناب واعظ عزیز و طبیب شہیر مولوی حکیم حاجی سید محمد صالح صاحب عرشی بنارس سلام علیکم بماصبرتم حادثہ عظمیٰ کی خبر معلوم کرکے نہایت صدمہ ہوا دل ٹکڑے ہو گیا فوری ارادہ کیا کہ آؤں لیکن نماز ہدیہ میت کے بعد جب کہ سواری آچکی تھی خیال آیا کہ مجلس سوم میں تو شریک ہو سکا۔ اس وقت بھی جانا اور آنا محض دنیاوی امر ہو جائیگا لہذا ایک مجلس غم بڑے پیمانہ پر قائم کردن اور اس طرح مرحوم کا حق قدرے ادا کروں۔ بناء علیہ میں نے عزم ملتوی کیا ہے اور چہلم کی تاریخ معلوم ہونے پر ظاہری تعزیت کے لئے بھی حاضر ہونے کا شرف حاصل کروں گا... جانتا ہوں کہ اس وقت آپ کس عالم میں ہونگے اور کتنی دلجوئی اور تسکین دہی کی اخلاص مندوں کو ضرورت ہے لیکن بخدا میں بھی اپنے عالم میں نہیں ہوں اور اس خدمت کا انجام دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں پھر لکھا "الحمد للہ میں نے بھی اپنا حق قدرے ادا کیا۔ ۱۲ر شعبان کو جناب مغفور کی مجلس تعزیت قائم کی اور شہر کے ہر محلہ سے مومنین بکثرت جمع ہوئے اپنی ناسازی طبع نے مجھے مجبور کیا کہ خود بیان نہ کر سکا جناب مولوی مظفر حسین صاحب کو زحمت دی۔ مجلس نہایت اچھی ہوئی۔ اس ذات مقدس کے لئے کوئی اور امر خیر کرنا اپنے لئے خیر ہے۔ اونکی شان اون کا درجہ جو پیش خدا دائمہ ہے اوس کا اندازہ ہم لوگوں سے کیا ہو سکتا ہے۔ بعد اختتام مجلس تمام مومنین نے تعزیت ادا کی اور قبل مجلس تقریباً ۹ ختم قرآن مجید کیا گیا تھا اوسکی ثواب رسانی کی گئی۔ اوسکے بعد ایک اجتماعی رزولیوشن پاس کیا گیا جس کا مقصد یہ تھا کہ اوس اجتماع اور مجلس تعزیت کی خبر مع ایک تعزیت نامہ کے جناب کی خدمت میں روانہ کیا جائے۔ لہذا تمام مومنین شہر کی جانب سے تعزیت قبول فرمایئے"۔ (۱۴) زبدۃ الاعلام المصنفین جناب مولانا سید عباس حسین صاحب قبلہ کنتوری از کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن "العالم الجلیل والفاضل النبیل مولانا مولوی سید علی حیدر صاحب۔ دامت مکارمکم۔ حال حادثہ فاجعہ وفات جناب مولانا سید علی اظہر صاحب اعلی اللہ مقامہ فی دار الکرامہ معلوم کرکے کمال درجہ افسوس ہوا خداوند عالم مرحوم کو بہشت عنبر سرشت میں جوار حضرات معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین عطا

فرمائے اور آپکو صبر کی توفیق کرامت فرمائے ۔ یہ واقعہ ایسا ہے جس پر جس قدر افسوس کیا جائے وہ کم ہے ۔ بہترین حصہ اپنی عمر کا حمایت دین مبین میں جس بزرگ نے صرف کیا ہو اوسکے مدارج دینی و اخروی کون سمجھ سکتا ہے ۔ جو خصوصیات خاندانی جناب مرحوم سے تھے اونکے لحاظ سے خاص صدمہ فقیر کو ہوا ہے ۔ خداوند عالم آپ جیسے فرزند رشید و صالح کو سلامت رکھے کہ پورے جانشین ہیں اور خدمت دین میں مصروف و مشغول ہیں ۔ یہی دعا ہے"

(۱۵) جناب صفوۃ اعلام الزمن خان بہادر نواب مولوی سید مہدی حسن صاحب آنریری سکریٹری شیعہ کالج لکھنؤ"۔ جناب مولانا سید علی حیدر صاحب زاد فضلکم دوقاکم ربکم عن جمیع السوء ۔ خبر انتقال مجاہد فی سبیل اللہ حامی ذمار دین معصومین نے قلب کو دو نیم کر دیا ۔ اس ذات ذات الحسنات نے اپنے آبا رکرام علیہم الصلوۃ والسلام کی نصرت و حمایتہ میں بغیر اعوان و انصار جو کارہائے نمایاں فرمائے ہیں اون کا احسان تا قیام قیامت فرقہ حقہ پر رہیگا اس وقت دل قابو میں نہیں ہے ۔ ممکن ہوا تو اپنے تاثرات کسی قدر تفصیل سے صراط میں ظاہر کرونگا ۔ اب رب العزت سے دست بدعا ہوں کہ آپ کو صبر جمیل اور اجر جزیل کرامت فرمائے اور آپ سے اپنے دین حق کی خدمت اوسی طرح بلکہ اوس سے زائد اور بہتر لے جو اوس ذات سے لی تھی جسکی موت نے آج مومنین کی نگاہوں میں دنیا کو تاریک کر دیا ہے ۔ آپ کے خدمات دینیہ بحمد اللہ مومنین کے لئے باعث تسلی ہیں و من خلف مثلک فما مات" [۱]

(۱۶) جناب زین الافاضل مولانا سید محمد یوسف صاحب پرنسپل جامعہ جوادیہ بنارس" اخ محترم جناب مولانا سید علی حیدر صاحب دام مفاخرکم ۔ حادثہ فاجعہ کی اطلاع ہوئی ۔ اس خبر وحشت اثر نے دل و دماغ پر جو اثر کیا وہ حیطہ تحریر سے باہر ہے ۔ مجھے الفاظ نہیں ملتے کہ میں اپنے اوس قلبی اضطراب اور روحانی تکلیفوں کا اظہار کر سکوں جنھیں اس زلزلہ فگن سانحہ سے محسوس کر رہا ہوں حیف صد حیف کہ جبل علم و رکن ورع و تقویٰ منہدم ہو گیا اور وہ روحانی فیوض جو اس خیر محض وجود سے وابستہ تھے ہمیشہ کے لئے منقطع ہو گئے ۔ کچھ شک نہیں کہ جناب مغفور اعلی اللہ مقامہ کی ذات بابرکات قوم و ملت کے لئے نہ صرف فیض رساں

[۱] یعنی جن بزرگ نے آپ ایسا جانشین چھوڑا وہ درحقیقت مرے ہی نہیں ۱۲

بلکہ پیکر دین و مذہب کے لئے روح رواں اور قوم و ملت کے لئے حصن حصین تھی۔ دنیا ہزار کروٹیں بدلے لیکن ایسا مجاہد فی سبیل اللہ اب کم تر دستیاب ہوگا جسکے حجج و براہین معاندین اسلام کے لئے سیف قاطع اور جس کا پر زور قلم باطل پرستوں کے لئے رمح لدنی سے کم نہ تھا۔ اس سانحہ ہوش ربا سے قوم و مذہب کو جو نقصان عظیم پہونچا اوسکی تلافی کسی طرح ممکن نہیں۔ اس بنا پر نہ صرف آپ بلکہ تمام ارباب ایمان اس ماتم میں سوگ نشین ہیں۔ اور جمیع افراد قوم اوسی طرح مستحق تعزیت جس طرح آپ

فما کان قیس هلکه هلک واحد ولکنه بنیان قوم تهدما[1]

ہماری دعا ہے کہ جناب باری عز اسمہ جناب مرحوم کے درجات عالی متعالی فرماکر اپنے خاص جوار رحمت میں جگہ دے اور ہمیں اور آپ سب حضرات کو اس مصیبت عظمیٰ میں صبر جمیل و اجر جزیل مرحمت فرمائے۔ اگرچہ بلحاظ اون خصوصیات کے جو مرحوم کی ذات کے ساتھ مخصوص تھے یہ جگہ ہمیشہ کے لئے خالی ہوگئی جس کا پُر ہونا ممکن نہیں۔ تاہم شکر ہے کہ مرحوم نے آپ جیسا درد دین رکھنے والا اور جناب مرحوم کی طرح جہاد بالقلم کرنے والا صحیح جانشین چھوڑا جس سے قوم کے دلوں میں جو زخم کاری لگے ہیں اونکا اندمال ہو سکیگا اور وہ فیوض جو عرصہ دراز سے حاصل ہو رہے تھے وہ آپکی ذات سے بھی قوم کو پہونچتے رہیں گے۔ خداوند عالم آپ کے وجود کو خدمت دین و مذہب کے لئے ہمیشہ قائم و برقرار رکھے اور تائیدات الٰہیہ ہمیشہ آپ کے شامل حال رہیں تاکہ خدمت دین کا فریضہ فراغ بالی کے ساتھ انجام دینے کے بہترین مواقع آپ کے لئے حاصل رہیں" (۱۷) جناب سید الافاضل مولانا سید مظفر حسین صاحب قبلہ بنارس" دامت مکارمکم الجمیلہ۔ از روزنامہ سرفراز کیفیت حادثہ روح فرسا و خبر سانحہ جاں گزا یعنی حال ارتحال پر ملال فخر الحکماء المتالہین

---

[1] یعنی قیس کی ہلاکت تنہا اسی کی ہلاکت نہیں ہے درحقیقت وہ اکیلا ایک پوری قوم کی بنیاد تھا افسوس اب وہ بنیاد ہی منہدم ہوگئی ۱۲

صفوۃ الفقہاء المتورعین اسوۃ العلماء المقدسین جناب مولانا المولوی الحکیم السید علی اظہر صاحب
قبلہ طاب ثراہ منکشف گردید۔ قرار از دل و ہوش از سر ربود۔ و ہر چہ از صدمہ و الم و
رنج و قلق دریں واہیہ عظیمہ بر دل حزیں و قلب کئیب رسید نہ زبان را یارائے تقریرش است
نہ قلم را مجال تحریرش۔ الحق ایں مصیبتے ست عظمے و رزیتے ست کبرے کہ بفحوائے اذا مات
المومن الفقیہ ثلم فی الاسلام ثلمۃ لا یسدہا شیء۔ ارکان اسلام را متزلزل گردانید
و ستون دین را منہدم ساخت و قلوب اہل ایمان را بسوزانید و اکباد شاں از آتش
ملال بریاں نمود۔ اگر از چشم اشک خونیں ببارد بجا است۔ و اگر دل ہمہ پر خون گردد
روا است کہ جناب مرحوم ہمہ عمر خویش را در تاسیس دین و تشیید اسلام و خدمت اہل
ایمان بذل نمودہ ارباب دین را از متاع افادات علمیہ و تحقیقات حکمیہ مالا مال ساختند
والان ہمہ از فیوضات عالیہ شاں محروم شدند۔ ایشاں را در خلد بریں بجوار ائمہ معصومین
صلوات اللہ علیہم اجمعین الوان نعمات مہیا و انواع لذات آمادہ۔ اما حیف بر حال اعقاب
و پس ماندگان مگر در مصالح الہیہ و تقدیرات ایزدی مجال دم زدن نیست۔ خداوند عالم
دریں مصیبت عظیمہ جناب سامی را اجر جزیل و صبر جمیل کرامت فرماید۔ و حق اینست کہ ہر
مثل آں فاضل محترم و حبر جلیل از آثار باقیات صالحات و خلف صالح در دنیا گزاردہ نتواں
گفت کہ او با اہل دل موجود است۔ ان شاء اللہ۔ بہ نوزدہم ماہ شعبان بعد از نماز
جمعہ مجلس عزاء بہر ایصال ثواب بروح اقدس جناب مرحوم منعقد کردہ ام و حالا چیزے دیگر
بجز ایصال ثواب بدست نمی دارم" (۱۸) جناب زبدۃ الافاضل مولانا سید عدیل اختر
صاحب پشاور" حادثہ فاجعہ کی خبر پر نظر پڑی۔ دل پر سخت چوٹ لگی۔ مرحوم کی دعاے
مغفرت کرنے کے بجاے یہ دعا درست ہے کہ خداوند عالم مرحوم کے ساتھ اوروں کا حشر فرمائے
اور مرحوم کے وسیلہ سے عاقبت میں نجات عطا فرمائے وما کان قیس ھلکہ ھلک واحد الخ
اس حادثہ میں جتنا ماتم کیا جائے کم ہے۔ یہ صدمہ نہ صرف آپکا ہے بلکہ ان تمام لوگوں
کے لئے یتیم ہو جانا ہے جو مرحوم کے فیوض علمیہ سے مستفیض ہوئے تھے۔ ہم جیسوں کا

تو ذکر ہی کیا۔ یہ امر سمجھ سے باہر ہے کہ جناب کو ایسے جانکاہ صدمہ میں کن لفظوں سے مشورہ صبر دیا جائے۔ البتہ ولقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کی تلاوت کرکے سکوت کرتے بنتی ہے۔ مرحوم کے غیر فانی مذہبی خدمات زندہ ہیں اور رہیں گے اور انکے ماتم میں نہ صرف ہم لوگ بلکہ اسلام خون کے آنسو بہاتا ہے اور بہائیگا۔ یہ صدمہ کسی شہر و صوبہ سے مخصوص نہیں یہ دراصل خلّی وقت اور مفید زمانہ کا ماتم ہے

اللھم اغفرلہ وارحمہ واحشرہ مع جدہ علیہ السلام" (۱۹) جناب صفوۃ العلماء مولانا سید محمد داؤد صاحب قبلہ زنگی پوری از ریاست رام پور" شدت علالۃ جناب مغفور اعلی اللہ مقامہ باعث تشویش تھی اور شب و روز جناب احدیت سے دعا تھی کہ خدائے کریم اس ذات جامع الصفات کو ہم میں قائم رکھتا مگر افسوس کہ دعا مرتبہ اجابت تک تک نہ پہونچ سکی اور دفعۃً خبر حادثہ روح فرسا معلوم کرکے جو حالت قلب کی ہے وہ قابل بیان نہیں۔ افسوس صد افسوس ایسی ذات بابرکات جسکے فیوض دینی کا تمام فرقہ شیعہ ممنون احسان ہے آج دنیا کو خالی کر گئی اور مذہب و ملت کو ایسا صدمہ پہونچا کہ جسکی تلافی ناممکن ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ثلمۃ لا یسد ھا شئ کا مصداق ایسا ہی سانحہ عظیم ہو سکتا ہے جس نے تمام افراد قوم و ملت کو اپنا سوگوار بنا رکھا ہے۔ جناب باری عز اسمہ اونکے درجات کو عالی اور آپکو اور جملہ دردمندوں کو صبر جمیل اور اجر جزیل کرامت فرمائے۔ میں انشاء کوشش کروں گا کہ اونکے حقوق لازمہ کو کچھ ادا کرسکوں خداوند عالم مجھکو اپنے ارادے میں کامیاب کرے" پھر دوسرے نوازش نامہ میں تحریر فرمایا "حادثہ جانگزا کا اثر وقتی نہیں جو امتداد زماں سے مضمحل ہو سکے۔ یہ تو بہت دنوں تک اپنی یاد قائم رکھنے والا ہے خدائے کریم ان کے درجات عالی کرے۔ آج کل نزول برکات کا زمانہ ہے اہدار ثواب تلاوت کی توفیق سب کو خدا عنایت فرمائے اس لئے کہ وہ ہر طرح اسکے حقدار ہیں"۔

اس طبقہ کے اور بھی خطوط کثرت سے ہیں مگر سب کے نقل کی گنجائش نہیں۔ امید کہ وہ حضرات ہمارا شکریہ قبول کرکے عدم اشاعت خطوط کو معاف فرمائیں گے۔

حضرات مجتہدین عظام کے خطوط

(۱) فیض آباد سے حسب ذیل تحریر موصول ہوئی :-

مجاہد دین کا ماتم | کدام دل کہ ازیں واقعہ جگر خوں نیست ؛ کدام دیدہ کزیں حادثہ دگرگوں نیست

شیعی دنیا میں جب سے یہ ہوش ربا خبر سنی گئی کہ ظہیر ملت بیضا مولانا سید علی اظہر صاحب اعلی اللہ مقامہ سرپرست جریدہ اصلاح کھجوا ضلع سارن نے بھی داعی اجل کو لبیک فرمایا اُس وقت سے عجب تہلکہ عظیم بپا ہے۔ جسے دیکھئے اشک خونیں برسا رہا ہے اور دلی جذبات سے ہر ایک کا کلیجہ منہ کو آ رہا ہے۔ ملت بیضا کا یہ مجاہد محتاج تعارف نہیں ہے۔ آپکے قلمی مجاہدات کے ثبوت کے لئے اصلاح کے زریں صفحات کافی ہیں جو ۳۵ برس سے آپکی حق کوششوں پر کافی روشنی ڈال رہا ہے۔ در اصل مرحوم کی ذات اپنے صفات و خصائل میں عدیم المثال تھی۔ زمانہ کتنا ہی کروٹیں بدلے مگر اس معدوم العوض و مفقود البدل ہستی کا جواب نہیں ہو سکتا۔ انکی وفات حسرت آیات سے قوم شیعہ کو جو نقصان عظیم پہونچا ہے اوسکی تلافی ناممکن ہے۔ آہ اے ظہیر ملت بیضا و پشت پناہ قوم شیعہ و حامی ثغور مسلمین و موسس بنیان دین تیرے حادثہ جانکاہ نے ہمارے دلوں میں وہ گہرا ناسور غم ڈالا ہے جس کا مداوا مدتوں ناممکن ہے۔ اے فلک تفرقہ پرداز ابھی تو ہمیں یاد رفتگان سے فرصت نہ ملی تھی یہ پھر کیسا تو نے کوہ مصیبت ہم پر ڈالا کہ جس سے نہ قلم میں قوت تحریر نہ زبان کو یارائے تقریر۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس تازہ حادثہ جانگسل کا کیونکر ماتم کریں اور پسماندگان کی کن کن کلمات سے تلقین صبر کریں۔ اب تو تاب صبر بھی باقی نہیں۔ اس حادثہ جانگداز کی خبر سنتے ہی ہر اک جا تعزیتی جلسے اور فاتحہ خوانی کی مجلسیں منعقد ہوئیں۔ اور ہر چشم نے اشک خونیں برسائے۔ چنانچہ مدرسہ وثیقہ عربی اسکول بھی اس غم میں ماتم کدہ بنا اور بروز پنجشنبہ ۷ دسمبر سنہ ۱۹۳۳ء کو منجانب مولینا الاجل استادنا العلامہ حضرت فخر العلماء نادرۃ العصر والزمن مولینا مولوی سید شبیر حسن صاحب قبلہ مدرس اعلیٰ ایک مجلس فاتحہ خوانی بغرض اہدائے ثواب

روح پر فتوح مرحوم منعقد ہوئی جسمیں اولاً قرآن خوانی ہوئی بعدہ مجلس حسینی جناب عمدۃ الافاضل
مولینا ابرار حسین صاحب دام معالیہ نے تذکرہ مصائب فرمایا۔ مولانا کا انداز تقریر ایسے
غم انگیز لہجہ میں تھا کہ جس نے مجمع پر رقت کا کافی اثر ڈالا۔ ممدوح الذکر نے مرحوم کے اوصاف
جمیلہ وخدمات لائقہ کا بھی دیر تک تذکرہ فرمایا۔ بہرحال مجلس نہایت کامیاب رہی۔
بعد اختتام مجلس طلاب کیطرف سے ایک جلسہ تعزیت زیر صدارت حضرت فخر العلماء مولینا
مولوی سید شبیر حسن صاحب قبلہ مدظلہ مدرس اعلےٰ منعقد ہوا جسمیں حسب ذیل رزولیوشن
پاس ہوئے :۔

(۱) حامی ملت بیضا ظہیر قوم شیعہ رئیس الحکماء مولینا سید علی اظہر صاحب طاب ثراہ کی
ایسی عظیم المرتبہ ہستی سے جو مجاہدات علمیہ نمایاں ہوئے انکی یاد ہمیشہ دلوں میں قائم رہیگی
آپ ایسے عالم ربانی تھے کہ جن کا ہر لحظہ نفس حمایت دینی و مجاہدۂ مذہبی و اسلامی میں صرف
ہوتا رہا۔ اور مرحوم اپنے پرخلوص دینی خدمات سے وہ نقش تبلیغی قائم کر گئے ہیں جو کبھی
محو نہیں ہوسکتے۔ آپکی تصانیف دفاعی قوت رکھتی تھیں۔ اور مرحوم کا ہر کار تبلیغی خود
انکی جلالت کو ظاہر کررہا ہے۔ اور آپکی ہستی دنیا کے سامنے نمایاں کررہا ہے۔ یہ
جلسہ مرحوم کی ناگہانی وفات پر اظہار تاسف کرتا ہے اور انکی وفات حسرت آیات کو مسلمانوں
کے لئے عموماً اور قوم شیعہ کے لئے خصوصاً نقصان عظیم تصور کرتا ہے جسکی تلافی ناممکن ہے
نیز پسماندگان سے اس حادثہ جانکاہ میں اظہار ہمدردی کرتا ہے اور ان سے صبر کی استدعا
کرتا ہے۔ آخر میں یہ دعا کرتا ہے کہ پسماندگان بھی مرحوم کے نقش قدم پر چلکر دینی و تبلیغی
مجاہدات میں سرگرم اور اس گلشن تبلیغ کو ہمیشہ سدابہار بنائے رہیں۔

محرک :۔ صدر مدظلہ ۔ موید :۔ سید علی عباد فاضل علوم مشرقیہ ناظم و سکرٹیری مجلس علمیہ
وثیقہ عربی اسکول فیض آباد۔ موید ثانی مولوی محمد احمد صاحب عابدی دبیر کامل و فاضل
و نائب سکرٹیری مجلس علمیہ۔

(۲) یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ اس جلسہ کی کارروائی کی ایک نقل بغرض اظہار تعزیت

مرحوم کے فرزند اکبر جناب مولانا مولوی سید علی حیدر صاحب دام مجدہٗ مدیر اصلاح کے پاس بھیجی جائے۔ محرک:۔ مولوی شیخ سرفراز حسین صاحب فاضل مدرس۔ موید:۔ مولوی سید مختار احمد صاحب گوپالپوری متعلم درجہ فاضل۔ موید ثانی:۔ مولوی ابوالحسن صاحب دبیر کامل و مولوی علی حیدر صاحب ہاشمی و مولوی سید حسن صاحب۔

(۳) یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ اس کارروائی کی نقل بغرض اشاعت اخبارات میں بھیجی جائے محرک:۔ مولوی محمد محسن صاحب فاضل۔ موید:۔ مولوی امتیاز حسین صاحب عالم و مولوی اقتدار حسین صاحب عالم و مولوی سید امتیاز حسین صاحب مچھلی گانوی و مولوی اخلاق حسین صاحب"۔ (۲) جناب شمس العلماء بدر الفقہاء زبدۃ المتکلمین عمدۃ المفسرین مولانا السید علی الحائری صاحب دام برکاتہ لاہور" اسوۃ الاماجد الکرام صفوۃ الاطائب الاعلام جناب مولانا السید علی حیدر صاحب زید فضلکم۔ اخبار سرفراز سے وفات حسرت آیات جناب علامۂ دہر مولانا السید علی اظہر صاحب علیہ الرحمہ والغفران پڑھکر بے حد مجھے رنج و ملال ہوا۔ بے شبہ مولانا مرحوم نے ترویج شریعت غرا و تحفظ ملت بیضاء میں جس قدر خدمات انجام دی ہیں اسکے لئے قوم شیعہ مرحوم کی ہمیشہ کے لئے رہین منت و احسان ہے باری تعالیٰ عزوجل مولانا کو جوار ائمۂ معصومین میں مدارج عالیہ عنایت فرمائے اور آپکو انکی مصیبت میں صبر جمیل۔ بروز جمعہ جامع مسجد سادات گنج لاہور میں بعد نماز جمعہ رسم تعزیت اور فاتحہ خوانی مرحوم کے لئے گیگئی۔ اس مصیبت میں مجھے آپکے ساتھ دلی ہمدردی ہے۔ ان اللہ مع الصابرین وھو المستعان وعلیہ التکلان وھو یتولی الصالحین"

(۳) جناب زبدۃ العلماء المتباہین قدوۃ الفقہاء المتورعین غرۃ الملۃ والدین السید السند والحبر المعتمد مولانا السید محمد صاحب قبلہ دام فیضہم لکھنؤ" خبر انتقال پرملال ماحی البدعۃ محی السنۃ ظہیر الشیعہ و ظاہر الشریعۃ اسد اللہ علےٰ تربتہ شآبیب المغفرۃ والرحمہ معلوم کرکے زمام صبر ہاتھ سے جاتی رہی۔ اس سانحہ فاجعہ سے جناب والا کو جو صدمہ پہونچا ہے اور حقیر کو جو اختصاص ذات والا صفات سے ہے اس لحاظ سے یہ غم جانکاہ ناقابل

تحمل ہے ۔ چہ جائیکہ اس سانحہ سے جو صدمۂ عظیم و نقصان جسیم اسلام کو پہونچا ہے اس پر نظر کرنے کے بعد تو کوئی حد رنج و غم کی نہیں ہے لقد ثلم فی الاسلام ثلمۃ لایسدہا شئی لیکن فی الجملہ جو امر موجب تسکین قلب حزیں ہے وہ یہی ہے کہ اُن مرحوم نے آپ ایسا جانشین وخلف باشرف دنیا میں چھوڑا اور ان مرحوم کی بقاء آپکی حیات ہے ۔ لہذا بارگاہ قادر متعال میں دعا ہے کہ آپکو اور جمیع پسماندگان کو قوت صبر عطا فرمائے اور آپ حضرات کے اجر کو مضاعف کرے اور بالخصوص آپکو صحت و قوت کے ساتھ باقی رکھے کہ ہم مخلصین کی اشک شوئی کرے اور تمام مومنین کو جو نقصان بے پایان پہونچا ہے اسکی اس طرح تلافی فرماکے سب پر احسان فرمائے وجعلکم ممن ینتصر بہ لدینہ ولا یستبدل بکم غیرکم" (۴) جناب عماد العلماء الکرام سناد الفقہاء العظام ضیاء الایمان و نور الاسلام سیدنا العلام مولانا سید محمد ہادی صاحب قبلہ دام برکاتہم لکھنؤ " احسن اللہ لک العزاء ورزقک صبراً جمیلاً و ثواباً جزیلاً از خبر مصیبت اثر رحلت ظہیر الملۃ والدین نصیر الاسلام والمسلمین رحمہ اللہ تعالیٰ واسکنہ فی اعلی علیین حزن والم وہم وغم شدید لاحق گردید و ثلمۃ تازہ در اسلام پدید انا للہ وانا الیہ راجعون وہم انشاء اللہ لاحقون ۔ حق جل وعلا شما را صبر جمیل واجر جزیل مرحمت فرماید و مثل جناب مرحوم طاب ثراہ در تشئید و تسدید مذہب حقہ موفق و موید من اللہ بودہ باشند" (۵) کاتب جناب شمس العلماء المقدسین صدر الفقہاء المتورعین عماد الایمان والمومنین مولانا السید نجم الحسن صاحب قبلہ دام فیوضہم لکھنؤ " جناب کا کارڈ بنام سرکار نجم العلماء موصول ہوا ۔ جناب چونکہ بصارت چشم کے زوال سے تحریر سے معذور ہیں لہذا آپکی خدمت میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنے قلم سے مراسم تعزیت بجالانے سے قاصر ہوں ۔ میرا فریضہ یہ تھا کہ میں آپکے اس غم میں شرکت کرتا اور آپکی خدمت میں کلمات تسکین و تسلی اور تلقین صبر و شکیب کرتا مگر افسوس ہے ۔ ارشاد فرماتے ہیں یہ صدمہ ہم سب کے واسطے یکساں ہے ۔ مرحوم کی ذات والا صفات قومی سرمایہ علمی تھی جو ہم سے نکل گئی ۔ مرحوم کی وفات وفات عالم اور مرحوم کی موت ایک قومی موت ہے ۔

خداوند عالم آپ کو اس غم میں صبر جمیل عنایت فرمائے اور آپکے اس صدمہ جانگداز کی تلافی صبر و شکیب سے فرمائے" (۵) جناب صدر المحققین سید المتکلمین کہف الملت والدین حجۃ الاسلام والمسلمین نعمۃ اللہ العظمیٰ الایمان والمومنین آیۃ اللہ فی العالمین مولانا السید ناصر حسین صاحب قبلہ دام ظلہم العالی علی جمیع المسلمین لکھنؤ "جناب عمدۃ الافاضل الاعلام اسوۃ الاماثل الفخام ادام اللہ بقاءکم واحسن بلطفہ الجمیل عزاکم.. خبر ارتحال و انتقال جناب فخر الحکماء اعلی اللہ مقامہ سے جو صدمہ و ملال ہم سب کو ہوا وہ خارج از احاطہ تقریر و تحریر ہے۔ افسوس ہے کہ وہ وجود محترم جس نے ساری عمر اپنی مجاہدات عظیمہ میں صرف کر دی وہ آج ہم سب سے قیامت تک کے لئے جدا ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس میں شک نہیں کہ اونکو جو مرتبہ عظمیٰ جوار ائمہ اطہار سلام اللہ علیہم اجمعین میں ملیگا وہ قابل غبطہ ہے لیکن ہم سب کے لئے ایسے بزرگوار کی مفارقت ایک مصیبت عظمیٰ ہے مگر بجز صبر کے کیا چارہ ہے۔ خداوند عالم کا شکر ہے کہ اوس نے آپ ایسا فاضل جلیل و بارع نبیل اونکا قائم مقام بالاستحقاق قرار دیا ہے جو ہر طرح سے انکی جانشینی کا اہل ہے۔ خداوند عالم اپنی تائید آپکے شامل حال فرمائے اور اس حادثہ عظمیٰ میں صبر جمیل آپکو عنایت کرے۔ اگرچہ اس سانحہ مفجعہ سے تمام مومنین کو بے حد رنج و ملال ہوگا مگر میں جس قدر متاثر ہوا ہوں اوسکے لئے کافی الفاظ مجھے نہیں ملتے۔ بار بار میری زبان پر یہ بیت عربی اگر چہ مترجم حالت قلبیہ ہوتی ہے

الا ایہا الموت الذی لست تارکی ۔ ارحنی فقد افنیت کل خلیلی[1]

از بسکہ زیادہ لکھنے کی حالت نہیں ہے لہذا بناچاری اس تسلیت نامہ کو ختم کرتا ہوں"۔

---

[1] یعنی اے موت جو مجھے چھوڑنے والی نہیں ہے جلد میرا بھی خاتمہ کر کیونکہ تو نے میرے کل دوستوں کو تو اٹھا ہی لیا ہے۔ مومنین دعا کریں کہ خداوند عالم ہم سب کے سردار حضرت سرکار شریعتمدار دام ظلہم العالی کا سایہ ہم لوگوں کے سروں پر مدۃ دراز تک قائم رکھے کہ حضرت اعلیٰ کا وجود شیعوں کیلئے نعمت عظمیٰ ہے۔ حضرت ممدوح کا دماغ سیکڑوں کتابوں کا ذخیرہ ہے جس سے تمام مومنین مستفیض ہو رہے ہیں اور انکے دین و ملت کی حفاظت اطمینان سے ہو رہی ہے ۱۲

قطعات تاریخ

حضرت قبلہ وکعبہ اعلی اللہ مقامہ کی وفاۃ کی تاریخیں بھی بہت کثرت سے لکھی گئیں۔ اُن سے صرف چند ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔

(۱) جناب خان بہادر ڈپٹی سید احمد علی صاحب بی اے مجسٹریٹ پنشنر و رئیس پٹنہ سٹی دام عزہ

چل بسے بلغ دہر سے افسوس — گل بستان رحمت داور
عاشق زار حیدر کرار — والہ آل پاک پیغمبر
مومن نیک خوے و نیک نہاد — سید پاک باز و پاک گہر
بُرج عرفاں کے ضوفشاں نیرّ — دُرج ایماں کے بے بہا گوہر
علم ابداں کے بالیقیں مخزن — علم ادیاں کے بے گماں مصدر
وہ ادیب و حکیم و فلسفہ داں — جن سے کوئی نہ تھا نہ ہے بہتر
تھا نہ کوئی مناظرہ میں نظیر — اور نہ علم کلام میں ہم سر
اُن کے الطاف امس سے ابین — اُن کے اوصاف شمس سے اظہر
اُن کے غم میں ہیں گل گریباں چاک — سوگ میں اُن کے روتی ہے عبہر
اُن کی رحلت سے قلب اخواں خوں — اُن کی فرقت میں چشم اقراں تر
سن رحلت کی فکر ہے بے کار — اے دل زار احمد مضطر
آرہی ہے صدا یہ رضواں کی — کہ جناں آگئے علے اظہر

۱۳۵۲ ہجری

دیگر

اُٹھ گئے آہ جہاں سے جو حکیم حاذق — دیدہ خوں ریز ہے اور سینہ ہے اندوہ سے شق
سن رحلت یہ لکھا برہنہ سر احمد نے — گئے فخر الحکما سوئے حکیم مطلق

۱۳۵۲ ہجری

(۲) جناب مولوی حکیم حاجی سید محمد صالح صاحب عرشی دام مجدہ بنارس

بزیر خاک گشتہ سرپرست شیعیاں مدفوں — ہزاراں افسوس واویلاہ مولانا علے اظہر
زبرکاتش جہاں محروم شد تاریک شد عالم — نہاں شد در لحد چوں ماہ مولانا علے اظہر

مقدس متقی۔ ابرار۔ زاہد۔ باعمل عالم
محی الدین اہل اللہ مولانا علی اظہر

رگِ جانِ مخالف قطع شد از سیف اقلامش
مجاہد فی سبیل اللہ مولانا علی اظہر

شدہ خود بے نشان لیکن نشانِ حق ازو قائم
بحق پیوست حق آگاہ مولانا علی اظہر

صباح جمعہ و اثنا عشر بود از مہ شعبان
کہ رحلت کرد عالی جاہ مولانا علی اظہر

بسالِ ارتحال او قلم برداشتہ عرشی
رقم زد بادل صد آہ مولانا علی اظہر
۲ ۱۳۵۰ ہجری

(منقول از اخبار سرفراز لکھنؤ مورخہ

(۳) جناب سید غلام اصغر صاحب سررشتہ دار پنشنر کجھوا دام مجدہٗ

کہو ماتم ہے بپا کس کا
کوئی عالم مرا ہے پھر کیا

ہم پر نہیں کچھ کھلتا
سنۂ رحلت ہے مگر گویا

علی اظہر بھی ہوئے فائز
(۱۳۵۲ ہجری)

(۴) جناب مولوی سید غلام قاسم صاحب رئیس کجھوا دام ظلہٗ

شام جمعہ دہم و دو شعبان
گفت رضوان کہ صد عز و شان

عمر با زہد و ورع کرد بسر
آید آید علی اظہر بجنان

(۵) جناب مولوی سید افتخار حسین صاحب کامل ساکن کراری ضلع الٰہ آباد (۱۳۵۲ ہجری)

سوئے قضا وہ تابع حکمِ قدر گیا
علمِ رجال ساتھ ہی جس کے گزر گیا

غواصِ بحرِ علم تو مرنے کو مر گیا
پر موتیوں سے دامنِ اسلام بھر گیا

نکتہ نکالتا تھا جو نقطہ سے ہی غضب
ملکِ عدم کو آج وہ اہل نظر گیا

اسم جناب تھا علی اظہر یہ سنتے ہیں
دنیا کے ہر بلاد میں وہ نام کر گیا

کجھوا کی ہر گلی میں نہ کیوں خاک اب اڑے
پھر کیا رہا جو بطنِ صدف سے گہر گیا

دامِ فریب و زور کو مقراضِ فکر سے
یہ چارہ ساز ملت و مذہب کتر گیا

جب بھائی مجتبےٰ سے سنی میں نے یہ خبر
رگ رگ میں دل کے رنج کا نشتر اتر گیا

اے مرنے والے اس خبر مرگ سے تری
ساغر ہر اک چشم کا اشکوں سے بھر گیا

اصلاح کی بڑھی تری اصلاح سے وہ قدر
دھوم ہو گئی ادھر ہی یہ پرچہ جدھر گیا

ہے تیری یادگار جہادِ قلم ترا
تا حشر نام رہ گیا وہ کام کر گیا

دنداں شکن جواب دیا یوں سوال کا
دشمن بغیر تیغ کے کٹ کٹ کے مر گیا

ہستی تری ہمیں سبب افتخار تھی
مرنا ترا ہمارے لئے قہر کر گیا

اسلام تیرے واسطے روتا ہی اشکِ خوں
تو چل بسا پہ دل سے نہ تیرا اثر گیا

کامل سنادے مصرعہ تاریخ رو کے یوں
کیا باخدا و عارف و کامل گزر گیا

۱۳۵۲ ہجری

(۶) جناب خان بہادر سید اولاد حیدر صاحب مصنف سوانح چہاردہ معصومین علیہم السلام کواتھ ضلع آرہ دام شرفہ

قبلہ ام سید علی اظہر
عالم دین و عمدۃ العلما

فاضل و کامل و طبیب و ادیب
ہم وجیہ و فقیہ شرع ہدیٰ

متورع بخشیۃ اللہ
متکلم بکلمۃ الاعلیٰ

کیست مثلش محقق کامل
از تصانیف اوست دفترہا

بود ملا محمد باقر
مجلسی از برائے ہند یہا

نورِ تحقیق او بعلم کلام
بکشود است چشم غافلہا

از براہین و زور استدلال
آئینہ ساخت مسائلہا

زانکشافات حسن تحقیقش
متکلم شدند جاہلہا

رفت از نزد ما بحق پیوست
جا گرفتہ بجنت الماویٰ

حق کند روز حشر مغفرتش
بمحمد و آلہ النجبا

شش عدد کم بگشت و سالش شد
داخل خلد ہادی حکما

۱۳۵۲ = ۶ - ۱۳۵۸ ہجریہ

(۷) اور اخبار سرفراز لکھنؤ مورخہ ۲۸ شعبان سنہ ۱۳۵۲ ہجری میں حسب ذیل تاریخ شایع ہوئی۔

قطعہ تاریخ (وفات حسرت آیات علامۂ عصر جناب مولانا سید علی اظہر صاحب مرحوم مالک رسالہ اصلاح کھجوا) (نوشتہ مداح آل محمدؐ مرزا کاظم حسین صاحب محشر لکھنوی)

ماتم سید علی اظہر میں دل ٹکڑے ہوا ۔۔۔ جان و دل سے جو کہ تھے حامی دین بوتراب
ترجمان علم دین مرحوم کا تھا ہر نفس ۔۔۔ دن کو بیداری ہو یا بستر پہ ہر شب کو محو خواب
مشرقستاں بن گئی گور غریباں کی زمیں ۔۔۔ مغرب تربت میں آیا معرفت کا آفتاب
نکتہ نکتہ شاہد عادل ہوا اصلاح کا ۔۔۔ دشمنوں کے حملوں کا میں ہوں جواب لاجواب
وقت پیری خون ایمانی سے مملو تھیں رگیں ۔۔۔ اُٹھ کے دنیا سے گئے سو جہاں پایا شباب
خاک پہونچی کربلا اوڑ کر ہوئے اشتوق میں ۔۔۔ تھا وظیفہ ہر نفس یالیتنی کنت تراب
دلمیں ہے حب امیر المومنین وجہ سکون ۔۔۔ خلوت مدفن میں کس آرام سے ہیں محو خواب
صبر آئے سید علی حیدر کہ جا صبر ہے ۔۔۔ اب ہو اصلاح آپکی کوشش سے فرو کامیاب
خامہ محشر نے لکھا مصرع سال وفات ۔۔۔ قصر جنت میں ملا نزد علیؑ عالی جناب
۱۳۵۲ ہجری

حضرت مرحوم کے فاتحہ خوانی کی مجلسیں ابھی تمام اطراف کے مومنین میں اس کثرت سے ہوئیں جن کا شمار ہمارے اختیار سے باہر ہے انمیں سے چار پانچ مجلسوں کا حال مختصراً لکھا جاتا ہے (۱) لکھنؤ سے ایک مجلس کی کیفیت اس طرح لکھکر آئی:۔ بتاریخ ۵ اردسمبر ۱۹۳۳ء (۲۶ شعبان ۱۳۵۲ھ) مجلس فاتحہ خوانی جناب مولانا سید علی اظہر صاحب اعلی اللہ مقامہ بوقت ۱۰ بجے دن جناب جناب نواب محمد مہدی حسن صاحب رضوی نے حامی دین مبین جناب مستطاب فخر الحکما مولانا سید علی اظہر صاحب کی مجلس فاتحہ خوانی منعقد کی جسمیں حضرات علمائے کرام مثل سرکار ناصر الملۃ دام ظلہم ۔ جناب مولانا سید محمد ہادی صاحب ۔ جناب مولانا مفتی سید احمد علی صاحب ۔ جناب مولانا سید محمد صاحب پرنسپل سلطان المدارس ۔ جناب مولانا مرتضی حسین صاحب وغیرہم و طلاب و اساتذہ مشارع الشرائع و جامعہ سلطانیہ نے بکمال خلوص و ہمدردی شرکت فرمائی ۔ اولا قرآن خوانی ہوئی جسکا ثواب جناب فخر الحکماء کی روح کو ہدیہ کیا گیا اوسکے بعد جناب مولوی سید علی حسین دخویش جناب مولانا میر آغا صاحب قبلہ مرحوم

(مغفور) نے خوانندگی فرمائی جس میں جناب فخر الحکماء کے دینی خدمات اور احسانات کا تذکرہ بھی تھا جو مرحوم نے مدت العمر فرقۂ شیعہ پر اپنے تصنیفات سے فرمائیں۔ تمام حاضرین اس واقعہ فاجعہ سے بہت متاثر و ملول تھے بالخصوص بانی مجلس پر بہت اثر رنج و ملال نمایاں تھا۔ آپ سے اور مرحوم سے عرصہ چالیس سال سے مواخات تھی اور دوستوں سے عزیزانہ مراسم و تعلقات تھے۔ راقم سید نواب علی سفیر سندیلوی" (۲) لکھنؤ کی ایک اور مجلس کا چھپا ہوا اشتہار موصول ہوا جسکی نقل حسب ذیل ہے۔ ۱۹۳۳ء مرقومۂ بالا مصرعہ تاریخ جو کہ بحر متقارب اور صنعت معجمہ میں (۲۱) ہو گیا تو شمشیر قلم کا ایک مجاہد داخل علیہا ہے وہ محض ایک مجلس کا اعلان کرنیکو اور اُن عالم حیدری کی یاد تازہ کرنیکو لکھا گیا ہے کہ جن کا وطن موضع کھجوا ضلع سارن ملک بہار اور اسم گرامی فخر الحکما وجناب مولوی سید علی اظہر صاحب قبلہ تھا اور جنھوں نے اپنی پوری عمر مذہب حق شیعہ کی حمایت اور ترقی میں صرف کی یعنی جو کامل ۳۷ سال تک بذریعہ رسالہ اصلاح دشمنان دین سے قلمی جہاد کرکے اونکے دانت کھٹے کرتے رہے دیگر اسکے علاوہ بھی بہت سی مذہبی کتابیں مثل "ذوالفقار حیدر" اور "کنز مکتوم فی حل عقد ام کلثوم" کے تصنیف فرمائیں اونھیں مرحوم کی خبر انتقال سُن کے اور اپنا فرض منصبی سمجھ کے انجمن گلدستہ جاں چوک سبزی منڈی لکھنؤ نے ۲۷ ماہ رمضان بروز یکشنبہ ۱۳۵۲ھ ہجری امام باڑہ جناب دیوان ناصر علی صاحب مرحوم واقع محلہ باغ قاضی میں نو بجے صبح کو ایک مجلس فاتحہ خوانی بنا کی ہے امید کہ مومنین شرکت فرما کر ممنون فرمائیں۔ المشتہر:۔ سید مجاور حسین تمنا سکریٹری انجمن گلدستہ خیال لکھنؤ"۔ (۳) پٹنہ (صدر مقام صوبہ بہار) کی ایک مجلس کا چھپا ہوا اشتہار موصول ہوا اسکی نقل حسب ذیل ہے۔

محسن ملت کا ماتم | بتاریخ ۲۶ دسمبر یوم شنبہ ۸ بجے دن کو مدرسہ سلیمانیہ میں محسن ملت جناب فخر الحکماء حکیم سید علی اظہر صاحب مرحوم کے روح کو ایصال ثواب کے لئے مجلس فاتحہ خوانی منعقد کیگئی ہے جسمیں عمدۃ الافاضل مولانا سید ابرار حسین صاحب ممتاز الافاضل بیان فرمائیں گے مومنین شرکت فرما کر ممنون فرمائیں۔ الداعی الی الخیر:۔ طلاب جامعہ سلیمانیہ پٹنہ سٹی" (۴) بنارس سے ایک مجلس کا چھپا ہوا اشتہار موصول ہوا جو حسب ذیل ہے:۔

اعلان غم انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ثم۔ فی الاسلام ثلمۃ لایسد ھا شئی۔ آہ

آہ سرکار شریعتمدار ظہیر العلماء الاعلام خاتم المتکلمین العظام حجۃ الاسلام سید نا و مولانا السید علی اظہر صاحب قبلہ اعلے اللہ مقامہ نے جمعہ کے دن ۱۲ر شعبان ۱۳۵۲ ہجری کو ارتحال فرمایا اور دیوار اسلام میں وہ رخنہ واقع ہوا جس کو کوئی چیز پر نہیں کر سکتی لہذا بتاریخ ۱۴ر شعبان یوم یکشنبہ بوقت ۹ بجے دن شہر کے مشہور اور متبرک مقام فاطمینؑ میں مجلس تعزیت قرار دیگئی ہے۔ امید ہے کہ حضرات مومنین بمقتضائے حمیت دین پابندی وقت کے ساتھ تشریف لاویں اور اپنے کاروبار کو معطل کر کے اس جلسہ غم میں شرکت فرماویں۔ مغموم۔ عرشی"

اور خود کھجوا میں متعدد نہایت شاندار مجالس ہوئیں۔ حضرت مرحوم کے سوم کی مجلس جناب مولوی سید اظہار الحسنین صاحب عشروی صدر الافاضل و واعظ مدرسۃ الواعظین نے پڑھی۔ پھر مدرسۂ اسلامیہ کھجوا میں قرآن خوانی کیگئی جسکی مجلس جناب مولوی حکیم سید علی جعفر صاحب فاضل ناظمی نے پڑھی۔ پھر اسی روز جمعہ کو بعد نماز جناب عمدۃ العلماء زبدۃ الفقہا مولانا راحت حسین صاحب قبلہ دام برکاتہ گوپالپوری نے ایک مجلس پڑھی۔ دسویں اور بیسویں کی مجلس جناب مولوی حکیم سید محمد حسین صاحب طبیب کھجوا دام مجدہ نے پڑھی۔ اور ۱۰ر ماہ صیام سے ۱۴ر ماہ صیام تک تو کھجوا بہشت کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا صوبہ بہار وصوبہ متحدہ کے مومنین کے ماتم کنان اجتماع نے عجیب رونق پیدا کردی تھی۔ جناب عالم جلیل و واعظ نبیل مولانا سید محمد شبر صاحب قبلہ دام مجدہٗ مدرس اعلی مدرسۂ ناصریہ جونپور نے تشریف لاکر ۱۱ر و ۱۲ر ماہ صیام کو اور جناب طبیب نبیل و واعظ جلیل حکیم مولوی سید محمد صالح صاحب عرشی دام مجدہٗ نے بنارس سے تشریف لاکر ۱۲ر کو اور جناب واعظ جلیل و متکلم نبیل مولوی حکیم سید مرتضی حسین صاحب دام مجدہٗ نے الہ آباد سے تشریف لاکر ۱۳ر ماہ صیام کو ایسی کامیاب اور مقبول مجالس پڑھیں کہ کھجوا میں مدت دراز تک یاد رہینگی جب سے کھجوا آباد ہے مسلسل تین روز تک ایسی نورانی مجالس کبھی نہیں ہوئیں۔ اب انشاء اللہ الیسٹر کی تعطیل میں جب جناب صدر المحققین سید المجتہدین حجۃ الاسلام والمسلمین کہف الایمان والمومنین آیۃ اللہ فی العالمین مولانا آقا السید ناصر حسین صاحب دام ظلہم العالی تشریف لائیں گے تو انشاء اور زیادہ مجمع اور رونق کی قوی امید ہے۔

رسائل و اخبارات کا ماتم ہمارے دینی اور قومی اخباروں نے بھی حضرت ممدوح کا شاندار

ماتم کیا۔ چند رسالوں اور اخباروں کی تحریریں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) رسالہ سہیل یمن لکھنؤ ماہ رمضان ۱۳۵۲ھ ہجری "غم جانکاہ ! جریدہ فریدہ اصلاح بابت شعبان میں یہ خبر وحشت اثر دیکھکر کہ حضرت ظہیر الملۃ مولانا مولوی سید علی اظہر صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ نے داعی اجل کو لبیک کہی اور یہ شمع نور بار علم ہوائے دامن فنا سے بجھ گئی۔ ایک چوٹ دل پر لگی۔ وہ نصرت حق جو اس مرد شش ہستی نے کی وہ اظہر من الشمس ہے اور اسکے ذکر کرنے کی حاجت نہیں۔ جریدہ اصلاح والشمس کی مستمر ضیا باریاں انھیں مرحوم کے جذبۂ حق کے نتائج تھے اور اپنی زندگی اسی میں بسر فرمائی۔ اگر افراد مذہب غور کریں تو ایک عظیم احسان مذہبی انکے دوشوں پر ہے جو ھل جزاء الاحسان الا الاحسان کی دعوت دے رہا ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر اس مجاہد ملت کی کوئی علمی یادگار قائم کردی جاتی۔ مگر کیا کہو اور کس سے کہوں ؎ اند ختم برو زجز اکار خویش را [1] خداوند عالم اس نفس قدسی کو غریق رحمت کرے اور جناب مولانا سید علی حیدر صاحب مدیر جریدہ اصلاح اور ان کے بھائی صاحب کو صبر جمیل اور اجر جزیل عنایت کرے۔" (۲) رسالہ المؤید لاہور دسمبر ۱۹۳۳ء "آفتاب تحقیق غروب ہوگیا

جمیع حضرات مومنین و سادات عظام کو یہ خبر وحشت اثر پڑھکر بعد اندوہ و ملال ہوگا کہ جناب تقدس مآب فخر المحققین حجۃ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا السید علی اظہر صاحب قبلہ مجتہد العصر اعلی اللہ مقامہ نے کھجوا ضلع سارن میں بتاریخ ۱۲ شعبان المعظم ۱۳۵۲ھ ہجری بوقت سہ پہر دنیا سے رحلت فرمائی۔ مرحوم کو کتب مناظرہ و تحقیق تصنیف کرنے میں اولیت کا فخر حاصل ہے۔ رسالہ اصلاح کھجوا مرحوم کی یادگار ہے جس کو نہایت کامیابی کے ساتھ آپکے فرزند جناب مولوی السید علی حیدر صاحب چلا رہے ہیں۔ خداوند کریم بحق محمد و آل محمد علامہ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور جمیع پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ جامع مسجد سادات گنج میں مومنین کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ علامہ السید علی الحائری صاحب قبلہ نے نماز جمعہ کے خطبہ سے فارغ ہوکر سورہ فاتحہ تلاوت فرماکر دعا مغفرت طلب فرمائی۔ مومنین سورہ فاتحہ سے مرحوم کی روح پرفتوح کو ثواب پہونچائیں" (۳) اخبار صراط لکھنؤ ۲۰ شعبان ۱۳۵۲ھ ہجری نے لکھا: "

فخر الحکماء مولانا السید علی اظہر کی وفات

شیعی دنیا میں کون ایسا ہے جو اس بزرگ ہستی سے واقف نہ ہوگا جس نے جہاد بالقلم سے باطل شکنی میں ایک عظیم الشان مجاہد کا کام کیا ہے خصوصاً تاریخ اسلام کی تنقیدی جد و جہد نے واقعات ماضی کے رخ سے وہ پردے ہٹا دیئے جو دولت پرستی نے ڈال رکھے تھے۔ ہندوستان میں مولانا سید علی اظہر صاحب مرحوم کی واحد ذات تھی جس نے قصبہ کھجوا ضلع سارن صوبہ بہار میں بیٹھکر اردو لٹریچر میں تبلیغ دین حق

---

[1] حضرت ممدوح کی علمی یادگار انشا دائرۃ التحقیق قائم کرنے کا ارادہ ہے۔ انشاء اللہ شوال کے اصلاح میں اسکی تفصیل درج کی جائیگی ۱۲ مدیر اصلاح

کا جھنڈا گاڑ دیا۔ رسالہ اصلاح جسکو شیعہ گزٹ کہنا بیجا نہ ہوگا مرحوم کی زندہ یادگار ہے۔ ذوالفقار حیدر کنز مکتوم فی حل عقد ام کلثوم نے جو عام مقبولیت اور شہرت حاصل کی ہے مستغنی عن البیان ہے۔ انکی علاوہ جناب ممدوح کے بکثرت تصنیفات ہیں۔ افسوس ہے کہ یہ مبلغ دین ۱۲ شعبان کو راہی ملک جاودانی ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہم نہایت رنج و قلق کے ساتھ اس خبر غم کو درج کرتے ہیں اور مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہوئے اونکے لائق اور قابل فرزند جناب مولانا سید علی حیدر صاحب سے اظہار ہمدردی کرتے ہیں جو ہم سے بہتر صبر کی حقیقت کو سمجھنے والے ہیں ؎ رہا نہ دہر میں کوئی نبی نہ کوئی امام + بس اک ذات ہے جس پر ہے یہ جہاں قائم" (۴) اخبار راستی جونپور ۱۸ شعبان سنہ ۵۲ ہجری نے لکھا۔

آفتاب تحقیق غروب ہو گیا | یہ خبر شیعی دنیا میں نہایت رنج و ملال کے ساتھ سنی جائیگی کہ ۱۲ شعبان روز جمعہ کو حضرت حجۃ الاسلام مولانا السید علی اظہر صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ بانی رسالہ اصلاح کھجوا ضلع سارن نے انتقال فرمایا۔ مولانا مرحوم کی زندگی قلمی جہاد میں بسر ہوئی۔ علم کلام و تاریخ پر آپکو اس قدر عبور حاصل تھا کہ ناصر الملۃ والدین جیسے محقق کو بھی آپ کی تحقیقات پر اعتماد و اعتبار کلی تھا۔ اور جناب موصوف آپکی بہت قدر و منزلت کرتے تھے۔ بہ لحاظ صفات بھی مولانا سید علی اظہر صاحب مرحوم کی زندگی ایک قابل مثال زندگی تھی۔ مزاج میں سادگی انکسار اس قدر تھا کہ معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ آپ کیسے جلیل القدر عالم و محقق ہیں۔ اصلاح کے ذریعہ سے آپنے قوم کی بہت خدمت کی آپکی موت ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ خدا جناب مرحوم پر اپنی برکتیں نازل کرے۔ ہمیں اس حادثہ جانکاہ میں مرحوم کے صاحبزادہ جناب مولانا سید علی حیدر صاحب مدیر اصلاح سے دلی ہمدردی ہے"

(۵) اخبار سرفراز لکھنؤ ۲۰ شعبان سنہ ۵۲ ہجری نے لکھا۔

قوم و مذہب کو ایک ناقابل تلافی نقصان | اشاعۃ گزشتہ میں ہم جناب فخر العلماء مولانا سید علی اظہر صاحب قبلہ کی وفات کی خبر سرفراز میں درج کر چکے ہیں۔ لیکن یہ خبر ایسے وقت پہونچی تھی کہ جب ہمارا اخبار مکمل ہو چکا تھا اور بمشکل ایک خبر نکال کر یہ خبر درج کی جا سکی تھی! اسلئے ہم اس حادثہ پر تفصیل سے اظہار خیال نہیں کر سکتے تھے۔ کون نہیں جانتا کہ مولانائے مرحوم کی ذات ایک ایسی ذات تھی جسنے ہندوستان کے شیعوں پر ایسا احسان عظیم کیا جو اپنا مثل و نظیر نہیں رکھتا۔ مرحوم نے اپنی تمام زندگی دین حق کی نشر و اشاعۃ میں صرف کی اور اردو زبان میں مذہبیات کا اتنا ذخیرہ مہیا کر دیا کہ جس سے پچاسوں جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔ علاوہ بے شمار تصانیف کے رسالہ اصلاح جو تیتیس برس سے مذہبی خدمات انجام دے رہا ہے آپکی آغوش علمی کا پروردہ ہے۔ الشمس والکلام نے بھی آپ ہی کے سایہ عاطفت میں فروغ پایا۔ کافی عمر ہو جانے کے بعد بھی موصوف آخر وقت تک دینی خدمات میں مصروف ہونے اور نصرت دین کے مشغلے کو کبھی ترک نہیں کیا۔ ایک ایسے دین کے فدائی عالم باعمل، عابد، شب زندہ دار، متقی اور زمانہ کی ضرورتوں سے باخبر بزرگ کی وفات پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔ خدا مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور آپ کے

فرزند ارجمند مولانا سید علی حیدر صاحب کو یہ قوت عطا کرے کہ وہ اس بار کو جو انکے کاندھوں پر مرحوم کی وفات سے آپڑا ہے پامردی سے اٹھا سکیں۔ مرحوم کے اعزہ سے اظہار ہمدردی کے ساتھ ساتھ ہم قوم سے بھی اپیل کریں گے کہ جہاں وہ موصوف کی ہر ہر جگہ پر مجالس فاتحہ خوانی منعقد کریں وہاں انکی یادگار رسالہ اصلاح کی اشاعت کیطرف بھی خاص توجہ سے کام لیں"۔

(۶) اخبار الواعظ لکھنؤ ۱۹ شعبان ۵۲ھ ہجری نے لکھا:۔

اسلام کے ایک زبردست حامی کی رحلت

مسلمانوں میں یہ خبر انتہائی حزن و ملال کے ساتھ سُنی جائیگی کہ اہلبیت رسول علیہم السلام کے زبردست ناصر ملت اسلامیہ کے مشہور خادم رسالہ اصلاح کے بانی و سرپرست مولانا علی اظہر صاحب اعلی اللہ مقامہ نے ۱۲ شعبان کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ مولانا مرحوم کی رحلت سے صرف اتنا ہی نہیں ہوا کہ ایک عالم با عمل ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گیا بلکہ مذہب حق کا ایک ایسا محسن دنیا سے اُٹھ گیا جسکی جنبش قلم نے باطل میں زلزلہ ڈالدیئے۔ مذہبی راہزن جسکی دھاک سے لرزہ براندام رہتے تھے۔ جناب مرحوم کی عمر غالباً ستر اسّی کے درمیان تھی۔ آپکی عمر کا آخری نصف دور ہمارے سامنے ہے آپکے کمنتیس سالہ خدمات اس قدر بلند پایہ ہیں کہ جسکے احسان سے دنیائے شیعیت تو کبھی سبکدوش ہو ہی نہیں سکتی۔ مولانا کا شوق خدمت اسلام رسالہ اصلاح نکال کے تھا نہیں بلکہ آپ کے آثار علمی اشرع الکلام میں بھی جلوہ افروز ہے۔ عبدالحلیم شرر نے سکینہ بنت الحسینؑ کا ناول لکھ کے خاندان رسولؐ کی سخت توہین کی جناب مولانا نے اوسکے جواب میں تاریخی تحقیق کے وہ جوہر دکھائے کہ باطل کوش دنگ ہو کے رہ گئے۔ اِسکے علاوہ متعدد رسالہ اور کتابیں حمایت دین میں برابر تحریر فرماتے رہے آپکی مبسوط التصانیف میں ذوالفقار حیدری نہایت مشہور کتاب ہے۔ آپکے رسالوں میں عقل و تہذیب اہل حدیث اور الوضو۔ البسملہ، الجمرہ وغیرہ خاص شہرت رکھتے ہیں۔ معاندین نے خاندان رسالت کی توہین کرنے کی نیت سے جناب ام کلثوم کے عقد کے بارے میں جو غلط فہمی پھیلا رکھی تھی جناب مولانا نے کنز مکتوم فی حل عقد ام کلثوم لکھ کے ناحق کوشوں کی زبان پر مہر لگادی۔ غرضکہ آپ کے قلمی مجاہدات نے اردو علم کلام کا اتنا کثیر مواد فراہم کردیا کہ یہ کہنا غالباً صحیح ہے کہ اس حیثیت سے آپ منفرد ہیں۔ مسلمان عموماً اور شیعہ خصوصاً مدتوں آپ کے آثار باقیہ سے فیضیاب ہوتے رہیں گے۔ خداوند کریم مولانا مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں زیر سایہ چہاردہ معصومین ع جگہ عطا فرمائے۔ شیعہ اپنے دین کے اس محسن کو کبھی بھول نہیں سکتے۔ مولانا علی اظہر صاحب طاب ثراہ کی موت اسلام کی ایک عظیم مصیبت ہے۔ مولانا علی حیدر صاحب ادام اللہ برکاتہ مدیر اصلاح کی خدمت میں ہم تعزیت پیش کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ خداوند کریم آپکو اس حادثہ روح فرسا میں صبر جمیل عطا فرمائے۔ ہمدردان اسلام سے یہ امید کرنا بے جا نہ ہوگا کہ مولانا مرحوم کے لئے مجالس فاتحہ خوانی منعقد کرکے روح مبارک مولانا کو مثاب فرمائیں گے اور خود بھی ثواب دارین حاصل کرینگے"۔

(۷) اخبار تعمیر فیض آباد ۱۵ شعبان ۵۲ھ ہجری نے لکھا:۔

حادثہ روح فرسا

عالم اسلام میں عموماً اور شیعی دنیا میں خصوصاً اس حادثہ روح فرسا کی

خبر سے ایک بےچینی کی لہر دوڑ جائیگی کہ جناب حجۃ الاسلام فخر الحکماء مولانا و مقتدانا مولوی سید علی اظہر صاحب قبلہ مجتہد العصر نے ۔۔۔ اس ہفتہ اپنے وطن مالوف کھجوا ضلع سارن میں داعی اجل کو لبیک کہا جناب مولانا کی گرانقدر ہستی ایسی تھی کہ اس پر دور حاضر کے افراد بجا طور پر ناز کر سکتے تھے ۔ اردو خواں طبقہ پر علوم اہلبیتؑ کے نشر و اشاعت کا جو احسان مولانا مرحوم کا ہے وہ کسی عالم یا مجتہد کا نہیں ہے ۔ آپ نے اپنی کل زندگی نصرت دین حق کے لئے وقف کر دی تھی جس طرح جناب غفرانمآب اعلی اللہ مقامہ و جناب فردوس مآب مولانا سید حسین صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ نے عربی اور فارسی میں شیعہ علم الکلام کا نادر الوجود ذخیرہ مہیا کر کے قوم کو رہین امتنان بنایا ہے ۔ اوسی طرح جناب مولانا مرحوم نے بھی اپنی گرانقدر تصنیفات سے اردو داں طبقہ کو ایسا زیر بار احسان کیا ہے کہ اوسکی گردن نہیں اٹھ سکتی ۔ مرحوم کے ذخیرہ معلومات کی بدولت نہیں معلوم کتنے واعظ اور متکلم بن گئے ۔ مرحوم نے اپنی چالیس سال کی علمی خدمات سے دنیا کو متحیر کر دیا ۔ جناب مولانا کی جامعیت کا یہ عالم تھا کہ حدیث ۔ تاریخ ۔ سیر ۔ کلام ۔ تفسیر جس فن پر آپ نے قلم فرسائی کی ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ اوس فن کا عالم متبحر در معارف سے قارئین کا دامن بھر رہا ہے "سکینہ بنت الحسین" کے پردہ میں شہر یار نے جو شرر افشانی کی تھی اوس کا جواب مولانا کی وسعت معلومات کا ایک عبرت انگیز کرشمہ ہے فن تاریخ میں تصحیح تاریخ آج تک تاریخ کے قدر دانوں سے خراج تحسین وصول کر رہی ہے ۔ نقد حدیث میں آپکی عدیم المثال تصنیف "فضل الباری" یعنی "تنقید صحیح بخاری" جو افسوس ہے کہ ناتمام رہی آپکی حدیث دانی کا بہترین ثبوت ہے ۔ علم کلام میں آپکو جو دستگاہ حاصل تھی اوس کے لئے "ذوالفقار حیدری" کے مجلدات کی طرف اشارہ کر دینا کافی ہے ۔ حالانکہ اس فن میں آپکی تصانیف بے شمار ہیں "الوضو" ۔ "البسملہ" ۔ "الجمعہ" ۔ "تاریخ اذان" ۔ "عقل و تہذیب اہلحدیث" وغیرہ وغیرہ ۔ آپ ہی کی سرپرستی میں رسالہ اصلاح ۳۲ سال سے دینی خدمتیں انجام دے رہا تھا ۔ آپ ہی کے افق تربیت سے الشمس طالع ہوا ۔ آپ ہی کے سایہ عاطفت میں الکلام نے فروغ حاصل کیا ۔ مرحوم عالم باعمل عابد شب زندہ دار ۔ متقی اور پرہیزگار تھے ۔ ایسی گرانقدر ہستی کا ہمارے سر سے اوٹھ جانا وہ نقصان عظیم ہے کہ جسکی تلافی محال ہے ۔ زمانہ عقیم ہو رہا ہے ۔ اس مرتبہ کے عالم قرنوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں ۔ ابھی نہیں معلوم مرحوم کی کتنی تصانیف مکمل اور ناتمام موجود ہوں ۔ کاش قوم اس احسان عظیم کا بھی معاوضہ کر دے کہ ان گرانقدر تصانیف کی اشاعت کیلئے مالی امداد دیکر شیعہ علم الکلام کی انسائیکلوپیڈیا مدون کرا دے ۔ دنیا سے جو نامور اٹھتا ہے ارباب عقیدت اوسکی یادگار قائم کرنے میں ساعی ہوتے ہیں ۔ یہ وحید عصر اور فرید روزگار عالم جسکی مداد صحیح معنوں میں خون شہید کہے جانیکے قابل تھی قیام یادگار سے مستغنی ہے ۔ اوسکی بلند پایہ تصانیف خود اوسکی یادگار ہیں ۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام او

جناب مولانا نے ضعیفی کے عالم میں بچوں کے داغ اٹھائے ۔ اعزہ کی مفارقت نے قلب و جگر مجروح کیا لیکن صاحب فراش ہو کر بھی نصرت دین کے مشغلہ کو کبھی ترک نہیں کیا ۔ ہم اس سانحۂ روح فرسا میں

اُنکے فرزند ارجمند جناب مولوی سید علی حید رصاحب قبلہ مدیر "اصلاح" سے اپنی دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں اور بارگاہ احدیت میں ملتجی ہیں کہ خداوند عالم مرحوم کو قرن اول کے علمائے اعلام کے دوش بدوش اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور اعقاب کو صبر جمیل عطا فرمائے مومنین سے التجا ہے کہ وہ ابدی ثواب کے لئے مجالس فاتحہ خوانی منعقد کریں"۔ (۸) اخبار در نجف سیالکوٹ ۲۶ رشعبان ۱۳۵۲ھ ہجری نے لکھا:-

سانحہ ہوش ربا ۔ آہ! مولانا علی اظہر!! یہ خبر یقیناً شیعی دنیا میں بصد قلق و اضطراب سنی جائیگی کہ ہندوستان بھر کی ایک نامور ہستی شیعہ قوم سے معدوم ہوگئی۔ حضرت مولانا سید المحققین و المدققین فخر المحدثین علامہ دہر سرکار عالی وقار قبلہ سید علی اظہر اعلی اللہ مقامہ نے ۲۱ شعبان المعظم کو اس دنیائے ناپائدار سے رحلت فرمائی انا للہ و انا الیہ راجعون۔ شیعہ قوم کو مرحوم کے انتقال پر ملال سے جو ناقابل تلافی نقصان پہونچا ہے زبان قلم اسکے بیان سے عاجز ہے۔ مولانا نے مجلہ "اصلاح" کے ذریعہ جو دینی و روحانی خدمات مذہب حقہ شیعہ کی سرانجام دیں۔ مرحوم ہی کا حصہ تھا۔ صوبہ پنجاب میں دین حق کو جو کچھ بھی فروغ حاصل ہوا۔ وہ سب حضرت مغفور کا طفیل ہے۔ اسمیں کلام نہیں کہ خمسہ نجبا علیہم التحیۃ و الثنا کے بہت سے فدائیوں نے قلمی و لسانی جہاد فرما کر تبلیغ حق کے باب میں خدا و رسول و آل رسول سے پروانۂ رضامندی حاصل کیا۔ مگران سب کے امیر و افضل علامہ علی اظہر قبلہ تھے۔ صوبہ پنجاب کے تبلیغی ادارے خصوصاً ادارۂ در نجف خصوصیت کے ساتھ فیضان اصلاح کا مرہون منت و روشن مظاہرہ ہے۔ مرحوم کے رسائل و تصانیف سے سیکڑوں عالم فاضل بن گئے۔ نقاد حدیث و عالم علم کلام آپ ایسا ملنا سرزمین ہند میں محال ہے۔ آپکے دلائل قاہرہ و حجج باہرہ میں یہ ایک خصوصیت تھی کہ کسی مخالف و معاند و مخاطب میں جوابی قلم اُٹھانے کی تاب و توانائی نہ ہوتی۔ آہ! وہ علم کلام کا آفتاب آسمان ہند بلکہ افق عالم سے غروب ہوگیا جسکی شعاعوں نے ظلمت کدۂ دور حاضر کو منور کر رکھا تھا جس بے مثال عالم کا وجود اس گئے گزرے زمانہ میں ایک بیکس قوم کے لئے باعث فخر و تکیہ تھا۔ افسوس! ہم اس وحید روزگار ہستی کے انتقال کی خبر اپنے خون دل سے لکھ رہے ہیں۔ اور فرط تشویش و حزن میں اظہار درد کے لئے الفاظ نہیں پاتے۔ شیعی دنیا میں لاکھوں بلکہ کروڑوں نفوس حضرت مرحوم کے مخلص شیدائی موجود ہیں جنکے اضطراب دل نے اس سانحہ ہوش رُبا پر قیامت کا منظر پیش کر دیا۔ اگر وہ بالاتفاق اصلاح و کتب خانہ اصلاح کی اعانت پر قسم اُٹھالیں تو قبلہ مرحوم کی یاد ابدی اور اونکی تصانیف زندہ رہ سکتی ہیں۔ ہمیں حضرت مولانا السید علی حید رصاحب قبلہ مدیر اصلاح کے ساتھ اس حادثہ جانکاہ میں پوری پوری ہمدردی ہے۔

ناظرین در نجف سے توقع ہے کہ وہ مرحوم و مغفور کے غم میں مجلس عزا منعقد کرکے ارواح اہلبیت رسول اللہ کی رضا جوئی حاصل کریں گے"۔ ہم ان کل حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ابھی بہت خطوط و مضامین وغیرہ کی نقل رکھی گئی کیونکہ رسالہ میں گنجائش نہیں ہے۔ وہ حضرات معاف فرمائیں

احقر علی حید رعفی عنہ

میں جانتا نہ تھا کہ دشمن دیں زہر دیوینگے
اس بیکسی میں جان میرے بابا کی لیوینگے

فرزند کے جو رونے کی غش میں سُنی صدا
ترڑپے اک آہ کھینچ کے سلطانِ دوسرا

روئے لگا کے چھاتی سے بیٹے کو خوب سا
کس نے رقم ہو بی ہوا اُس دم کا ماجرا

مل مل کے باپ بیٹے جو آپسمیں روتے تھے
گم آسمان کے ہوش فرشتوں کے ہوتے تھے

مُنہ چوم کر یہ باپ نے بیٹے سے پھر کہا
خاموش میرے لال نہ اتنا کرو بکا

تمکو تو صبر چاہئے لیے میرے مہ لقا
دنیا میں میرے بعد ہو تم حجت خدا

تسکین اہل بیت کی گھر جا کے کیجیو
میرے قلق میں صبر نہ ہاتھوں سے دیجیو

چوبیسویں مجلس ۲۴

اصفر دن کی جسمیں خضوع وخشوع کو بتایا۔ جناب امیرؑ کے پاوں سے تیر نکالنے کا واقعہ لکھا گیا۔ نماز کے شک اور اسمیں کسی چیز کے بھولنے پر جو حکم ہے اُسکو سمجھایا گیا۔ پھر نماز عید اور عورتوں کے پردہ کی ضرورت بیان کی گئی اور آخر میں حضرت امام رضاؑ کی شہادت لکھی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط خدا فرماتا ہے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ یعنی وہ ایمان والے جو اپنی نمازیں خضوع وخشوع سے پڑھتے ہیں بڑا درجہ پائیں گے۔ع اس آیت میں خدا خضوع وخشوع کی تعریف کرتا ہے کہ نماز اس سے قبول کی جاتی ہے اور اس نماز کو خدا اتنی پسند کرتا ہے کہ پڑھنے والے کو بڑا درجہ دیتا ہے۔ جس طرح عورت اچھے کپڑے اور زیور پہننے سے بہت بھلی معلوم ہوتی ہے اسی طرح نماز بھی خضوع وخشوع سے بہت عمدہ ہو جاتی ہے خضوع کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کا دل ودماغ خدا کے سامنے عاجزی

اور انکسار کرے۔ اور خشوع کا معنے یہ کہ آدمی کا ہاتھ پاؤں اللہ کے آگے جھکا رہے اور اوسکی آواز تک نرم اور غریبی کی ایسی ہو جس سے پتا چلے کہ یہ شخص خدا کو اپنا آقا۔ مالک اور سردار مانتا ہے اور اس سے مقابلہ نہیں کرتا نہ اسکے سامنے اکڑتا نہ اپنے کو اُس سے بے پروا جانتا ہے۔ اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ ہم لوگ جب نماز میں کھڑے ہوں تو چاہیئے کہ پھر کسی اور بات کا خیال نہ کریں۔ نہ دنیا کی کوئی تکلیف یا لالچ یا فکر دل میں پیدا ہو۔ نہ اپنے عزیزوں اور بچوں کیطرف ذہن جائے۔ بلکہ ہر طرح خدا ہی کی طرف توجہ ہو اور اُسی کی عبادت میں پورا دل لگا رہے۔ اگر آدمی اس طرح نماز پڑھیگا تو اوسکی نماز صحیح بھی ہوگی اور خدا کو بھی بھلی معلوم ہوگی جو لوگ خضوع و خشوع سے نماز نہیں پڑھتے بلکہ زبان سے تو نماز پڑھتے ہیں اور دل و دماغ میں اِدھر اُدھر کی باتیں گھومتی رہتی ہیں کہ کبھی لڑکے بالوں کی فکر ہوتی ہے۔ کبھی بیماری دکھ کا کوفت۔ کبھی لڑائی جھگڑے کا خیال کبھی خرچ برچ کا تردّد۔ اس سے خضوع و خشوع بھی نہیں ہوتا اور نماز میں بعض وقت بھول چوک یا شک شبہ بھی ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے نماز میں تاکید ہے کہ آدمی اپنے کو بالکل بھول جائے اور یہی خیال رکھے کہ خدا کے دربار میں حاضر ہے۔ جس طرح ہمارے آقا حضرت علیؑ کی نماز ہوتی تھی کہ حضرت کو اپنے بدن تک کا خیال نہیں رہتا تھا۔ اُحد کی لڑائی میں حضرتؑ کے پاؤں میں ایک تیر ایسا لگا کہ جب لوگ اسکے نکالنے کی کوشش کرتے تو حضرت تڑپ جاتے اور کسی طرح اس اذیت کو برداشت نہیں کر سکتے تھے اور وہ تیر نکل نہیں سکتا تھا۔ آخر عاجز آکر لوگوں نے حضرت رسولخدا صلعم سے پوچھا کہ یا حضرتؐ جناب امیرؑ کے پاؤں سے وہ تیر کیسے نکالا جائے حضرتؐ نے فرمایا

جب علیؑ نماز پڑھتے ہوں تو نکال لو۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ حضرتؑ کو خبر تک نہیں ہوئی جب نماز پڑھ چکے تو دیکھا کہ پوری جانماز خون سے بھیگ گئی ہے اُس وقت حضرتؑ کو معلوم ہوا کہ وہ تیر نکل گیا [۱] اللھم صل علیٰ محمدؐ و آل محمدؐ۔ اگر کسی وقت خضوع و خشوع نہ ہونے سے نماز میں کوئی بات بھول جائیں جیسے ایک سجدہ بھول جائیں یا تشہد بھول جائیں یا تشہد کا کوئی لفظ بھول جائیں یا کوئی بات بھولے سے کرلیں یا جس مقام پر بیٹھنا چاہیئے وہاں بھولے سے کھڑے ہوجائیں اور جہاں کھڑا ہونا چاہیئے وہاں بھولے سے بیٹھ جائیں۔ یا بھولے سے کسی کام کو زیادہ یا کم کردیں تو نماز پوری کرکے فوراً دو سجدہ سہو کرنا ضروری ہے اور دو سجدہ سہو کرکے مختصر تشہد اور مختصر سلام بھی پڑھنا چاہیئے۔ اسی طرح خضوع و خشوع نہ ہونے سے نماز میں شک بھی ہوجاتا ہے کہ خیال نہیں رہتا دوسری رکعت پڑھتے ہیں یا تیسری۔ یا تیسری پڑھتے ہیں یا چوتھی۔ یا چوتھی پڑھتے ہیں یا پانچویں۔ تو ان سب صورتوں میں نماز کا الگ الگ حکم ہے۔ بعض حالت میں نماز باطل ہوجاتی ہے اور پھر پڑھنے کی ضرورت ہوتی ہے اور بعض حالت میں نماز باطل تو نہیں ہوتی مگر اس کی کسر پوری کرنی ہوتی ہے۔ جیسے صبح یا مغرب کی نماز میں اگر یہ شک ہو کہ یہ دوسری رکعت پڑھتے ہیں یا تیسری تو نماز باطل ہوجائیگی اور اوس کو پھر سے پڑھنا واجب ہے۔ اسی طرح اگر یہ نہ جانیں کہ کتنی رکعتیں پڑھیں تب بھی نماز باطل ہوجائیگی چاہے یہ بات چو رکعتی نماز ہی میں ہو کہ وہ بھی باطل ہوجائیگی۔ اسی طرح اگر یہ شک ہو کہ ایک رکعت پڑھی یا ایک سے زیادہ تب بھی نماز باطل ہوجائیگی۔ اور اگر چو رکعتی نماز مثلاً ظہر۔ عصر۔ عشا میں شک ہو

[۱] تحفۃ الاحرار و ارجح المطالب ص ۱۶۵

کہ دو رکعت پڑھیں یا تین تو دیکھیں کہ یہ شک کس وقت ہوا ہے دونوں
سجدوں کے پہلے یا بعد۔ اگر پہلے ہوا ہے تو نماز باطل ہوگی۔ لیکن اگر
دونوں سجدوں کے بعد ہوا ہے تو سمجھیں کہ تین ہی پڑھی ہیں اور کھڑے
ہوکر ایک (چوتھی) رکعت پڑھکر نماز کو تمام کریں۔ اُس کے بعد ایک
رکعت نماز احتیاط کھڑے ہوکر پڑھ لیں۔ اور اگر چو رکعتی نماز میں دونوں
سجدوں کے پہلے یا بعد یہ شک ہو کہ تین رکعتیں پڑھیں یا چار رکعتیں
تو سمجھیں کہ چار پڑھی ہیں اور نماز کو تمام کردیں پھر کھڑے ہوکر ایک رکعت
نماز احتیاط کی بھی ضرور پڑھیں۔ اور اگر یہ شک ہو کہ معلوم نہیں دو
رکعتیں پڑھیں یا چار رکعتیں پس اگر یہ شک دونوں سجدوں کے پہلے ہو
تو نماز باطل ہے اور اگر دونوں سجدوں کے بعد ہو تو نماز صحیح ہے اور
یہ سمجھکر کہ چار ہی رکعتیں پڑھی ہیں نماز کو تمام کریں پھر دو رکعت نماز
احتیاط کھڑے ہوکر پڑھیں۔ اور اگر یہ شک ہو کہ دو رکعتیں پڑھیں
یا تین یا چار تو غور کریں کہ یہ شک دونوں سجدوں کے پہلے ہوا ہے یا بعد۔
اگر پہلے ہوا ہے تو نماز باطل ہے۔ اور اگر دونوں سجدوں کے بعد ہوا تو
نماز صحیح ہے اس کو چار ہی سمجھکر تمام کریں اور پھر کھڑے ہوکر دو رکعت نماز
احتیاط پڑھ لیں۔ اور اگر یہ شک ہو کہ چار رکعتیں پڑھیں یا پانچ۔ پس
اگر یہ شک دوسرے سجدے سے سر اوٹھانے کے بعد ہو تو یہ سمجھکر کہ چار
رکعتیں ہی پڑھی ہیں نماز تمام کریں اور پھر دو سجدہ سہو بجالائیں۔
اور اگر یہ شک رکوع کے پہلے ہو تو بیٹھ جائیں اور چار سمجھکر نماز تمام کردیں
اور اگر ان دو قسموں کے علاوہ کوئی شک ہو جیسے رکوع کے بعد اور دونوں
سجدوں کے پہلے چار اور پانچ میں شک ہو تو نماز باطل ہوگی۔ اس کو پھر سے

پڑھنا ہوگا۔ اللّٰھم صل علی محمد و آل محمد۔ بی بیو یہ میں نے مختصر مسئلے
نماز میں بھولنے یا شک ہونے کے بیان کئے۔ ان سے زیادہ روزہ
نماز کی کتابوں میں لکھے ہیں اُن سب کو جاننا اور یاد رکھنا چاہیئے کہ
سب ضروری ہیں۔ اور جس طرح خود ان باتوں کو جاننا ضروری ہے
اُسی طرح اپنے لڑکے لڑکیوں اور رشتہ داروں پر بھی تاکید کرنی
چاہیئے کہ مذہب کی ان باتوں کا علم ضرور حاصل کریں۔
عید بقرعید کی نماز بھی مردوں کے لئے ضروری اور اسلام کی شاندار
عبادت ہے۔ اگر حضرت صاحب العصر علیہ السلام زندہ ہوتے تو واجب
ہوتی مگر حضرت غائب ہیں تو واجب نہیں ہیں مگر سنت ہے اور افضل یہ
ہے کہ جماعۃ کے ساتھ پڑھی جائے۔ جہاں جماعۃ نہ ہوسکے وہاں
اکیلے اکیلے پڑھیں۔ اور بیویوں کو چاہیئے کہ اپنے لڑکوں اور بھائیوں
اور رشتہ داروں پر تاکید رکھیں کہ اس نماز کو بھی ضرور پڑھا کریں۔
عورتوں کے لئے اس نماز کی تاکید نہیں ہے۔ ممکن ہے اسکی وجہ یہ ہو کہ
یہ نماز زیادہ تر جماعۃ سے پڑھی جاتی ہے اور جماعۃ ہی سے پڑھنے میں اسکی
شان نظر آتی اور مسلمانوں کی شوکت دکھائی دیتی ہے۔ اگر عورتوں کو
بھی اس کا حکم ہوتا تو جماعۃ کے لئے عورتیں بھی گھر سے باہر نکلتیں مگر
خدا ان کے گھر سے باہر جانے کو اچھا نہیں سمجھتا بلکہ ان کے اندر رہنے
کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ اس سے بھی عورتوں کے پردے کی ضرورت ثابت
ہوئی کہ ایسی شاندار عبادت جس سے اسلام کی رونق دکھائی دیتی
اور جس سے مسلمانوں کی شوکت کا پتا چلتا ہے وہ عورتوں کے لئے ضروری
نہیں کی گئی بلکہ ان کو یہی حکم دیا گیا کہ گھر میں بیٹھی رہو اور صرف مردوں ہی

کو اسکے ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔ اب جو لوگ پردے کو مسلمان عورتوں سے
اوٹھانا چاہتے ہیں وہ خیال کریں کہ اس سے خدا کس درجہ ناراض ہوگا
اور جس چیز کی خاطر سے خدا نے اپنی عبادت عورتوں سے روک دی اوسکو
ہم لوگ مٹا دیں گے تو خدا اور رسول کو کیا منہ دکھائیں گے۔ اگر عورتوں کو
بھی مردوں کی طرح بے پردہ ہو کر یا پردے کے ساتھ برقع اوڑھکر باہر نکلنا خدا کو
پسند ہوتا تو اونھیں بھی حکم دیتا کہ اپنے نقاب اوڑھکر مسجد یا عیدگاہ
میں چلی جایا کرو۔ اور عید بقرعید کی اس شاندار عبادت کو ادا کرکے
اپنے گھر واپس چلی آیا کرو۔ اس سے عورتوں کا پردہ بھی رہتا اور وہ
نمازِ عید کا ثواب بھی حاصل کر لیتیں مگر خدا نے اتنا تک گوارا نہیں
کیا۔ پھر عورتوں کے بے پردہ ہونے اور نامحرم مردوں کے مجمع میں
جانے سے کس قدر غضبناک ہوگا۔ بہت سی عورتیں اور مرد مصر اور
روم کے مسلمانوں کی بے پردگی سے کہتے ہیں کہ اگر اسلام میں پردہ
ضروری ہوتا تو وہاں کی بہت سی عورتیں کیوں بے پردہ ہوتیں مگر یہ نہیں
خیال کرتے کہ مصر اور روم کے مسلمانوں میں تو شراب پینے۔ جُوا کھیلنے
ناچنے کا رواج بھی بہت ہے تو کیا اُنکی دیکھا دیکھی یہاں کے مسلمانوں
کو بھی شراب پینے اور جُوا کھیلنے کی اجازت ہو جائیگی؟ ہمیں خدا و رسول
کے حکم کی پیروی کرنی چاہیئے اور لوگوں کے کام کو نہیں دیکھنا چاہیئے۔
یہی طریقہ ہمارے بزرگوں کا بھی رہا ہے۔ بعض عالموں کا خیال ہے
کہ آج ہمارے آٹھویں امام حضرت علی رضا علیہ السلام کی شہادت کی
تاریخ ہے اس وجہ سے میں حضرتؑ ہی کا واقعہ بیان کرتی ہوں حضرتؑ
کے زمانہ میں مسلمانوں کا بادشاہ مامون تھا۔ اس نے بہت سی مصلحتوں

سے لوگوں پر اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا کہ خود خلافت سے الگ ہو کر یہ عہدہ حضرت امام رضاؑ کے حوالہ کر دے۔ اسی غرض سے اس نے حضرت کو مدینہ سے اپنے پاس خراسان میں بلایا اور جب حضرتؑ سے اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا تو حضرتؑ نے اس سے فرمایا کہ اگر تمہاری خلافت خدا کی طرف سے ہے تو یہ کیسے جائز ہوگا کہ تم اس کو دوسرے شخص کے حوالہ کر دو۔ اور اگر یہ خلافت تمہارا حق نہیں ہے تب بھی تم دوسرے کو کیسے یہ دے سکتے ہو۔ حضرتؑ نے کیسی عقل کی بات فرمائی۔ بھلا مامون اس بات کا کیا جواب دیتا۔ اُس نے کہا اے فرزند رسولؐ میری درخواست کو آپ قبول فرمایئے۔ حضرتؑ نے اُس کو جواب دیا کہ میں اپنی خوشی سے تو اس بات کو کبھی منظور نہیں کروں گا۔ بی بیو آپ خود انصاف کریں کہ مامون حضرتؑ سے کیسی مہمل بات کہتا تھا اس لئے کہ خدا کی طرف سے تو اُس وقت کے خلیفہ حضرتؑ ہی تھے۔ حضرتؑ ہی مسلمانوں کے مذہبی پیشوا اور حضرتؑ ہی اسلام و ایمان کے بادشاہ تھے۔ حضرتؑ کے ہوتے مامون نہ خلیفہ تھا نہ مسلمانوں کا مذہبی پیشوا۔ ہاں فوج اور مال اس کے پاس تھا اس سے وہ بادشاہ بنا ہوا تھا تو اس بادشاہت کو یہ حضرات کبھی پسند نہیں کر سکتے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت انکار کرتے تھے کہ مجھے تمہاری طرح بادشاہ بننا پسند نہیں ہے۔ ہاں حضرت رسولِ خداؐ کا خلیفہ ہونا منظور رہے تو میں پہلے ہی سے خلیفہ ہوں۔ تمہارے بنانے سے تو کوئی خلیفہ بن نہیں سکتا۔ دو مہینہ تک یہی بحث رہی کہ مامون ضد کرتا تھا اور حضرت امام رضاؑ راضی نہیں ہوتے تھے۔ آخر میں مامون نے کہا کہ اچھا اگر آپ خلافۃ کو قبول نہیں کرتے تو میرے ولی عہد ہونا

منظور کیجئے یعنی اس بات کا وعدہ کر لیجئے کہ میرے بعد آپ ہی میرے جانشین اور مسلمانوں کے بادشاہ ہوں۔ اس پر حضرتؑ نے فرمایا کہ میرے والد ماجد مجھ سے پہلے ہی فرما چکے ہیں کہ مجھے زہر دیا جائیگا اور میں تم سے پہلے انتقال کر جاؤں گا۔ جب تمہارے بعد میں زندہ ہی نہیں رہونگا تو تمہارا ولی عہد بننا کیسے منظور کروں۔ مگر مامون اس پر بھی نہیں مانا بلکہ برابر اصرار کرتا رہا۔ آخر حضرتؑ کو مجبور کر دیا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ اچھا تمہارے اصرار پر میں اس شرط سے ولی عہدی کو قبول کرتا ہوں کہ نہ کسی شخص کو کسی عہدہ پر مقرر کروں گا نہ اس سے الگ کروں گا۔ اور بادشاہت پر دور ہی سے نظر کروں گا اسکے پاس بھی نہ جاؤں گا مامون ان شرائط پر راضی ہو گیا۔ تب حضرتؑ نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا کہ اے خدا تو جانتا ہے کہ میں اس کام کے قبول کرنے پر مجبور کر دیا گیا ہوں اور بے بس ہو کر اس کو منظور کرتا ہوں۔ اے اللہ مجھے اس بارے میں معاف کرنا اور اسکی سزا نہ دینا۔ جس طرح تو نے اپنے دو پیغمبروں حضرت یوسفؑ و دانیالؑ سے مواخذہ نہیں کیا جب انھوں نے اپنے زمانہ کے بادشاہوں کی طرف سے ولی عہد ہونا قبول کیا تھا۔ اے خدا حقیقت میں تیرے عہد کے سوا کوئی عہد ہی نہیں ہے اور تیری اجازت کے بغیر کوئی ولایت ہی نہیں ہے۔ یہ کہکر حضرتؑ نے بہت ہی نفرت سے مامون کا ولی عہد ہونا قبول کر لیا اور رہنے لگے۔ ایک دفعہ جب عید کا دن قریب آیا تو مامون نے حضرتؑ سے کہلا بھیجا کہ آپ سواری پر جا کر لوگوں کو نماز عید پڑھائیں۔ حضرتؑ نے فرمایا میں نے پہلے تم سے یہ شرط کر لی ہے کہ بادشاہت اور حکومت کے کسی کام میں حصہ نہیں لونگا اور نہ اس کے

قریب جاؤنگا۔ اس وجہ سے تم مجھکو اس نماز عید سے بھی معاف رکھو۔
مگر مامون نے بہت اصرار اور ضد کی۔ حضرتؑ نے پھر فرمایا کہ اگر تم معاف
کردو تو بہتر ہے۔ لیکن نہیں مانو گے تو میں نماز عید کے لیے اُسی طرح
جاؤں گا جس طرح میرے جدّ امجد جناب رسولخدا صلعم تشریف
لے جاتے تھے۔ مامون نے کہا آپکو اختیار ہے جس طرح چاہیں
جائیں۔ اسکے بعد اُس نے پیادوں اور سواروں کو حکم دیا کہ عید
کے روز حضرتؑ کے دروازے پر حاضر ہوں۔ جب یہ خبر شہر میں
مشہور ہوئی تو لوگ عید کے روز سڑکوں پر اور چھتوں پر حضرتؑ کی
سواری کی شان دیکھنے کو جمع ہو گئے۔ ایک بھیڑ لگ گئی۔ عورتیں
اور لڑکے سب ہی کو آرزو تھی کہ حضرتؑ کی زیارت کریں۔ ادھر حضرتؑ
نے آفتاب نکلنے کے بعد غسل کیا اور کپڑے بدلے۔ سفید پگڑی
سر پر باندھی۔ عطر لگایا۔ اور عصا ہاتھ میں لیکر عیدگاہ پیدل چلنے
کو طیار ہوئے۔ اس کے بعد نوکروں اور غلاموں کو حکم دیا کہ تم بھی
غسل کر کے کپڑے بدل لو اور اسی طرح پیدل چلو۔ اس انتظام کے بعد
حضرتؑ گھر سے باہر نکلے۔ پائجامہ آدھی پنڈلی تک اٹھالیا۔ کپڑوں
کو سمیٹ لیا۔ ننگے پاؤں ہوئے۔ پھر دو تین قدم چلکر کھڑے ہو گئے
اور سر کو آسمان کی طرف بلند کر کے کہا اَللّٰہُ اَکْبَر۔ اَللّٰہُ اَکْبَر۔ حضرتؑ
کے ساتھ نوکروں اور غلاموں اور فوج کے سپاہیوں نے بھی تکبیر
کہی۔ راوی نے بیان کیا ہے کہ جب حضرتؑ تکبیر کہتے تھے تو ہم لوگوں
کو معلوم ہوتا تھا کہ در و دیوار اور زمین و آسمان سے حضرتؑ کی تکبیر
کا جواب سنائی دیتا ہے۔ اس ہیئت کو دیکھکر یہ حالت ہوئی کہ سب

قیامت میں ہمراہ میرے جدِ بزرگوار کے جناب رسول مقبولؐ اور جدہ
میری بتولؑ لینگی ٥

وہ بولا کہاں جاتے ہو اے شہ خوش خو — شہ نے کہا اب تو نے جہاں بھیجا ہے ہم کو
داخل ہوئے پھر گھر میں شہنشاہ رضا جو — فرمایا ابو الصلت سے مولا نے یہ رو رو
تو رو ئیگا میرے لئے میں آج مروں گا — لا طشت کہ اب خونِ جگر قے میں کرونگا
اب آگے قلم کو یارا نہیں کہ اس حال کو لکھے سینہ شق ہے منہ فق
ہے۔ المختصر ٥

حاضر جو کیا طشت ابو صلت نے لا کر — قے کرنے لگے جھک کے شہ بیکس و بے پر
ٹکڑے گئی سینہ سے جگر کے ہوئے باہر — حجرے کا کیا بند ابو صلت نے تب در
صدمہ یہ ہوا بادشہ کون و مکاں کو — طیاری آقا ہوئی گلزار جناں کو
غش کھا کے ابو صلت گرا خاک پہ اک بار — کہتا تھا کہ ہئے مر گئے مالک مرے مختار
ناگاہ نظر کیا دیکھا وہ بیکس و ناچار — اک طفل ہوا نور کی صورت کا نمودار
زنہار نہ تھا کام اسے عیش و فرح سے — روتا تھا وہ معصوم یتیموں کی طرح سے
کی عرض ابو صلت نے با نالہ و افغاں — تم کون ہو بتلاؤ مجھے نام میں قرباں
تب رو کے ابو صلت سے بولا وہ یہ ذیشاں — میں وہ ہوں یتیم نے کیا ہے جسے حیراں
بس یہ ہوا امام اور میں عاشق ہوں خدا کا — ہے نام محمدؑ مرا بیٹا ہوں رضاؑ کا
پھر پاس پدر کے گیا وہ عاشق غفار — مولا نے نظر کی سوئے فرزند یہ اک بار
چھاتی سے لگا رونے لگے سید ابرار — تعلیم کئے علم امامت کے سب اسرار
بالائے ہوا شور ہوا آہ و فغاں کا — دنیا سے ہوا کوچ امام دو جہاں کا
نہلانے لگا شاہ کو پھر باپ کا جایا — اور قدرتِ اللہ سے تابوت اٹھایا
شاخ شجر سدرہ سے تھا حق نے بنایا — کفنا کے اسی میں شہ بیکس کو لٹایا

تھی دھوم رسول نہیں ملائک بکا کی — میت پہ نماز آپ نے جس وقت ادا کی
لو اہل عزا شاہ غریباں کا سفر ہے — ہے حشر بپا شاہ خراساں کا سفر ہے
ہاں بہر امام دوجہاں خاک اڑاؤ — آنکھوں سے گرو اشک رواں خاک اڑاؤ
شیعو ہے دم آہ و فغاں خاک اڑاؤ — روتے ہیں ملک آکے یہاں خاک اڑاؤ
ہر رضا دیں خاک اڑاتا ہے جہاں میں — عاشور کا عالم نظر آتا ہے جہاں میں

مجلس ۲۵ پچیسویں مجلس

جسمیں روزے کا حکم لکھا گیا۔ تراویح کی بدعت ثابت کی گئی حضرت رسولخدا صلعم کے بعض صحابہ۔ اور بیویوں کے روزے کی حالت لکھی گئی پھر شب قدر کو بتایا گیا کہ کس رات کو ہوتی ہے۔ آخر میں حضرت امام رضاؑ کی بہن حضرت فاطمہؑ معصومہ قم کی حالت بیان کی گئی اور شام میں اہلبیت کے مصائب ذکر کئے گئے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم خدا فرماتا ہے یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون یعنی اے ایمان والو جس طرح تم سے پہلے لوگوں (یعنی اہل کتاب) پر روزہ رکھنا واجب تھا تم پر بھی واجب کیا گیا تاکہ تم بہت سے گناہوں سے) بچو ۔ اس آیت میں خدا ہم لوگوں کو بتاتا ہے کہ روزہ رکھنا اسلام سے پہلے جو امتیں تھیں ان پر بھی واجب تھا اور ہم لوگوں پر بھی واجب کیا گیا ہے۔ اس وجہ سے اس کا رکھنا ضروری ہے۔ جو شخص اس کو نہیں رکھیگا وہ خدا کے حکم کے

خلاف کریگا جس سے گنہگار ہوگا اور اوس پر سخت عذاب کیا جائیگا۔ اس سبب سے حدیثوں میں بھی اس عبادت کی بڑی تاکید کی گئی ہے کہ اس کو بھی ضرور ادا کرنا چاہئے۔ اس کے نہ کرنے سے دنیا میں بھی سزا دینے کا حکم ہے اور قیامت میں بھی بڑا دردناک عذاب ہوگا۔ ہمارے بہت بڑے مجتہد جناب مولانا آقا سید محمد کاظم صاحب طباطبائی مرحوم نے تحریر فرمایا ہے کہ ماہ رمضان المبارک کا روزہ واجب ہے اور اس کو واجب جاننا مذہب کی ضروری باتوں سے ہے۔ جو شخص اس کو واجب نہیں جانیگا وہ دین اسلام سے الگ ہو کر مرتد اور کافر ہو جائیگا اور اوس کو قتل کر دینا واجب ہوگا۔ اور جو شخص روزہ رکھنے کو واجب جانے تو مگر جان بوجھ کر وہ خود روزہ رکھے نہیں اس کو پچیس کوڑے کی سزا دیجائیگی۔ یہ تو ایک روزہ چھوڑنے کی سزا ہے۔ اگر وہ دوسرا روزہ بھی چھوڑے تو پھر پچیس کوڑے مارے جائیں گے اور اگر تیسری دفعہ بھی روزہ چھوڑے تو اس کو قتل کر دیا جائیگا۔ اگرچہ بہتر ہے کہ ایک دفعہ اور سزا دیکر اس کو موقع دیا جائے کہ شاید وہ توبہ کر کے روزہ رکھنے لگے لیکن اگر تین دفعہ سزا کے بعد بھی وہ روزہ نہ رکھے تو اب اس کو قتل کر دینا ضروری ہے[1] یہ حکم اُس ملک کا ہے جہاں مجتہد اور حاکم شرع کی حکومت ہو۔ ہندوستان میں گورنمنٹ نے کسی کو اس کا اختیار نہیں دیا ہے کہ جو روزہ نہ رکھے اس کو قتل کر سکے۔ اس وجہ سے یہاں کے مجتہد اور حاکم شرع کسی روزہ خوار کو قتل نہیں کر سکتے ہیں مگر قیامت میں تو خدا کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہوگی۔ وہاں کا عذاب تو دنیا کی سزاؤں سے کروڑوں درجہ زیادہ سخت ہوگا۔ آپ درود

[1] عروہ وثقی صفحہ ۳۲۴

پڑھیں تو یں اسکی کچھ حد نہیں پڑھو اللھم صل علی محمد و آل محمد۔
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ جو شخص ماہ رمضان کا ایک روزہ بھی جان کر چھوڑ دیگا اس سے ایمان کی روح نکل جائیگی۔ اس کا مطلب صاف ہے کہ جس طرح روح نکل جانے سے آدمی بیکار ہو جاتا ہے اسی طرح ایمان کی روح نکل جانے سے اس کا ایمان بیکار ہو جائیگا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہی یہ بھی فرماتے تھے کہ خدا کسی بندے کو اسکی طاقت سے زیادہ کا حکم نہیں دیتا ہے دیکھو لوگوں کو یقیناً ایک مہینہ سے زیادہ روزہ رکھنے کی طاقت ہے مگر خدا نے اُن پر اتنا ہی واجب کیا کہ بس سال بھر میں ایک مہینہ روزہ رکھ لیا کریں۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ یا حضرتؑ ایک شخص کو لوگوں نے دیکھا ہے کہ ماہ رمضان میں اس نے تین روزے جان بوجھکر (بغیر کسی بیماری وغیرہ کے) چھوڑ دیئے ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا اس سے دریافت کرو کہ وہ اس کا اعتقاد رکھتا ہے یا نہیں کہ اس پر روزہ واجب ہے اور روزہ نہ رکھنے سے وہ گنہگار ہو رہا ہے۔ اگر وہ کہے کہ ہاں وہ گنہگار ہو رہا ہے تب اس کو صرف (کوڑوں کی) سزا دیجائیگی۔ لیکن اگر وہ کہے کہ اس پر روزہ واجب ہی نہیں ہے اور وہ گناہ نہیں کرتا (تو معلوم ہوگا کہ وہ روزہ کو واجب نہیں جانتا ہے جسکے سبب وہ مرتد ہو گیا) تو اس صورت میں اس کو قتل کر دیا جائیگا۔ ایک اور شخص بیان کرتا تھا کہ لوگوں نے حضرتؑ سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا کہ وہ تین مرتبہ اس جرم میں پکڑا گیا کہ روزہ چھوڑ دیتا ہے

حضرتؑ نے فرمایا تیسری دفعہ پکڑا جائے تو امام کے پاس گرفتار کر کے لایا جائیگا اور قتل کر دیا جائیگا۔ اور حضرت امام جعفر صادقؑ یہ بھی فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام شہر کوفہ کی مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ حضرتؑ کے پاس لوگ چند ایسے شخصوں کو گرفتار کر کے لائے جو ماہ رمضان میں دن کے وقت کھانا کھاتے تھے۔ اُن بے روزہ داروں کا مقدمہ حضرتؑ کے سامنے پیش ہوا تو حضرتؑ نے اُن سے فرمایا کیا تم لوگ واقعاً دن کو کھانا کھاتے تھے اور تم لوگوں نے روزہ نہیں رکھا ہے؟ اُن سب نے کہا ہاں ہم لوگ روزے سے نہیں ہیں اور دن کو کھانا کھا رہے تھے۔ اسپر حضرتؑ نے پوچھا کیا تم لوگ یہودی ہو؟ اُنھوں نے جواب دیا نہیں ہم لوگ یہودی نہیں ہیں۔ تب حضرتؑ نے پوچھا پھر کیا تم سب عیسائی ہو؟ اُن لوگوں نے کہا نہیں ہم عیسائی بھی نہیں ہیں۔ اب حضرت نے پوچھا پھر تم لوگ اسلام کے سوا اور کس مذہب پر ہو؟ اُن لوگوں نے کہا کہ ہم سب مسلمان ہی ہیں۔ تب حضرتؑ نے پوچھا تو کیا تم لوگ مسافر ہو (کہ سفر کی وجہ سے روزہ چھوڑ رکھا ہے)؟ اُن لوگوں نے کہا نہیں ہم مسافر بھی نہیں ہیں۔ اس پر بھی حضرتؑ نے حجت تمام کرنے کو پوچھا کہ کیا تم لوگ کچھ بیمار ہو یا کوئی ایسی شکایت ہے کہ جسکی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتے اور جس کی خبر ہم لوگوں کو نہیں ہے؟ کیونکہ تم لوگوں کو اپنی صحت اور بیماری کا زیادہ علم ہوگا جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے:- بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ یعنی آدمی اپنے حال کو خود ہی خوب سمجھتا ہے (پارہ ۲۹ رکوع ۱۷) اسپر

ماہوار رسالہ

اصلاح

نمبر ۸ ماہ شعبان المعظم ۱۳۵۲ھ جلد ۳۷

فہرست مضامین

U.9205

تنقید بخاری کو مکمل کیجئے ہمدردان دین وملت! آپ نے اخبار میں پڑھا اور اس رسالہ میں بھی پڑھیں گے کہ حضرت حجۃ الاسلام آیۃ اللہ فی الانام مولانا السید علی اظہر صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ نے انتقال فرمایا جس سے عالم اسلام میں ماتم بپا ہے دس پندرہ سال قبل بھی حضرت ممدوح بہت علیل ہوئے تھے تو ہم سے وصیت فرمائی تھی کہ تنقید بخاری مکمل کر ڈالنا اور تحفہ اثنا عشریہ کے جواب رد التحفہ کو بھی پوری کرنے کی برابر تاکید فرماتے تھے۔ اب شدید ضرورت ہے کہ یہ دونوں کتابیں مکمل کر دی جائیں جس سے حضرت ممدوح اعلی اللہ مقامہ کی روح خوش ہو۔ ہم اس کتاب کا مضمون لکھتے ہیں اور آپ حضرات اسکے چھپوانے کا سامان فرمائیں۔ اگر کل ہمدردان اصلاح صرف دو دو جدید خریدار اصلاح عنایت فرمائیں تو بہت آسانی سے تنقید بخاری کے چھپنے کا سامان بھی ہو جائے۔ اس کتاب مستطاب کے ۴ حصے شایع ہو چکے ہیں اور پانچواں حصہ شروع ہو چکا تھا مگر مکمل نہیں ہو سکا۔ یہ کتاب اس قدر مقبول ہوئی کہ پہلی اور دوسری جلد اب دفتر میں نہیں ہے۔ ان دونوں کو بھی پھر فوراً چھپوانا ضروری ہے۔ آپ سے کوئی جدید فرمائش نہیں ہے بلکہ صرف یہ کہ دو جدید خریدار اصلاح کسی طرح مرحمت فرمادیں۔

مناظرہ مامون الرشید دو جدید خریدار اصلاح عنایت فرمانے والے حضرات کو کتاب مناظرہ مامون الرشید انعام ملیگی اسمیں وہ زبردست مناظرہ اردو ترجمہ کے ساتھ لکھا گیا ہے جو مامون نے اپنی سلطنت کے ۴۰ جلیل القدر علماء اہلسنت سے اس مسئلہ پر کیا تھا کہ حضرت امیر المومنینؑ ہی آنحضرتؐ کے بعد سب سے افضل تھے اور اس مناظرہ کے فتح کا سہرا بھی مامون ہی کے سر رہا۔ نہایت دلچسپ اور قابل قدر چیز ہے۔ بس دو جدید خریداروں کا چندہ جلد عنایت فرمائیں کہ ان دونوں حضرات کے نام رسالہ اصلاح جاری کر دیا جائے اور آپ کے پاس کتاب مناظرہ روانہ کر دی جائے جس سے تنقید بخاری مکمل ہونے کا موقع بھی نکلے۔

چندہ اصلاح ۱۳۵۲ ہجری جن حضرات نے اب تک نہیں بھیجا وہ بذریعہ منی آرڈر روانہ فرمائیں۔ اور وی پی کا انتظار نہ کریں کہ ہم بہت پریشان ہیں۔ اس زحمت سے بچائیں۔ ستارہ خطوط اور رقوم اس کثرت سے تعزیت کے لئے آئے تھے کہ ہم ضروری کام بھی نہیں کر سکتے پھر وی پی کیسے روانہ کریں۔ آپ خاص کوشش فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصلاح

نمبر ۸ | ماہ شعبان المعظم ۱۳۵۲ ہجری | جلد ۲۷

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

رِضًا بِقَضَائِہٖ وَتَسْلِیْمًا لِاَمْرِہٖ

آہ۔ آفتاب علم وتحقیق غروب ہو گیا۔
افسوس فخر دین وملت اور حامی مذہب شیعہ رخصت ہوگیا
واویلا۔ ظہیر الایمان والمومنین کا سایہ اوٹھ گیا
واغوثاہ۔ عالم اسلام میں رخنہ عظیم پیدا ہو گیا
ہاے۔ دفتر اصلاح یتیم ہو گیا

یعنی

حضرت زین العلماء المتاہبین سید المحققین فخر المتکلمین الذاب عن الدین المبین ناصر شریعۃ سید المرسلین نائب الائمۃ الطاہرین حجۃ الاسلام والمسلمین آیۃ اللہ فی العالمین مولانا ومعتمدانا آقا سید علی اظہر صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ وطیب اللہ رمسہ نے تقریباً ۷۵ سال کی عمر میں ۱۲ شعبان ۱۳۵۲ ہجری مطابق یکم دسمبر ۱۹۳۳ء روز جمعہ ۵ بجے شام کو دنیا سے رحلت فرمائی۔ فصبر جمیل واللہ المستعان

وھو حسبی ونعم الوکیل ونعم المولی ونعم النصیر

اس حادثہ فاجعہ نے ہمارے دل و دماغ کو بیکار کر دیا ہے ۔ تمام دنیا اندھیری معلوم ہو رہی ہے ۔ ہوش و حواس بجا نہیں ہوتے ۔ افسوس ہمارے قبلہ و کعبہ ہی کا سایہ نہیں اٹھا بلکہ رکن ایمان متہدم اور دین حق کا بہت بڑا خادم اٹھ گیا ۔ آہ وہ بزرگ اٹھ گئے جنھوں نے حمایۃ دین حق میں اپنی عمر وقف کر دی تھی ۔ ماہ رجب کے رسالہ اصلاح میں مومنین اس خبر کو پڑھ چکے ہیں کہ حضرت ممدوح کی علالت اور نقاہت کی یہ حالت ہو گئی کہ ۲۳ جمادی الاخریٰ کی مجلس میں جناب اقدس کے اصرار سے ہم لوگ آپکو پلنگ پر لٹا کر حسینیہ میں لیگئے ۔ اسکے بعد ضعف بڑھتا ہی گیا اور تمام اعزہ و مومنین میں اضطراب زیادہ ہی ہوتا گیا ۔ ماہ رجب کا مہینہ اسی حالت میں ختم ہوا ۔ ۵ شعبان دوپہر تک غذا ہوتی رہی شب ششم شعبان کو حسب معمول غذا ہوئی مگر پوری نہیں ہو سکی ۔ اسکے تھوڑی دیر کے بعد استفراغ ہوا ۔ جس سے مزاج کی حالت خوفناک ہو گئی ۔ صبح کو شدید نفخ ہو گیا ۔ اور حواس بھی معطل ہو گئے ۔ اُسی وقت تمام اعزہ و مومنین میں خبر رحلت مشہور ہو گئی مگر وہ غلط تھی ۔ فوراً مقامی اسپتال کے ڈاکٹر جناب ڈاکٹر محسن رضا صاحب دام الطافہ جو اپنے اوصاف حمیدہ میں فرد اور یہاں نہایت ہر دلعزیز ہیں تشریف لائے ۔ اُسی وقت احتقان دیا گیا ۔ اجابۃ ہوئی اور اس سے نفخ آہستہ آہستہ زائل ہو گیا ۔ آنکھیں بھی کھولدیں کچھ باتیں بھی کیں مگر طبیعت گرتی ہی گئی ۔ تمام قویٰ و اعضاء رفتہ رفتہ جواب دیتے رہے یہاں تک کہ ۱۲ شعبان سہ پہر کو حضرت ممدوح نے دنیا سے رحلت فرمائی ۔

۲ ماہ صیام ۱۲۷۷ ہجری کو ولادۃ باسعادت ہوئی تھی مظہر اسلام تاریخی نام تھا ۔ اس حساب سے انتقال کے وقت ۲۰ دن کم ۷۵ سال عمر تھی ۔ تصنیف و تحقیق کا شوق اس قدر غالب تھا کہ شائد دس بارہ ہی سال کی عمر سے اس کام کو شروع کر دیا تھا ۔ اس وقت تک حضرت ممدوح کی مستقل مصنفات غالباً ۵۰ سے زیادہ ہیں اور تحقیقی مضامین کے صفحات تو کئی ہزار تک پہونچ گئے تھے ۔ انشاء اللہ حضرت ممدوح کی مستقل سوانح عمری بہت جلد مومنین کی خدمت میں پیش ہو گی جس سے معلوم ہو گا کہ اس صدی

میں خداوند عالم نے دنیا کی جن ممتاز اور عظیم الشان مخصوص ہستیوں کو پیدا کیا تھا انمیں
حضور ممدوح بھی تھے۔ کیونکہ اس نے خاص دین حق کی اشاعت وحمایت کے لئے آپ کو فوق العادہ
دل ودماغ کے ساتھ پیدا کیا تھا جس کا یہ اثر تھا کہ جو باتیں دوسروں کو محال نظر آتی
تھیں اسکو حضرت ممدوح بالکل آسان سمجھتے اور کرکے دکھادیتے تھے۔ کھجوا صوبہ بہار
ضلع سارن میں ایک دیہات ہے جہاں سے ریلوے اسٹیشن ۱۴ میل پر ہے اور
جہاں نہ جہاز ہے نہ موٹر کا سلسلہ۔ مگر یہاں بیٹھکر رسالہ بھی جاری کردیا۔ مطبع بھی
قائم کیا اور تقریباً ۳۳ سال تک اطمینان سے بیٹھے ہوئے تحقیقات کا ذخیرہ مہیا
فرماتے اور اپنے انوار علوم وہدایت سے تمام عالم کو منور فرماتے رہے جس مخالف کا
جیسا اعتراض دیکھا اس سے زیادہ زبردست اور دندان شکن جواب دیکر اسکو خاموش
کردیا۔ ان سب باتوں کے بیان کے لئے دفتر چاہیئے اور مومنین کو سوانحعمری جناب ممدوح
کا انتظار کرنا ہوگا۔ حضرت ممدوح کی اولاد کثرت سے ہوئی جن سے بہت ضایع ہوگئیں
اور امتحان اولاد اور اس پر صبر کرنے میں بھی حضرت ممدوح انبیاء وائمہ طاہرین کے
نمونہ ظاہر ہوئے۔ اس وقت حضرت ممدوح نے بفضلہ تعالیٰ ۲ بیٹے۔ ایک بیٹی ۳
پوتے۔ ۳ پوتیاں اور دو نواسے چھوڑے۔ حضرت ممدوح کا دلد اکبر یہ مصیبت زدہ
احقر علی حیدر ہے جسکی عمر ۴۸ سال کے قریب پہونچی اور جسکے ذمہ رسالہ اصلاح و الشمس
کی خدمات مدت دراز سے ہیں۔ حضرت ممدوح کے چھوٹے فرزند برادرم سید موسیٰ کاظم
سلمہ ہیں جنکی عمر ماشاءاللہ تقریباً ۲۰ سال کی ہوئی۔

اگرچہ تقریباً پانچ سال سے حضرت ممدوح کوئی علمی کام نہیں کرسکے۔ نہ ہاتھ میں قوۃ
تھی کہ کوئی کتاب بلکہ کوئی مضمون لکھتے نہ دل و دماغ میں طاقت تھی کہ کسی سے کچھ
لکھواسکتے۔ لیکن حضرت ممدوح کا سایہ ہی انوار تحقیقات وفیوض تھا اور اب حضرت
کی رحلت سے ہر وقت ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک بہت بڑا پہاڑ ہماری پشت پر
تھا جو بحکم خدا ہٹ گیا اور ہم بے پناہ ہوگئے۔ مگر قوی امید ہے کہ جس ارحم الراحمین

کے حکم سے یہ مصیبت واقع ہوئی اوسی کی رحمت سے ہمیں صبر کی طاقت مرحمت ہوگی۔
محترم ہمعصر سرفراز لکھنؤ کے ذریعہ سے اس حادثہ فاجعہ کی خبر ہندوستان اور باہر کے
مومنین کو ہوگئی ہے جس پر کثرت سے تعزیت کے خطوط آنے لگے اور قرآن خوانی اور مجلس
عزا قائم ہونے کی خبر بھی ملنے لگی۔ یقیناً حضرت ممدوح کی دینی خدمات اس قابل
تھیں کہ آپ کے لئے جس قدر ماتم کیا جائے کم ہے اور جس قدر قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی
کی مجلسیں منعقد ہوں مناسب ہے۔ ہم کل حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور ہم
سب کے اس احسان کو یاد رکھیں گے۔ البتہ یہ بھی عرض ہے کہ آپ حضرات خصوصیت
سے یہ بھی دعا فرمائیں کہ خدا اس سخت حادثہ کے برداشت کرنے کی طاقت ہمیں عطا فرمائے۔
اور ان جلیل القدر خدمات کے جاری رکھنے کی توفیق بھی کرامت فرمائے۔ اب ہمارا پہلا فرض
فرض یہ ہے کہ حضرت ممدوح کی اُن مصنفات کو جنکے نسخے ختم ہو گئے دوبارہ چھپوائیں
اور جن مصنفات کو حضرت ممدوح نے ناقص چھوڑا اونھیں جلد مکمل کریں خصوصاً تنقید
بخاری اور رد التحفہ کہ دونوں ناتمام ہیں۔ تنقید بخاری نے اسلامی دنیا میں ایسا
تلاطم پیدا کیا کہ اس کا جواب کسی ایک شخص سے ممکن نہیں ہوا تو اہل حدیث کانفرنس
کے ذمہ یہ کام کیا گیا۔ مگر پوری کانفرنس بھی اسمیں ناکامیاب رہی۔ اُس کتاب کے
بقیہ حصوں کو تمام کرکے کتاب کو مکمل کر دینا انشاء اللہ عظیم الشان دینی کارنامہ ہوگا۔
اسی طرح تحفہ اثنا عشریہ کا مفصل جواب اردو زبان میں یعنی رد التحفہ کو پورا کرنا بھی
مذہب حق کی اشاعت وحمایت کا بہترین ذریعہ ہوگا۔

اصلاح کے اس نمبر کے اوراجزا پہلے چھپ چکے تھے اور شروع کے صفحات باب التفسیر کے لئے
رُکے ہوئے تھے کہ ۴ شعبان سے ہم سب لوگ اس مصیبت میں مبتلا ہو گئے جس نے دل و دماغ بیکار
کر دیا۔ اس وجہ سے رسالہ کی اشاعت میں بھی بڑی تاخیر ہوگئی اور کیونکر نہیں کہ اس سانحہ ہوش ربا کا
اثر ہی ایسا ہونا تھا۔ مومنین دعا فرمائیں کہ خداوند عالم اب پہلے سے زیادہ ہمیں خدمت اسلام
اور حمایت دین حق کی قوت عطا فرمائے۔ اگر اس کی تائید شامل حال رہی تو بڑے بڑے مصائب کو انسان بھول جا سکتا ہے

حیدر آباد کا دردناک حادثہ

تمام ہندوستان کے عموماً اور ریاست حیدر آباد کے مومنین نے خصوصاً نہایت رنج والم سے یہ مصیبت ناک خبر سنی کہ ریاست حیدر آباد دکن کے مشہور ذی اثر اور خاندانی رئیس عالیجناب سرکار نواب جان خانان بہادر اعلی اللہ مقامہ نے ۷۱ سال کی عمر میں گذشتہ جمادی الاخری ۱۳۵۲ھ ہجری مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو انتقال فرمایا۔ آپ وہاں کے روساے عظام اور ارکان کرام سے تھے اور آپکی بہت جلیل الشان ہستی تھی۔ ایک زمانہ میں ریاست کے محکمہ رفاہ عام کے وزیر اور ریلوے منسٹر بھی رہ چکے تھے۔ دہلی کے اوس دربار میں جسمیں ملکہ وکٹوریہ کے امپرس آف انڈیا ہونے کا اعلان کیا گیا تھا سرکار نظام کے ہمراہ جناب مرحوم نے بھی شرکت فرمائی تھی جناب مرحوم مذہبی علوم سے اچھے واقف اور باخبر تھے اور دینی امور کو آپکی ذات سے خاص رونق حاصل تھی خصوصاً مذہب شیعہ اور مومنین کو تو آپ سے بہت ہی بڑی قوت تھی جسکی وجہ سے تمام امور دین وملت آج آپ کے لئے ماتم کر رہے ہیں۔ افسوس کہ ایک بہت ہی فیاض اور رکن دین وملۃ ہستی ہم لوگوں سے جدا ہو گئی جس پر جو کچھ بھی رنج والم کیا جائے کم ہے مگر مشیت ایزدی میں کوئی چارہ نہیں بڑے بڑے انبیاء اور بادشاہ وقت تک اپنی اجل معین کو نہیں روک سکے۔ اب دعا ہے اور تمام ناظرین اصلاح بھی دعا کریں کہ خداے غفور جناب مرحوم کو اپنی رحمت اور حضرت رسول خدا اور ائمہ طاہرین کے جوار میں جگہ دے۔ اور آپ کے فرزند سعید وخلف رشید وصالح عالی جناب نواب کمال یار جنگ بہادر دام اقبالہ ودیگر متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے کل حضرات سورہ فاتحہ وسورہ توحید کا ثواب جناب مرحوم کی روح کو پہونچائیں۔

اودھ اخبار غم افسوس اس طرف اور بھی چند حادثے نہایت جانکاہ ہوئے (۱) ۲۲ رجب ۱۳۵۲ھ کو بھیکہ پور ضلع سارن کے بہت بڑے محترم بزرگ اور حاذق وکامل طبیب جناب حکیم سید محمد محسن صاحب مرحوم نے طویل علالت کے بعد انتقال کیا۔ مرحوم کی عمر ۸۵ سے زیادہ تھی مگر آخر وقت تک اپنے طبی فیوض سے لوگوں کو نفع پہونچاتے رہے۔ آپکے کمال اور آپ پر لوگوں کے وثوق و اطمینان کی یہ حالت تھی کہ لکھنؤ میں ضلع سارن کے جو لوگ بیمار ہوتے تھے وہ اتنے بڑے شہر کو

چھوڑ کر بھیکپور پہونچتے اور اپنے کو مرحوم کے زیر علاج کر کے ہر طرح بیفکر ہو جاتے تھے اور نتیجہ بھی کامیابی کی صورت میں ظاہر ہوتا۔ اسکے علاوہ آپکی سادگی۔ تواضع۔ مہمان نوازی۔ بے تکلفی بھی آپکے نمایاں اوصاف تھے۔ دینوی کامیابی کے اعتبار سے بھی آپ خوش قسمت تھے کہ اپنے وطن میں بیٹھے ہوئے اور مومنین کی مفت خدمت کر کے بھی اس قدر ترقی کی کہ ایک عالی شان کوٹھی اور ایک بہت شاندار مسجد بنوائی اور کافی جائداد پیدا کی۔ خدا آپکے درجات عالی کرے اور آپکے پسماندگان خصوصاً آپکے خلف صالح جناب حکیم سید محمد زکی صاحب دام عزہ کو صبر عطا فرمائے اور آپکو مرحوم کا حقیقی جانشین بنائے (۲) شب ۲۴ رجب ۱۳۵۲ ہجری کو گوپالپور ضلع سارن کے بہت بڑے محترم بزرگ جناب سید منظر عباس صاحب مرحوم زمیندار ضلع باندا نے بھی طویل علالت کے بعد ۴۷ سال کی عمر میں بمقام لکھنؤ انتقال کیا اور باندا میں دفن کئے گئے۔ مرحوم بڑے صاحب شرف اور اخلاق حمیدہ کے حامل تھے فن زمینداری میں اعلیٰ درجہ کی قابلیت اور تجربہ رکھتے۔ مذہبی معلومات بھی اچھی تھیں۔ عبادت اور دیگر دینی امور میں ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ بڑے رعب اور دبدبہ سے بند ملکھنڈ میں رہتے اور زمینداری کے امور انجام دیتے۔ ضلع باندا میں آپکا خاص اثر تھا۔ اور تمام حکام اور غیر اقوام میں بھی بہت بڑی ہر دلعزیزی حاصل کی تھی۔ خدا مرحوم کے درجات عالی کرے اور آپکے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے گوپالپور کا بہت بڑا ستون اور اوٹھ گیا۔ مومنین سورۂ فاتحہ و توحید کا ثواب سب کی روحوں کو ایصال فرمائیں۔

کتاب آل و اصحاب عرف مشعل ہدایت مصنفہ جناب حاجی سید اظہار حسنین صاحب بی۔ اے مجسٹریٹ پنشنر کجھوا کی طیار ہو گئی۔ اسکے متعلق عالی جناب زین الاماجد الاطیاب سید غلام قاسم صاحب رئیس کجھوا مصنف کبریت احمر وغیرہ نے حسب ذیل تقریظ لکھی ہے " رسالہ شریفہ آل و اصحاب ملقب بہ مشعل ہدایت مولفہ عالیجناب گرامی القاب عمدۃ الاماجد المصطفین حاج الحرمین مولوی سید اظہار حسنین صاحب بی۔ اے مجسٹریٹ پنشنر و رئیس کجھوا زاد اللہ کرمہ و فضلہ کو میں نے متعدد مقامات سے پڑھوا کر سنا اس رسالہ کی تصنیف و تالیف میں اعانت غیبی ہوئی ہے۔ مولف ممدوح نے قرآن سے ثابت کر دیا ہے

کہ از آدم صفی اللہ ایک لاکھ سے زائد انبیا ء گزرے ہیں اون میں سے کسی نبی کا جانشین یا خلیفہ یا وارث بمقابل اونکی آل یا ذریت کے کبھی کوئی صحابی اگرچہ مومن و جنتی ہو انتخاب امت سے نہیں ہوا ہے۔ یہی سنت اللہ ابتدا سے برابر جاری رہی اسمیں کبھی تغیر و تبدل نہیں ہوا چنانچہ جناب باری فرماتا ہے لا تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ولا تجد لسنۃ اللہ تحویلا ذریت رسول کو چھوڑ کر اصحاب کو خلیفہ بنانا اسلام میں پہلی بدعۃ ہے جسکی ابتدا ابوبکر صاحب کی خلافت سے ہوئی جو سراسر ناجائز ہے اور ایسے خود ساختہ خلفا کے پیرو بر سر خطا ہیں۔ غرض و غایت ایسے خلافت کی بنی امیہ کی جو دشمن خدا و رسول تھے ملک اور خاندان رسول کو تباہ و برباد کرنا تھی اور اسی غرض سے قرآن میں حرفت کر کے جیسا کہ اوسکے سیاق عبارت سے ظاہر ہے اہلبیت رسول کی منزلت کو گھٹانے کی کوشش کی گئی ہے مگر واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون مولف ممدوح نے انھیں آیات سے خلفاے ثلاثہ کا بر سر ناحق ہونا اور ائمہ اہلبیت طاہرین کا منصوص من اللہ و من الرسول ہونا کما حقہ عام فہم الفاظ میں مثل آفتاب نصف النہار کے واضح کر دیا ہے فجزاہ اللہ احسن الجزاء خداوند عالم اس رسالۂ مبارکہ کے مطالعہ کی ہر طالب حق کو توفیق عطا فرمائے۔ والسلام علی من اتبع الہدی۔ بندہ سید غلام قاسم عفا عنہ قیمت ۸؎ مصنف ممدوح سے طلب کیجئے

خداے کریم اصلاح کو ضرور جاری رکھیگا بلکہ بہت زیادہ ترقی دے گا

اصلاح نمبر ۳ میں ہمدردان اصلاح کو یہ مضمون دیکھکر کہ "کیا اصلاح جاری رکھا جائے" ضرور تردد پیدا ہوا ہو گا مگر وہ مطمئن رہیں کہ خداے کریم و رحیم اس رسالہ اور اسکی خدمات کو نہ صرف زندہ رکھیگا بلکہ بفضلہ اسکو بہت زیادہ ترقی بھی دیگا کیونکہ یہ اسی کے دین حق کی تائید و تشئید کے لئے جاری کیا گیا اور اسی کے پسندیدہ مذہب کے نشر و اشاعۃ میں مشغول ہے اور اسی کے ایک عالم جلیل نے اسکی بنیاد قائم کی۔ چنانچہ اسکی پہلی ہی آواز پر خدا نے اپنے فضل و کرم سے جناب سید حامد حسین صاحب ایم۔ اے مولف کتاب اسلامی لغۃ مقیم ساگر صوبہ متوسطہ کو متاثر کر دیا۔ آپ نے تحریر فرمایا "آپ کی اس اطلاع نے جو رسالہ اصلاح میں اس عنوان سے

شایع ہوئی ہے کہ کیا اصلاح جاری رکھا جائے۔ مجھے ایثار پر آمادہ کردیا اور یہ بھی ارادہ کرلیا کہ ایک مشین پریس کے لئے اگر اور کوئی کام نہیں دے سکتا تو کم از کم اسلامی لغت کی طباعت ہی آپ کے سپرد کردوں اس لئے ذریعہ ہذا ملتمس ہوں کہ مندرجہ ذیل امور کا جواب عنایت فرمائیں"۔ ممدوح کا شکریہ ادا کرکے جواب روانہ کردیا گیا اور انشاء اللہ اسلامی لغت کی تیسری جلد اسی مشین پریس پر چھپیگی۔ اگر اسی طرح اور حضرات بھی آمادہ ہوجائیں اور اپنے اپنے مقام سے کتابیں۔ رسالے۔ فارم۔ اشتہار وغیرہ چھپوانے کو یہاں روانہ کرتے جائیں تو نہ صرف ہماری دقتیں کم ہوں بلکہ ہم جلد از جلد رسالہ اصلاح کو ۲۴ صفحہ کا ہوا شایع کرنے لگیں۔ ایک اور صورت سے آپ حضرات مشین پریس کی مدد کرسکتے ہیں کہ ہر مقام پر مڈل اور ہائی اسکول ہیں۔ آپ حضرات اُن اسکولوں کے ہڈماسٹروں سے ملکر اسکول کے ششماہی اور سالانہ امتحانات کے پرچہائے سوالات یہاں چھپوانے کو روانہ کرائیں کھجوا ریلوے اسٹیشن سے ۱۴ میل پر واقع ہے اور یہاں جہاز یا موٹر کا سلسلہ بھی نہیں ہے اس وجہ سے یہاں کا پرچہ سوال کسی اسکول کے طلبہ کو مل ہی نہیں سکتا اور کل پرچے بہت محفوظ چھپکر ہڈماسٹروں تک پہونچا یا کرینگے۔ اگر کل ہمدردان اصلاح اپنے اپنے مقام کے اسکولوں سے پرچے بھجوا دیا کریں تو اس سے بھی اصلاح مشین پریس کو کافی آمدنی ہوسکتی ہے۔ اور جو حضرات ریاستوں کے قریب ہیں وہ وہاں کے سرکاری کاغذوں اور فارموں کو یہاں چھپوانے کے لئے بھیج سکتے ہیں۔ ہمارا وعدہ ہے کہ جس خرچ میں اور جیسا لکھنؤ۔ الہ آباد۔ بنارس۔ کانپور۔ پٹنہ۔ کلکتہ وغیرہ کے مطابع چیزیں چھاپ دینگے ویسی ہی اور اسی خرچ میں یہاں سے بھی کل چیزیں چھپوا کر روانہ کردی جائینگی۔ بحرالبکا

افسوس اس نمبر میں مجالس خاتون کے صفحات نہیں ہوسکے کیونکہ ہم سب بدحواس تھے۔ دل و دماغ سے کچھ کام نہیں ہوسکتا تھا کسی طرح دوسرے مضامین سے اس نمبر کو پورا کرکے ناظرین تک پہونچایا جاتا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ نمبروں میں ان سب کی کمی پوری کردی جائیگی۔ آپ حضرات دعا فرمائیں کہ خدا ہم لوگوں کو اس مصیبت عظمیٰ میں صبر کی قوت عطا فرمائے۔ بحق محمد و آلہ الطاہرین

شب براءۃ کی تحقیق

سال گزشتہ سنہ ۵۱ ہجری میں اخبار اہلحدیث امرتسر نے شب براءۃ کے بارے میں حسب ذیل مضمون شایع کیا تھا۔

"اس ماہ مبارک شعبان المعظم میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بہت روزے رکھا کرتے تھے۔ ام المومنین صدیقہ رضؓ فرماتی تھیں کہ ما رایتہ فی شہر اکثر منہ صیاماً فی شعبان (متفق علیہ) میں نے حضرتؐ کو کسی مہینہ میں نہ دیکھا کہ بہت روزے رکھتے ہوں نسبت بہ شعبان کے یعنی شعبان میں اتنے روزے رکھتے کہ اور مہینہ میں اتنے نہ رکھتے (بخاری مسلم)

ایک روایت میں ہے کہ اُسامہ نے عرض کیا کہ حضرت اس مہینہ میں اکثر آپ کو روزہ دار دیکھتا ہوں آپ نے فرمایا یہ مہینہ ایسا ہے کہ لوگ اس سے غافل ہیں۔ اس میں اعمال بنی آدم پروردگار جل ذکرہ کیطرف اُٹھائے جاتے ہیں لہذا میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل ایسی حالت میں اٹھایا جائے کہ میں روزہ دار ہوں (نسائی)

اس ماہ کی پندرہویں شب کو شب براءت کہتے ہیں۔ اس رات میں عبادت کرنا اور دن میں روزہ رکھنا مسنون ہے۔ ابن ماجہ میں حضرت علی رضؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پندرہویں شب شعبان کی ہوا کرے تو شب میں عبادۃ کیا کرو اور دن میں روزہ رکھا کرو۔ کیونکہ حق جل مجدہ اس رات میں غروب آفتاب کے وقت آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ ہے کوئی مغفرت مانگنے والا کہ میں اس کی بخشش کروں۔ ہے کوئی رزق طلب کرنے والا کہ میں اس کو روزی دوں۔ ہے کوئی مصیبت زدہ کہیں اس کو عافیت دوں۔ حتی یطلع الفجر

ابن ابی الدنیا نے حضرت عطار سے روایت کیا کہ اس رات میں ایک صحیفہ ملک الموت کے حوالہ کیا جاتا ہے جسمیں اس سال میں تمام مرنے والوں کی فہرست ہوتی ہے پس بندہ

درخت لگاتا ہے۔ مکان تعمیر کرتا ہے۔ نکاح کرتا ہے۔ حالانکہ اس کا نام مرنے والوں میں لکھا ہوتا ہے۔

ابن ماجہ میں ہے کہ اس رات میں بجز مشرک اور کینہ ور کے ساری مخلوقات کی مغفرت فرمائی جاتی ہے۔

بیہقی میں ہے کہ ام المومنین عائشہ کی باری پندرہویں کو پڑی آپ رات میں آہستہ سے اُٹھکر قبرستان چلدیئے اور لگے دعائے مغفرت فرمانے۔ بقیع سے لوٹ کر فرمایا اے عائشہ جبرئیل آئے اور کہا آج شب براءت ہے اور اس رات میں بنی کلب[1] کی بکریوں کی صوف اور بالوں کی مقدار جل مجدہ وذکرہ کے رہائی دیئے ہوئے دوزخی چھوٹیں گے۔ البتہ مشرک کینہ ور رشتہ ناطہ کے حقوق نہ سمجھنے والے۔ ٹخنہ سے نیچے کپڑا لٹکانے والے۔ والدین کے نافرمان۔ شرابی کی طرف اللہ پاک نگاہ رحمت نہ فرمائیگا۔ العیاذ باللہ

شب براءت میں آپ سجدے میں عرصہ تک یہ دعا فرماتے رہے اعوذ بعفوک من عقابک یا اللہ میں تیری معافی کی پناہ چاہتا ہوں تیرے عذاب سے۔ اور صبح کو فرمایا اے عائشہ یہ دعا خود بھی یاد کرلو اور لوگوں کو سکھلادو۔ جبرئیل علیہ السلام نے سجدہ میں بار بار کہنے کا مجھ کو حکم دیا ہے واعوذ برضاک من سخطک۔ تیری خوشنودی کی پناہ چاہتا ہوں تیرے غصہ سے واعوذ بک منک جل وجہک تیری پناہ چاہتا ہوں تجھ سے تیری شان بہت بڑی ہے لا احصی ثناءً علیک انت کما اثنیت علی نفسک میں تیری ثنا کا حق ادا نہیں کرسکتا تو ایسا ہے جیسا کہ تو نے خود اپنی ثنا کی ہے"۔

(اہلحدیث امرتسر ۱۰ شعبان ۱۳۵۰ ہجری)

پھر اسکے متعلق سال رواں میں اسی اخبار نے حسب ذیل تحریر بھی درج کی ہے۔

"ناظرین اخبار اہلحدیث مجریہ ۱۰ شعبان ۱۳۵۰ ہجری میں مضمون "سوال بخدمت علماء اہلحدیث" اور "شب براءت میں آتشبازی" آپ نے بھی دیکھا ہوگا اسکے متعلق

---

[1] یہ عرب کا ایک زیادہ بکریوں والا مشہور قبیلہ تھا ۱۲ منہ

عرض ہے کہ اسلام وہ پاک مذہب ہے کہ جسمیں باہمی تناقض نہیں اس کا ایک حکم دوسرے حکم سے ٹکرانے نہیں پاتا۔ اگر بظاہر کسی آیت یا حدیث میں ایسی صورت نظر آئے بھی تب بھی ہم کو ان میں تطبیق و توفیق کرنے کی سعی بلیغ کرنا چاہئے چہ جائیکہ موضوع یا ضعیف حدیثوں سے پاک کلام کو لڑایا جاوے۔ جیسا کہ بعض علماء مسئلہ شب برات میں کرتے ہیں اس لئے جس قدر ضروری اور اہم بحث ہے یہ ہے کہ آیا لیلۃ القدر اور شب برات ایک ہی شے کے دو نام ہیں یا ہر دو جداگانہ چیزیں ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ شب برات میں ایک لفظ فارسی اور ایک عربی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نام عجمیوں کی ایجاد اور وضع ہے۔ لفظ برات سے اس امر کی طرف اشارہ ہے جو قرآن و احادیث میں مفصل بیان ہے کہ ایک رات سال بھر میں ایسی آتی ہے جسمیں گناہگار اپنے گناہوں سے نجات یا برات حاصل کرتے ہیں۔ اب معلوم کرنا ہے کہ آیا وہ کونسی رات ہے جسکو برکت والی کہا گیا اور جسمیں تمام مراحل انسانی فیصل کئے جاتے ہیں۔ آیئے پیشتر قرآن حکیم سے معلوم کریں۔ لیجئے موجود ہے سورہ دخان میں:۔

حٰمٓ ۔ والکتاب المبین ۰ انا انزلنٰہ فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین فیھا یفرق کل امر حکیم یعنی پاک کتاب قرآن کی قسم ہے کہ ہم نے (اللہ نے) اس قرآن کو برکت والی شب میں اُتارا ہے اور ہم ہی ڈرانے والے ہیں۔ یہ شب ایسی ہے کہ اسمیں تمام حکیمانہ اور تمام معاملات حاکمانہ کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَ الرُّوْحُ فِیْھَا بِاِذْنِ رَبِّھِمْ مِّنْ کُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۰ یعنی ہم نے اس قرآن پاک کو شب قدر میں اُتارا ہے اور وہ ہزار مہینہ سے بہتر ہے۔ اسمیں خدا کی اجازت سے ہر کام کے لئے فرشتہ اور جبرئیل اترتے ہیں اور بیداران شب قدر کے لئے تمام شب سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔

قرآن کریم کے ہر دو حوالجات سے واضح ہوگیا کہ وہی رات شب قدر ہو سکتی ہے جسمیں قرآن شریف اترا ہے دوسری نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ نصف شعبان قرآن شریف نہیں اُتارا گیا بلکہ وہ رات جسمیں قرآن پاک اُتارا گیا ہے رمضان میں ہے جیسا کہ سورہ بقرہ کے بائیسویں رکوع میں ہے:۔ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن یعنی رمضان کا وہ مبارک مہینہ ہے جسمیں قرآن شریف اُتارا گیا ہے۔

اس سے ثابت ہوگیا کہ شب قدر رمضان میں ہے۔ ایسی ذی شان ہستی کی شہادت کے بعد کہ جس کا دعوی ہے کہ من اصدق من اللہ حدیثا ہم کو ضرورت نہ تھی کہ ہم کسی دوسری شہادت کو پیش کریں۔ مگر چونکہ ناظرین اہلحدیث اس امر کا ضرور مطالبہ کریں گے کہ اسکی توضیح احادیث سے ہونی چاہئے۔ میں بھی سمجھتا ہوں کہ احادیث کی شہادت ضرور سونے پر سہاگہ کا کام دیگی۔ بخوف طوالت ہم صرف پانچ احادیث پر اکتفا کرینگے

صحیح بخاری[1] میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تحروا لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان حضور نے فرمایا کہ لیلۃ القدر (یا شب براۃ) کو رمضان کی پچھلی دس طاق راتوں میں تلاش کرو۔

صحیح بخاری[2] میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال التمسوھا فی العشر الاواخر من رمضان یعنی شب برات کو رمضان کے آخری دہاکے میں تلاش کرو۔

عن[3] ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال التمسوھا فی العشر الاواخر التمسوھا فی کل وتر متفق علیہ یہ حدیث طویل ہے اسمیں حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس (شب قدر) کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ یعنی اکیسویں تا انتیسویں طاق راتوں میں تلاش کرو۔

عن[4] ابن عمر قال سئل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن لیلۃ القدر فقال ھی

فی کل رمضان (رواه ابوداؤد) حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ حضور سے کسی نے شب برات کے متعلق دریافت کیا (کہ وہ کب ہوتی ہے شعبان میں یا رمضان میں) تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ وہ رمضان میں ہے۔

تمام احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ رات جسمیں لوگ برأۃ حاصل کرتے ہیں جس کو لوگ شب قدر یا شب برات کہتے ہیں جسمیں تمام سال سے سال کے معاملات طے ہوتے ہیں جسمیں اللہ ارحم الراحمین سورج غروب سے طلوع صبح تک آسمان دنیا پر نزول فرما کر طرح طرح کی دعا طلبی کی بندوں سے خواہش کرتا ہے۔ جسمیں بجز مشرک و کینہ ور دعیرہ کے تمام ملتجی مغفرت کو بخشتا ہے جسمیں جبرئیل علیہ السلام نے حضور کو اعوذ برضاک من سخطک الخ دعا سکھلائی۔ ہاں ہاں جسمیں حضور نے سجدے میں دیر تک اعوذ بعفوک من عقابک دعا فرمائی۔ وہ شب صرف رمضان کی آخری پانچ طاق راتوں میں سے ایک ہے نہ کہ شعبان میں۔ اگر شب قدر ایک ہی رات ہے تو وہ صرف رمضان میں ہے اور اگر دو راتیں ہیں ایک شعبان میں اور ایک رمضان میں تو اول تو اس کا مدعی ثابت کرے دوم قرآن میں فیہا واحد کے صیغہ سے بیان کیا ہے نہ کہ تثنیہ سے اور جس قدر احادیث شعبان کے متعلق ہیں وہ سب ضعیف بلکہ حضرت علی والی حدیث تو موضوع تک بتلائی گئی۔ یہ احادیث اس قابل نہیں جو ان مذکورہ بالا احادیث صحیحہ کی ٹکر کی ہوں۔ اگر کوئی پوچھے کہ ان آیات سے شب قدر صرف رمضان میں ہونا کسی مفسر نے بھی لکھا ہے تو انکی خدمت میں عرض کرونگا کہ تفسیر ابن کثیر میں ہے زیر آیات سورہ دخان کہ من قال انہا لیلۃ النصف من شعبان فقد ابعد النجعۃ فان نص القرآن انہا فی رمضان یعنی جو شخص یہ کہتا ہے کہ یہ رات شعبان کی پندرھویں ہے پس یقینا اس نے اپنی نظر راہ حق سے دور جا ڈالی۔ کیونکہ قرآن کی نص یہ بتلاتی ہے کہ جس رات کا اس آیۃ میں ذکر ہے وہ رمضان میں ہے۔ اور اپنے قول کی تصحیح کے لئے حافظ ابن کثیر نے ان دو آیتوں سے استشہاد کیا ہے ایک شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن۔ دوم انا انزلنا

فی لیلۃ القدر الآیہ اسکے بعد سُننئے امام نووی نے مسلم کے باب صوم التطوع کے
ذیل میں لکھا ہے کہ لیلہ مبارکہ سے پندرھویں شب شعبان مراد لینا سخت غلطی ہے۔
صحیح بات یہ ہے اور علمائے کرام اسی کے قائل ہیں کہ لیلہ مبارکہ سے مراد لیلۃ القدر
ہے جو رمضان میں ہوتی ہے۔ لہذا شب براۃ کا کسی قسم کا تہوار نہیں۔ نہ رات کا قیام
مخصوص نہ دن کا روزہ۔ ہاں ماہ شعبان کی فضیلت میں ۱۴ تاریخ تک جس قدر روزہ
ہو سکیں رکھے جا سکتے ہیں والفجر ولیال۔ سے مراد یہی شب قدر ہے تو لیلۃ القدر
و لیلہ مبارکہ رمضانیہ ہے یا ذوالحج کا عشرہ یا محرم کا عشرہ ہے وگر ہیچ"
(اخبار اہلحدیث ۲۸ رجب سنہ ۵۲ ہجری)

افسوس ہے کہ حضرات اہلحدیث کا دعویٰ تو یہ ہے کہ "ہم ہی قرآن اور حدیث پر عمل کرتے
ہیں"۔ مگر عمل اسکے خلاف ہوتا ہے کہ جس یقینی حدیث کو اپنے مذہب کے خلاف پاتے اور
جس آیت سے اپنے دین کا بطلان سمجھتے ہیں اسکو یا تو موضوع کہہ دیتے ہیں یا اسکی رکیک
تاویل کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ چونکہ شب براءۃ کی حدیثوں سے بھی مذہب حق شیعہ
اثنا عشریہ کی واضح تائید اور تصدیق ہوتی ہے اس وجہ سے اب یہ کوشش شروع ہوئی
کہ شب ۱۵ ماہ شعبان جو حضرت خلیفۃ اللہ فی الارض صاحب العصر والزمان امام غائب
حضرت محمد المہدی علیہ السلام کی ولادۃ باسعادت کی تاریخ مبارک ہے اور اسی وجہ سے
خدا نے اس شب کی فضیلت اپنے حبیب کے ذریعہ سے مسلمانوں کو بتا دی تھی اس سے
انکار کر دیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ "شب برارت میں ایک لفظ فارسی اور ایک عربی ہے جس سے
معلوم ہوتا ہے کہ یہ نام عجمیوں کی ایجاد اور وضع ہے"۔ اے جناب کسی چیز کا اپنی زبان
میں ترجمہ کرنے سے کیا وہ چیز اسی زبان والوں کی ایجاد اور وضع کہہ دی جائیگی۔ عربی کے
لفظ صلوۃ کا ترجمہ عجمیوں نے نماز کیا تو نماز کو بھی آپ انھیں کی ایجاد اور وضع کہہ دینگے؟
صوم کا ترجمہ روزہ کیا تو صوم کو بھی انھیں کی ایجاد بتا دینگے؟ اگر لیلہ کا ترجمہ شب کرنے کی
وجہ سے آپ شب براءۃ کو عجمیوں کی ایجاد فرماتے ہیں تو شب قدر کو بھی عجمیوں کی ایجاد فرمائیے

کیونکہ اسمیں بھی ایک لفظ فارسی اور ایک عربی ہے بلکہ نماز شب کو بھی عجمیوں کی ایجاد و وضع فرما دیجئے کیونکہ اسکے تو دونوں لفظ عجمی ہی ہیں۔ ایک بھی عربی نہیں ہے۔ آپکو بڑی غلط فہمی اس وجہ سے ہوئی کہ خدا نے سال میں صرف ایک رات کو برکت والی قرار دیا اور اس کو لیلۃ القدر فرمایا حالانکہ خدا نے کئی راتوں کو صاحب برکت فرمایا ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی نے لکھا ہے عن قیس بن عبادؓ قال العاشر من رجب ھو یوم یمحو اللہ فیہ ما یشاء یعنی حضرت قیس بن عبادؓ فرماتے تھے کہ دسویں رجب وہ تاریخ ہے جسمیں خدا ہر اس بات کو مٹا دیتا ہے جس کو چاہتا ہے (تفسیر درمنثور جلد ۴ صفحہ ۶۶) اور ۲۷ رجب کے بارے میں ہے قال رسول اللہؐ فی رجب یوم ولیلۃ من صام ذلک الیوم وقام تلک اللیلۃ کان کمن صام من الدھر مائۃ سنۃ وقام مائۃ سنۃ وھو لثلاث یقین من رجب وفیہ بعث اللہ محمدا یعنی حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ ماہ رجب میں ایک دن اور رات ایسی ہے کہ جو شخص اس دن کو روزہ رکھے اور اس رات میں عبادت کرے اسکو سو برس تک روزہ رکھنے اور شب کو عبادت کرنے کا ثواب ملیگا وہ ۲۷ رجب ہے جس روز خدا نے حضرت رسولخداؐ کو مبعوث فرمایا۔ (درمنثور جلد ۳ صفحہ ۲۳۵) اسی طرح شب براۃ جس کو عربی میں لیلۃ براءۃ کہتے ہیں۔ اسکی بھی بڑی بڑی فضیلت لکھی ہے۔ آپ نے سورہ دخان کی جس آیۃ حٰم والکتاب المبین انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ کو پیش کیا ہے اسکو ہم بھی پیش کرتے ہیں کہ اس لیلہ مبارکہ سے شب ۱۵ شعبان یعنی شب برات ہی مراد ہے۔ علامہ طبری اس آیۃ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔ اختلف اھل التاویل فی تلک اللیلۃ ای لیلۃ من لیالی السنۃ فقال بعضھم ھی لیلۃ القدر وقال آخرون ھی لیلۃ النصف من شعبان یعنی اس رات کے بارے میں علمائے مفسرین نے اختلاف کیا ہے کہ سال کی کون سی رات مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ شب قدر ہے اور دوسرے سب مفسرین کا قول ہے کہ یہ شب ۱۵ شعبان ہے۔ عن عکرمہ فی قول اللہ فیھا یفرق کل امر حکیم

قال فی لیلۃ النصف من شعبان یعنی عکرمہ کہتے تھے کہ وہ رات جسمیں تمام حکیمانہ اور تمام معاملات حاکمانہ کا فیصلہ کیا جاتا ہے شب ۱۵ ر شعبان ہے (تفسیر طبری جلد ۲۵ صفحہ ۶۵ مطبوعہ مصر)۔ اور جناب مولوی صدیق حسن خانصاحب نے لکھا ہے قال عکرمۃ و طائفۃ اللیلۃ المبارکۃ ھذہ لیلۃ النصف من شعبان یعنی عکرمہ اور بہت سے دوسرے لوگوں نے کہا ہے کہ اس آیت میں مبارک رات سے مراد ۱۵ ر شعبان کی رات ہے (تفسیر فتح البیان جلد ۸ صفحہ ۳۱۹) اور علامہ سیوطی لکھتے ہیں عن عائشۃ رض قالت فقدت رسول اللہ صلعم ذات لیلۃ فخرجت اطلبہ فاذا ھو بالبقیع رافعا راسہ الی السماء فقال یا عائشۃ اکنت تخافین ان یحیف اللہ علیک ورسولہ قلت مابی من ذلک ولکنی ظننت انک اتیت بعض نساءک فقال ان اللہ ینزل لیلۃ النصف من شعبان الی السماء الدنیا فیغفر لاکثر من عدد شعر غنم کلب۔ یعنی حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ ایک رات حضرت رسولخدا صلعم میرے پاس سے اُٹھکر کہیں چلے گئے، میں ڈھونڈھنے نکلی تو دیکھا کہ بقیع میں حضرت دعا فرماتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کیوں عائشہ تم کو یہ گمان ہوا کہ خدا اور رسول تم پر ظلم کرینگے میں نے کہا یہ نہیں البتہ مجھے خیال ہوا کہ آپ کسی اور بی بی کے پاس پہونچ گئے۔ تب حضرت نے فرمایا کہ خدا ۱۵ ر شعبان کی رات کو نیچے آسمان پر اُترتا ہے اور اس کثرت سے لوگوں کو بخشتا ہے کہ انکی تعداد بنی کلب کے گوسفندوں بالوں سے بھی زیادہ ہوگی۔ عن ابی بکر الصدیق عن النبی صلعم قال ینزل اللہ الی السماء الدنیا لیلۃ النصف من شعبان فیغفر لکل شیٔ الا لرجل مشرک اوفی قلبہ شحناء حضرت ابوبکر صدیق نے روایت کی ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم فرماتے تھے کہ ۱۵ ر شعبان کی رات کو خدا نیچے آسمان پر اُترتا ہے اور ہر چیز کو بخش دیتا ہے سوا اس شخص کے جو مشرک ہو یا جسکے دل میں کینہ ہو۔ عن عائشۃ قال اتانی جبرئیل فقال ھذہ اللیلۃ لیلۃ النصف من شعبان وللہ فیہا عتقاء من النار بعدد شعور غنم کلب یعنی حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ حضرت

رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ اس ۱۵ شعبان کی رات میں خدا اتنے لوگوں کو جہنم سے آزاد کریگا جنکی تعداد اس قدر ہو گی جس قدر قبیلہ بنی کلب کے گوسفندوں کے جسم پر بال ہوتے ہیں۔ (تفسیر درمنثور جلد ۶ ص۲۷) - اور علامہ نیشاپوری نے لکھا ہے وزعم بعضھم کعکرمۃ وغیرہ انھا لیلۃ النصف من شعبان تسمی لیلۃ البراءۃ ولیلۃ الصک لان اللہ تعالیٰ یکتب لعبادہ المومنین البراءۃ من النار فی ھذہ اللیلۃ وروی ان النبیؐ قال من صلی فی ھذہ اللیلۃ مائۃ رکعۃ ارسل اللہ تعالیٰ الیہ مائۃ ملک ثلثون یبشرون بالجنۃ وثلاثون یؤمنونہ من عذاب النار وثلاثون یدفعون عنہ آفات الدنیا وعشرا یدفعون عنہ مکاید الشیطان وقال ان اللہ یرحم امتی فی ھذہ اللیلۃ بعدد شعر غنام بنی کلب وقال ان اللہ یغفر لجمیع المسلمین فی تلک اللیلۃ الا لکاھن او ساحر او مدمن خمر او عاق للوالدین او مصر علی الزنا ومما اعطی فیھا رسول اللہ تمام الشفاعۃ وذلک انہ سال لیلۃ الثالث عشر من شعبان فی امتہ فاعطی الثلث منھا ثم سال لیلۃ الرابع عشر منھا فاعطی الثلثین ثم سال لیلۃ الخامس عشر فاعطی الجمیع الا من شرد علی اللہ شراد البعیر ومن عادۃ اللہ فی ھذہ اللیلۃ ان یزید فیھا ماء زمزم زیادۃ ظاھرۃ یعنی بعض لوگوں نے مثل عکرمہ وغیرہ کے کہا ہے کہ یہ مبارک رات جس کا اس آیۃ میں ذکر ہے ۱۵ شعبان کی رات ہے اور اس رات کو براۃ اور دستاویز کی رات بھی کہتے ہیں اس لئے کہ اس رات میں اللہ اپنے مومن بندوں کیلئے جہنم سے براۃ اور نجات کی دستاویز لکھ دیتا ہے اور روایت ہے کہ حضرت رسولخدا نے فرمایا کہ جو شخص اس رات میں سو رکعت نماز پڑھیگا خدا اسکی طرف سو فرشتے بھیجیگا جن سے تیس اسکو بہشت کی خوشخبری دینگے اور تیس اسکو جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھینگے اور تیس اس سے دنیا کی آفتیں دور کرینگے اور دس اس سے شیطان کی مکاریاں زائل کرینگے۔ یہ بھی حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ اللہ اس رات میں میری امت کے اتنے لوگوں

پر رحم فرمائیگا جنکی تعداد قبیلہ بنی کلب کے گوسفندوں کے بالوں برابر ہوگی۔ یہ بھی حضرتؐ نے فرمایا کہ اس رات میں خدا سب مسلمانوں کو بخش دیگا سوا سحر یا ٹھٹھا کرنے یا شراب پینے یا والدین کی نافرمانی کرنے یا زنا پر اصرار کرنے والوں کے۔ اور اس شب کے متعلق خدا نے حضرت رسولخدا صلعم کو جو نعمتیں دیں اُن سے یہ بھی ہے کہ حضرت کو تمام امت کی شفاعۃ مرحمت فرمائی اور اسکی صورت یہ ہوئی کہ حضرتؐ نے شعبان کی ۱۳ تاریخ کی شب میں خدا سے دعا کی کہ حضرت کو اپنی امت کی شفاعۃ کا درجہ دیا جائے تو خدا نے ایک ثلث امت کی شفاعۃ مرحمت فرمائی۔ پھر حضرت نے ۱۴ تاریخ کی شب میں بھی دعا فرمائی تو خدا نے دو ثلث کی شفاعۃ مرحمت فرمائی۔ پھر ۱۵ تاریخ کی شب میں دعا کی تو کل امت کی شفاعۃ مرحمت فرمائی سوا ان لوگوں کے جو سرکش اونٹ کی طرح خدا کی نافرمانی کریں۔ اور اس شب کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ خدا نے اپنی عادت کرلی ہے کہ اسمیں چشمہ زمزم کا پانی زیادہ کردیتا ہے (تفسیر نیشاپوری برحاشیہ تفسیر طبری جلد ۲۵ صـ۷ـ)

اجبار اہلحدیث کا بڑا زور اس بات پر ہے کہ خدا نے قرآن مجید کو شب قدر میں نازل فرمایا جو ماہ رمضان میں ہوتی ہے۔ لہذا صرف وہی رات برکت اور گناہوں سے بجات والی ہوسکتی ہے۔ دوسری رات اس قابل نہیں ہے۔ اسکی تحقیق بھی علامہ نیشاپوری نے کردی ہے فرمایا ہے وبعضہم اراد ان یجمع بین القولین فقال ابتدئ بانتساخ القرآن من اللوح المحفوظ لیلۃ البراءۃ ووقع الفراغ فی لیلۃ القدر والمبارکۃ الکثیرۃ الخیر ولو لم یوجد فیہا الا انزال القرآن لکفی بہ برکۃ یعنی بعض لوگوں نے دونوں قولوں میں (کہ مبارک رات سے مراد شب برات ہے یا شب قدر) اس طرح جمع کی صورت نکالی ہے کہ کہا لوح محفوظ سے قرآن مجید کی نقل شب برات (۱۵ شعبان) کو شروع ہوئی اور اس سے فراغت شب قدر میں ہوئی۔ اور مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ بڑی خوبیوں والی پس اگر اس رات (شب برات) میں اور کوئی خوبی نہ بھی ہوتی جب بھی یہ خوبی کیا کم ہے کہ اس میں قرآن مجید نازل کیا گیا جس کی برکت ہر طرح کافی ہے (تفسیر نیشاپوری صـ۷ـ)

اَب تو واضح ہو گیا کہ قرآن مجید کا نزول شب برات (شب ۱۵ شعبان) میں شروع ہوا اور اس سے فراغت شب قدر میں ہوئی۔ اس عبارت میں بھی علامہ نیشاپوری نے شب ۱۵ شعبان کو لیلۃ البراءۃ لکھا ہے جس کا ترجمہ شب برات ہے۔ لہذا آپ کا وہ اعتراض کہ شب برات میں "شب" فارسی لفظ ہے جس سے یہ عجمیوں کی ایجاد اور وضع ثابت ہوتی ہے خود بخود زائل ہو گیا اور واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام ہی اس رات کو لیلۃ البراءۃ کہتے تھے جس کا ترجمہ فارسی زبان میں شب براءۃ کیا گیا جس طرح صلوۃ کا ترجمہ نماز ہوا مگر آپ کے بہت بڑے مفسر علامہ فخر الدین رازی نے تو اس آیہ کے متعلق ایسی تحقیق کی ہے جس سے آپکا پورا مضمون خود بخود باطل ہو جاتا ہے۔ آپ کا زور اس پر ہے کہ قرآن مجید شب قدر میں نازل ہوا لہذا یہ لیلۃ مبارکہ بھی شب قدر ہی ہے لیکن علامہ رازی فرماتے ہیں کہ کتاب مبین سے قرآن مجید کا مراد ہونا ضروری نہیں۔ ملاحظہ ہو:-

یجوز ان یکون المراد بالکتاب ھھنا الکتب المتقدمۃ التی انزلھا اللہ علی انبیائہ کما قال تعالیٰ لقد ارسلنا رسلنا بالبینات وانزلنا معھم الکتاب والمیزان ویجوز ان یکون المراد اللوح المحفوظ کما قال یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت وعندہ ام الکتاب وقال انہ فی ام الکتاب لدینا یعنی ہو سکتا ہے کہ خدا کی مراد اس آیت میں کتاب مبین سے پہلی کتابیں (توراۃ۔ انجیل زبور وغیرہ) ہوں جن کو خدا نے سابق نبیوں پر نازل کی تھیں جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے کہ البتہ ہم نے پیغمبروں کو کھلی ہوئی نشانیوں کے ساتھ بھیجا تھا اور انکے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تھی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کتاب مبین سے مراد لوح محفوظ ہو جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے کہ اللہ جس چیز کو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جسکو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور اسکے پاس اصل کتاب ہے اور یہ بھی اُس نے فرمایا ہے کہ یہ بات اصل کتاب میں ہمارے پاس ہے۔ ان دونوں قولوں کے ذکر کے بعد تیسرا قول قرآن کا بھی ذکر کر دیا ہے (کہ ویجوز ان یکون المراد بہ القرآن) یعنی یہ بھی جائز ہے کہ اس کتاب مبین

سے مراد قرآن مجید ہو (تفسیر کبیر جلد ۷، ص ۴۶۳) پس جب یہی نہیں طے پایا ہے کہ کتاب مبین سے مراد سابق کتابیں ہیں یا لوح محفوظ یا قرآن مجید تو پھر آپ اس معنی سے لیلۃ مبارکہ کی تفسیر شب قدر سے کس طرح کر سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس لیلۃ مبارکہ کی تعیین میں بھی اختلاف ہوا۔ علامہ رازی لکھتے ہیں اختلفوا فی ھذہ اللیلۃ المبارکۃ فقال الاکثرون انھا لیلۃ القدر وقال عکرمہ وطائفۃ اخرون انھا لیلۃ البراءۃ وھی لیلۃ النصف من شعبان یعنی اس لیلہ مبارکہ میں بھی مفسرین نے اختلاف کیا ہے۔ بہت سے لوگ تو کہتے ہیں کہ یہ شب قدر ہے اور عکرمہ اور ایک بڑی جماعۃ نے کہا ہے کہ یہ لیلۃ مبارکہ لیلۃ البراءۃ (شب براءت) ہے جو ۱۵ شعبان کی رات ہوتی ہے (تفسیر کبیر جلد ۷، ص ۴۶۳) پھر لکھا ثم ان ھولاء القائلین بھذا القول زعموا ان لیلۃ النصف من شعبان لھا اربعۃ اسماء اللیلۃ المبارکۃ ولیلۃ البراءۃ ولیلۃ الصک ولیلۃ الرحمۃ وقیل انما سمیت بلیلۃ البراءۃ ولیلۃ الصک لان البندار اذا استوفی الخراج من اھلہ کتب لھم البراءۃ کذلک اللہ عزوجل یکتب لعبادہ المومنین البراءۃ فی ھذہ اللیلۃ یعنی جو لوگ کہتے ہیں کہ اس لیلہ مبارکہ سے ۱۵ شعبان کی رات مراد ہے وہ کہتے ہیں کہ ۱۵ شعبان کی رات کے چار نام ہیں لیلۃ مبارکہ۔ لیلۃ براءۃ۔ لیلۃ الصک اور لیلۃ رحمۃ۔ اور اس کو لیلۃ البراءۃ (شب براءت) اور لیلۃ الصک (دستاویز والی رات) اس سبب سے کہتے ہیں کہ تحصیلدار جب مالگزاری پوری لے لیتا ہے تو رعایا کو ایک دستاویز لکھ دیتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب یہ بری ہے اسی طرح اللہ اپنے مومن بندوں کے لئے اس رات میں دستاویز لکھ دیتا ہے کہ یہ ہر گناہ سے بری ہو گیا (ص ۴۶۴)

غرض مفسرین کے اقوال سے یہی بات صحیح ثابت ہوتی ہے کہ اس لیلہ مبارکہ سے مراد شب براءت ہے۔ اب اسکی وجہ کا پتہ لگائیے کہ خدا نے اس شب کی اس قدر فضیلت کیوں بیان فرمائی۔ اسکے سوا کوئی سبب مل ہی نہیں سکتا کہ آج ہی وہ جنۃ

خدا دنیا میں پیدا ہوئے جو حضرت خاتم المرسلین رحمۃ للعالمین کے آخری جانشین اور
امام زمانہ ہیں یعنی حضرت کے بارہویں خلیفہ جو قیامت تک دنیا میں رہنے والے ہیں۔ آج کی
رات ۲۵۵ھ ہجری میں تشریف لائے۔ چنانچہ آپ کے جلیل القدر علماء کرام نے لکھا ہے لا
تخلو الارض من قائم لله بحجۃ اما هو مشهور و اما خائف مغمور لئلا
تبطل حجج الله و بينا تہ یعنی زمین کبھی خدا کی حجۃ قائم سے خالی نہیں ہوسکتی۔ وہ حجۃ خدا
خواہ مشہور و معروف ہو کہ لوگ اس کو پہچانتے ہوں۔ خواہ خوف زدہ اور لوگوں کی نظروں سے
چھپا ہو۔ غرض اس کا وجود ہر زمانہ کے لئے ضروری ہے تاکہ اللہ کی حجتیں اور اس کی نشانیاں
مٹنے نہ پائیں (منتخب کنز العمال جلد ۴ ص ۴۰)۔
آپ کہیں گے کہ کیا وہ پیدا ہو چکے؟ تو آپ ہی کے علماء نے اسکی تصریح بھی کر دی ہے
علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں ابی القاسم محمد الحجۃ وعمرہ عند وفاۃ ابیہ خمس سنین لکن
آتاہ الله فیہا الحکمۃ ویسمی القائم المنتظر یعنی حضرت ابو القاسم محمد حجۃ العصر کی عمر
آپ کے پدر بزرگوار کی وفات کے وقت پانچ سال کی تھی مگر خدا نے اس عمر میں آپ کو حکمۃ
عطا فرمادی تھی اور آپ کو لوگ قائم منتظر کہتے ہیں (صواعق محرقہ ص ۱۲۴) اور علامہ ابن
خلکان لکھتے ہیں محمد بن الحسن العسکری کانت ولادتہ یوم الجمعۃ منتصف
شعبان سنہ خمس وخمسین ومائتین یعنی امام مہدی ابن امام حسن عسکریؑ کی ولادت
روز جمعہ ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ ہجری کو ہو چکی ہے (وفیات الاعیان جلد ۲ ص ۲۴) اور علامہ
ابو الفدا نے لکھا ہے یقال لہ القائم والمھدی والحجۃ وولد المنتظر المذکور فی
سنۃ خمس وخمسین ومائتین یعنی حضرت کو قائم اور مہدی اور حجۃ کہتے ہیں۔ یہ امام منتظر
۲۵۵ھ ہجری میں پیدا ہوئے (تاریخ ابو الفدا جلد ۲ ص ۲۵) اور علامہ شیخ عبد الوہاب شعرانی
نے لکھا ہے یترقب خروج المھدی وھو من اولاد الامام الحسن العسکری ومولدہ
لیلۃ النصف من شعبان ۲۵۵ھ وھو باق الی ان یجتمع بعیسی بن مریم فیکون عمرہ
الی وقتنا ھذا وھو سنہ ۹۵۸ سبعمائۃ سنۃ وست سنین ... لابد من خروج المھدی

...وھو من عترۃ رسول اللہؐ من ولد فاطمۃؓ جدہ الحسین بن علی ووالدہ حسن العسکری ابن الامام علی النقی ابن محمد التقی ابن الامام علی الرضا ابن الامام موسیٰ الکاظم ابن الامام محمد الباقر ابن الامام زین العابدین علی ابن الامام حسین بن الامام علیؑ یعنی حضرت مہدی کے ظہور کا برابر انتظار رہتا ہے۔ آپ شب ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور اس وقت تک باقی رہیں گے کہ حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ جمع ہوں۔ اس حساب سے آپکی عمر اس وقت ۹۵۸ھ ہجری میں ۷۰۳ سال کی ہوئی۔ یہ ضرور ہے کہ آپ ظاہر ہو کر رہیں گے آپ حضرت رسولؐ کی عترت اور جناب فاطمہ زہراؑ کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے والد امام حسنؑ عسکری فرزند امام علی نقی فرزند امام محمدؑ تقی فرزند امام علی رضاؑ فرزند امام موسیٰؑ کاظم فرزند امام جعفر صادقؑ فرزند امام محمد باقرؑ فرزند امام زین العابدینؑ فرزند امام حسینؑ فرزند امام علیؑ تھے (کتاب الیواقیت والجواہر مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۲۸۹) اس مضمون کی عبارتیں متعدد کتابوں میں بھری ہوئی ہیں۔

شب براءۃ کی آتشبازی

اس شب میں آتشبازی کا دستور بھی دنیا کی عجیب و غریب باتوں سے ہے۔ کسی طرح پتہ نہیں چلتا کہ اسکو کس نے اور کب اور کیوں ایجاد کیا۔ دوسرے ملکوں میں بھی مختلف صورتوں سے اس کا رواج ہے اور رحد ہو گئی ہے کہ دہلی کے مشہور مذہبی اور سیاسی لیڈر جناب خواجہ حسن نظامی صاحب نے چند سال قبل بڑی جان توڑ کوشش کر کے اس کا جنازہ نکال کر اسکو ختم کر دینے کا اعلان کر دیا۔ مگر دنیائے اسلام میں آج بھی یہ آتشبازی اسی شان و شوکت کے ساتھ چھوڑی جاتی ہے اور مسلمان اسمیں ہر سال اپنا لاکھوں روپیہ خرچ کرتے ہیں اور جس طرح عید و بقرعید کی تقریب اُنکے ہاں ضروری ہے اُسی طرح شب براءۃ میں آتشبازی بھی لازمی سمجھی جاتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اسکو کس نے ایجاد کیا۔ اگر شیعوں کو اس کا بانی فرمایئے تو ارشاد ہو کہ شیعوں نے صرف اسی رات میں آتشبازی کی ایجاد کیوں کی حضرت رسولخدا صلعم کی ولادت کی رات میں یہ جشن کیوں نہیں کرتے۔ پھر حضرت امیرالمومنینؑ کی شب

ولادت میں کیوں نہ اسکو پھیلایا حضرت سیدہؓ کی شب ولادۃ میں کیوں نہ اس کو رواج دیا
حضرت امام حسنؑ جو رسول اللہ صلعم کے بڑے نواسے اور فرزند اکبر تھے انکی ولادت کی شب
میں کیوں نہ اسکو پیدا کیا۔ غرض شیعوں کے ہاں بہت سی تاریخ ہوسکتی تھی مگر کسی نے
کسی بزرگ کی ولادت کی شب میں اس کو اس اہتمام سے نہیں انجام دیا جس قدر اس شب برات
میں عمل کرتے ہیں تو اسکی کوئی علت ہونی چاہئے۔ اور اگر فرمائیے کہ اسکی ایجاد عام مسلمانوں
نے کی تو انکو بھی اس شب سے اتنی خصوصیت کی وجہ کیا ہوئی۔ حضرت رسولخداؐ کی پیدائش
کی شب میں اسکو ایجاد کیا ہوتا۔ معراج کی رات میں اسکو جاری کیا ہوتا۔ شب قدر میں اسکو
نکالا ہوتا۔ اور اب کہ آپ حضرات برابر اسکے روکنے کی کوشش کر رہے ہیں اسمیں کامیاب
کیوں نہیں ہوتے۔ وہ آتشبازی موقوف کیوں نہیں ہوتی۔ ان سب وجہوں پر غور کرنے سے
آپ بآسانی اس نتیجہ پر پہونچ سکتے ہیں کہ اس کو نہ شیعوں نے نکالا نہ سنیوں نے نہ عام
مسلمانوں نے بلکہ خاص خدا نے اس کو ایجاد کیا اور وہی اس کو اس وقت تک جاری
رکھے ہوئے ہے کہ لوگ لاکھ کوشش کریں مگر خدا اپنے اس نور کو بجھنے نہیں دیگا۔
کیونکہ خدا کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی۔ تمام دنیا مجتمع ہو جائے جب بھی اسکی
کسی چیز کو روک نہیں سکتی جس کو خدا نے صاف فرمادیا ہے کہ یریدون لیطفئوا نور اللہ
بافواہہم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون یعنی یہ لوگ چاہیں گے کہ خدا کے نور کو
اپنے منہ کی پھونک مار کر بجھا دیں مگر خدا تو اپنے نور کو پھیلائے ہی رہیگا۔ اگرچہ کافروں
کو نہایت درجہ ناگوار ہو۔ پس آتشبازی کا بجائے شب ولادۃ حضرت رسولخدا شب معراج
شب قدر میں جاری ہونے کے صرف شب براۃ میں اس زور شور سے پھیلا رہنا واضح دلیل
اس بات کی ہے کہ چونکہ آج اس حجۃ خدا کی پیدائش ہے جو قیامت تک زندہ رہیگا اور
جنکے وجود مبارک سے دنیا قائم رہیگی۔ آسمان و زمین ٹھہرے رہیں گے۔ دین اسلام
باقی رہیگا۔ اسی وجہ سے خدا ہی نے اس آتشبازی کو اس شب میں اپنی قدرت کاملہ سے
جاری کردیا تاکہ ہر مسلمان اس رات کو خوشی کرے اور انکی خوشی سے غیر اقوام بھی سمجھیں کہ آج

مسلمانوں کو بڑی عظیم الشان نعمت ملی ہے جس پر کاشش قدرت کیطرف سے اسطرح منایا جاتا ہے۔

وقف امام باڑہ ہوگلی حبیب مکرم و فاضل محترم جناب مولوی سید علی صاحب صدر الافاضل و مبلغ مدرستہ الواعظین مقیم کلکتہ شکر اللہ مساعیہم الجمیلہ ان دنوں وقف امام باڑہ ہوگلی کیطرف ہمہ تن متوجہ ہوگئے ہیں کہ اسکے متعلق برابر اخباروں میں اور علیحدہ کاغذوں کی صورت میں تحریر شائع فرمارہے ہیں اور علماء و مجتہدین عظام کے فتاوی بھی چھپواکر تقسیم کررہے ہیں۔ سب کا ملخص یہ ہے کہ وقف امامباڑہ ہوگلی جو بہت ہی بڑا وقف ہے اور جسکے واقف شیعہ تھے اس کا کل مال صرف شیعوں کے متعلق امور خیر میں صرف ہوسکتا ہے اور گورنمنٹ کو کوئی حق نہیں ہے کہ واقف کے مذہبی احکام کے خلاف اس وقف کی آمدنی کو خرچ کرے۔ خدا ممدوح کو جزائے خیر دے کہ بہت بڑی دینی خدمت اپنے ذمہ لی ہے۔ ہماری رائے ہے کہ جناب ممدوح کلکتہ کے چند دوسرے معززاور ذی اثر مومنین کے ساتھ جناب خان بہادر سید خیرات احمد صاحب وکیل گیا دام مجدہ اور جناب سر سلطان احمد صاحب بیرسٹر اور جناب سید خورشید حسنین صاحب وکیل پٹنہ دام شرفہما کے پاس بطور وفد ہوکر چند روز تک قیام کریں اور ان حضرات کو آمادہ کریں کہ جن تدبیروں سے گیا میں ایک زبردست شیعہ وقف قائم کرنے میں یہ حضرات کامیاب ہوئے۔ اسی طرح اس شیعہ وقف ہوگلی کو بھی اپنے ہاتھ میں لیکر انتہائی حد تک پہونچائیں۔ برٹش گورنمنٹ ظلم کو ناپسند کرتی ہے اور اس کا دعوی ہے کہ وہ کسی مذہبی امور میں دخل نہیں دیگی۔ اگر اسکو اچھی طرح سمجھا دیا جائے تو وہ ضرور شیعوں کے مطالبات پورے کردیگی۔ یہ وقف ایک عظیم الشان جائداد ہے۔ اگر یہ ہمارے قبضہ میں آجائے تو ہمارے بہت سے قومی اور دینی امراض کا علاج تنہا یہی وقف کرسکتا ہے۔ اسی سبب سے شیعہ کانفرنس بھی ابتدا سے گورنمنٹ کو اسکی طرف متوجہ کرتی رہی مگر افسوس ابتک کوئی نمایاں کامیابی نظر نہیں آئی۔ لیکن باقاعدہ کوشش جاری رکھنے سے پہاڑ بھی اپنی جگہ چھوڑ دینے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ خدا کرے جدید متولی فاضل مکرم جناب مولوی سید اعجاز حسین صاحب جعفری دام عزہ ہی کے ہم زمانہ کو یہ شرف حاصل ہو کر شیعہ پورا اس وقف سے پورا النفع اٹھاسکیں۔

حجۃ اللہ علیہ السلام

کسی مذہب کے حقیقت کا معیار اس سے بڑھکر کیا ہو سکتا ہے کہ دوسرے مذہب والے اسکی تصدیق کریں۔ اگرچہ وہ مذہب باطل ہی کیوں نہ ہو۔ اور تصدیق بھی ایسی کہ اگر کسی جزو کی تکذیب کریں یا انکار تو خود اپنے مذہب سے دست برداری لازم ہو یہ شرف جیسا کہ اسلام کو حاصل ہے ویسا کم تر کسی مذہب کو حاصل ہوگا۔ کیونکہ ابتدائے وجود سے یہ اپنی حقیقت توریت و انجیل و کامل صحف سماوی سے ثابت کر رہا ہے جس پر ہزاروں کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں۔

چونکہ یہ بھی مسلم ہے کہ اسلام خالص۔ اسلام صادق صرف فرقہ حقہ شیعہ میں منحصر ہے۔ کیونکہ اور فرق اسلامی بلقب منافقین ملقب رہے ہے۔ اس لئے اسکی حقیت بھی ہمیشہ کتب مخالفین سے ثابت ہوتی رہی چنانچہ علامہ جواد ساباطی نے ایک مکاشفہ یوحنا کی تصدیق و تطبیق میں صاف صاف کہہ دیا کہ چونکہ ہماری غرض تصدیق اسلام ہے بلالحاظ تعصب مذہب اس لئے مطابق مذہب امامیہ لکھتا ہوں کہ اس پیشگوئی کی تصدیق اس قاعدے سے ہو سکتی ہے۔

ہمارا مقصود اس وقت وجود و ولادت حضرت صاحب الامر والزمانؑ کے دلائل کو بیان کرنا ہے کیونکہ آج کل جو خارجیت و ناصبیت کو ترقی ہو رہی ہے۔ اسکے ساتھ حضرت مہدی موعود علیہ السلام سے بھی بالخصوص مخالفت کیجاتی ہے اور انواع و اقسام کے استخفاف و استہزا سے کام لیا جا رہا ہے۔ اس لئے ضرور ہوا کہ بغرض اتمام حجت کچھ دلائل اسکے عرض کئے جائیں۔

اگرچہ دنیا میں ہزاروں تاریخی واقعات گزرے ہیں اور اسلام میں تو ابتدائے ورود سے وہ واقعات پیش آئے جنکی انتہا نہیں لیکن سب حوالہ تاریخ رہے۔ ہزار متواتر ہو۔ ہزار یقینی ہو مگر کوئی حسی ثبوت نہیں رکھتا جس سے ہر شخص مطلع ہو سکے یا حواس

ظاہرہ سے کام لے سکے۔

عاشورا اور شب برات | اگر دو واقعے ایسے ہیں جنھوں نے صرف علمی ہی ملک پر نہیں قبضہ کیا بلکہ ان کل حسیات پر اس کا تسلط ہے جسکو ہم حسی کہہ سکتے ہیں واقعہ عاشور تو فی الحقیقت ایسا واقعہ تھا کہ جس قدر نہ اسکو شہرت ہوتی کم تھا۔ جیسی نہ یادگار اسکی قائم ہوتی جائے تعجب تھا۔ کیونکہ ایک طرف فرزند رسولؐ ہے جسکے کلمہ گو تمام اہل اسلام ہیں اس بیکسی اور غربت سے دن دو پہر شہید ہو۔ دوسری طرف وہ ظالم بلکہ سفاک قوم کہ ہے جسکے آبا واجداد ہمیشہ رسول اللہ سے لڑتے رہے۔ مگر بزرگان اہلسنت کی توجہ وعنایت سے مسند خلافت پر قابض ہو گئے پھر ایسا عظیم واقعہ صرف دفاتر و تواریخ میں پوشیدہ رہ سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ جس سنی کو دشمنان اہلبیتؑ سے کچھ نفرت ہوئی اُس نے بھی اس اسلامی یادگار کو اسی طرح زندہ کیا جس طرح شیعوں نے۔ کیونکہ ہر سنی کا دل یزیدی نہیں ہو سکتا علاوہ اسکے ہزاروں اسباب ہیں جنکی تفصیل یہاں نہیں ہو سکتی۔

شب برات | اس سے زیادہ حیرت خیز ہے جس کی تمام دنیا عموماً اور اسلامی دنیا خصوصاً مخالف تھی مگر خدا نے اسکو وہ عظمت اور شہرت عنایت کی کہ آج کوئی مسلمان ایسا نہیں جو شبرات نہ کرتا ہو۔ ہر چند اسکی تحقیق کیگئی کہ اس شبرات کی اصلیت کیا ہے اور کیوں اس نے یہ رواج پایا ہے مثل عید۔ بقرعید شبرات بھی مسلمانوں کا ایسا ہو ار قرار پایا ہے کہ اس کو ترک نہیں کرسکتا۔ تو بجز اسکے کہ منجانب اللہ یہ امر ہوا اور کوئی باعث معلوم نہیں ہوتا۔ عید اور بقرعید تو ایسی عیدیں ہیں کہ کسی متنفس کو فقہائے اسلام سے اس سے مخالفت نہیں مگر پھر بھی وہ سامان عیش و نشاط اس کو نہ میسر آئے جس نے شبرات کو اپنا گرفتار بنایا ہے۔ نہ کہیں آتشبازی چھوٹتی ہے نہ یہ چہل پہل ہوتا ہے بلکہ عیدین میں یا نماز ہے یا قربانی یا فطرہ جس سے کوئی اثر طرب نہیں نمایاں ہوتا۔

میں یہ نہیں کہتا کہ آتشبازی کا چھوڑنا کسی حکم خدا اور رسولؐ سے ہے بلکہ یہ دکھانا ہے کہ کس طرح اسکی شہرت ہوئی اور بلا سبب ظاہری اس نے رواج پایا جس سے خواہی نخواہی

یقین ہوتا ہے کہ باعث اس کا کوئی امر باطنی ہے جس کا ہم کو علم نہیں اور یہ محض قدرت خدا ہے کہ ایسے مولود کا روز ولادت شب برات قرار پایا اور اسی تقریر سے آپکو عاشور اور شب برات کا فرق بھی ظاہر ہوگیا کہ عاشور کا تعلق شہادت ظاہری سے ہے اور اس روز کا تعلق ولادت مخفی سے ہے۔ مگر خدا نے اسے بھی ایسا ہی مشہور کیا جیسا کہ عاشور کو شہرت ہوئی

فضائل شب برات اسی سے اس کا بھی پتا چل گیا کہ احادیث فریقین میں جو اس شب کی عظمت اور اس شب کی فضیلت ہے اس شب کی عبادت کا ثواب اس درجہ مقرر کیا گیا ہے جس کا احصار نہیں ہو سکتا۔ اس کا باعث بھی وہی مولود مسعود عجل اللہ ظہورہ ہے جسکی ولادت کی وجہ سے خداوند عالم نے اپنے علم ازلی میں یہ فضیلت مقرر کی ورنہ سال میں بہت سی تاریخیں پندرہویں ہوتی ہیں مگر کسی کے لئے یہ شرف نہیں۔ خود اسی ماہ شعبان میں تیس روز ہیں مگر کسی روز کی یہ عظمت نہیں۔

اتفاق اہل اسلام درباب مہدی اسکے ساتھ جب ہم اسکو ملاتے ہیں کہ جن اسلام کے بہتر فرقوں میں اس قدر اختلاف ہے کہ نہ توحید میں اتفاق ہے نہ رسالت میں نہ امامت میں نہ قیامت میں مگر مہدی موعود کے بارے میں سب کو اتفاق ہے کہ ہر فرقہ اس کا قائل ہے آخر زمانہ میں ایک مہدی موعود ہوگا جو سب کو راہ حق دکھائیگا اور سنت رسول اللہ پر چلائیگا تو اور بھی حیرت ہوتی ہے کہ یہ کیا اسرار ہے کہ جو فرقے ہر بات میں اس قدر مختلف ہیں وہ اس امر میں کیونکر متحد ہیں کہ مہدی موعود سے کسی کو اختلاف نہیں۔

اختلاف بھی دلیل اتفاق ہے میں یہاں اُن اختلافات کو نظر انداز نہیں کر سکتا جو شیعہ و سنی میں ہیں کہ اہلسنت کہیں ایک شخص کو اولاد عمر سے مہدی مانتے ہیں کہیں اولاد ابو ہریرہ سے مہدی مانتے ہیں۔ کہیں بنی عباس سے کہیں کسی سے۔ مگر اس اختلاف سے بھی معلوم ہوا کہ اصل مہدی میں اتفاق ہے۔ اگرچہ تعیین اولاد میں اختلاف ہو اور اب تو اس پر اتفاق ہے کہ وہ سید حسنی حسینی ہیں جسمیں کسی کو اختلاف ہی نہیں۔

ضرورت مہدی یہاں پہلا سوال یہ ہوگا کہ کسی مہدی کی ضرورت کیا ہے۔ اس سوال کا

مختصر جواب تو وہی تقریر امام فخر الدین رازی ہے جسے انھوں نے اپنی کتاب مطالب عالیہ میں لکھا ہے اور مولوی شبلی صاحب نے اپنی کتاب الکلام حصہ دویم میں بھی نقل کیا ہے۔ چنانچہ وہ اصل عبارت بقدر ضرورت مع ترجمہ یہ ہے:۔

المقدمة الرابعة ان النقصان و الکمال شاملاً للخلق عاما فیهم الا انه لا بد وان یوجد فیهم شخص کامل بعید عن النقصان والدلیل علیه من وجوه الاول انا بینا ان الکمال والنقصان واقع فی الخلق علی مراتب مختلفة ودرجات متفاوتة ثم انا کما نشاهد اشخاصاً بلغوا فی جانب النقصان وقلة الفهم والادراک الی حیث قربوا من البهائم والسباع فکذلک فی جانب الکمال لا بد وان یوجد اشخاص کاملة فاضلة ولا بد وان یوجد فیما بینهم شخص یکون افضلهم واکملهم وهو یکون فی اٰخر مراتب الانسانیة واول مراتب الملکوتیة الثانی ان الاستقراء یدل علی ما ذکرناه وذلک لان الجسم العنصری جنس تحته ثلثة انواع المعدن والنبات والحیوان

جو لوگ نبوت کے قائل ہیں انمیں دو فرقے ہیں۔ ایک کا یہ مذہب ہے کہ نبوت کی دلیل معجزہ ہے یعنی اگر کوئی شخص نبوت کا مدعی ہو تو ہم دیکھیں گے کہ اسکے پاس معجزہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو سچا نبی ہے۔ اور جب اسطرح اسکی نبوت ثابت ہو جائے گی تو جس بات کو وہ حق کہیگا ہم حق کہیں گے اور جس کو باطل کہیگا اس کو باطل قدیم اور عام مذہب یہی ہے۔ دوسرے فریق کا یہ مذہب ہے کہ پہلے ہمکو خود یہ فیصلہ کرنا چاہیئے کہ حق اور باطل کیا ہے اسکے بعد ہم کو یہ نظر آئے کہ ایک شخص حق کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہے اور اس دعوت کی تاثیر یہ ہے کہ لوگ باطل کو چھوڑ کر حق کیطرف آتے جاتے ہیں تو ہم سمجھیں گے کہ وہ سچا پیغمبر ہے یہ طریقہ قریب العقل اور قلیل الشبہات ہے۔

اس دوسرے طریقہ کو ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں لیکن پہلے مقدمات ذیل ذہن نشین کر لینے چاہیئیں (۱) انسان کا کمال یہ ہے کہ اسمیں

وصریح العقل یشهد بان اشرف هذه
الثلثة الحیوان واوسطها النبات
وادونها المعادن ثم نقول الحیوان
جنس تحته انواع کثیرة واشرفها هو
الانسان وایضا فالانسان تحته
اصناف کثیرة مثل الزنجی والهندی
والرومی والعربی والافرنجی والترکی
ولاشك ان اشرف اصناف الانسان
واقربهم الی الکمال سکان الموضع
المسمی بایران شهر ثم ان هذا
الصنف من الناس مختلفون ایضا فی
الکمال والنقصان ولاشك انه یحصل
فیهم شخص واحد هو افضلهم واکملهم
فعلی هذا قد ثبت انه لابد وان یحصل
فی کل دور شخص واحد هو افضلهم
واکملهم فی القوة النظریة والعملیة
ثم ان الصوفیة یسمونه بقطب
العالم ولقد صدقوا فیه فانه لما
کان الجزء الاشرف من سکان هذا العالم
الاسفل هو الانسان الذی حصلت
له القوة النظریة التی بها یستفید
الانوار القدسیة من عالم الملئکة

قوت نظری اور عملی دونوں کامل ہوں۔
قوت نظری کے کمال کے یہ معنی کہ حقایق
اشیاء کا اس کو صحیح علم ہو یعنی اسکے ذہن
میں جس شے کا تصور آئے ٹھیک اصلی
صورت میں آئے۔ قوت عملی کے کمال کے
یہ معنی ہیں کہ نفس میں ایسا ملکہ پیدا ہو جائے
کہ خود بخود اچھے کام سرزد ہوں۔

(۲) دنیا میں تین طرح کے آدمی ہیں ناقص
یعنی جنکی قوت نظری اور عملی دونوں ناقص ہے
یہ عوام الناس ہیں۔ خود کامل ہیں لیکن
دوسروں کو کامل نہیں کر سکتے۔ یہ اولیاء
صلحاء ہیں۔ خود کامل ہیں اور دوسروں
کو بھی کامل کر سکتے ہیں یہ انبیاء ہیں۔

(۳) قوت نظری اور عملی کے درجے بلحاظ
نقصان و کمال شدت وضعف نہایت
مختلف ہیں یہاں تک کہ انکی کوئی حد نہیں
قرار پا سکتی۔

(۴) گو عموماً تمام لوگوں میں نقصان پایا
جاتا ہے لیکن ضرور ہے کہ ان ہی میں کوئی
ایسا کامل بھی ہو جو نقصان سے بمراحل دور
ہو اسکی تصدیق مختلف مثالوں سے ہوتی
ہے (۱) یہ ظاہر ہے کہ انسانوں میں کمال اور

وحصلت له القوة العملية التی
بها یقدر علی تدبیر هذا العالم
الجسمانی علی الطریق الاصلح والسبیل
الاکمل ثم ان ذالک الانسان الواحد
هو اکمل ثم ان ذالک الانسان
الواحد هو اکمل الاشخاص الموجودین
فی ذالک الدور کان المقصود
الاصلی من کل هذا العالم العنصری
وجود ذالک الشخص ولا شک
ان المقصود بالذات هو الکامل
واما الناقص فانه یکون مقصوداً
بالعرض فثبت ان ذالک الشخص
هو القطب لهذا العالم العنصری
وما سواه فکالتبع له وجماعة الشیعة
الامامیه یسمونه بالامام المعصوم
وقد یسمونه بصاحب الزمان و
یقولون غائب ولقد صدقوا فی الوصفین
ایضا لانه لما کان خالیا عن النقایص
التی هی احسن فی غیره کان معصوما
من تلک النقایص وهو ایضا صاحب
الزمان لانا قلنا ان ذالک الشخص
هو المقصود بالذات فی ذالک الزمان

نقصان کے درجے نہایت متفاوت ہیں
نقصان کے مدارج بڑھتے بڑھتے اس حد
تک پہونچ جاتے ہیں کہ بعض انسان عقل
اور ادراک میں جانوروں سے قریب ہوجاتے ہیں
جب نقصان کیجانب یہ حال ہے تو ضرور ہے
کہ کمال کیجانب بھی یہی حال ہو یہاں تک
کہ انسانیت کی سرحد ملکوتیت سے مل جائے
(۲) استقرا بھی اسکی شہادت دیتا ہے کہ
اجسام عنصری کی تین قسمیں ہیں معدن
نبات۔ حیوان۔ ان میں سب سے افضل حیوان
ہے پھر نبات پھر معدن۔ حیوان کے بھی
بہت سے انواع ہیں اور ان سب میں
اشرف انسان ہے اسی طرح انسان کے
بہت اصناف ہیں۔ مثلاً زنگی رومی شامی
فرنگی۔ ترک۔ ان سب میں جو لوگ ایشیا کے
وسطی حصہ میں سکونت رکھتے ہیں وہ سب سے
افضل ہیں۔
اس قیاس پر ضرور ہے کہ خود ان لوگوں میں
بھی کمال کا درجہ متفاوت ہو کر بڑھتا جائے
یہاں تک کہ ایسا شخص نکل آئے جو اپنے
صنف میں بھی سب سے افضل ہو۔
ہر دور میں ایک ایسا شخص ہوتا ہے جو

وما سواہ انما لا اتباع لہ وھو ایضا غائب
عن الخلق کان الخلق لا یعلمون ان ذالک
الشخص ھو افضل ھذا الدور واکملھم
واقول ولعلہ لا یعرف ذالک الشخص ایضا انہ
افضل اھل الدور وانہ وان کان یعرف
حال نفسہ الا انہ لا یمکنہ ان یعرف حال
غیرہ فذالک الشخص لا یعرف غیرہ وھو
ایضا لا یعرف نفسہ فھو کما جاء فی الاخبار
الالھیۃ انہ تعالی قال اولیائی تحت قبابی
لا یعرفھم غیری فثبت بھذا ان کل
دور لا بد وان یحصل فیہ شخص موصوف
بصفات الکمال ثم انہ لا بد وان یحصل
فی ھذا الادوار المتلاحقۃ دور یحصل فیہ
شخص واحد یکون ھو افضل من کل اولئک
الذین کل واحد منھم صاحب دورہ
وفرید عصرہ وذالک الدور المشتمل علی
مثل ذالک الشخص لا یوجد فی الف سنۃ
او اکثر او اقل الا مرۃ واحدۃ فیکون ذالک
الشخص ھو الرسول المعظم والنبی المکرم
وواضع الشرائع والھادی الی الحقائق
وتکون نسبتہ الی سائر اصحاب الادوار کنسبۃ
الشمس الی الکواکب ثم لا بد وان یحصل فی

اپنے زمانہ کا افضل الناس ہوتا ہے صوفیہ
اسی کو قطب کہتے ہیں اور سچ کہتے ہیں
کیونکہ جب اس عالم جسمانی کا بہترین حصہ
انسان ہے جو قوت نظریہ کیوجہ سے
عالم ملکوت سے استفادہ کرتا ہے اور قوت
عملیہ کیوجہ سے دنیا کا عمدہ سے عمدہ انتظام
کرسکتا ہے تو عالم کا مقصود اصلی در اصل یہی
انسان ہے اور جب یہ شخص (یعنی قطب)
اور تمام انسانوں سے بڑھکر ہے تو گویا
اس تمام عالم عنصری کا حاصل یہی شخص
ہے۔ اس بنا پر اس شخص کو عالم کا قطب
کہنا بالکل صحیح ہے۔ شیعہ اسی کو
امام معصوم صاحب الزمان اور
غائب عن العیان کہتے ہیں اور یہ
کہنا انکا بجا ہے کیونکہ جب وہ نقایص سے
خالی ہے تو معصوم ہے اور جب اپنے دور کا
مقصد اصلی ہے تو صاحب الزمان ہے
اور چونکہ عام لوگ اسکے حال سے واقف
نہیں اسلئے وہ غائب عن العیان ہے۔
اسی قیاس پر ایک ایسا شخص بھی ہونا
چاہیئے جو سب سے افضل بھی ہو ایسا شخص
سیکڑوں ہزاروں برس میں کہیں جاکر پیدا

اصحاب الادوار الانسان هو اقربهم الی صاحب الدور فی صفات الفضیلة فیکون ذالک الشخص بالنسبة الیه کالقمر بالنسبة الی الشمس وهو الامام القائم مقامه والمقرر شرعه واما الباقون فنسبة کل واحد منهم الی صاحب الدور الاعظم کنسبة کوکب السیارة الی الشمس واما عوام الخلق فهم بالنسبة الی اصحاب الادوار مثل حوادث هذا العالم بالنسبة الی الشمس والقمر وسائر الکواکب ولا شک ان عقول الناقصین تکمل بانوار عقول اصحاب الادوار فتقوی بقوة هذا الکلام کلام معقول مرتب علی هذا الاستقراء

ہوتا ہے اور وہی پیغمبر برحق اور موجد شریعت ہوتا ہے ایسے اشخاص بھی ہوتے ہیں جو ان فضائل میں پیغمبر سے کم اور تمام لوگوں سے زیادہ ہوتے ہیں۔ یہ امام اور قائم مقام پیغمبر ہوتے ہیں امام کو پیغمبر سے وہ نسبت ہوتی ہے جو چاند کو آفتاب سے ہے۔ امام سے جو کم رتبہ ہیں انکو پیغمبر سے وہ نسبت ہوتی ہے جو عام ستاروں کو آفتاب سے ہے۔ باقی عوام الناس تو وہ گویا حوادث یومیہ ہیں جو اجرام فلکی کی تاثیر سے وجود میں آتے ہیں۔

(۵) پیغمبر انسانیت کی اخیر سرحد پر ہوتا ہے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ہر نوع کی انتہا دوسرے نوع کی ابتدا سے متصل ہے۔ اسلئے بشریت

الذی یفید القطع والیقین کی انتہا ملکوتیت کی ابتدا ہے۔ اس بنا پر پیغمبر میں ملکوتی صفات پائے جاتے ہیں وہ جسمانیات سے بے پروا ہوتا ہے۔ روحانیت اس پر غالب ہوتی ہے اسکی قوت نظریہ کے آئینہ میں معارف الٰہی مرتسم ہوتے ہیں اسکی قوت عملیہ عالم اجسام میں طرح طرح کے تصرفات کرسکتی ہے اور اسی کا نام معجزہ ہے صـ۲۸۱ الکلام ۔ عربی عبارت امام فخر رازی کی ہے اور ترجمہ مولوی شبلی صاحب کا۔ اس عبارت سے (۱) جہاں نبی اور امام میں اتحاد نوعی معلوم ہوا کہ دونوں ایک نوع اور ایک صنف کے ہوتے ہیں کہ ایک کو آفتاب کہ سکیں تو دوسرے کو ماہتاب (۲) وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسے شخص کا خلیفہ اور جانشین ہونا اور ہر دور میں رہنا بھی ضروری ہے اور اسی کیطرف احادیث اہلبیت علیہم السلام میں اشارہ ہے کہ زمین حجۃ خدا سے خالی نہیں ہوتی یعنی ہر وقت حجۃ خدا موجود رہتا ہے (۳) اسکے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ جو عقیدہ شیعوں کا درباره جناب صاحب الامر علیہ السلام ہے کہ وہ زندہ ہیں

ہیں نہیں۔ موجود ہیں۔ صاحب الزمان ہیں معصوم ہیں۔ آنکھوں سے غائب ہیں وہ سب سچ اور حق ہے پھر ان سنیوں سے میں کیا کہوں جو اس زمانہ میں بڑھ چڑھ کر باتیں بناتے ہیں اور خارجیت پھیلاتے ہیں

اقتصادی تباہی اور کساد بازاری کا اسلامی علاج

احکام قرآن کی مخالفت اور نئی روشنی کے طرح طرح کے طرز عمل سے دنیا آج تہ و بالا ہو رہی ہے۔ ایک طرف غلہ کی فراوانی اور فیکٹری کے مصنوعات کی زیادتی۔ دوسری طرف کساد بازاری وعدم خریداری۔ ایک طرف بینکوں میں روپیہ کی فراوانی دوسری طرف روپیہ کی عدم پر ان حالی عقلائے زمانہ کو حیران و سرگرداں کئے ہوئے ہے۔ جن کے پاس غلہ ہے وہ بیچتے نہیں کہ مزدوری برابر بھی دام نہیں ملتا ہے۔ جنکے پاس غلہ نہیں ہے انکو کام نہیں ملتا کہ مزدوری کر کے غلہ خریدیں اور کھائیں۔ فیکٹری والے مال طیار کئے ہوئے بیٹھے ہیں۔ لیکن خریدار نہیں ملتا ریل گاڑیاں کھڑی ہیں لیکن کوئی ایک جگہ سے دوسری جگہ مال نہیں بھیجتا۔ جہاز بندرگاہوں میں کھڑے ہیں اور کوئی ایک ملک سے دوسرے ملک میں اسباب نہیں روانہ کرتا۔ اسلئے کہ بکری کی امید نہیں۔ بینک میں روپیہ بھرا ہوا ہے۔ اور روز بروز سود کم کرنے پر بھی کوئی لینے کا روادار نہیں۔ عقلائے یورپ اور امریکہ کی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیسا تماشا ہے فراوانی کے ساتھ قحط۔ دولت کے ساتھ کساد بازاری۔ کثرت کار کے ساتھ بیکاری طرح طرح کی ترکیبیں ہر ملک والے ایجاد کر رہے ہیں۔ لیکن کوئی کارگر ہوتی نظر نہیں آتی۔ انگلینڈ اور امریکہ جہاں سونے کا سکہ چلتا تھا اب وہاں کاغذ کا سکہ چلا رہے ہیں۔ انگلینڈ کی تو حالت معلوم نہیں لیکن امریکہ کی پریشانی میں کوئی کمی نہیں ہے۔ کاشتکاروں نے ٹیکس دینا بند کر دیا ہے کہ غلہ بکتا نہیں کہ اپنی ضروریات کو پوری کریں۔ تو ٹیکس کیونکر ادا کریں۔ اسوقت بہت بھاری مسئلہ یورپ اور امریکہ میں یہ ہے کہ کام کرنے والوں کو کام نہیں ملتا۔ لاکھوں بلکہ کروڑوں آدمی بیکار بیٹھے ہیں۔ اور گورنمنٹ انکی امداد کرنے پر مجبور ہو رہی ہے۔

کہیں یہ قانون پاس کیا جا رہا ہے کہ ہر مزدور آٹھ دس گھنٹہ کام کرنے کے عوض چار پانچ گھنٹہ کام کریں تاکہ بیکاروں کو کام ملے۔ اس پر فیکٹری والے کہتے ہیں کہ جو شخص آٹھ دس گھنٹہ کے عوض چار پانچ گھنٹہ کام کرے گا تو ہم اس کی پوری مزدوری کیونکر دینگے؟

کاریگر کہتے ہیں کہ اگر ہم کو پوری مزدوری نہ ملیگی تو ہم اپنے گھر کو کیونکر سنبھالیں گے۔ غرض یہ گتھی سلجھتی نظر نہیں آتی۔ بلکہ اسکی صعوبت روز بروز سخت تر ہوتی جارہی ہے۔

خدا اسلام کا بول بالا کرے کہ اس نے قرآن پاک میں بہت سی موجودہ خرابیوں کے انسداد کا حکم تیرہ سو برس قبل ہی سے جاری کر دیا ہے۔ اگر دنیا اس پر کاربند رہتی تو بہت سی خرابیاں جو انسان کو چکر میں ڈالے ہوئے ہیں پیدا نہیں ہوتیں۔ ہمارے ناظرین جو کہ عقلاے یورپ پر دلدادہ اور نئی روشنی کے متوالے ہیں تعجب کرینگے کہ قرآن میں بھی کوئی ایسا حکم ہے جو موجودہ اقتصادی تباہی کو دفع کر سکتا ہے۔

میری عرض یہ ہے کہ ضرور ایسا حکم ہے لیکن آپ ذرا صبر کے ساتھ اس کو سنئے اور ٹھنڈے دل سے اس پر غور کیجئے وہ حکم یہ ہے کہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں سب لوگوں سے ارشاد فرمایا ہی پارہ ۱۸ سورہ النور۔ رکوع ۴ :- وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ یعنی بے شوہر عورتوں اور اپنے نیک بخت غلاموں اور لونڈیوں کا بھی نکاح کر دیا کرو اگر یہ لوگ محتاج ہونگے تو خدا اپنے فضل و کرم سے انھیں مالدار بنا دیگا۔ اور خدا تو بڑی گنجائش والا واقف کار ہے۔

میرے اس آیت کے پیش کرنے اور یہ عرض کرنے سے کہ اس آیت میں موجودہ اقتصادی تباہی کا علاج اور موجودہ کساد بازاری کی دوا ہے۔ غالباً ہمارے نوجوان ناظرین خیال کرینگے کہ میں ایک بہت بڑی لمبی داڑھی والا انسان اور بڑی پگڑی والا پرانے خیال کا آدمی ہوں اور ممکن کہ اس مضمون کو تکیہ کے نیچے رکھدینے کا ارادہ کرینگے۔ لہذا اس آیت کے متعلق میں خود اپنا کوئی خیال یا ثبوت پیش کرنا نہیں چاہتا۔ بلکہ اسکے متعلق جو عقلاے یورپ نے کہا ہے اور کر رہے ہیں اس کو پیش کرکے امیدوار ہوں کہ مسلمان اپنا اعتقاد قرآن کی طرف سے مضبوط کریں اور غیر مسلمان جو بغیر قرآن کا نام لئے ہوئے اس کے احکام سے صلاح و فلاح حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ اسکی تصدیق کریں اور احسان فراموشی

اور نمک حرامی کے ملزم نہ بنیں۔
عورتوں کے ازدواج کیطرف نفرت اور ناکتخدائی کیطرف رغبت کی خرابیوں کو دیکھکر یورپ نے اسکی اصلاح کیطرف توجہ کی۔ لیکن چونکہ اس وقت یہ خرابی بہت زیادہ تکلیف دہ نہ تھی اسلیے علاج میں کد بھی نہ کی۔ مثلاً اخبار اسٹیٹسمین کلکتہ مورخہ ۳۰ مارچ سنہ ۱۹۲۲ء میں مضمون نکلا "کیا تعلیم یافتہ لڑکیاں شادی کیلئے کم مطلوب ہیں؟ کیا مرد تعلیم یافتہ لڑکیوں سے خائف ہیں؟ پادری انج نے مشن ہاؤس کی کانفرنس میں جو تعداد ازدواج کی پیش کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کا ڈگری حاصل کرنا انکو شادی سے محروم کر دیتا ہے پادری صاحب نے کہا کہ "مجھکو تعجب معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۶۰۷ عورتوں میں سے جو آکسفورڈ یونیورسٹی سے پاس ہوئیں صرف ۷۶۵ نے شادی کی"۔ اسکے بعد پادری صاحب نے دعا کی کہ "خدا کرے کہ باقیوں کی بھی شادی ہو جائے تاکہ خدانخواستہ وہ مدۃ العمر بے شادی کئے نہ رہ جائیں"۔ اس واقعہ کے بعد بھی معلوم نہیں پادری صاحب نے کیونکر خوش ہوکر یہ بیان کیا کہ "آکسفورڈ میں عورتوں کے داخلہ کے متعلق جو مخالفت تھی اب باقی نہیں ہے۔ اور عورتوں کی تعداد اب وہاں کافی نظر آتی ہے"۔ چونکہ اس وقت دنیا میں کوئی ایسی تکلیف نہ تھی اور فراوانی کی وجہ سے انسان بے فکر تھا اس لئے مرض کی تشخیص ہونے پر بھی اس کا علاج اُلٹا سوجھا لیکن اہل امریکہ نے مرض کی بھی تشخیص کی اور اس کا علاج بھی صحیح بتایا۔ اخبار اسٹیٹسمین کلکتہ مورخہ ۲۵ مارچ سنہ ۱۹۲۳ء میں ایک مضمون بعنوان The brass ring "پیتل کی انگوٹھی" شایع ہوا ہے۔ یہ مضمون شادی کے متعلق ہے کہ "شادی سے انسان کو خوش حالی نصیب نہیں ہوتی اور یہ کہا گیا ہے کہ شادی کو کامیاب بنانا عورتوں کے اختیار میں ہے وہی اس کو کامیاب بناتی ہیں اور گھر خوش حال رہتا ہے اور وہی ناکام بنا کر گھر کو جہنم سے بدتر کر دیتی ہیں۔ یہ تعلیم یافتہ عورتیں ہیں جنھوں نے مناکحت کو بدنام کر رکھا ہے۔ لوسی جس نے اخلاقی ترقی میں جی لگایا ناکام رہی۔ مارجوری جو صنعت وحرفت کیطرف گئی ناکام رہی۔ لیلا جس نے دولت

کے واسطے شادی کی وہ بھی ناکام رہی۔ لیکن روزمری جو خانہ داری کا ذوق رکھتی تھی کامیاب اور خوش حال رہی۔ اور مسز گروٹن برگ جو کھانا پکانا جانتی تھی سب سے زیادہ کامیاب ہوئی۔ اور گرچہ خوبصورت نہ تھی مگر تاحیات اپنے شوہر کی محبوب رہی"۔

اس مضمون سے اتنا پتا چلتا ہے کہ اہل امریکہ کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ قلت مناکحت ملک اور قوم کو نقصان دہ ہے۔ اور یہ قلت مناکحت عورتوں کی نامناسب تعلیم و تربیت کی وجہ سے ہے۔ جن کی تعلیم اور تربیت خانہ داری کے لئے ہوئی وہ تو کامیاب ہوئیں اور گھر آباد رکھا اور جو عورتیں علوم و فنون کیطرف مائل ہوئیں وہ خانہ داری کے کام کی نہ رہیں۔ اور اگر کسی نے شادی کی بھی تو شوہر کو راضی نہ رکھ سکیں اور نہ ان سے خانہ آبادی ہو سکی۔

تعلیم و تربیت کے خراب کن نتیجہ کو دیکھکر مسٹر ڈبلو۔ وی۔ لارنس نے جو بچاسی برس کے ایک تجارت پیشہ آدمی ہیں تیس لاکھ روپیہ دیا ہے کہ نیویارک (امریکہ کے ایک شہر) میں عورتوں کے لئے ایک کالج قائم کیا جائے جسمیں عورتوں کو ایسی تعلیم دی جائے جس سے انمیں خانہ داری کی قابلیت پیدا ہو۔ اور ایسی تعلیم نہ دیجائے جس سے انکے ازدواج میں رکاوٹ پیدا ہو۔

اس کالج میں چار برس کے عوض صرف دو برس عام علم سکھایا جائیگا۔ اس یونیورسٹی کی تعلیم سے عورتیں اپنی روزی حاصل کر سکتی ہیں لیکن ایسی اعلیٰ تعلیم نہ دیجائیگی جس سے مردان سے کراہت کریں مسٹر لارنس کا بیان ہے کہ نا کتخدا استانیوں سے انکی شاگرد بھی ازدواج سے بچنا چاہتی ہیں۔ اسکے علاوہ لڑکیوں کا وقت کھیل اور ورزش میں اتنا صرف کیا جاتا ہے کہ ڈگری حاصل کرنے کے بعد وہ شادی کے کام کی نہیں رہتیں حالانکہ شادی و خانہ آبادی ہی انکا فطرتی منصب ہے"۔ (اسٹیٹسمین مورخہ ۵ جنوری ۱۹۲۷ء)

(۱) اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امریکہ اور یورپ کے لوگوں کے نزدیک بھی انتعلیم اور عورتوں کی آزادی اور مثل مردوں کے کاروبار میں انکا شریک ہونا قوم و ملک کے لئے نقصان دہ ہے۔

(۲) یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ عورتوں کا فطرتی منصب اور اصل کام شادی کرکے خانہ آبادی کرنا ہے اور (۳) یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اعلیٰ تعلیم صنعت وحرفت۔ کھیل کود عورتوں کے لئے ناموزوں ہیں۔ جو عورتوں کو ناقابل ازدواج بناکر انکو اپنے فرض منصبی سے بھی منحرف کردیتے ہیں۔ لہذا ایک امریکن تاجر نے تیس لاکھ روپیہ ایسا کالج قائم کرنے کے لئے دیا۔ جسمیں عورتوں کی تعلیم ان کے حسب حال ہو۔ جس سے انمیں خانہ آبادی کی صلاحیت پیدا ہو اور وہ اپنے شوہر کو خوش رکھ سکیں۔

چونکہ ۱۹۲۷ء تک دنیا میں فراوانی وخیر وبرکت تھی اس لئے عدم ازدواج کا خراب کن نتیجہ زیادہ محسوس نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے اسکے علاج کیطرف یورپ تو مائل ہی نہ ہوا۔ اور امریکہ مائل بھی ہوا تو صرف کالج۔ اسکے کورس اور اسکے تعلیم کی اصلاح کی۔ اور عورتوں کو خانہ داری سے متنفر کرنے کے بعد انکو آزاد چھوڑ دیا کہ جو چاہیں کریں۔ کسی لڑکے کو خراب کرنے کے بعد اگر والدین صرف اسکی مرضی پر چھوڑ دیں تو عوض اصلاح کے اسکی خرابی بڑھتی ہی جائیگی لہذا جو والدین سمجھدار ہوتے ہیں وہ شروع ہی سے اپنے لڑکوں کی آزادی روکتے ہیں کہ وہ خراب نہ ہوں۔ اور اگر اپنی یا استاد کی غفلت سے لڑکا خراب ہوا تو سخت قید بندی نگرانی و ہدایت کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی حال دنیا کا ہوا۔ اولاً عورتوں کو خلاف فطرت آزادی دی۔ ضرورت سے زیادہ علوم وفنون کی طرف انکو مائل کیا اور جب ازدواج میں کمی ہوئی اور اسکا نقصان محسوس ہوا تو کہیں صرف دعا اور مشورے پر اکتفا کیا اور کہیں صرف کالج کی اصلاح کی۔ لیکن جو خرابی پیدا ہوگئی تھی وہ بڑھتی ہی گئی۔ یہاں تک کہ دنیا کو ان آفتوں اور بلاؤں کا سامنا ہے جن کا ذکر اوپر ہوا۔

ایسی حالت میں قوی علاج کی ضرورت پیدا ہوئی۔ چنانچہ اٹلی کا حکمران مسولنی کہتا ہے کہ "ان دنوں مرد اور عورت لڑکا پیدا کرنے اور پرورش کرنے کے فرض منصبی سے بچنا چاہتے ہیں۔ لہذا وہ انکو متنبہ کرتا ہے کہ وہ قوم تہذیب اور تمدن پر اپنا اثر نہیں ڈال سکتی جو ایک بڑی قوم کے منصب کو اختیار کرنے کے لئے پیش قدمی نہ کرے۔ یعنی

صرف اپنی زندگانی ہی کا خیال نہ کرے بلکہ اپنی قومیت کو بڑھانے اور ترقی کرنے میں بھی حصہ لے طبیعت کا ایسا رجحان جو خانہ آبادی کے لئے مخل ہو وہ قوم کے لئے برباد کن ہے۔ جو مرد اور عورت لڑکوں کی ذمہ داری لینا نہیں چاہتی اور بعد ازپیدائش کو دور کرنا چاہتی ہے وہ نہایت ہی قابل نفرین ہے۔ وہ کیسی عورت ہے جو لڑکے کی پرورش کرنے کی خوشگوار خدمت سے بچنا چاہتی ہے ہم سب لوگ جانتے ہیں کہ ایک نیک عورت کی بہترین اور عزیز ترین خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ لڑکا جنے اسکو پیار کرے اور اسکی پرورش کر کے اسکو ایک قابل مرد بنا دے جس طرح صدیوں قبل یہ بات تھی۔ اب بھی وہی بات ہے کہ ایک عورت جس کو خدا نے کثیر الاولاد کیا ہے۔ فخریہ اپنے بچوں کو جمع کر کے ایک رومن ماں کے ہم زبان ہو کر کہے کہ "یہ ہیں میرے جواہرات"۔

اس طرح کے وعظ و پند کے بعد مسلونی نے ازدواج کیطرف رغبت دینے کے لئے اکتوبر گزشتہ میں ایک شادی کا میلا شہر روم میں قائم کیا جس میں دو ہزار مرد اور دو ہزار عورتیں شادی کریں گی۔ شادی کے بعد دو ہزار مرد اور دو ہزار عورتیں عبادت میں شرکت کرینگی۔ بعدہ روم کی سڑکوں اور گلیوں میں جلوس کے ساتھ گشت کرتی ہوئی مسلونی کے محل تک جائینگی اور وہاں مسلونی کے ہاتھ سے شادی کا تحفہ پائینگی۔ اسکے علاوہ بچوں کا میلا قائم کیا گیا ہے جسمیں ہر شیر خوار کو پورا ساز و سامان اسکی ضرورت کا دولت کیطرف سے دیا جائیگا"۔ (اسٹیٹسمین مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

ابھی غالباً ہمارے ناظرین کی تشفی نہ ہو گی اور کہیں گے کہ مانا کہ ان اقوال سے مناکحت و توالد و تناسل کی خوبی اور انکا ضروری ہونا ثابت ہوا لیکن قرآن کی تصدیق کہاں ہوئی کہ اس ترکیب سے اقتصادی تباہی اور کساد بازاری دور ہو گی۔ اچھا تو میں جرمنی کے حکمراں ہر ہٹلر کا وہ فرمان سناتا ہوں جو ہو بہو قرآن کی آیہ کریمہ کا ترجمہ ہے۔ اخبار انگلشمین کلکتہ مورخہ ۲۶ جون ۱۹۳۴ء کا صفحہ ۵ ملاحظہ ہو جسمیں ہٹلر کی جدید تدبیر کے عنوان سے یہ مضمون شایع ہوا ہے "ہر ہٹلر کی جدید اقتصادی تدبیر کی کامیابی کے متعلق بہت

رائے زنی ہو رہی ہے۔ جرمنی کے بیکاری کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے جو دلیرانہ ترکیب ایجاد کی گئی ہے وہ صفائی کلام کی وجہ سے قابل توجہ ہے۔ ہر ہٹلر نے یہ فرمان جاری کیا ہے کہ جرمنی عورتیں اگست تک اپنے فطرتی فرض یعنی خانہ داری کیطرف واپس آویں جو عورتیں فیکٹری اور دوسرے کارخانوں کو چھوڑیں انکو شادی کر کے خانہ آبادی کرنا چاہیئے یا خانہ داری کی نوکری اختیار کرنا چاہئیے۔ جو شادی کرنا چاہیں اور کوئی مرد انکو قبول کرے تو حکومت کیطرف سے انکو سات سو روپیہ بلا سود قرض دیا جائیگا جس کو وہ سو مہینہ میں ادا کریں گے۔ اور عورت کو یہ معاہدہ لکھنا پڑیگا کہ جب تک اس کا شوہر بیس روپیہ فی ہفتہ حاصل کرتا ہے کوئی دوسرا کام نہ کریگی"۔

دیکھا اقتصادی تباہی اور کساد بازاری کے رفع کرنے کی تدبیر ہر ہٹلر نے یہ سوچی ہے کہ جو عورتیں بے شادی کئے ہوئے فیکٹریوں میں۔ آفسوں میں اور دوسرے دوسرے کارخانوں میں اپنی زندگی بسر کر رہی ہیں وہ سب کام چھوڑ کر یا ازدواج اختیار کریں اور اگر شوہر نہ ملے تو خانہ داری کی خدمت اختیار کریں۔

اور قرآن بھی یہی فرماتا ہے کہ بے شوہر کی عورتوں اور لونڈی غلاموں کو بیاہ دو تو تمہارا فقر و فاقہ دور ہوگا۔

ہر ملک میں اس اقتصادی تباہی اور کساد بازاری کو دفع کرانے کے لئے طرح طرح کی تدبیریں کی گئی ہیں اور کیجا رہی ہیں۔ اور اخباروں میں ہر روز ان تدبیروں کی ناکامیابی کی خبریں شایع ہو رہی ہیں۔

امریکہ کے پریسیڈنٹ کی ترکیبیں ایسی تھیں کہ ملک میں ہیجان پیدا ہوگیا اور کسانوں نے ٹیکس دینا بند کر دیا۔ لیکن ہر ہٹلر کی تدبیر کی ناکامیابی کی خبر کہیں نہیں ہے۔ ہاں دوسرے ملک والے البتہ اس پر رائے زنی کرتے اور جرمن عورتوں کو مخالفت کرنے پر آمادہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ اسٹیٹسمین مورخہ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۳۳ء میں یہ مضمون درج ہے "عورتوں کی قومی کانفرنس نے لنڈن میں ہر ہٹلر پر اعتراض کیا ہے کہ بیاہی عورتوں کے کام

میں دخل دینے کا اس کو کیا حق ہے اور ایک لاکھ پچاس ہزار عورتوں کو سات سو روپیہ بلا سود قرض کا لالچ دیکر فیکٹری سے نکلکر شادی کرنے کی ترغیب دینے پر نفرت ظاہر کی ہے۔ اکثر لوگ اس خیال سے اتفاق کریں گے کہ ہر انسان کا خواہ مرد ہو خواہ عورت حق ہے کہ جو کام چاہے کرے اور یہ بالکل خانگی بات ہے کہ زن وشو آپس میں اتفاق کرلیں کہ کون کیا کریگا۔ لیکن ہر ٹہلر کے مناکحت اور بیکاری سے کام پیدا کرانے کی ترکیب سے بھی بہت لوگوں کو اتفاق ہے جو خیال کرتے ہیں کہ جب تک موجودہ بیکاری عالمگیر ہے یہ انصاف سے بعید بات ہے کہ جو عورت اپنے شوہر سے نان نفقہ پاتی ہے وہ فیکٹری اور کارخانوں میں کام کرکے دوسرے گھر کے کمانے والے کو کام سے محروم کرے اور یہی جرمن کے حکمراں کا منشاء ہے۔

الحاصل اب تو قرآن کی آیت کی تصدیق یورپ کے حکماء اور عقلاء سے صرف زبانی ہی نہیں ہوئی بلکہ عملی تصدیق ہوگئی اور اب جو میں اپنی طرف سے اس مسئلہ کی توضیح اور تفسیر کروں گا تو میرے ناظرین ٹھنڈے دل سے غور وفکر کریں گے۔ لہذا میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یورپ اور امریکہ میں منجملہ اور مسائل کے ذیل کے دو اہم مسئلے پیش ہیں:۔

(۱) قابل آدمی کام کرنا چاہتا ہے اور کام نہیں ملتا۔

(۲) انسان بوڑھے ہوگئے ہیں انکو کھانے کو نہیں ہے۔ فاقہ سے مررہے ہیں۔ انکے بال بچے نہیں جو انکو کھلادیں۔

بیکاری دفع کرنے کے لئے انگلینڈ۔ امریکہ وغیرہ میں یہ تجویز پیش ہے کہ بجائے ہر روز آٹھ دس گھنٹہ کام کرنے کے عوض ہر مزدور چار پانچ گھنٹہ کام کرے تاکہ باقی مزدوروں کو بھی کام کرنے کا موقع ملے۔ اس پر کارخانے والوں کا یہ اعتراض ہے کہ جو نصف کام کرے گا اسکی مزدوری بھی کم ہوگی جس پر مزدور جھگڑتے ہیں کہ کم مزدوری لیکر اپنی بسر اوقات کیونکر کریں گے۔ غرض اس الجھن میں کہیں اسٹرائک ہورہا ہے کہیں کام خراب

ہو رہا ہے اور فیکٹری اور کارخانے بند ہو رہے ہیں۔

بوڑھوں کے نان نفقہ کے لئے گورنمنٹ پنشن قائم کر رہی ہے۔ اسپر عام ٹیکس دینے والے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہم انکے لئے ٹیکس کیوں دیں۔ انھوں نے فیکٹری کا کام کیا ہے۔ صرف فیکٹری اور کارخانوں پر انکی پنشن کیلئے ٹیکس لگانا چاہیئے۔ فیکٹری اور کارخانے والے یہ کہتے ہیں کہ ہم نے جو چیز بنائی اس سے ساری قوم نے فائدہ اٹھایا اور سب کو پنشن میں حصہ لینا چاہیئے۔ غرض اس جھگڑے کا بھی کوئی انصافانہ حل نہیں نظر آتا۔

(۱) لیکن جرمنی کے حکمران نے جو قرآن کی آیت کے مطابق حکم جاری کیا ہے اسکا اثر یہ ہوگا کہ عورتوں کے فیکٹری کے باہر آنے پر بیکار مردوں کو جگہ مل جائیگی۔ اور بغیر مداخلت حکومت مزدور اور اہل کارخانہ آپسمیں طے کر لینگے کہ ہر مزدور کتنا کام کریگا کہ وہ اور اسکے عیال زندگی بسر کر سکیں۔

(۲) جب ہر انسان خانہ داری کریگا تو اسکو ہوٹل اور بازار میں کھانے کی ضرورت باقی نہ رہیگی۔ لہذا وہ اور اسکے عیال کم خرچ میں کھائیں گے اور کچھ بچا رکھینگے۔

(۳) جب تک زن و شو بوڑھے ہوں اس وقت تک انکی اولاد طیار ہو جائیگی۔ جو کما کر اپنے بوڑھے والدین کی پرورش کریگی۔ لہذا یہ امر بالکل بدیہی ہے کہ مناکحت سے دو اہم مسئلے یعنی (۱) بیکاری (۲) بڑھاپے کی پنشن حل ہو جاتے ہیں۔ اسکے علاوہ کساد بازاری میں بھی تخفیف ہوگی۔ امریکہ کے پریسیڈنٹ ہوائی جہازوں کے ذریعہ سے خریداری کی ترغیب کا اعلان منتشر کر رہے ہیں لیکن کوئی خریدار نہیں پیدا ہوتا۔ اور کساد بازاری جیسی تھی ویسی ہی قائم ہے۔ آخر جو بازار میں آکے اور اپنی ضروریات کو خرید لیا اسکے بعد ان سے کہنا کہ اور خریدو اور خریدو کیا فائدہ پہونچا سکتا ہے۔ ہاں اگر نئے خریدار آویں تو خریداری ہو سکتی ہے۔ اور وہ نئے خریدار ملک عدم سے از دواج ہی کے ذریعہ سے اس دنیا میں آسکتے ہیں۔ لہذا یہ

قرآنی احکام کساد بازاری کو بھی کم کرینگے۔ یہی وجہ ہے کہ جس قدر ان مسئلوں نے یورپ اور امریکہ کو تہ وبالا کر رکھا ہے انکا وجود بھی اسلامی ممالک میں نہیں پایا جاتا اسلامی ممالک میں کام کرنے والے بیکار رہتے ہیں نہ بوڑھوں کی پنشن کی ضرورت پڑتی ہے اور نہ انکی پیداوار بیکار پڑی ہوئی ہے۔ فتبارک اللہ الحکیم القدیر

اصلاح یہ مضمون بہت مفید۔ دلچسپ اور قابلقدر ہے ضرورت ہے کہ انگریزی داں حضرات ایسی چیزوں سے مسلمانوں کو برابر فائدہ پہونچایا کریں۔ اخبار اسٹیٹسمین کلکتہ یا بمبئی کرانیکل وغیرہ میں اکثر ایسی تحریریں شایع ہوتی ہیں جن سے محاسن اسلام پر پوری روشنی پڑتی ہی مگر ان چیزوں کو اسلامی نقطہ نظر سے پیش کرنے والے بہت کم ہیں۔

جزیرہ خضراء وغیرہ

احادیث میں حضرت حجۃ العصر علیہ السلام کے جائے قیام کو جزیرہ خضراء وغیرہ میں بتایا گیا ہے۔ اسکے متعلق قادیانی فرقہ کے منشی خادم حسین صاحب بھیروی نے عجیب و غریب اعتراضات کئے ہیں۔ انکو ہم اس جگہ مع جواب نقل کرتے ہیں۔ انکا قول لفظ "اعتراض" سے اور اسکی رد لفظ "جواب" سے لکھی جائیگی۔

اعتراض:۔ ولایت بربر۔ اندلس بحرابیض متعارف نام ہیں لیکن جزیرہ خضراء یا جزیرہ رفضنہ کا خدا جانے کس کتاب جغرافیہ یا تاریخ میں مذکور ہے۔ جہاں ہزار برس سے امام معہ اولاد و اصحاب آباد اور جہاں ہر سال دو دفعہ غلہ وغیرہ کے جہاز معرفت وکیل ناحیہ مقدسہ کے بھیجے جاتے ہیں۔ مگر نئی پرانی دنیا کا کوئی سیاح جہاز راں ان حالات سے واقف نہیں۔

جواب:۔ قبل اسکے کہ ہم جزیرہ خضراء کا ثبوت کتب اہلسنت سے دیں ضروری ہے کہ ہم خود اندلس کا حال بیان کریں جو کتب اہل سنت میں ہے جسمیں یہ جزیرہ خضراء واقع ہے۔ ملاحظہ ہو حیوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۷

قال وکان الیونان وھم اھل الحکمۃ یسکنون بلاد المشرق قبل الاسکندریہ فلما ظہرت الفرس وزاحمت الیونان علی ما بایدیہم من الممالک انتقلوا الی جزیرۃ الاندلس لکونہا طرفا من اخر العمارۃ ولم یکن لہا ذکر ولا ملکہا احد من الملوک المعتبرۃ ولا کانت عامرۃ کلہا وکان اول من عمرہا واختط فیہا اندلس بن یافث بن نوح علیہ السلام فسمیت باسمہ ولما عمرت الارض بعد الطوفان کانت صورۃ المعمور منہا عندہم علی شکل طائر راسہ المشرق وذنبہ المغرب وجناحاہ الشمال والجنوب وبطنہ ما بینہما وکانوا یزدرون المغرب بنسبتہ الی اخس اجزاء الطائر وکان الیونان لا یرون فناء الامم بالحروب لما فیہ من الاضرار والاشتغال عن العلوم التی امرہا عندہم اہم الامور فلذلک انحازوا من بین یدی الفرس الی الاندلس فعمروہا وشقوا انہارہا وبنوا المعاقل وغرسوا الجنان والکروم وملؤہا حرثا ونسلا فعظمت وطابت حتی قال قائلہم لما رای بہجتہا ان الطائر الذی صورت العمارۃ علی شکلہ وکان المغرب ذنبہ کان طاؤسا لان معظم جمالہ فی ذنبہ ولما کملت الیونان عمارۃ جزیرۃ الاندلس جعلوا دار الحکمۃ والملک فیہا مدینۃ طلیطلۃ لانہا وسط البلاد۔

یعنی اہل یونان جو اہل حکمت تھے پہلے بلاد شرقیہ میں رہتے تھے اسکندریہ کے پاس جب اہل عجم نے اون پر غلبہ حاصل کیا اور یونانیوں کے شہر کو چھین لیا تو وہ یہاں سے اندلس کیطرف چلے گئے کیونکہ وہ آبادی کا آخری حصہ تھا اور کہیں تواریخ وغیرہ میں اوس کا تذکرہ نہ تھا نہ کوئی بادشاہ معتبر اوس پر قابض ہوا۔ وہ ملک بالکل غیر آباد تھا۔ سب سے پہلے اوس کو اندلس بن یافث بن نوحؑ نے آباد کیا تھا۔ اونھیں کے نام سے یہ ملک موسوم ہوا بعد طوفان جب اسکی آبادی شروع ہوئی تو اس ملک کی صورت مثل طائر کے تھی کہ سر اوسکا تو مشرق تھا اور دُم مغرب اور دونوں

بازو اسکے جنوب و شمال اور اسکے مابین جو شہر تھے وہ گویا شکم طائر تھا۔ اسی لئے مغرب کو وہ ذلیل سمجھتے تھے۔ کیونکہ یہ اندلس کی دم کی طرف پڑا تھا اور چونکہ اہل یونان جنگ کو موجب فنائے امم جانتے تھے کیونکہ اس سے علوم وفنون کو زیادہ صدمہ پہونچتا تھا اس لئے اونھوں نے اہل عجم کے غلبہ کے وقت سے اندلس کو اپنا جاے پناہ بنایا تھا۔ اسلئے اوسمیں ہر قسم کی نہریں بنائیں اور باغ طیار کئے اور ہر طرح کھیتی باڑی سے اوس کو آباد کیا جس سے وہ ملک پوری طور سے سرسبز و شاداب ہوا چنانچہ ایک شخص نے اسکی بہجت و نضارت دیکھکر کہا کہ جس طائر کی شکل پر یہ ملک آباد کیا گیا ہے وہ طائر طاؤس ہے کیونکہ اس کا سارا حسن وجمال دم میں ہے۔ جب اہل یونان اس ملک کو آباد کر چکے تو اوسکے دار حکمۃ کو اس شہر طلیطلہ میں قائم کیا جس سے مائدہ حضرت سلیمان علی نبینا وآلہ السلام حاصل ہوا تھا بعہد ولید بن عبدالملک۔

اس سے معلوم ہوا کہ ملک اندلس ابتدا ہی سے اس حیثیت سے آباد کیا گیا تھا کہ وہاں تک رسائی کم ہو اور حکماے یونان نے اس غرض سے اسکو آباد کیا تھا کہ سلاطین کی دست برد سے محفوظ رہے۔ پھر اگر اوسی ملک اندلس میں یہ جزیرہ خضراء بھی ہو تو کیا تعجب ہے۔ کیونکہ یہ تو مسلمات سے ہے کہ حضرت ابھی تک آنکھوں سے مستور ہیں۔ لہذا ایسا مقام بھی ضرور خداوند عالم نے مقرر کیا ہوگا کہ حضرت محفوظ طریقہ پر وہاں رہ سکیں۔

آپ جزیرہ خضراء کے منکر ہیں مگر براہ کرم معجم البلدان تالیف الشیخ الامام شہاب الدین ابی عبداللہ یاقوت بن عبداللہ الحموی الرومی البغدادی کی مجلد ثانی مطبوعہ لیپزگ ۱۸۶۷ء کا صفحہ ۷۵ ملاحظہ فرمائیے۔

الجزیرۃ الخضراء مدینۃ مشہورۃ بالاندلس وقبالتہا من البر بلاد البربر سبتۃ واعمالہا متصلۃ باعمال شذونۃ وھی شرقی شذونۃ وتنقبلی قرطبۃ

ومدینتها اشرف المدن واطیبها ارضا وسورها یضرب بہ ماء البحر ولا
یحیط بها البحر کما تکون الجزائر لکنها متصلۃ ببر الاندلس لا حائل من الماء
دونها کذا اخبرنی جماعۃ من شاهدها من اهلها ولعلها سمیت بالجزیرۃ
لمعنی اٰخر علی انہ قد قال الازهری ان الجزیرۃ فی کلام العرب ارض فی البحر
یفرج عنها ماء البحر فیبدو وکذلک الارض التی یعلوها السیل ویحدق بها
ومرساها من اجود المراسی للجواز واقربها من البحر الاعظم بینهما ثمانیۃ عشر
میلا وبین الجزیرۃ الخضراء وقرطبۃ خمسۃ وخمسون فرسخا وهی علی نهر
برباط ونهر لجاۃ الیہ اهل الاندلس فی عام محل والنسبۃ الیها جزیری و
الی التی قبلها جزری للفرق وقد نسب الیها جماعۃ من اهل العلم منهم
ابوزید عبد اللہ بن عمر بن سعید التمیمی الجزیری الاندلسی یروی عن اصبغ
بن الفرج وغیرہ مات سنۃ ۲۶۵ وبخط الصوری بزائین معجمتین ولا یصح
کذا قال الحازمی والجزیرۃ الخضراء ایضا جزیرۃ عظیمۃ بارض الزنج
من بحر الهند وهی کبیرۃ عریضۃ یحیط بها البحر الملح من کل جانب وفیها
مدینتان اسم احداهما متنبی واسم الاخری مکنبلو فی کل واحدۃ
منها سلطان لا طاعۃ لہ علی الاخر وفیها عدۃ قری ورساتیق وبزعم
سلطانهم انہ عربی وانہ من نافلۃ الکوفۃ الیها حدثنی بذلک الشیخ
الصالح عبد الملک الحلاوی البصری وکان قد شاهد ذلک اعرفہ
وهو ثقۃ۔

جزیرہ خضراء ایک مشہور شہر ہے اندلس میں جسکے آگے سبتہ ہے جانب بر سے
بلاد بربر سے اور اوسکے اعمال متصل ہیں اعمال شذونہ سے اور وہ جانب
شرقی شذونہ ہے اور قرطبہ کے آگے۔ اوس کا شہر اشرف مدن سے ہے اور زمین
اوسکی نہایت طیب ہے۔ شہر کی چاردیواری سے سمندر ملا ہوا ہے۔ مگر مثل اور

جزیروں کے وہ طرف سے پانی میں نہیں ہے۔ مگر وہ متصل ہے بر اندلس
سے کہ پانی کو روکنے والا اوسکے سوا کوئی آبادی نہیں ہے۔ ایساہی جزیرہ
ہے اون لوگوں نے جس نے اس کو دیکھا ہے۔ اور شاید کسی دوسری وجہ سے
اوس کو جزیرہ کہتے ہیں۔ حالانکہ ازہری کہتے ہیں کہ عرب اوسکو جزیرہ
کہتے ہیں جو پانی میں زمین کھل جاتی ہے۔ اسی طرح اوس کو بھی جزیرہ
کہتے ہیں کہ سیل اوسکے اوپر سے ہوکر نکل جائے۔ اس جزیرہ کا مرسی یعنی
لنگر گاہ سب سے بہتر ہے اور بحر اعظم سے بہت قریب ہے ۱۸ میل کا فاصلہ ہے
اور جزیرہ خضرار اور قرطبہ کے درمیان میں ۵۵ فرسخ کا فاصلہ ہے اسکی طرف
جو لوگ منسوب ہوتے ہیں وہ جزیری کہلاتے ہیں۔ اور جو لوگ اس کے قبل
والے جزیرہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں وہ جزری کہلاتے ہیں تاکہ دونوں میں
فرق رہے۔ بہت سے اہل علم اسکی طرف منسوب ہیں جن میں سے ایک ابوزید
عبداللہ بن عمر بن سعید تمیمی جزیری الاندلسی ہیں جو اصبغ بن فرج وغیرہ سے
روایت کرتے ہیں المتوفی ۲۶۵ھ۔

اور ایک جزیرہ خضرار جو بہت عظیم ہے ارض زنج میں ہے بحر ہند سے اور
وہ بہت طویل وعریض ہے۔ دریائے شور ہر طرف سے اوس کو محیط ہے۔
اوسمیں دو شہر ہے۔ ایک کا نام متبنی ہے دوسرے کا نام مکنیلو ہر شہر کا بادشاہ
جداگانہ ہے۔ ایک دوسرے کا باجگذار نہیں ہے۔ اور اوسمیں چند قریئے
اور رساتیق ہیں اور اون کا سلطان گمان کرتا ہے کہ وہ عربی ہے ناقلہ کوفہ سے
جیساکہ شیخ صالح عبدالملک الحلادی البصری نے خبر دی ہے کہ اوس نے مشاہدہ
کیا اور وہ مرد معتمد ہے۔

منشی خادم حسین کو تو ایک ہی جزیرہ خضرار سے انکار تھا۔ اور اونکے علامہ
شہاب الدین حموی کے ہاں سے دو جزیرہ خضرار نکلا ایک اندلس میں دوسرا

دوسرا زیج میں ۔ تو کیا اب بھی وہ انکار ہی کرتے رہیں گے ۔
اگر اس پر بھی تسکین نہ ہو تو کتاب صفۃ المغرب وارض السودان ومصر والاندلس ملاحظہ کریں جو ایک عالم جرمنی کی تصنیف ہے ۔ کتاب کا اور مصنف کا نام جرمنی حروف میں اس طرح پر ہے ۔

Description Ded L'Afrique
Et De L'espagne par Edrisi-
Printed at Leyde
E. J. Brill 1866

مشہور نام اس کا ادریسی ہے وہ لکھتا ہے ۔ ملاحظہ ہو ص ۱۶۶

الجزء الاول من الاقلیم الرابع مبدؤہ من المغرب الاقصی جنب البحر المظلم ومنہ یخرج خلیج البحر الشامی مارا الی المشرق وفی ھذا البحر المرسوم بلاد الاندلس المسماۃ بالیونانیۃ .... وطول ھذا المجاز المسمی بالزقاق ۱۲ میلا اعلی طرفہ من جہۃ المشرق المدینۃ المسماۃ بالجزیرۃ الخضراء وعلی طرفہ من ناحیۃ المغرب المدینۃ المسماۃ بجزیرۃ طریف ۔

یعنی اقلیم رابع کے جزو اول کا شروع مغرب اقصی سے ہے جہاں دریائے تاریک ہے اور اوس سے خلیج بحر شامی نکلتا ہے جو مشرق کی طرف جاتا ہے اور اسی بحر مرسوم بلاد اندلس میں قریہ یونانیہ ہے ×× اور طول اس کا جو مسمی برقاق ہے ۱۲ میل ہے اور اسی کے جانب مشرق وہ شہر ہے جس کا نام جزیرۃ الخضراء ہے اور اسکے دوسری طرف جانب مغرب جزیرۃ طریف ہے ۔

اصل یہ ہے کہ چونکہ وجود ذیجود حضرت صاحب الامر اون اسرار الہیہ سے ہے کہ عقل بشری کی وہاں تک رسائی نہیں ہوسکتی ۔ اس لئے حضرت کا جو حال

ہے وہ اعجاز و کرامت ہے جس پر وہی ایمان لاسکتا ہے جو خدا و رسولؐ پر صدق دل سے ایمان لایا ہے۔ انھم یرونہ بعیدا ونرٰیہ قریبا

مگر آپ نے تو ایک دوسرا ہی بنایا ہے۔ پھر رسولؐ اکرم پر آپ کیوں کر ایمان لاسکتے ہیں۔ اونکے کلام ہدایت الیتام کو کیونکر مان سکتے ہیں۔ حالانکہ خدا نے ابتدا سے سورہ بقرہ میں صاف صاف فرما دیا ہے یومنون بالغیب اور رسول اللہؐ نے تصریح فرمادی ہے کہ وہی لوگ مصداق یومنون بالغیب ہیں جو آخر زمانہ میں ہوں گے۔ اور وہ قرآن و حدیث پر ایمان لائیں گے۔ اور حضرت مہدی موعود کو حجت خدا مانیں گے۔ (ملاحظہ ہو صہ رسالہ صاحب العصر والزمانؑ)

جزیرۂ خضراء کا وجود بھی اونھیں کتابوں سے معلوم ہوا جنھوں نے سیاحت کی تھی۔ چنانچہ مجالس المومنین میں بتصریح لکھا ہے

و در بعضے ازمنہ سابقہ یکے از صلحاے شیعہ بمساعدت توفیق بآنجا رسیدہ شرح آں مقدمہ را کہ طولی دارد شیخ اجل سعید شہید ابن محمد مکی قدس اللہ روحہ کہ یکے از اعاظم مجتہدین شیعہ امامیہ است باسناد خود از ان شخص صالح روایت نمودہ و در بعض از امالی خود آں را تحریر فرمودہ صہ ۳۴

جس سے معلوم ہوا کہ اتفاقاً اوس بزرگ کا وہاں گزر ہوا اور انھوں نے اس واقعہ کو بیان کیا جیسا کہ بہشت شداد کا حال بھی ایک صحابی کی زبانی معلوم ہوا جو عہد معاویہ میں وہاں پہونچے تھے۔ اور دوبارہ وہاں نہ پہونچ سکے۔ نہ دوسرا کوئی پہونچا۔ جیسا کہ سابقاً مذکور ہوا۔

اب ایک اور عبارت ملاحظہ ہو جس سے بھی ایک حد تک امر حق کا فیصلہ ہو جا سکتا ہے۔

آپ رحلہ ابن بطوطہ دیکھیے ص۱۶۹ جلد اول

ولما ارسینا تحت ھذا الجبل صعدناہ الی ھذہ الرابطۃ وجدنا بھا شیخا نائما فسلمنا علیہ فاستیقظ واشار برد السلام وکلمناہ فلم یکلمنا وکان یحرک راسہ فاتاہ اھل المرکب بطعام فابی ان یقبلہ فطلبنا منہ الدعاء فکان یحرک شفتیہ ولا نعلم ما یقول وعلیہ مرقعۃ وقلنسوۃ لبد ولیس معہ رکوۃ ولا ابریق ولا عکاز ولا نعل وقال اھل المرکب انھم ما راوہ قط بھذا الجبل واقمنا تلک اللیلۃ بساحل ھذا الجبل وصلینا معہ العصر والمغرب وجئناہ بطعام فردہ واقام یصلی الی العشاء الآخرۃ ثم اذن وصلینا معہ وکان حسن الصوت بالقراءۃ مجید الھا دلما فرغ من صلوۃ العشاء الآخرۃ ومأ الینا بالانصراف فودعناہ وانصرفنا ونحن نتعجب من امرہ ثم انی اردت الرجوع الیہ لما انصرفنا فلما دنوت منہ ھبتہ وغلب علی الخوف ورجعت الی اصحابی۔ ترجمہ یہ ہے۔

کہ ہم جبل لبنان کے پاس پہونچے تو اوس پر چڑھے وہاں ایک شیخ کو دیکھا کہ وہاں سویا ہوا ہے جب بیدار ہوا تو ہم لوگوں نے سلام کیا اور اس نے اشارہ سے جواب دیا ہم نے کلام کیا تو اس نے جواب نہیں دیا اہل مرکب کچھ کھانے پینے کے لیے لائے تو انکار کیا۔ ہم نے اون سے دعا چاہی تو اونھوں نے اپنے لبوں کو حرکت دی اور ہمکو نہیں معلوم ہوا کہ کیا کہا اونکے پاس نہ لوٹا تھا نہ ڈولچی نہ نعل۔ اہل مرکب کا بیان ہے کہ ہم نے کبھی اس پہاڑ پر انکو نہیں دیکھا ہم سب اوس شب وہیں رہے۔ نماز عصر ومغرب اونکے ساتھ پڑھی، دو نمازیں قرآن نہایت فصاحت سے پڑھتے تھے کچھ کھانے کو لائے تھے نہیں قبول کیا۔ بعد عشا ہم لوگوں کو اشارہ کیا کہ چلے جاؤ ہم رخصت ہوکر چلے آئے۔ دوبارہ جو گئے تو مارے خوف اور ہیبت کے ہم کچھ کلام نہ کرسکے اور اپنے اصحاب کے پاس چلے آئے۔

کیوں صاحب جہاز والے تو وہاں اکثر آیا جایا کرتے تھے اون کا بیان ہے ہم نے کبھی نہیں دیکھا پھر ابن بطوطہ کو وہاں کہاں سے مل گئے جن کی خدمت میں اتنی دیر تک رہے

طلب دعا بھی کی اور ان کے ساتھ نماز بھی پڑھی۔

اصل یہ ہے کہ اسرار خداوند عالم کو کوئی نہیں جان سکتا کہ وہ اپنے اولیاء کو کیا کیا کرامتیں عطا کرتا ہے اور اون سے کیا کیا کام لیتا ہے۔ ہماری عقول بشری ضعیف و کمزور ہیں۔ ہم کسی چیز کی کنہ حقیقت کو نہیں پہونچ سکتے۔ اپنی کم عقلی سے جس امر کو خلاف عادت سمجھتے ہیں اوس سے انکار کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اسی لئے خدا نے مومنین کی تعریف یومنون بالغیب قرار دی ہے کہ جن باتوں کی خبر خدا و رسول دیتا ہے اوسکو بے چون و چرا مان لیتے ہیں اور جن لوگوں کا ایمان نہیں درست ہوتا وہ کسی طرح نہیں مانتے۔

آپ اگر کتابوں کی سیر کریں تو آپکو معلوم ہو سکتا ہے کتنے ملک ہیں کتنی زمینیں ہیں کتنے گاؤں ہیں کتنے شہر ہیں جو ابھی تک نہیں معلوم ہوئے جزائر السلیند ۸۶۰ء کے تقریباً معلوم ہوا۔ جزائر کنری۔ مدتیرا اور رودھنڈ پندرہویں صدی کے آغاز میں معلوم ہوا۔ ۱۴۹۲ء میں امریکہ دریافت ہوا۔ ۱۶۰۶ء میں اسٹریلیا کا علم ہوا۔ مگر جس وقت اونکے دریافت کنندوں نے بیان کیا اوس وقت اسی طرح تمسخر اڑایا گیا لیکن بعد کو معلوم ہوا کہ یہ خواب نہیں تھا۔

بہر حال جزیرہ خضراء کا حال تو آپکو معجم البلدان اور کتاب صفۃ المغرب ادریسی سے معلوم ہو چکا دیکھئے اب بھی آپ کا ایمان درست ہوتا ہے یا نہیں۔

اعتراض:۔ (۳) شعاب ذی طوی یکون لصاحب ھذا الامر غیبۃ فی بعض ھذہ الشعاب وادمی بیدہ الی ناحیۃ ذی طوی رسالہ الحجہ فیما نزل فی قائم الحجۃ مشمولہ کتاب غایۃ المرام در ذیل آیت الثالثہ والستون ص۲۴۵ و ذوطوی موضعۃ بمکہ داخل الحرم کتاب مجمع البحرین زیر لفظ طوی ایسے مشہور و معروف مقام میں جیسے کہ احاطہ حرم مکہ ہے مگر نئی پرانی دنیا کا کوئی سیاح جہاز راں ان حالات سے واقف نہیں

جواب:۔ اس روایت میں صرف اسی قدر بیان ہے کہ یہاں حضرتؑ کو غیبت ہو گی نہ یہ کہ یہاں آپکا قیام ہے۔ پھر اس مقام کے مشہور و معروف ہونے سے آپکے استدلال

کو کیا نفع پہونچا۔ کیونکہ اگر روایت میں یہ بیان ہوتا کہ حضرت یہاں پر قیام پذیر ہیں یا یہاں رہتے ہیں جب آپکا استبعاد ایک طرح برمحل تھا۔ یہاں تو صرف اس قدر ہے کہ ان شعاب میں حضرت کو غیبت ہو گی۔ نہ یہ کہ آپ یہاں رہتے ہیں۔ اور جب ہم باتفاق روایات فریقین حضرت کا شریک ہونا حج میں ثابت کر چکے ہیں تو اور بھی آپکو تعجب ہونا چاہیئے کہ ہر سال شریک حج ہوتے ہیں مگر کوئی نہیں پہچانتا۔

اعتراض:- (۴) شہر جابلسا و جابلقا۔ در طرف مشرق و مغرب دو شہر عظیم است کہ یکے را جابلسا گویند و دیگر را جابلقا بلکہ شہر ہائے متعددہ و ایں کہ اہل آں شہر ہا از انصار قائم علیہم السلام (امام غائب) اند و بآں جناب خروج میکنند و بر اصحاب صلاح سبقت جویند و پیوستہ از خدا تعالیٰ مسئلت نمایند کہ ایشاں را از انصار دین خود قرار دہد و اینکہ ائمہ علیہم السلام در اوقات معینہ نزد ایشاں می رفتند و معالم دین بانہا می آموختند الخ نجم ثاقب صـ ۲۲۰

متمدن دنیا آج تک ان دونوں شہروں سے ناواقف ہے کوئی پوچھے بھلا امام تو غائب ہیں کسی مصلحت کی وجہ سے لیکن وہ شہر کیوں اہل علم سے مخفی ہیں۔ کیا مکان کی عدم موجودگی سے مکین کی عدم موجودگی پر استدلال نہیں کر سکتے؟

جواب:- بس یہیں تک آپکے استبعاد کی حد ختم ہوئی۔ جزیرہ خضرا کا اثبات تو ہو چکا ذی طوی کا جواب بھی ہو چکا اب جابلقا و جابلسا کیلئے پہلے قاموس کو ملاحظہ فرمایئے صفحہ ۱۰۴ مطبوعہ بمبئی

جابلص بفتح الباء و اللام اوسکونہا د یاد بالمغرب لیس وراۂ انسی یعنی جابلص مغرب میں ایک شہر ہے جسکے ادھر کوئی آدمی نہیں ہے۔ پھر جابلق کی تحقیق میں لکھتے ہیں صـ ۵۷ جابلق دیار بالمشرق و تقدم فی جابلص یعنی جابلق ایک شہر ہے مشرق میں جس کا ذکر جابلص میں ہو چکا ہے۔

تعجب ہے کہ آپکو عداوت جناب صاحب الامرؑ نے ایسا مدہوش کر دیا ہے کہ ایسے متواتر

اور مشہور شہروں سے بھی انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ وہ مقامات ہیں کہ متقدمین اہل لغت نے بھی اس کا تذکرہ اپنی کتابوں میں کیا ہے۔

پھر اپنے امام محمد بن جریر طبری کی تاریخ طبری دیکھئے ص۳۶ مطبوعہ مصر

ثم قال النبیؐ وعجب من خلق الله وللعجب من القدرۃ فیما لم نخلق اعجب من ذلک وذلک قول جبرئیلؑ لسارۃ تعجبین من امر الله ذلک ان عز وجل خلق مدینتین احداھما بالمشرق والاخری بالمغرب من بقایا ثمود من نسل الذین اٰمنوا بالصالح اسم التی بالمشرق بالسریانیۃ مرقیسیا وبالعربیۃ جابلق و اسم التی بالمغرب بالسریانیۃ برجیسیا وبالعربیۃ جابرس ولکل مدینۃ عشرۃ آلاف باب۔

پھر لکھتے ہیں وان جبرئیلؑ انطلق بی الیھم لیلۃ اسری بی من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی فدعوت یاجوج وماجوج الی عبادۃ الله عز وجل فابوا ان یجیبونی ثم انطلق بی الی اھل المدینتین فدعوتھم الی دین الله عز وجل والی عبادتہ فاجابوا وانابوا فھم فی الدین من احسن منھم فھو مع محسنکم ومن اساء منھم فاولئک مع المسیئین منکم ص۳۶

اس عبارت کا ترجمہ تاریخ طبری فارسی میں بھی دیکھئے ص۱۳ مطبوعہ نولکشور

پس پیغامبر گفت صلے الله علیہ وسلم کہ خدائے عز وجل بسیار عجائب آفریدہ است یکے از عجائب آنکہ دو شہرستان آفریدہ است یکے بمشرق و یکے بمغرب و آنکہ بمشرق است جابلقا و آنکہ بمغرب راست جابلسا و ہر شہرستان دوازدہ ہزار در است از درے تا درے دیگر یک فرسنگ در آں شہرستان چنداں خلق اند کہ ہر درے را دہ ہزار کس پاسباں بود و نیز ہرگز نوبت بدیشاں نرسد و اگر چندیں خلق بمشرق و مغرب نبودے ہر شبے کہ آفتاب بداں چشمہ فرو شدے و بامداد کہ برآمدے در ہمہ خلق عالم شنیدندے ولیکن بانگ و غلغلۂ خلق آں شہرستان بانگ برآمدن نشنوند و آں خلائق ہمہ مومن

اند کہ در شہرستان مشرق اند از بقیت قوم عاد اند کہ بر ہود پیغمبر علیہ السلام گرویدہ بودند و آنکہ
بمغرب اند از قوم ثمود اند کہ بصالح صلوات الرحمن علیہ گرویدہ بودند و پس آن شہرستان
کرامت است یکے را منسک خوانند و یکے را تاقیل و سیم را تارش و پس از
ایشاں یاجوج است رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گفت آں شب کہ مرا جبرئیل بہ
آسمان برد از مسجد سوئے یاجوج و ماجوج برد من ایشاں را دعوت کردم اجابت
نکردند و از آنجا بایں شہرستانہا برد اجابت کردند و در زیر تحریر ایشانند امت ما
اب ہم نہیں سمجھتے کہ کیونکر آپ کے ایمان کو درست کریں۔ کیونکہ ایک طرف
اہل لغت کی تحقیق ہے کہ قاموس میں لکھا ہے یہ دو شہر ہے مشرق و مغرب میں۔
دوسری طرف حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو خاص آپکی تاریخ طبری میں ہے
جسکی نسبت عام طور پر اہلسنت کے ہاں اصح التواریخ کہی جاتی ہے۔

اگر اس پر بھی تسکین نہ ہو تو کتاب معجم البلدان امام حموی ملاحظہ فرمائیے ص ۲
جلد ۲ جابلق بالباء الموحدۃ المفتوحۃ وسکون اللام روح ابو روح
عن الضحاک عن ابن عباس ان جابلق مدینۃ باقصی المغرب واہلہا
من ولد عاد واہل جابرس من ولد ثمود ففی کل واحدۃ منہما بقایا ولد
موسی عم کل واحدۃ من الامتین ولما صالح الحسن بن علی بن ابیطالب
معاویۃ قال عمرو عاص لمعاویۃ قد اجتمع اہل الشام والعراق فلو امرت
الحسن ان یخطب فلعلہ یحصر ویسقط من اعین الناس فقال یا ابن اخی
لو صعدت وخطبت واخبرت الناس بالصلح قال فصعد المنبر وقال بعد
حمد اللہ والصلاۃ علی رسولہ صلعم ایہا الناس انکم لو نظرتم ما بین
جابرس وجابلق وفی روایۃ جابلص ما وجدتم ابن نبی غیری وغیر اخی
وانی رایت ان اصلح بین امۃ محمد صلعم وکنت احقہم بذلک الا انا صالحنا معاویۃ
وجعل یقول وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین فجعل معاویۃ یقول

انزل انزل وجابلق ایضا رستاق باصبهان له ذکر فی التواریخ فی حرب کانت بین قحطبہ و داؤد بن عمر بن هبیرۃ لقتال عبد اللہ بن معاویۃ بن عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب وکان قد غلب علی فارس فنفاہ منها وغلب علی فارس واصبهان حتی قدم قحطبۃ بن شبیب فی جیش من اهل خراسان فاقتتلوا فقتل عامر بن ضبارۃ لسبع بقین من ... ۱۳۱ھ وجابلق من رستاق اصبهان۔

یعنی ابن عباس سے روایت ہے کہ جابلق ایک شہر ہے اقصی مغرب میں اور باشندے اوسکے اولاد عاد سے ہیں اور جب امام حسنؑ نے معویہ سے صلح کی تو عمرو عاص نے معاویہ سے کہا اہل شام و اہل عراق کا مجمع ہے۔ اگر امام حسنؑ کو خطبہ دینے کا حکم دیتے تو لوگوں کو معلوم ہوجاتا وہ خطبہ دے سکیں گے اور لوگوں کی نظر سے گر جائیں گے۔ معویہ نے حضرتؑ سے کہا کہ آپ خطبہ دیں حضرتؑ منبر پر تشریف لیگئے تو بعد حمد ونعت فرمایا ایہا الناس اگر تم درمیان جابرس وجابلق۔ اور بروایتے جابلص فرمایا نظر کرو تو بجز ہمارے اور ہمارے بھائی کے کسی کو بھی فرزند نبی نہ پاؤگے۔ اور ہم نے مناسب سمجھا کہ امت محمدیؐ میں صلح کرادیں۔ حالانکہ ہم سب سے زیادہ مستحق تھے لہذا معویہ سے صلح کرلی اوسکے بعد اس آیہ کی تلاوت فرمائی و ان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین اسپر معاویہ نے کہا او تر آؤ آو تر آؤ۔

کیا اب بھی آپکو وجود جابلقا وجابلسا میں شبہ رہ سکتا ہے۔ حالانکہ خود آپکی کتاب معجم البلدان میں یہ روایت ابن عباس اور امام حسنؑ کی موجود ہے۔

افسوس کہ آپ حضرات کو اب اقوال رسول وصحابہ کرام سے ایسی منافرت ہوگئی ہے کہ آپ ایک کی بھی نہیں سنتے اور جو چاہتے ہیں کہتے ہیں۔ اگر آپ ان عبارات میں غور کرینگے تو معلوم ہوگا ان شہروں کے وجود میں کسی کو تشکک نہیں ہو الحمد سب نے بالراس والعین تسلیم کیا ہے۔ مگر نہ ماننے کا علاج کسی کے پاس نہیں۔

بہشت شداد کا حال پہلے مرقوم ہو چکا ہے کہ اسی دنیا میں ہے بلکہ عدن میں ہے مگر
کسی کی رسائی وہاں تک نہیں ہوتی۔ حالانکہ اوس پر ایمان لانا لوازم اسلام سے ہے
کیونکہ قرآن مجید میں اس کا ذکر موجود ہے۔ ارم ذات العماد التی لم یخلق مثلها فی
البلاد ملاحظہ ہو صفحہ ۵۵ رسالہ صاحب العصر والزمان

پھر بروئے قرآن مجید تصدیق قصہ اصحاب کہف ورقیم ضروری ہے مگر افسوس کسی کو
اس کا علم نہیں ہے۔ تفسیر در منثور سیوطی میں ہے صفحہ ۲۱۵ جلد ۴ مطبوعہ مصر
واخرج ابن مردویہ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم اصحاب الکہف اعوان المہدی۔

یعنی ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا اصحاب
کہف اعوان مہدی علیہ السلام سے ہونگے۔

اس روایت نے تو اچھی طرح آپکے مرزا صاحب کے دعاوی کو باطل کر دیا۔ کیونکہ
اس کا دعوی بھی مرزا صاحب نے نہیں کیا کہ اصحاب کہف ہمارے اعوان سے ہیں۔
کیونکہ غالباً اسکی خبر بھی انکو نہ تھی کہ ایسی حدیث بھی ہے ورنہ اس کا بھی الہام
ہو جاتا۔ انشاءاللہ انکے خلیفہ دوم کوئی الہام نکالیں تو یہ دوسری بات ہے۔

افسوس کہ خیال اختصار مانع ہے ورنہ ہزاروں عجائبات ایسے ہیں جو کتب فریقین
میں موجود ہیں جنکے مطالعہ سے اہل ایمان کا ایمان تازہ ہو۔ مگر جس شخص نے خدا و
رسول اور اقوال علماء سے دست برداری کی ہے اوسکے سامنے کیا بیان کیا جائے
لہذا ہم بقیہ عبارت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں مگر یہ تو ارشاد ہو کہ آپکا یہ لکھنا "وہ شہر
کیوں اہل عالم سے مخفی ہیں"۔ یہ اعتراض کس پر ہے۔ خدا پر جس نے ان شہروں کو بلکہ
بہشت شداد اور غار اہل کہف کو بھی مخفی رکھا ہے۔ یا رسول اللہ پر جس نے ان شہروں
اور بلاد کی خبر دی جو آپکی نظر سے مخفی ہیں یا اون مومنین پر جو بمضمون یومنون بالغیب
ان اخبار رسول ﷺ پر ایمان لائے اور اوسکی تصدیق کی۔

اگر مکان کی عدم موجودگی سے مکین کی عدم موجودگی پر استدلال کر سکتے ہیں تو پھر وجود خداوند عالم پر کیونکر ایمان لا سکتے ہیں جس کا کہیں مکان نہیں اور پھر قرآن پر کیونکر ایمان لا سکتے ہیں جس کی خبر کے مطابق نہ ارم ذات العماد کا وجود مشاہد ہے نہ غار اصحاب کہف نہ سد سکندر۔ تو غور فرمائیے اس انکار سے آپکا کیا حشر ہونے والا ہے

بھیکپور کی ۲۵ رجب

حسب معمول امسال بھی ۲۵ رجب یوم شہادت حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی مجلس تابوت میں بیرونجات کے مومنین و مومنات کا اجتماع کافی تعداد میں تھا پہلی مجلس وقف حاجی سید امداد حسین صاحب کیطرف سے دوسری ہمارے جدی امامباڑہ میں اور تیسری بڑے امامباڑہ میں منعقد ہوئی۔ ان مجلسوں میں جناب مولانا حکیم سید علی جعفر صاحب فاضل جونپوری و جناب مولانا سید علی سجاد صاحب بھیکپوری صدر الافاضل اور جناب مولانا سید اظہار الحسنین صاحب عشری صدر الافاضل مبلغ مدرسۃ الواعظین و مدرس اعلیٰ مدرسہ امیہ کھجوا نے حضرت امام معصوم کے فضائل و مصائب بہت خوبی سے بیان کئے خوب گریہ ہوا اور مجلسیں ہر طرح بہت کامیاب اور شاندار ہوئیں۔ راحت حسین بھیکپور

اخبار جدید

(۱) بلوچستان میں بھی شاردا ایکٹ نافذ کر دیا گیا (۲) درہ شکاری کے کھل جانے سے کابل اور مزار شریف تک سڑک طیار ہوگئی ہے۔ شاہ افغانستان نے حکم دیا ہے کہ روضہ مبارک حضرت علیؑ کے لئے جو غلاف کابل میں طیار کیا گیا ہے وہ اسی راستے جایا جائے۔ (۳) یمن اور نجد میں جنگ ہونیکی خبریں اخبارات میں برابر آتی رہتی ہیں (۴) اٹلی میں شروع نومبر میں ۹ لاکھ آدمی بیکار تھے (۵) ہندوستان اور برما میں ۲۲۵ زبانیں مروج ہیں۔ یورپ میں ۲۰ زبانیں مروج ہیں (۶) افغانستان کے فرمانروا امیر نادر خاں ۸ نومبر ۳۳ء کو اپنے ایک نوجوان نوکر کے ہاتھ سے قتل کر دیئے گئے اب انکا بیٹا محمد ظاہر خاں بادشاہ بنایا گیا (۷) دہلی کے مشہور حکیم نابینا صاحب نے ایک لاکھ پچیس ہزار کا وقف دایہ گری کی تعلیم کیلئے وقف کیا ہے (۸) زیتون کے درخت کی عمر سات سو سال تک ہوتی ہے (۹) ہر سال اسٹریلیا سے تیس لاکھ روپیہ کے گھوڑے ہندوستان میں آتے ہیں (۱۰) امریکہ میں ہوائی جہازوں کے ذریعہ سے بارش کی کوشش ہو رہی ہے (۱۱) روپیہ کی کمی کیوجہ سے امریکہ میں سیکڑوں گرجے بند کر دیئے گئے۔ مذہبی اخبار ہفتہ وار سے ماہانہ کر دیئے گئے۔ سیکڑوں عیسائی اپنی خانقاہوں کے بند ہو جانے سے اپنے وطن واپس جا رہے ہیں۔

نتیجہ ریسرچ جناب [illegible] طبیب مفخر الحاج حاذق العصر مولانا [illegible] صاحب قبلہ کی [illegible]

کموتی رجسٹرڈ

اعلیٰ درجہ کی خوش مزہ ہاضم اور مقوی معدہ

قبض۔ تبخیر۔ اسہال۔ ورم جگر۔ طحال۔ باد گولہ۔ قولنج۔ درد گردہ۔ بادی بواسیر۔ متلی۔ جلن۔ ریاح۔ بدہضمی۔ قراقر۔ تخمہ۔ ہیضہ بلکہ معدہ کے بگاڑ سے پیدا ہونے والی تمام بیماریوں حتیٰ کہ کالی کھانسی۔ مرگی۔ ہسٹریا وغیرہ میں بھی اکسیر ثابت ہوئی ہے۔

اکسیر ہونے کا ثبوت

اسکے باقاعدہ استعمال سے آپ ثقیل سے ثقیل غذائیں آسانی سے ہضم کریں گے خون صالح بافراط پیدا ہو کر جسم کا وزن یوماً فیوماً بڑھتا جائیگا۔ انشاء اللہ۔

دل چاہے تو ایک شیشی والا بکس ۸؍ میں یا دو شیشیوں والا بکس ۱ ؎ میں منگا کر آزمالیجئے۔

نور بصر

اصلی موتی اور جواہرات سے تیار کیا ہوا سرمہ

آنکھ کی تمام خرابیاں دور کر کے روشنی بھر دیتا ہے تا اینکہ آنکھ کا ناسور بھی اچھا کر دیتا ہے دل چاہے تو ایک شیشی منگا کر تجربہ کیجئے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ مقرر ہے۔ علاوہ محصول۔

آئینہ صحت۔ اگر حقیقتاً آپکو اپنی اور اپنی عورتوں اور بچوں کی صحت پیاری ہے تو دل سے آخر تک آئینہ صحت مفت منگا کر دیکھئے (اخبار کا حوالہ ضرور دیجئے)

منیجر کموتی فیکٹری نیا چوک بنارس سٹی

مفت! عین حقیقت مفت!! اس رسالہ میں عالیجناب مولانا السید محمد مجتبیٰ صاحب نوگانوی نے محققانہ اور مجیبانہ انداز میں یہ ثابت کیا ہے کہ واقعہ کربلا حمایت اسلام و خدمت مذہب کے ماتحت عمل میں آیا اور سید الشہداء اسلام کے سچے حامی تھے نہ طالب حکومت و جنگجو (نوٹ) محصول کے لئے ایک ٹکٹ یا کارڈ پر ۲۰ تعلیم یافتہ مومنین کے موجودہ مکمل پتے لکھکر روانہ فرمائیے فوراً رسالہ حاضر ہوگا۔

تعلیم الشہداء ۱؎ عہ۔ الاعتبار عہ۔ اثبات الحجاب ۲؎۔ تاریخ العلماء ۶؎

پتہ:۔ مدیر شیعہ دائرۃ الاشاعۃ نوگانواں ضلع مراد آباد

جلدی کیجئے آپکو معلوم ہے کہ جناب محسن الملک نواب مہدی علی خاں صاحب سکرٹری علی گڈھ کالج نے بحیات اپنی مشہور ایک کتاب آیات بینات شیعوں کے خلاف لکھکر مذہب اہلسنت کی حمایت میں بڑی جان توڑ کوشش کی تھی۔ اگرچہ اسکے کئی جواب ہوئے۔ مگر جو خوبی نواب صاحب کے حقیقی بھائی جناب مولوی سید امیر حسن صاحب اول تعلقہ دار وظیفہ یاب حیدر آباد دکن ایدہم اللہ تعالی کے محققانہ جواب آیات محکمات میں ہے وہ ہر شخص کو اس کتاب کا فریفتہ کر رہی ہے۔ جلد اول ہاتھوں ہاتھ نکل کر ختم ہوگئی۔ دوسری جلد کے دو حصے ہیں۔ یہ البتہ مل سکتے ہیں۔ یہ دونوں حصے بہت اہم ہیں۔ جو مباحث جلد اول میں لکھے گئے ہیں انکی تشریح اور اسناد دونوں حصوں میں دیئے گئے ہیں۔ بغیر ان دونوں حصوں کے جلد اول تشنہ بلکہ گویا بیکار ہے۔ جو حضرات پہلی جلد منگا چکے ہیں وہ خاصکر دوسری جلد کے دونوں حصوں کو بھی ضرور منگائیں۔ قیمت فی حصہ صرف پانچ روپیہ

ملنے کا پتہ: جناب مولوی سید امیر حسن صاحب اول تعلقہ دار وظیفہ یاب عابد منزل چادر گھاٹ حیدر آباد دکن

کربلائے معلی اور مشہد مقدس کے زائرین کو خوشخبری خدا کے فضل سے مومنین کا شوق زیارت روز بروز بڑھتا جاتا ہے اور کثرت سے قافلے کربلائے معلے اور مشہد مقدس روانہ ہوتے رہتے ہیں۔ مگر بغیر مفصل سفرنامہ کے قدم قدم پر دقت کا سامنا ہوتا ہے۔ اس وجہ سے آپ کتاب معین الزائرین طلب فرمائیں جو عراق و ایران کے سفر میں کل حالات کے متعلق بہت شرح و بسط سے لکھی گئی ہے۔ اس میں ہر جگہ کے کرایہ ریل جہاز۔ موٹر وغیرہ کی تفصیل بھی دی ہے۔ مفید و کار آمد ہدایات سفر بھی لکھے ہیں متعلقہ ریلوے لائنوں کا ٹائم ٹیبل بھی درج کیا ہے۔ مشہد مقدس و طہران و قم و دیگر مشہور مقامات ایران نیز کاظمین۔ سامرہ۔ کربلائے معلی۔ نجف اشرف کے ضروری حالات بھی دیئے ہیں۔ کئی نقشے بھی ہیں جن سے شہروں اور ضروری مقامات کا جغرافیہ بھی واضح ہوجاتا ہے۔ غرض بہت جامعیت کے ساتھ یہ سفرنامہ مرتب کیا گیا اور ہر ضروری بات درج کی گئی ہے۔ یہ کتاب ایک دلچسپ رفیق سفر ہے جو ہر جگہ اور ہر کام کی باتیں پہلے ہی بتا دیتی ہے۔ قیمت صرف ۸ روپے۔

ملنے کا پتہ

جناب مولوی سید محمد مجتبی صاحب ناظم قریب الاعضر طوق دار الشفا حیدر آباد دکن

(مطبع اصلاح مشین پریس کھجوا میں سید جعفر حسین نے چھپوا کر شائع کیا)

رسائل
۱۳۷

اصلاح

نمبر ۸ ماہ شعبان المعظم ۱۳۵۲ھ جلد ۳۷

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	راقم	صفحہ
۱	آفتاب علم و تحقیق غروب ہوگیا	احقر علی حیدر	۱
۲	حیدرآباد کا دردناک حادثہ و نتیجہ اخبار غم	″	۵
۳	کتاب کل از اصحاب مشعل ہدایت	″	۶
۴	خدائے کریم اصلاح کو ضرور جاری رکھیگا	″	۷
۵	شب براءۃ کی تحقیق	″	۹
۶	وقف امام بارہ ہو گئی	″	۲۴
۷	حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام	″	۲۵
۸	اقتصادی تباہی اور کساد بازاری کا اسلامی علاج	جناب حاجی سید ظہار حسین صاحب حسنی ایکزیکٹیو انجینئر	۳۳
۹	جزیرہ خضرا وغیرہ	از کتاب صاحب العصر والزمان	۴۲
۱۰	بھیکپور کی ۲۷ رجب	جناب مولوی راحت حسین صاحب بھیکپور	۵۶
۱۱	اخبار جمعہ	منیجر اصلاح	۶
۱۲	تجدید چندہ کو تعمیل کیجئے ضرور پڑھئے		ٹائٹل صفحہ ۲

۱۴۲ د ۵۹.
اصلاح
رسائل
۷۲۱

تنقید بخاری کو مکمل کیجئے | ہمدردان دین وملت! آپ نے اخباروں میں پڑھا
اور اپنی رسالوں میں بھی پڑھیں گے کہ حضرت حجۃ الاسلام آیۃ اللہ فی الانام مولانا السید
علی الحائری صاحب قبلہ اعلے اللہ مقامہ نے انتقال فرمایا جس سے عالم اسلام میں ماتم بپا ہے
دس پندرہ سال قبل بھی حضرت ممدوح بہت علیل ہوئے تھے تو ہم سے وصیت فرمائی تھی
کہ تنقید بخاری مکمل کر ڈالنا اور تحفہ اثنا عشریہ کے جواب رد التحفہ کو بھی پوری کرنے کی برابر تاکید
فرماتے تھے۔ اب شدید ضرورت ہے کہ یہ دونوں کتابیں مکمل کر دی جائیں جس سے حضرت
ممدوح اعلے اللہ مقامہ کی روح خوش ہو۔ ہم اس کتاب کا مضمون لکھتے ہیں اور آپ حضرات
اسکے چھپوانے کا سامان فرمائیں۔ اگر کل ہمدردان اصلاح صرف دو دو جدید خریدار
اصلاح عنایت فرمائیں تو بہت آسانی سے تنقید بخاری کے چھپنے کا سامان بھی ہوتا
جائے۔ اس کتاب مستطاب کے ۴ حصے شایع ہو چکے ہیں اور پانچواں حصہ شروع
ہو چکا تھا مگر مکمل نہیں ہو سکا۔ یہ کتاب اس قدر مقبول ہوئی کہ پہلی اور دوسری جلد اب
دفتر میں نہیں ہے۔ ان دونوں کو بھی پھر فوراً چھپوانا ضروری ہے۔ آپ سے کوئی
جدید فرمائش نہیں ہے۔ بلکہ صرف یہ کہ دو جدید خریدار اصلاح کسی طرح مرحمت فرما دیں

مناظرہ مامون الرشید | دو جدید خریدار اصلاح عنایت فرمانے والے حضرات کو کتاب
مناظرہ مامون الرشید انعام ملیگی اسمیں وہ زبردست مناظرہ اردو ترجمہ کے ساتھ لکھا گیا ہے
جو مامون نے اپنی سلطنت کے ۴۰ جلیل القدر علماء اہلسنت سے اس مسئلہ پر کیا تھا کہ
حضرت امیر المومنین ؑ ہی آنحضرت ؐ کے بعد سب سے افضل تھے اور اس مناظرہ کے فتح کا سہرا بھی مامون
ہی کے سر رہا۔ نہایت دلچسپ اور قابل قدر چیز ہے۔ بس دو جدید خریداروں کا چندہ جلد
عنایت فرمائیں کہ ان دونوں حضرات کے نام رسالہ اصلاح جاری کر دیا جائے اور آپ کے
پاس کتاب مناظرہ روانہ کر دی جائے جس سے تنقید بخاری مکمل ہونے کا موقع بھی نکلے۔

چندہ اصلاح سنہ ۱۳۵۲ ہجری | جن حضرات نے اب تک نہیں بھیجا وہ بذریعہ
منی آرڈر روانہ فرمائیں۔ اور وی پی کا انتظار نہ کریں کہ ہم بہت پریشان ہیں۔
اسی [illegible] ستارہ خطوط اور مومنین اس کثرت سے [illegible] آ رہے ہیں کہ ہم
[illegible] کے بھیجوی پا کیے روانہ کریں۔ آپ [illegible] فرمائیں

۸۰۷۰۶
URDU PRINTED BOOKS
Accession No. ......
Subject ...... No ......
۱۹۵۹
۸۰۷۹۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اصلاح

نمبر ۸ | ماہ شعبان المعظم ۱۳۵۲ ہجری | جلد ۳۷

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

رِضًا بِقَضَائِہٖ وَتَسْلِیْمًا لِاَمْرِہٖ

آہ۔ آفتاب علم و تحقیق غروب ہو گیا۔
افسوس فخر دین وملۃ اور حامی مذہب شیعہ رخصت ہو گیا
واویلا۔ ظہیر الایمان والمومنین کا سایہ اوٹھ گیا
واغوثاہ۔ عالم اسلام میں رخنہ عظیم پیدا ہو گیا
ہائے۔ دفتر اصلاح یتیم ہو گیا

یعنی

حضرت زین العلماء المتالہین سید المحققین فخر المتکلمین الذاب عن الدین المبین ناصر شریعۃ سید المرسلین نائب الائمۃ الطاہرین حجۃ الاسلام والمسلمین آیۃ اللہ فی العالمین مولانا ومعتمدنا آقا سید علی اظہر صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ وطیب اللہ رمسہ نے تقریباً ۷۵ سال کی عمر میں ۱۲ شعبان ۱۳۵۲ ہجری مطابق یکم دسمبر ۱۹۳۳ء روز جمعہ ۵ بجے شام کو دنیا سے رحلت فرمائی۔ فصبر جمیل واللہ المستعان وھو حسبی ونعم الوکیل ونعم المولیٰ ونعم النصیر

اس حادثہ فاجعہ نے ہمارے دل و دماغ کو بیکار کر دیا ہے۔ تمام دنیا اندھیری معلوم ہو رہی ہے۔ ہوش و حواس بجا نہیں ہوتے۔ افسوس ہمارے قبلہ و کعبہ ہی کا سایہ نہیں اٹھا بلکہ رکن ایمان متیہم اور دین حق کا بہت بڑا خادم اٹھ گیا۔ آہ وہ بزرگ اٹھ گئے جنھوں نے حمایۃ دین حق میں اپنی عمر وقف کر دی تھی۔ ماہ رجب کے رسالہ اصلاح میں مومنین اس خبر کو پڑھ چکے ہیں کہ حضرت ممدوح کی علالۃ اور نقاہتہ کی یہ حالت ہو گئی کہ ۳ جمادی الاخری کی مجلس میں جناب اقدس کے اصرار سے ہم لوگ آپکو پلنگ پر لٹا کر حسینیہ میں لیگئے۔ اُسکے بعد ضعف بڑھتا ہی گیا اور تمام اعزہ و مومنین میں اضطراب زیادہ ہی ہوتا گیا۔ ماہ رجب کا مہینہ اسی حالت میں ختم ہوا۔ ۵ شعبان دوپہر تک غذا ہوتی رہی شب ششم شعبان کو حسب معمول غذا ہوئی مگر پوری نہیں ہو سکی۔ اسکے تھوڑی دیر کے بعد استفراغ ہوا۔ جس سے مزاج کی حالت خوفناک ہو گئی۔ صبح کو شدید نفخ ہو گیا۔ اور حواس بھی معطل ہو گئے۔ اُسی وقت تمام اعزہ و مومنین میں خبر رحلت مشہور ہو گئی مگر وہ غلط تھی۔ فوراً مقامی اسپتال کے ڈاکٹر جناب ڈاکٹر حسن رضا صاحب دام الطافہ جو اپنے اوصاف حمیدہ میں فرد اور یہاں نہایت ہر دلعزیز ہیں تشریف لائے۔ اُسی وقت احتقان دیا گیا۔ اجابۃ ہوئی اور اس سے نفخ آہستہ آہستہ زائل ہو گیا۔ آنکھیں بھی کھولدیں کچھ باتیں بھی کیں مگر طبیعت گرتی ہی گئی۔ تمام قویٰ و اعضاء رفتہ رفتہ جواب دیتے رہے یہاں تک کہ ۱۲ شعبان سہ پہر کو حضرت ممدوح نے دنیا سے رحلت فرمائی۔

۲ ماہ صیام ۱۲۷۷ ہجری کو ولادۃ باسعادت ہوئی تھی مظہر اسلام تاریخی نام تھا۔ اس حساب سے انتقال کے وقت ۲۰ دن کم ۷۵ سال عمر تھی۔ تصنیف و تحقیق کا شوق اس قدر غالب تھا کہ شائد دس بارہ ہی سال کی عمر سے اس کام کو شروع کر دیا تھا۔ اس وقت تک حضرت ممدوح کی مستقل مصنفات غالباً ۵۰ سے زیادہ ہیں اور تحقیقی مضامین کے صفحات تو کئی ہزار تک پہونچ گئے تھے۔ انشاءاللہ حضرت ممدوح کی مستقل سوانح عمری بہت جلد مومنین کی خدمت میں پیش ہوگی جس سے معلوم ہوگا کہ اس صدی

میں خداوند عالم نے دنیا کی جن ممتاز اور عظیم الشان مخصوص ہستیوں کو پیدا کیا تھا انمیں حضور ممدوح بھی تھے ۔ کیونکہ اس نے خاص دین حق کی اشاعت و حمایت کے لئے آپ کو فوق العادہ دل و دماغ کے ساتھ پیدا کیا تھا جسکا یہ اثر تھا کہ جو باتیں دوسروں کو محال نظر آتی تھیں اسکو حضرت ممدوح بالکل آسان سمجھتے اور کرکے دکھا دیتے تھے ۔ کھجوا صوبہ بہار ضلع سارن میں ایک دیہات ہے جہاں سے ریلوے اسٹیشن ۱۴ میل پر ہے اور جہاں نہ جہاز ہے نہ موٹر کا سلسلہ ۔ مگر یہاں بیٹھکر رسالہ بھی جاری کردیا ۔ مطبع بھی قائم کیا اور تقریباً ۳۳ سال تک اطمینان سے بیٹھے ہوئے تحقیقات کا ذخیرہ مہیا فرماتے اور اپنے انوار علوم و ہدایت سے تمام عالم کو منور فرماتے رہے جس مخالف کا جیسا اعتراض دیکھا اس سے زیادہ زبردست اور دنداں شکن جواب دیکر اسکو خاموش کردیا ۔ ان سب باتوں کے بیان کے لئے دفتر چاہیئے اور مومنین کو سوانحعمری جناب ممدوح کا انتظار کرنا ہوگا ۔ حضرت ممدوح کی اولاد کثرت سے ہوئی جن سے بہت ضایع ہوگئیں اور امتحان اولاد اور اس پر صبر کرنے میں بھی حضرت ممدوح ابنیاء و ائمہ طاہرین کے نمونہ ظاہر ہوئے ۔ اس وقت حضرت ممدوح نے بفضلہ تعالیٰ ۲ بیٹے ۔ ایک بیٹی ۔ ۳ پوتے ۔ ۳ پوتیاں اور دو نواسے چھوڑے ۔ حضرت ممدوح کا دلد اکبر یہ مصیبت زدہ احقر علی حیدر ہے جسکی عمر ۴۸ سال کے قریب پہونچی اور جسکے ذمہ رسالہ اصلاح و اسکی خدمات مدت دراز سے ہیں ۔ حضرت ممدوح کے چھوٹے فرزند برادرم سید موسیٰ کاظم سلمہ ہیں جنکی عمر ماشاءاللہ تقریباً ۲۰ سال کی ہوئی ۔

اگرچہ تقریباً پانچ سال سے حضرت ممدوح کوئی علمی کام نہیں کرسکے ۔ نہ ہاتھ میں قوۃ تھی کہ کوئی کتاب بلکہ کوئی مضمون لکھتے نہ دل و دماغ میں طاقت تھی کہ کسی سے کچھ لکھوا سکتے ۔ لیکن حضرت ممدوح کا سایہ ہی انوار تحقیقات و فیوض تھا اور اب حضرت کی رحلت سے ہر وقت ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک بہت بڑا پہاڑ ہماری پشت پر تھا جو بحکم خدا ہٹ گیا اور ہم بے پناہ ہوگئے ۔ مگر قوی امید ہے کہ جس ارحم الراحمین

کے حکم سے یہ مصیبت واقع ہوئی اوسی کی رحمت سے ہمیں صبر کی طاقت مرحمت ہوگی۔
محترم ہمعصر سرفراز لکھنؤ کے ذریعہ سے اس حادثہ فاجعہ کی خبر ہندوستان اور باہر کے
مومنین کو ہوگئی ہے جس پر کثرت سے تعزیت کے خطوط آنے لگے اور قرآن خوانی اور مجلس
عزا قائم ہونے کی خبر بھی ملنے لگی۔ یقیناً حضرت ممدوح کی دینی خدمات اس قابل
تھیں کہ آپ کے لئے جس قدر ماتم کیا جائے کم ہے اور جس قدر قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی
کی مجلسیں منعقد ہوں مناسب ہے۔ ہم کل حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور ہم
سب کے اس احسان کو یاد رکھیں گے۔ البتہ یہ بھی عرض ہے کہ آپ حضرات خصوصیت
سے یہ بھی دعا فرمائیں کہ خدا اس سخت حادثہ کے برداشت کرنے کی طاقت ہمیں عطا فرمائے
اور ان جلیل القدر خدمات کے جاری رکھنے کی توفیق بھی کرامت فرمائے۔ اب ہمارا پہلا فرض
فرض یہ ہے کہ حضرت ممدوح کی اُن مصنفات کو جنکے نسخے ختم ہوگئے دوبارہ چھپوائیں
اور جن مصنفات کو حضرت ممدوح نے ناقص چھوڑا اونھیں جلد مکمل کریں خصوصاً تنقید
بخاری اور ردالتحفہ کہ دونوں ناتمام ہیں۔ تنقید بخاری نے اسلامی دنیا میں ایسا
تلاطم پیدا کیا کہ اس کا جواب کسی ایک شخص سے ممکن نہیں ہوا تو اہل حدیث کانفرنس
کے ذمہ یہ کام کیا گیا۔ مگر پوری کانفرنس بھی اسمیں ناکامیاب رہی۔ اُس کتاب کے
بقیہ حصوں کو تمام کرکے کتاب کو مکمل کر دینا انشاءاللہ عظیم الشان دینی کارنامہ ہوگا۔
اسی طرح تحفہ اثنا عشریہ کا مفصل جواب اردو زبان میں یعنی ردالتحفہ کو پورا کرنا بھی
مذہب حق کی اشاعت وحمایت کا بہترین ذریعہ ہوگا۔
اصلاح کے اس نمبر کے اور اجزاء پہلے چھپ چکے تھے اور شروع کے صفحات باب التفسیر کے لئے
رکے ہوئے تھے کہ ۳ شعبان سے ہم سب لوگ اس مصیبت میں مبتلا ہوگئے جس نے دل و دماغ بیکار
کردیا۔ اس وجہ سے رسالہ کی اشاعت میں بھی بڑی تاخیر ہوگئی اور کیونکر نہ ہوتی کہ اس سانحہ ہوش ربا کا
اثر ہی ایسا ہونا تھا۔ مومنین دعا فرمائیں کہ خداوند عالم اب پہلے سے زیادہ ہمیں خدمت اسلام
اور حمایت دین حق کی قوت عطا فرمائے۔ اگر اسکی تائید شامل حال ہے تو بڑے سے بڑے کام کو انسان بطور خوبی کرسکتا ہے

حیدر آباد کا دردناک حادثہ

تمام ہندوستان کے عموماً اور ریاست حیدر آباد کے مومنین نے خصوصاً نہایت رنج والم سے یہ مصیبت ناک خبر سنی کہ ریاست حیدر آباد دکن کے مشہور ذی اثر اور خاندانی رئیس عالیجناب سرکار نواب خانان خاناں بہادر اعلی اللہ مقامہ نے ۷۱ سال کی عمر میں گذشتہ جمادی الاخری ۱۳۵۲ ہجری مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو انتقال فرمایا۔ آپ وہاں کے رؤسائے عظام اور ارکان کرام سے تھے اور آپکی بہت جلیل الشان ہستی تھی۔ ایک زمانہ میں ریاست کے محکمہ رفاہ عام کے وزیر اور ملٹری منسٹر بھی رہ چکے تھے۔ دہلی کے اوس دربار میں جسمیں ملکہ وکٹوریہ کے امپرس آف انڈیا ہونے کا اعلان کیا گیا تھا سرکار نظام کے ہمراہ جناب مرحوم نے بھی شرکت فرمائی تھی جناب مرحوم مذہبی علوم سے اچھے واقف اور باخبر تھے اور دینی امور کو آپکی ذات سے خاص رونق حاصل تھی خصوصاً مذہب شیعہ اور مومنین کو تو آپ سے بہت ہی بڑی قوت تھی جسکی وجہ سے تمام امور دین وملت آج آپ کے لئے ماتم کر رہے ہیں۔ افسوس کہ ایک بہت ہی فیاض اور رکن دین وملۃ ہستی ہم لوگوں سے جدا ہو گئی جس پر جو کچھ بھی رنج والم کیا جائے کم ہے مگر مشیئت ایزدی میں کوئی چارہ نہیں بڑے بڑے انبیاء اور بادشاہ وقت تک اپنی اجل معین کو نہیں روک سکے اب دعا ہے اور تمام ناظرین اصلاح بھی دعا کریں کہ خدائے غفور جناب مرحوم کو اپنی رحمت اور حضرت رسولخداؐ اور ائمہ طاہرینؑ کے جوار میں جگہ دے۔ اور آپ کے فرزند سعید وخلف رشید وصالح عالی جناب نواب کمال یار جنگ بہادر دام اقبالہ و دیگر متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے کل حضرات سورہ فاتحہ وسورہ توحید کا ثواب جناب مرحوم کی روح کو پہونچائیں۔

اور اخبار غم

افسوس اس طرف اور بھی چند حادثے نہایت جانکاہ ہوئے (۱) ۲۲ رجب ۱۳۵۲ھ کو بھیکہ پور ضلع سارن کے بہت بڑے محترم بزرگ اور حاذق وکامل طبیب جناب حکیم سید محمد محسن صاحب مرحوم نے طویل علالت کے بعد انتقال کیا۔ مرحوم کی عمر ۸۵ سے زیادہ تھی مگر آخر وقت تک اپنے طبی فیوض سے لوگوں کو نفع پہونچاتے رہے۔ آپکے کمال اور آپ پر لوگوں کے وثوق واطمینان کی یہ حالت تھی کہ لکھنؤ میں ضلع سارن کے جو لوگ بیمار ہوتے تھے وہ اسٹیشن سے شہر کو

چھوڑ کر بھیکپور پہونچتے اور اپنے کو مرحوم کے زیر علاج کر کے ہر طرح بنفکر ہو جاتے تھے اور نتیجہ بھی کامیابی کی صورت میں ظاہر ہوتا۔ اسکے علاوہ آپکی سادگی۔ تواضع۔ مہمان نوازی۔ بے تکلفی بھی آپکے نمایاں اوصاف تھے۔ دنیوی کامیابی کے اعتبار سے بھی آپ خوش قسمت تھے کہ اپنے وطن میں بیٹھے ہوئے اور مومنین کی مفت خدمت کر کے بھی اس قدر ترقی کی کہ ایک عالی شان کوٹھی اور ایک بہت شاندار مسجد بنوائی اور کافی جائداد پیدا کی۔ خدا آپکے درجات عالی کرے اور آپکے پسماندگان خصوصاً آپکے خلف صالح جناب حکیم سید محمد زکی صاحب دام عزہ کو صبر عطا فرمائے اور آپکو مرحوم کا حقیقی جانشین بنائے (۲) شب ۲۱ رجب ۵۲ ہجری کو گوپالپور ضلع سارن کے بہت بڑے محترم بزرگ جناب سید منظہر عباس صاحب مرحوم زمیندار ضلع باندا نے بھی طویل علالت کے بعد ۷۸ سال کی عمر میں بمقام لکھنؤ انتقال کیا اور بلدا میں دفن کئے گئے۔ مرحوم بڑے صاحب شرف اور اخلاق حمیدہ کے حامل تھے فن زمینداری میں اعلیٰ درجہ کی قابلیت اور تجربہ رکھتے۔ مذہبی معلومات بھی اچھی تھیں۔ عبادت اور دیگر دینی امور میں ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ بڑے رعب اور دبدبہ سے بندیلکھنڈ میں رہتے اور زمینداری کے امور انجام دیتے۔ ضلع باندا میں آپکا خاص اثر تھا۔ اور تمام حکام اور غیر اقوام میں بھی بہت بڑی ہر دلعزیزی حاصل کی تھی۔ خدا مرحوم کے درجات عالی کرے اور آپکے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے کہ گوپالپور کا بہت بڑا سردار اٹھ گیا۔ مومنین سورہ فاتحہ و توحید کا ثواب سب کی روحوں کو ایصال فرمائیں۔

کتاب آل و اصحاب عرف مشعل ہدایت

مصنفہ جناب حاجی سید اظہار حسنین صاحب بی۔ اے مجسٹریٹ پنشنر کجھوا کی طیار ہو گئی۔ اسکے متعلق عالی جناب زین الاماجد الاطیاب سید غلام قاسم صاحب رئیس کجھوا مصنف کبریت احمر وغیرہ نے حسب ذیل تقریظ لکھی ہے۔ "رسالہ شریفہ آل و اصحاب ملقب بہ مشعل ہدایت مولفہ عالیجناب گرامی القاب عمدۃ الاماجد المصطفین حاج الحرمین مولوی سید اظہار حسنین صاحب بی۔ اے مجسٹریٹ پنشنر و رئیس کجھوا زاد اللہ کرمہ و فضلہ کو میں نے متعدد مقامات سے پڑھوا کر سنا اس رسالہ کی تصنیف و تالیف میں اعانت غیبی ہوئی ہے۔ مولف ممدوح نے قرآن سے ثابت کر دیا ہے

نمبر ۲ ضلع سارن

کہ از آدم صفی اللہ ایک لاکھ سے زائد انبیاء گزرے ہیں اونمیں سے کسی نبی کا جانشین یا خلیفہ یا وارث بمقابل اونکی آل یا ذریت کے کبھی کوئی صحابی اگرچہ مومن و جنتی ہو انتخاب امت سے نہیں ہوا ہے۔ یہی سنت اللہ ابتدا سے برابر جاری رہی آمیں کبھی تغیر و تبدل نہیں ہوا چنانچہ جناب باری فرماتا ہے لا تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ولا تجد لسنۃ اللہ تحویلا ذریت رسولؐ کو چھوڑ کر اصحاب کو خلیفہ بنانا اسلام میں پہلی بدعت ہے جسکی ابتدا ابوبکر صاحب کی خلافت سے ہوئی جو سراسر ناجائز ہے اور ایسے خود ساختہ خلفا کے پیرو برسرخطا ہیں۔ غرض و غایت ایسے خلافت کی بنی امیہ کی جو دشمن خدا و رسولؐ تھے ملک اور خاندان رسولؐ کو تباہ و برباد کرنا تھی اور اسی غرض سے قرآن میں حرفت کرکے جیسا کہ اوسکے سیاق عبارت سے ظاہر ہے اہلبیت رسولؐ کی منزلت کو گھٹانے کی کوشش کی گئی ہے مگر واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون مولف ممدوح نے انھیں آیات سے خلفائے ثلاثہ کا برسر ناحق ہونا اور ائمہ اہلبیت طاہرین کا منصوص من اللہ و من الرسول ہونا کما حقہ عام فہم الفاظ میں مثل آفتاب نصف النہار کے واضح کردیا ہے فجزاہ اللہ احسن الجزاء خداوند عالم اس رسالۂ مبارکہ کے مطالعہ کی ہر طالب حق کو توفیق عطا فرمائے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔ بندہ سید غلام قاسم عفا عنہ قیمت ۲ مصنف ممدوح سے طلب کیجئے

خدائے کریم اصلاح کو ضرور جاری رکھیگا بلکہ بہت زیادہ ترقی دے گا

اصلاح نمبر ۲ میں ہمدردان اصلاح کو یہ مضمون دیکھکر کہ "کیا اصلاح جاری رکھا جائے" ضرور تردد پیدا ہوا ہوگا مگر وہ مطمئن رہیں کہ خدائے کریم و رحیم اس رسالہ اور اسکی خدمات کو نہ صرف زندہ رکھیگا بلکہ بفضلہ اسکو بہت زیادہ ترقی بھی دیگا۔ کیونکہ یہ اسی کے دین حق کی تائید و تشئید کے لئے جاری کیا گیا اور اسی کے پسندیدہ مذہب کے نشر و اشاعۃ میں مشغول ہے اور اسی کے ایک عالم جلیل نے اسکی بنیاد قائم کی۔ چنانچہ اسکی پہلی ہی آواز پر خدا نے اپنے فضل و کرم سے جناب سید حامد حسین صاحب ایم۔ اے مولف کتاب اسلامی لغۃ معتمم ساگر صوبہ متوسطہ کو متاثر کردیا۔ آپ نے تحریر فرمایا "آپ کی اس اطلاع نے جو رسالہ اصلاح میں اس عنوان سے

شایع ہوئی ہے کہ کیا اصلاح جاری رکھا جائے۔ مجھے ایثار پر آمادہ کر دیا اور میں نے ارادہ کر لیا کہ ایک مشین پریس کے لئے اگر اور کوئی کام نہیں دے سکتا تو کم از کم اسلامی لغت کی طباعت ہی آپ کے سپرد کر دوں اس لئے ذریعہ ہذا ملتمس ہوں کہ مندرجہ ذیل امور کا جواب عنایت فرمائیں"۔ ممدوح کا شکریہ ادا کر کے جواب روانہ کر دیا گیا اور انشاء اللہ اسلامی لغت کی تیسری جلد اسی مشین پریس پر چھپیگی۔ اگر اسی طرح اور حضرات بھی آمادہ ہو جائیں اور اپنے اپنے مقام سے کتابیں۔ رسالے۔ فارم۔ اشتہار وغیرہ چھپوانے کو یہاں روانہ کرتے جائیں تو نہ صرف ہماری دقتیں کم ہوں بلکہ ہم جلد از جلد رسالہ اصلاح کو ۴۸ صفحہ کا ہموار شایع کرنے لگیں۔ ایک اور صورت سے آپ حضرات مشین پریس کی مدد کر سکتے ہیں کہ ہر مقام پر مڈل اور ہائی اسکول ہیں۔ آپ حضرات اُن اسکولوں کے ہڈماسٹروں سے ملکر اسکول کے سہ ماہی ششماہی اور سالانہ امتحانات کے پرچہائے سوالات یہاں چھپوانے کو روانہ کرائیں کجھوا ریلوے اسٹیشن سے ہم امیل پر واقع ہے اور یہاں جہاز یا موٹر کا سلسلہ بھی نہیں ہے اس وجہ سے یہاں کا پرچہ سوال کسی اسکول کے طلبہ کو مل ہی نہیں سکتا اور کل پرچے بہت محفوظ چھپکر ہڈماسٹروں تک بہونچ جایا کرینگے۔ اگر کل ہمدردان اصلاح اپنے اپنے مقام کے اسکولوں سے پرچے بھجوا دیا کریں تو اس سے بھی اصلاح مشین پریس کو کافی آمدنی ہو سکتی ہے۔ اور جو حضرات ریاستوں کے قریب ہیں وہ وہاں کے سرکاری کاغذوں اور فارموں کو یہاں چھپوانے کے لئے بھیج سکتے ہیں۔ ہمارا وعدہ ہے کہ جس خرچ میں اور جیسا لکھنؤ۔ الہ آباد۔ بنارس۔ کانپور۔ پٹنہ۔ کلکتہ وغیرہ کے مطابع چیزیں چھاپ دینگے ویسی ہی اور اسی خرچ میں یہاں سے بھی کل چیزیں چھپوا کر روانہ کر دی جائینگی۔ بحر الانساب
افسوس اس نمبر میں مجالس خاتون کے صفحات نہیں ہو سکے کیونکہ ہم سب بدحواس تھے۔ دل و دماغ سے کچھ کام نہیں ہو سکتا تھا کسی طرح دوسرے مضامین سے اس نمبر کو پورا کر کے اسے ناظرین تک پہونچایا جاتا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ نمبر میں ان سب کی کمی پوری کر دیجائیگی۔ آپ حضرات دعا فرمائیں کہ خدا ہم لوگوں کو اس مصیبت عظمیٰ میں صبر کی قوت عطا فرمائے۔ بحق محمد و آلہ الطاہرین

شب براءة کی تحقیق

سال گزشتہ سنہ ۵۱ ہجری میں اخبار اہلحدیث امرتسر نے شب براءة کے بارے میں حسب ذیل مضمون شایع کیا تھا۔

"اس ماہ مبارک شعبان المعظم میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بہت روزے رکھا کرتے تھے۔ ام المومنین صدیقہ رضؓ فرماتی تھیں کہ ما رایتہ فی شھر اکثر منہ صیاماً فی شعبان (متفق علیہ) میں نے حضرت صلعم کو کسی مہینہ میں نہ دیکھا کہ بہت روزے رکھتے ہوں بہ نسبت شعبان کے یعنی شعبان میں اتنے روزے رکھتے کہ اور مہینہ میں اُتنے نہ رکھتے (بخاری مسلم)

ایک روایت میں ہے کہ اُسامہ نے عرض کیا کہ حضرت اس مہینہ میں اکثر آپ کو روزہ دار دیکھتا ہوں آپ نے فرمایا یہ مہینہ ایسا ہے کہ لوگ اس سے غافل ہیں۔ اس میں اعمال بنی آدم پروردگار جل ذکرہ کیطرف اُٹھائے جاتے ہیں لہذا میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل ایسی حالت میں اٹھایا جائے کہ میں روزہ دار ہوں (نسائی)

اس ماہ کی پندرہویں شب کو شب برارت کہتے ہیں۔ اس رات میں عبادت کرنا اور دن میں روزہ رکھنا مسنون ہے۔ ابن ماجہ میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پندرہویں شب شعبان کی ہوا کرے تو شب میں عبادة کیا کرو اور دن میں روزہ رکھا کرو۔ کیونکہ حق جل مجدہ اس رات میں غروب آفتاب کے وقت آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ ہے کوئی مغفرت مانگنے والا کہ میں اس کی بخشش کروں۔ ہے کوئی رزق طلب کرنے والا کہ میں اس کو روزی دوں۔ ہے کوئی مصیبت زدہ کہ میں اس کو عافیت دوں۔ حتی یطلع الفجر

ابن ابی الدنیا نے حضرت عطاء سے روایت کیا کہ اس رات میں ایک صحیفہ ملک الموت کے حوالہ کیا جاتا ہے جسمیں اس سال میں تمام مرنے والوں کی فہرست ہوتی ہے پس بندہ

درخت لگاتا ہے۔ مکان تعمیر کرتا ہے۔ نکاح کرتا ہے۔ حالانکہ اس کا نام مرنے والوں میں لکھا ہوتا ہے۔

ابن ماجہ میں ہے کہ اس رات میں بجز مشرک اور کینہ ور کے ساری مخلوقات کی مغفرت فرمائی جاتی ہے۔

بیہقی میں ہے کہ ام المومنین عائشہ کی باری پندرہویں کو پڑی آپ رات میں آہستہ سے اُٹھکر قبرستان چلدیئے اور لگے دعاے مغفرت فرمانے۔ بقیع سے لوٹ کر فرمایا اے عائشہ جبرئیل آئے اور کہا آج شب برات ہے اور اس رات میں بنی کلب[۱] کی بکریوں کی صوف اور بالوں کی مقدار اللہ جل مجدہ وذکرہ کے رہائی دیئے ہوئے دوزخی چھوٹیں گے۔ البتہ مشرک کینہ ور رشتہ ناطہ کے حقوق نہ سمجھنے والے۔ ٹخنہ سے نیچے کپڑا لٹکانے والے والدین کے نافرمان۔ شرابی کی طرف اللہ پاک نگاہ رحمت نہ فرمائیگا۔ العیاذ باللہ

شب برات میں آپ سجدے میں عرصہ تک یہ دعا فرماتے رہے اعوذ بعفوک من عقابک یا اللہ میں تیری معافی کی پناہ چاہتا ہوں تیرے عذاب سے۔ اور صبح کو فرمایا اے عائشہ یہ دعا خود بھی یاد کرلو اور لوگوں کو سکھلادو۔ جبرئیل علیہ السلام نے سجدہ میں بار بار کہنے کا مجھ کو حکم دیا ہے واعوذ برضاک من سخطک۔ تیری خوشنودی کی پناہ چاہتا ہوں تیرے غصہ سے واعوذ بک منک جل وجھک تیری پناہ چاہتا ہوں تجھ سے تیری شان بہت بڑی ہے لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک میں تیری ثنا کا حق ادا نہیں کرسکتا تو ایسا ہے جیسا کہ تو نے خود اپنی ثنا کی ہے"۔

(اہلحدیث امرتسر ۱۸ شعبان ۱۳۵۰ ہجری)

پھر اسکے متعلق سال رواں میں اسی اخبار نے حسب ذیل تحریر بھی درج کی ہے۔

"ناظرین اخبار اہلحدیث مجریہ ۱۸ شعبان ۱۳۵۱ ہجری میں مضمون "سوال بخدمت علماء اہلحدیث" اور "شب برات میں آتشبازی" آپ نے بھی دیکھا ہوگا اسکے متعلق

---

[۱] یہ عرب کا ایک زیادہ بکریوں والا مشہور قبیلہ تھا ۱۲ منہ

عرض ہے کہ اسلام وہ پاک مذہب ہے کہ جسمیں باہمی تناقض نہیں اس کا ایک حکم دوسرے حکم سے ٹکرانے نہیں پاتا۔ اگر بظاہر کسی آیت یا حدیث میں ایسی صورت نظر آئے بھی تب بھی ہم کو ان میں تطبیق و توفیق کرنے کی سعی بلیغ کرنا چاہیئے چہ جائیکہ موضوع یا ضعیف حدیثوں سے پاک کلام کو لڑایا جاوے۔ جیسا کہ بعض علما مسئلہ شب براءت میں کرتے ہیں اس لئے جس قدر ضروری اور اہم بحث ہے یہ ہے کہ آیا لیلۃ القدر اور شب براءت ایک ہی شے کے دو نام ہیں یا ہر دو جداگانہ چیزیں ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ شب براءت میں ایک لفظ فارسی اور ایک عربی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نام عجمیوں کی ایجاد اور وضع ہے۔ لفظ براءت سے اس امر کی طرف اشارہ ہے جو قرآن و احادیث میں مفصل بیان ہے کہ ایک رات سال بھر میں ایسی آتی ہے جسمیں گناہگار اپنے گناہوں سے نجات یا براءت حاصل کرتے ہیں۔ اب معلوم کرنا ہے کہ آیا وہ کونسی رات ہے جسکو برکت والی کہا گیا اور جسمیں تمام مراحل انسانی فیصل کئے جاتے ہیں۔ آیئے پیشتر قرآن حکیم سے معلوم کریں۔ لیجئے موجود ہے سورہ دخان میں:-

حٰمٓ و الکتاب المبین ۵ انا انزلنٰہ فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین فیھا یفرق کل امر حکیم یعنی پاک کتاب قرآن کی قسم ہے کہ ہم نے (اللہ نے) اس قرآن کو برکت والی شب میں اُتارا ہے اور ہم ہی ڈرانے والے ہیں۔ یہ شب ایسی ہے کہ اسمیں تمام حکیمانہ اور تمام معاملات حاکمانہ کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:- اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ الرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۵ یعنی ہم نے اس قرآن پاک کو شب قدر میں اُتارا ہے اور وہ ہزار مہینہ سے بہتر ہے۔ اسمیں خدا کی اجازت سے ہر کام کے لئے فرشتہ اور جبرئیل اترتے ہیں اور بیداران شب قدر کے لئے تمام شب سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔

قرآن کریم کے ہر دو حوالجات سے واضح ہوگیا کہ وہی رات شب قدر ہو سکتی ہے جسمیں قرآن شریف اترا ہے دوسری نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ نصف شعبان قرآن شریف نہیں اُتارا گیا بلکہ وہ رات جسمیں قرآن پاک اُتارا گیا ہے رمضان میں ہے جیسا کہ سورہ بقرہ کے بائیسویں رکوع میں ہے:۔ شهر رمضان الذی انزل فيه القرآن یعنی رمضان کا وہ مبارک مہینہ ہے جسمیں قرآن شریف اُتارا گیا ہے۔

اس سے ثابت ہوگیا کہ شب قدر رمضان میں ہے۔ ایسی ذی شان ہستی کی شہادت کے بعد جسکا دعوی ہے کہ من اصدق من الله حدیثا ہم کو ضرورت نہ تھی کہ ہم کسی دوسری شہادت کو پیش کریں۔ مگر چونکہ ناظرین اہلحدیث اس امر کا ضرور مطالبہ کریں گے کہ اسکی توضیح احادیث سے ہونی چاہئے۔ میں بھی سمجھتا ہوں کہ احادیث کی شہادت ضرور سونے پر سہاگہ کا کام دیگی۔ بخوف طوالت ہم صرف پانچ احادیث پر اکتفا کرینگے

صحیح بخاری میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے قال رسول الله صلے الله علیه وسلم تحروا ليلة القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان حضور نے فرمایا کہ لیلۃ القدر (یا شب براۃ) کو رمضان کی پچھلی دس طاق راتوں میں تلاش کرو۔

صحیح بخاری میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے ان النبی صلی الله علیه وسلم قال التمسوها فی العشر الاواخر من رمضان یعنی شب برات کو رمضان کے آخری دہاکے میں تلاش کرو۔

عن ابی سعید الخدری ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال التمسوها فی العشر الاواخر التمسوها فی کل وتر متفق علیه یہ حدیث طویل ہے اسمیں حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس (شب قدر) کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ یعنی اکیسویں تا انتیسویں طاق راتوں میں تلاش کرو۔

عن ابن عمر قال سئل رسول الله صلے الله علیه وسلم عن ليلة القدر فقال هی

فی کل رمضان (رواہ ابوداؤد) حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ حضور سے کسی نے شب برات کے متعلق دریافت کیا (کہ وہ کب ہوتی ہے شعبان میں یا رمضان میں) تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ وہ رمضان میں ہے۔

تمام احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ رات جسمیں لوگ براۃ حاصل کرتے ہیں جس کو لوگ شب قدر یا شب برات کہتے ہیں جسمیں تمام سال سے سال کے معاملات طے ہوتے ہیں جسمیں اللہ ارحم الراحمین سورج غروب سے طلوع صبح تک آسمان دنیا پر نزول فرماکر طرح طرح کی دعا طلبی کی بندوں سے خواہش کرتا ہے۔ جسمیں بجز مشرک و کینہ ور وغیرہ کے تمام ملتجی مغفرت کو بخشتا ہے۔ جسمیں جبرئیل علیہ السلام نے حضور کو اعوذ برضاک من سخطک الخ دعا سکھلائی۔ ہاں ہاں جسمیں حضور نے سجدے میں دیر تک اعوذ بعفوک من عقابک دعا فرمائی۔ وہ شب صرف رمضان کی آخری پانچ طاق راتوں میں سے ایک ہے نہ کہ شعبان میں۔ اگر شب قدر ایک ہی رات ہے تو وہ صرف رمضان میں ہے اور اگر دو راتیں ہیں ایک شعبان میں اور ایک رمضان میں تو اول تو اس کا مدعی ثابت کرے دوم قرآن میں فیہا واحد کے صیغہ سے بیان کیا ہے نہ کہ تثنیہ سے اور جس قدر احادیث شعبان کے متعلق ہیں وہ سب ضعیف بلکہ حضرت علی والی حدیث تو موضوع تک بتلائی گئی۔ یہ احادیث اس قابل نہیں جو ان مذکورہ بالا احادیث صحیحہ کی ٹکر کی ہوں۔ اگر کوئی پوچھے کہ ان آیات سے شب قدر صرف رمضان میں ہونا کسی مفسر نے بھی لکھا ہے تو انکی خدمت میں عرض کرونگا کہ تفسیر ابن کثیر میں ہے زیر آیات سورہ دخان کہ من قال انہا لیلۃ النصف من شعبان فقد ابعد النجعۃ فان نص القرآن انہا فی رمضان یعنی جو شخص یہ کہتا ہے کہ یہ رات شعبان کی پندرہویں ہے۔ پس یقیناً اس نے اپنی نظر راہ حق سے دور جا ڈالی۔ کیونکہ قرآن کی نص یہ بتلاتی ہے کہ جس رات کا اس آیۃ میں ذکر ہے وہ رمضان میں ہے۔ اور اپنے قول کی تصحیح کے لئے حافظ ابن کثیر نے ان دو آیتوں سے استشہاد کیا ہے ایک شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن۔ دوم انا انزلنا

فی لیلۃ القدر الآیہ اسکے بعد سُنیے امام نووی نے مسلم کے باب صوم التطوع کے ذیل میں لکھا ہے کہ لیلہ مبارکہ سے پندرہویں شب شعبان مراد لینا سخت غلطی ہے۔ صحیح بات یہ ہے اور علمائے کرام اسی کے قائل ہیں کہ لیلہ مبارکہ سے مراد لیلۃ القدر ہے جو رمضان میں ہوتی ہے۔ لہٰذا شب براۃ کا کسی قسم کا تہوار نہیں۔ نہ رات کا قیام مخصوص نہ دن کا روزہ۔ ہاں ماہ شعبان کی فضیلت میں ۱۴ تاریخ تک جس قدر روزہ ہوسکیں رکھے جاسکتے ہیں والفجر ولیال سے مراد یہی شب قدر ہے تو لیلۃ القدر ولیلہ مبارکہ رمضانیہ ہے یا ذوالحج کا عشرہ یا محرم کا عشرہ ہے و گرہ ہیچ"۔

(اخبار اہلحدیث ۲۸ رجب سنہ ۵۳ ہجری)

افسوس ہے کہ حضرات اہلحدیث کا دعویٰ تو یہ ہے کہ "ہم ہی قرآن اور حدیث پر عمل کرتے ہیں"۔ مگر عمل اسکے خلاف ہوتا ہے کہ جس یقینی حدیث کو اپنے مذہب کے خلاف پاتے اور جس آیت سے اپنے دین کا بطلان سمجھتے ہیں اسکو یا تو موضوع کہہ دیتے ہیں یا اسکی رکیک تاویل کرنے پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔ چونکہ شب براءۃ کی حدیثوں سے بھی مذہب حق شیعہ اثنا عشریہ کی واضح تائید اور تصدیق ہوتی ہے اس وجہ سے اب یہ کوشش شروع ہوئی کہ شب ۱۵ ماہ شعبان جو حضرت خلیفۃ اللہ فی الارض صاحب العصر والزمان امام غائب حضرت محمد المہدی علیہ السلام کی ولادۃ باسعادت کی تاریخ مبارکہ ہے اور اسی وجہ سے خدا نے اس شب کی فضیلت اپنے حبیب کے ذریعہ سے مسلمانوں کو بتا دی تھی اس سے انکار کردیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ "شب براءت میں ایک لفظ فارسی اور ایک عربی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نام عجمیوں کی ایجاد اور وضع ہے"۔ اے جناب کسی چیز کا اپنی زبان میں ترجمہ کرنے سے کیا وہ چیز اسی زبان والوں کی ایجاد اور وضع کہہ دی جائیگی۔ عربی کے لفظ صلوٰۃ کا ترجمہ عجمیوں نے نماز کیا تو نماز کو بھی آپ انھیں کی ایجاد اور وضع کہہ دینگے؟ صوم کا ترجمہ روزہ کیا تو صوم کو بھی انھیں کی ایجاد بتا دینگے؟ اگر لیلہ کا ترجمہ شب کرنے کی وجہ سے آپ شب براءۃ کو عجمیوں کی ایجاد فرماتے ہیں تو شب قدر کو بھی عجمیوں کی ایجاد فرمائیے

کیونکہ اسمیں بھی ایک لفظ فارسی اور ایک عربی ہے بلکہ نماز شب کو بھی عجمیوں کی ایجاد و وضع فرمادیجئے کیونکہ اسکے تو دونوں لفظ عجمی ہی ہیں۔ ایک بھی عربی نہیں ہے۔ آپکو بڑی غلط فہمی اس وجہ سے ہوئی کہ خدا نے سال میں صرف ایک رات کو برکت والی قرار دیا اور اس کو لیلۃ القدر فرمایا حالانکہ خدا نے کئی راتوں کو صاحب برکت فرمایا ہے۔

چنانچہ علامہ سیوطی نے لکھا ہے عن قیس بن عبادؓ قال العاشر من رجب ھو یوم یمحو اللہ فیہ ما یشاء یعنی حضرت قیس بن عبادؓ فرماتے تھے کہ دسویں رجب وہ تاریخ ہے جسمیں خدا ہر اس بات کو مٹا دیتا ہے جس کو چاہتا ہے (تفسیر درمنثور جلد ۴ صفحہ ۶۶) اور ۲۷ رجب کے بارے میں ہے قال رسول اللہؐ فی رجب یوم و لیلۃ من صام ذلک الیوم وقام تلک اللیلۃ کان کمن صام من الدھر مائۃ سنۃ وقام مائۃ سنۃ وھو لثلاث یقین من رجب وفیہ بعث اللہ محمدا یعنی حضرت رسولخداؐ نے فرمایا کہ ماہ رجب میں ایک دن اور رات ایسی ہے کہ جو شخص اس دن کو روزہ رکھے اور اس رات میں عبادت کرے اسکو سو برس تک روزہ رکھنے اور شب کو عبادت کرنے کا ثواب ملیگا وہ ۲۷ رجب ہے جس روز خدا نے حضرت رسولخداؐ کو مبعوث فرمایا۔ (درمنثور جلد ۴ صفحہ ۲۳۵) اسی طرح شب براءۃ جس کو عربی میں لیلۃ براءۃ کہتے ہیں۔ اسکی بھی بڑی بڑی فضیلت لکھی ہے۔ آپ نے سورہ دخان کی جس آیۃ حٰمٓ والکتاب المبین انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ کو پیش کیا ہے اسکو ہم بھی پیش کرتے ہیں کہ اس لیلہ مبارکہ سے شب ۱۵ شعبان یعنی شب برات ہی مراد ہے۔ علامہ طبری اس آیۃ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔ اختلف اھل التاویل فی تلک اللیلۃ ای لیلۃ من لیالی السنۃ فقال بعضھم ھی لیلۃ القدر وقال آخرون ھی لیلۃ النصف من شعبان یعنی اس رات کے بارے میں علمائے مفسرین نے اختلاف کیا ہے کہ سال کی کون سی رات مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ شب قدر ہے اور دوسرے سب مفسرین کا قول ہے کہ یہ شب ۱۵ شعبان ہے۔ عن عکرمہ فی قول اللہ فیھا یفرق کل امر حکیم

قال فی لیلۃ النصف من شعبان یعنی عکرمہ کہتے تھے کہ وہ رات جسمیں تمام حکیمانہ اور تمام معاملات حاکمانہ کا فیصلہ کیا جاتا ہے شب ۱۵ شعبان ہے (تفسیر طبری جلد ۲۵ ص ۵ مطبوعہ مصر)۔ اور جناب مولوی صدیق حسن خانصاحب نے لکھا ہے قال عکرمۃ و طائفۃ اللیلۃ المبارکۃ ھذہ لیلۃ النصف من شعبان یعنی عکرمہ اور بہت سے دوسرے لوگوں نے کہا ہے کہ اس آیت میں مبارک رات سے مراد ۱۵ شعبان کی رات ہے (تفسیر فتح البیان جلد ۸ ص ۳۱۹) اور علامہ سیوطی لکھتے ہیں عن عائشۃ قالت فقدت رسول اللہ ذات لیلۃ فخرجت اطلبہ فاذا ھو بالبقیع رافعا راسہ الی السماء فقال یا عائشۃ اکنت تخافین ان یحیف اللہ علیک ورسولہ قلت مابی من ذلک ولکنی ظننت انک اتیت بعض نساءک فقال ان اللہ ینزل لیلۃ النصف من شعبان الی السماء الدنیا فیغفر لاکثر من عدد شعر غنم کلب۔ یعنی حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ ایک رات حضرت رسولخدا صلعم میرے پاس سے اٹھکر کہیں چلے گئے میں ڈھونڈھنے نکلی تو دیکھا کہ بقیع میں حضرت دعا فرماتے ہیں حضرت نے فرمایا کیوں عائشہ تم کو یہ گمان ہوا کہ خدا اور رسول تم پر ظلم کرینگے میں نے کہا یہ نہیں البتہ مجھے خیال ہوا کہ آپ کسی اور بی بی کے پاس پہونچ گئے۔ تب حضرت نے فرمایا کہ خدا ۱۵ شعبان کی رات کو نیچے آسمان پر اترتا ہے اور اس کثرت سے لوگوں کو بخشتا ہے کہ انکی تعداد بنی کلب کے گوسفندوں کے بالوں سے بھی زیادہ ہوگی۔ عن ابی بکر الصدیق عن النبی قال ینزل اللہ الی السماء الدنیا لیلۃ النصف من شعبان فیغفر لکل شیئ الا لرجل مشرک او فی قلبہ شحناء حضرت ابوبکر صدیق نے روایت کی ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم فرماتے تھے کہ ۱۵ شعبان کی رات کو خدا نیچے آسمان پر اترتا ہے اور ہر چیز کو بخش دیتا ہے سوا اس شخص کے جو مشرک ہو یا جسکے دل میں کینہ ہو۔ عن عائشۃ قال اتانی جبرئیل فقال ھذہ اللیلۃ لیلۃ النصف من شعبان وللہ فیہا عتقاء من النار بعدد شعور غنم کلب یعنی حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ حضرت

رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ اس ۱۵ شعبان کی رات میں خدا اتنے لوگوں کو جہنم سے آزاد کریگا جنکی تعداد اس قدر ہوگی جس قدر قبیلہ بنی کلب کے گوسفندوں کے جسم پر بال ہوتے ہیں۔ (تفسیر در منثور جلد ۶ ص ۲۷) - اور علامہ نیشاپوری نے لکھا ہے وزعم بعضھم کعکرمۃ وغیرہ انھا لیلۃ النصف من شعبان تسمی لیلۃ البراءۃ ولیلۃ الصک لان اللہ تع یکتب لعبادہ المومنین البراءۃ من النار فی ھذہ اللیلۃ وروی ان النبی قال من صلی فی ھذہ اللیلۃ مائۃ رکعۃ ارسل اللہ تع الیہ مائۃ ملک ثلثون یبشرون بالجنۃ وثلاثون یؤمنونہ من عذاب النار وثلاثون یدفعون منہ آفات الدنیا وعشرا یدفعون عنہ مکاید الشیطان وقال ان اللہ یرحم امتی فی ھذہ اللیلۃ بعدد شعر غنام بنی کلب وقال ان اللہ یغفر لجمیع المسلمین فی تلک اللیلۃ الا لکاھن او ساحر او مدمن خمر او عاق للوالدین او مصر علی الزنا ومما اعطی فیھا رسول اللہ تمام الشفاعۃ وذلک انہ سال لیلۃ الثالث عشر من شعبان فی امتہ فاعطی الثلث منھا ثم سال لیلۃ الرابع عشر منھا فاعطی الثلثین ثم سال لیلۃ الخامس عشر فاعطی الجمیع الا من شرد علی اللہ شراد البعیر ومن عادۃ اللہ فی ھذہ اللیلۃ ان یزید فیھا ماء زمزم زیادۃ ظاھرۃ یعنی بعض لوگوں نے مثل عکرمہ وغیرہ کے کہا ہے کہ یہ مبارک رات جس کا اس آیۃ میں ذکر ہے ۱۵ شعبان کی رات ہے اور اس رات کو براءۃ اور دستاویز کی رات بھی کہتے ہیں اس لئے کہ اس رات میں اللہ اپنے مومن بندوں کیلئے جہنم سے براءۃ اور نجات کی دستاویز لکھ دیتا ہے اور روایت ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ جو شخص اس رات میں سو رکعت نماز پڑھیگا خدا اسکی طرف سو فرشتے بھیجیگا جن سے تیس اسکو بہشت کی خوشخبری دینگے اور تیس اسکو جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھینگے اور تیس اس سے دنیا کی آفتیں دور کرینگے اور دس اس سے شیطان کی مکاریاں زائل کرینگے - یہ بھی حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ اللہ اس رات میں میری امت کے اتنے لوگوں

پر رحم فرمائیگا جنکی تعداد قبیلہ بنی کلب کے گوسفندوں کے بالوں برابر ہوگی۔ یہ بھی حضرت نے فرمایا کہ اس رات میں خدا سب مسلمانوں کو بخش دیگا سوا سحر یا ٹھٹھا کرنے یا شراب پینے یا والدین کی نافرمانی کرنے یا زنا پر اصرار کرنے والوں کے۔ اور اس شب کے متعلق خدا نے حضرت رسولخدا صلعم کو جو نعمتیں دیں اُن سے یہ بھی ہے کہ حضرت کو تمام امت کی شفاعت مرحمت فرمائی اور اسکی صورت یہ ہوئی کہ حضرت نے شعبان کی ۱۳ تاریخ کی شب میں خدا سے دعا کی کہ حضرت کو اپنی امت کی شفاعت کا درجہ دیا جائے تو خدا نے ایک ثلث امت کی شفاعت مرحمت فرمائی۔ پھر حضرت نے ۱۴ تاریخ کی شب میں بھی دعا فرمائی تو خدا نے دو ثلث کی شفاعت مرحمت فرمائی۔ پھر ۱۵ تاریخ کی شب میں دعا کی تو کل امت کی شفاعت مرحمت فرمائی سوا ان لوگوں کے جو سرکش اونٹ کی طرح خدا کی نافرمانی کریں۔ اور اس شب کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ خدا نے اپنی عادت کر لی ہے کہ اسمیں چشمہ زمزم کا پانی زیادہ کر دیتا ہے (تفسیر نیشاپوری برحاشیہ تفسیر طبری جلد ۲۵ صئ)

اہلحدیث کا بڑا زور اس بات پر ہے کہ خدا نے قرآن مجید کو شب قدر میں نازل فرمایا جو ماہ رمضان میں ہوتی ہے۔ لہذا صرف وہی رات برکت اور گناہوں سے نجات والی ہو سکتی ہے۔ دوسری رات اس قابل نہیں ہے۔ اسکی تحقیق بھی علامہ نیشاپوری نے کر دی ہے فرمایا ہے وبعضھم اراد ان یجمع بین القولین فقال ابتدئ بانتساخ القرآن من اللوح المحفوظ لیلۃ البراءۃ ووقع الفراغ فی لیلۃ القدر والمبارکۃ الکثیرۃ الخیر ولو لم یوجد فیھا الا انزال القرآن لکفی بہ برکۃ یعنی بعض لوگوں نے دونوں قولوں میں (کہ مبارک رات سے مراد شب برات ہے یا شب قدر) اس طرح جمع کی صورت نکالی ہے کہ کہا لوح محفوظ سے قرآن مجید کی نقل شب برات (۱۵ شعبان) کو شروع ہوئی اور اس سے فراغت شب قدر میں ہوئی۔ اور مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ بڑی خوبیوں والی پس اگر اس رات (شب برات) میں اور کوئی خوبی نہ بھی ہوتی جب بھی یہ خوبی کیا کم ہے کہ اس میں قرآن مجید نازل کیا گیا جس کی برکت ہر طرح کافی ہے (تفسیر نیشاپوری صئ)

اَب تو واضح ہو گیا کہ قرآن مجید کا نزول شب برات (شب ۱۵ شعبان) میں شروع ہوا اور اس سے فراغت شب قدر میں ہوئی۔ اس عبارت میں بھی علامہ نیشاپوری نے شب ۱۵ شعبان کو لیلۃ البراءۃ لکھا ہے جس کا ترجمہ شب برات ہے۔ لہٰذا آپ کا وہ اعتراض کہ شب برات میں "شب" فارسی لفظ ہے جس سے یہ عجمیوں کی ایجاد اور وضع ثابت ہوتی ہے خود بخود زائل ہو گیا اور واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام ہی اس رات کو لیلۃ البراءۃ کہتے تھے جس کا ترجمہ فارسی زبان میں شب براءۃ کیا گیا جس طرح صلوٰۃ کا ترجمہ نماز ہوا مگر آپ کے بہت بڑے مفسر علامہ فخر الدین رازی نے تو اس آیہ کے متعلق ایسی تحقیق کی ہے جس سے آپکا پورا مضمون خود بخود باطل ہو جاتا ہے۔ آپ کا زور اس پر ہے کہ قرآن مجید شب قدر میں نازل ہوا لہٰذا یہ لیلۃ مبارکہ بھی شب قدر ہی ہے لیکن علامہ رازی فرماتے ہیں کہ کتاب مبین سے قرآن مجید کا مراد ہونا ضروری نہیں۔ ملاحظہ ہو:۔
یجوز ان یکون المراد بالکتاب ھھنا الکتب المتقدمۃ التی انزلھا اللہ علی انبیائہ کما قال تعالیٰ لقد ارسلنا رسلنا بالبینات وانزلنا معھم الکتاب والمیزان ویجوز ان یکون المراد اللوح المحفوظ کما قال یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب وقال انہ فی ام الکتاب لدینا یعنی ہو سکتا ہے کہ خدا کی مراد اس آیت میں کتاب مبین سے پہلی کتابیں (توراۃ۔ انجیل زبور وغیرہ) ہوں جن کو خدا نے سابق نبیوں پر نازل کی تھیں جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے کہ البتہ ہم نے پیغمبروں کو کھلی ہوئی نشانیوں کے ساتھ بھیجا تھا اور انکے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تھی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کتاب مبین سے مراد لوح محفوظ ہو جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے کہ اللہ جس چیز کو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جسکو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور اسکے پاس اصل کتاب ہے اور یہ بھی اس نے فرمایا ہے کہ یہ بات اصل کتاب میں ہمارے پاس ہے۔ ان دونوں قولوں کے ذکر کے بعد تیسرا قول قرآن کا بھی ذکر کر دیا ہے (کہ ویجوز ان یکون المراد بہ القرآن) یعنی یہ بھی جائز ہے کہ اس کتاب مبین

سے مراد قرآن مجید ہو (تفسیر کبیر جلد ۷ ص ۴۶۳) پس جب یہی نہیں طے پایا ہے کہ کتاب مبین سے مراد سابق کتابیں ہیں یا لوح محفوظ یا قرآن مجید تو پھر آپ اس معنی سے لیلۃ مبارکہ کی تفسیر شب قدر سے کس طرح کر سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس لیلۃ مبارکہ کی تعیین میں بھی اختلاف ہوا۔ علامہ رازی لکھتے ہیں اختلفوا فی ھذہ اللیلۃ المبارکۃ فقال الاکثرون انھا لیلۃ القدر وقال عکرمہ وطائفۃ اخرون انھا لیلۃ البراءۃ وھی لیلۃ النصف من شعبان یعنی اس لیلۃ مبارکہ میں بھی مفسرین نے اختلاف کیا ہے۔ بہت سے لوگ تو کہتے ہیں کہ یہ شب قدر ہے اور عکرمہ اور ایک بڑی جماعۃ نے کہا ہے کہ یہ لیلۃ مبارکہ لیلۃ البراءۃ (شب برات) ہے جو ۱۵ شعبان کی رات ہوتی ہے (تفسیر کبیر جلد ۷ ص ۴۶۳) پھر لکھا ثم ان ھولاء القائلین بھذا القول زعموا ان لیلۃ النصف من شعبان لھا اربعۃ اسماء اللیلۃ المبارکۃ ولیلۃ البراءۃ ولیلۃ الصک ولیلۃ الرحمۃ وقیل انما سمیت بلیلۃ البراءۃ ولیلۃ الصک لان البندار اذا استوفی الخراج من اھلہ کتب لھم البراءۃ کذلک اللہ عزوجل یکتب لعبادہ المومنین البراءۃ فی ھذہ اللیلۃ یعنی جو لوگ کہتے ہیں کہ اس لیلۃ مبارکہ سے ۱۵ شعبان کی رات مراد ہے وہ کہتے ہیں کہ ۱۵ شعبان کی رات کے چار نام ہیں لیلۃ مبارکہ۔ لیلۃ براءۃ۔ لیلۃ الصک اور لیلۃ رحمۃ۔ اور اس کو لیلۃ البراءۃ (شب برات) اور لیلۃ الصک (دستاویز والی رات) اس سبب سے کہتے ہیں کہ تحصیلدار جب مالگزاری پوری لے لیتا ہے تو رعایا کو ایک دستاویز لکھ دیتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب یہ بری ہے اسی طرح اللہ اپنے مومن بندوں کے لئے اس رات میں دستاویز لکھ دیتا ہے کہ یہ ہر گناہ سے بری ہو گیا (ص ۴۶۴)

غرض مفسرین کے اقوال سے یہی بات مرجح ثابت ہوتی ہے کہ اس لیلۃ مبارکہ سے مراد شب برات ہے۔ اب اسکی وجہ کا پتہ لگائیے کہ خدا نے اس شب کی اس قدر فضیلت کیوں بیان فرمائی۔ اسکے سوا کوئی سبب مل ہی نہیں سکتا کہ آج ہی وہ جگہ

خدا دنیا میں پیدا ہوئے جو حضرت خاتم المرسلین رحمۃ للعالمین کے آخری جانشین اور امام زمانہ ہیں یعنی حضرت کے بارہویں خلیفہ جو قیامت تک دنیا میں رہنے والے ہیں۔ آج کی رات ۲۵۵ھ ہجری میں تشریف لائے۔ چنانچہ آپ کے جلیل القدر علماء کرام نے لکھا ہے لا تخلو الارض من قائم للہ بحجۃ اما ھو مشھور واما خائف مغمور لئلا تبطل حجج اللہ وبینا تہ یعنی زمین کبھی خدا کی حجۃ قائم سے خالی نہیں ہوسکتی۔ وہ حجۃ خدا خواہ مشہور و معروف ہو کہ لوگ اس کو پہچانتے ہوں۔ خواہ خوف زدہ اور لوگوں کی نظروں سے چھپا ہو۔ غرض اس کا وجود ہر زمانہ کے لئے ضروری ہے تاکہ اللہ کی حجتیں اور اسکی نشانیاں مٹنے نہ پائیں (منتخب کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۴۰)۔

آپ کہیں گے کہ کیا وہ پیدا ہو چکے؟ تو آپ ہی کے علماء نے اسکی تصریح بھی کردی ہے علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں ابی القاسم محمد الحجۃ وعمرہ عند وفاۃ ابیہ خمس سنین لکن آتاہ اللہ فیھا الحکمۃ ویسمی القائم المنتظر یعنی حضرت ابو القاسم محمد حجۃ العصر کی عمر آپ کے پدر بزرگوار کی وفات کے وقت پانچ سال کی تھی مگر خدا نے اس عمر میں آپ کو حکمۃ عطا فرمادی تھی اور آپ کو لوگ قائم منتظر کہتے ہیں (صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۴) اور علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں محمد بن الحسن العسکری کانت ولادتہ یوم الجمعۃ منتصف شعبان سنہ خمس وخمسین ومائتین یعنی امام مہدی ابن امام حسن عسکریؑ کی ولادت روز جمعہ ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ ہجری کو ہو چکی ہے (وفیات الاعیان جلد ۲ صفحہ ۲۴) اور علامہ ابو الفدا نے لکھا ہے یقال لہ القائم والمھدی والحجۃ وولد المنتظر المذکور فی سنۃ خمس وخمسین ومائتین یعنی حضرت کو قائم اور مہدی اور حجۃ کہتے ہیں۔ یہ امام منتظر ۲۵۵ھ ہجری میں پیدا ہوئے (تاریخ ابو الفدا جلد ۲ صفحہ ۲۵) اور علامہ شیخ عبد الوہاب شعرانی نے لکھا ہے یترقب خروج المھدی وھو من اولاد الامام الحسن العسکری ومولدہ لیلۃ النصف من شعبان ۲۵۵ھ وھو باق الی ان یجتمع بعیسی بن مریم فیکون عمرہ الی وقتنا ھذا وھو ۹۵۸ھ سبعمائۃ سنۃ وست سنین ... لابد من خروج المھدیؑ

...وھو من عترۃ رسول اللہ صلعم من ولد فاطمۃ رض جدہ الحسین بن علی ووالدہ حسن العسکری ابن الامام علی النقی ابن محمد التقی ابن الامام علی الرضا ابن الامام موسیٰ الکاظم ابن الامام محمد الباقر ابن الامام زین العابدین علی ابن الامام حسین بن الامام علی رض یعنی حضرت مہدی کے ظہور کا برابر انتظار رہتا ہے۔ آپ شب ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور اس وقت تک باقی رہیں گے کہ حضرت عیسیٰ ع کے ساتھ جمع ہوں۔ اس حساب سے آپکی عمر اس وقت ۹۵۸ھ ہجری میں ۷۰۳ سال کی ہوئی۔ یہ ضرور ہے کہ آپ ظاہر ہو کر رہیں گے آپ حضرت رسولؐ کی عترت اور جناب فاطمہ زہرا ع کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے والد امام حسنؑ عسکری فرزند امامؑ علی نقی فرزند امام محمدؑ تقی فرزند امام علیؑ رضا فرزند امام موسیٰ کاظم فرزند امام جعفر صادق فرزند امام محمدؑ باقر فرزند امام زین العابدینؑ فرزند امام حسین ع فرزند امام علیؑ تھے (کتاب الیواقیت والجواہر مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۲۸۸) اس مضمون کی عبارتیں متعدد کتابوں میں بھری ہوئی ہیں۔

شب براءۃ کی آتشبازی اس شب میں آتشبازی کا دستور بھی دنیا کی عجیب و غریب باتوں سے ہے۔ کسی طرح پتہ نہیں چلتا کہ اسکو کس نے اور کب اور کیوں ایجاد کیا۔ دوسرے ملکوں میں بھی مختلف صورتوں سے اس کا رواج ہے اور حد ہو گئی ہے کہ دہلی کے مشہور مذہبی اور سیاسی لیڈر جناب خواجہ حسن نظامی صاحب نے چند سال قبل بڑی جان توڑ کوشش کر کے اس کا جنازہ نکال کر اسکو ختم کر دینے کا اعلان کر دیا۔ مگر دنیائے اسلام میں آج بھی یہ آتشبازی اسی شان و شوکت کے ساتھ چھوڑی جاتی ہے اور مسلمان اسمیں ہر سال اپنا لاکھوں روپیہ خرچ کرتے ہیں اور جس طرح عید و بقرعید کی تقریب اُنکے ہاں ضروری ہے اُسی طرح شب براءۃ میں آتشبازی بھی لازمی سمجھی جاتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اسکو کس نے ایجاد کیا۔ اگر شیعوں کو اس کا بانی فرمائیے تو ارشاد ہو کہ شیعوں نے صرف اسی رات میں آتشبازی کی ایجاد کیوں کی حضرت رسولخدا صلعم کی ولادت کی رات میں یہ جشن کیوں نہیں کرتے۔ پھر حضرت امیرالمومنینؑ کی شب

ولادت میں کیوں نہ اسکو پھیلایا حضرت سیدہؑ کی شب ولادۃ میں کیوں نہ اس کو رواج دیا
حضرت امام حسنؑ جو رسول اللہ صلعم کے بڑے نواسے اور فرزند اکبر تھے انکی ولادت کی شب
میں کیوں نہ اسکو پیدا کیا۔ غرض شیعوں کے ہاں بہت سی تاریخ ہوسکتی تھی مگر کسی نے
کسی بزرگ کی ولادت کی شب میں اس کو اس اہتمام سے نہیں انجام دیا جس قدر اس شب براءۃ
میں عمل کرتے ہیں تو اسکی کوئی علت ہونی چاہئے۔ اور اگر فرمائیے کہ اسکی ایجاد عام مسلمانوں
نے کی تو انکو بھی اس شب سے اتنی خصوصیت کی وجہ کیا ہوئی۔ حضرت رسولخداؐ کی پیدائش
کی شب میں اسکو ایجاد کیا ہوتا معراج کی رات میں اسکو جاری کیا ہوتا۔ شب قدر میں اسکو
نکالا ہوتا۔ اور اب کہ آپ حضرات برابر اسکے روکنے کی کوشش کر رہے ہیں اسمیں کامیاب
کیوں نہیں ہوتے؟ آتشبازی موقوف کیوں نہیں ہوتی۔ ان سب وجہوں پر غور کرنے سے
آپ بآسانی اس نتیجہ پر پہونچ سکتے ہیں کہ اس کو نہ شیعوں نے نکالا نہ سنیوں نے نہ عام
مسلمانوں نے بلکہ خاص خدا نے اس کو ایجاد کیا اور وہی اس کو اس وقت تک جاری
رکھے ہوئے ہے کہ لوگ لاکھ کوشش کریں مگر خدا اپنے اس نور کو بجھنے نہیں دیگا۔
کیونکہ خدا کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی۔ تمام دنیا مجتمع ہو جائے جب بھی اسکی
کسی چیز کو روک نہیں سکتی جس کو خدا نے صاف فرمادیا ہے کہ یریدون لیطفئوا نور اللہ
بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون یعنی یہ لوگ چاہیں گے کہ خدا کے نور کو
اپنے منہ کی پھونک مار کر بجھا دیں مگر خدا تو اپنے نور کو پھیلائے ہی رہیگا۔ اگرچہ کافروں
کو نہایت درجہ ناگوار ہو۔ پس آتشبازی کا بجائے شب ولادۃ حضرت رسولخدا، شب معراج
شب قدر میں جاری ہونے کے صرف شب براءۃ میں اس زور شور سے پھیلا رہنا واضح دلیل
اس بات کی ہے کہ چونکہ آج اس حجۃ خدا کی پیدائش ہے جو قیامت تک زندہ رہیگا اور
جنکے وجود مبارک سے دنیا قائم رہیگی۔ آسمان و زمین ٹھہرے رہیں گے۔ دین اسلام
باقی رہیگا۔ اسی وجہ سے خدا ہی نے اس آتشبازی کو اس شب میں اپنی قدرت کاملہ سے
جاری کر دیا تاکہ ہر مسلمان اس رات کو خوشی کرے اور انکی خوشی سے غیر اقوام بھی سمجھیں کہ آج

مسلمانوں کو بڑی عظیم الشان نعمۃ ملی ہے جسکا جشن قدرت کیطرف سے اسطرح منایا جاتا ہے۔

وقف امام باڑہ ہوگلی

حبیب مکرم و فاضل محترم جناب مولوی سید علی صاحب صدر الافاضل و مبلغ مدرستہ الواعظین مقیم کلکتہ شکر اللہ مساعیہم الجمیلہ ان دنوں وقف امام باڑہ ہوگلی کیطرف ہمہ تن متوجہ ہو گئے ہیں۔ اسکے متعلق برابر اخباروں میں اور علیحدہ کاغذوں کی صورت میں تحریر شائع فرما رہے ہیں اور علماء و مجتہدین عظام کے فتاوی بھی چھپوا کر تقسیم کر رہے ہیں۔ سب کا ملخص یہ ہے کہ وقف امامباڑہ ہوگلی جو بہت ہی بڑا وقف ہے اور جسکے واقف شیعہ تھے اس کا کل مال صرف شیعوں کے متعلق امور خیر میں صرف ہو سکتا ہے اور گورنمنٹ کو کوئی حق نہیں ہے کہ واقف کے مذہبی احکام کے خلاف اس وقف کی آمدنی کو خرچ کرے۔ خدا ممدوح کو جزائے خیر دے کہ بہت بڑی دینی خدمت اپنے ذمہ لی ہے۔ ہماری رائے ہے کہ جناب ممدوح کلکتہ کے چند دوسرے معزز اور ذی اثر مومنین کے ساتھ جناب خان بہادر سید خیرات احمد صاحب وکیل گیا دام مجدہ اور جناب سر سلطان احمد صاحب بیرسٹر اور جناب سید خورشید حسنین صاحب وکیل پٹنہ دام شرفہما کے پاس بطور وفد پہونچکر چند روز تک قیام کریں اور ان حضرات کو آمادہ کریں کہ جن تدبیروں سے گیا میں ایک زبردست شیعہ وقف قائم کرنے میں یہ حضرات کامیاب ہوئے۔ اسی طرح اس شیعہ وقف ہوگلی کو بھی اپنے ہاتھ میں لیکر انتہائی حد تک پہونچائیں۔ برٹش گورنمنٹ ظلم کو ناپسند کرتی ہے اور اس کا دعوی ہے کہ وہ کسی بھی امور میں دخل نہیں دیگی۔ اگر اسکو اچھی طرح سمجھا دیا جائے تو وہ ضرور شیعوں کے مطالبات پورے کر دیگی۔ یہ وقف ایک عظیم الشان جائداد ہے۔ اگر یہ ہمارے قبضہ میں آجائے تو ہمارے بہت سے قومی اور دینی امراض کا علاج تنہا یہی وقف کر سکتا ہے۔ اسی سبب سے شیعہ کانفرنس بھی ابتدا سے گورنمنٹ کو اسکی طرف متوجہ کرتی رہی مگر افسوس ابتک کوئی نمایاں کامیابی نظر نہیں آتی۔ لیکن باقاعدہ کوشش جاری رکھنے سے پہاڑ بھی اپنی جگہ چھوڑ دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ خدا کرے جدید متولی فاضل مکرم جناب مولوی سید اعجاز حسین صاحب جعفری دام عزہ ہی کے عہد زمانہ کو یہ شرف حاصل ہو کہ شیعہ پورا اس وقف سے پورا نفع اٹھا سکیں۔

حجۃ اللہ علیہ السلام

کسی مذہب کے حقیقت کا معیار اس سے بڑھکر کیا ہو سکتا ہے کہ دوسرے مذہب والے اسکی تصدیق کریں۔ اگرچہ وہ مذہب باطل ہی کیوں نہ ہو۔ اور تصدیق بھی ایسی کہ اگر کسی جزو کی تکذیب کریں یا انکار تو خود اپنے مذہب سے دست برداری لازم ہو یہ شرف جیسا کہ اسلام کو حاصل ہے ویسا کم تر کسی مذہب کو حاصل ہوگا۔ کیونکہ ابتدائے وجود سے یہ اپنی حقیقت توریت وانجیل وکامل صحف سماوی سے ثابت کررہا ہے جس پر ہزاروں کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں۔

چونکہ یہ بھی مسلم ہے کہ اسلام خالص۔ اسلام صادق صرف فرقہ حقہ شیعہ میں منحصر ہے۔ کیونکہ اور فرق اسلامی بلقب منافقین ملقب رہے ہے۔ اس لئے اسکی حقیت بھی ہمیشہ کتب مخالفین سے ثابت ہوتی رہی چنانچہ علامہ جواد ساباطی نے ایک مکاشفہ یوحنا کی تصدیق وتطبیق میں صاف صاف کہہ دیا کہ چونکہ ہماری غرض تصدیق اسلام ہے بلالحاظ تعصب مذہب اس لئے مطابق مذہب امامیہ لکھتا ہوں کہ اس پیشگوئی کی تصدیق اس قاعدے سے ہو سکتی ہے۔

ہمارا مقصود اس وقت وجود وولادت حضرت صاحب الامر والزمانؑ کے دلائل کو بیان کرنا ہے کیونکہ آج کل جو خارجیت وناصبیت کو ترقی ہو رہی ہے۔ اسکے ساتھ حضرت مہدی موعود علیہ السلام سے بھی بالخصوص مخالفت کیجاتی ہے اور انواع واقسام کے استخفاف واستہزا سے کام لیا جارہا ہے۔ اس لئے ضرور ہوا کہ بغرض اتمام حجت کچھ دلائل اسکے عرض کئے جائیں۔

اگرچہ دنیا میں ہزاروں تاریخی واقعات گزرے ہیں اور اسلام میں تو ابتدائے ورود سے وہ واقعات پیش آئے جنکی انتہا نہیں لیکن سب جو التاریخ رہے۔ ہزار متواتر ہو۔ ہزار یقینی ہو مگر کوئی حسی ثبوت نہیں رکھتا جس سے ہر شخص مطلع ہو سکے یا حواس

ظاہرہ سے کام لے سکے۔

عاشورا اور شب برات | مگر دو واقعے ایسے ہیں جنھوں نے صرف علمی ہی ملک پر نہیں قبضہ کیا بلکہ ان کل حسیات پر اس کا تسلط ہے جسکو ہم حسی کہہ سکتے ہیں۔ واقعہ عاشورا تو فی الحقیقت ایسا واقعہ تھا کہ جس قدر نہ اسکو شہرت ہوتی کم تھا۔ جیسی نہ یادگار اسکی قائم ہوتی جائے تعجب تھا۔ کیونکہ ایک طرف فرزند رسولؐ ہے جسکے کلمہ گو تمام اہل اسلام ہیں اس بیکسی اور غربت سے دن دوپہر شہید ہو۔ دوسری طرف وہ ظالم بلکہ سفاک قوم ہے جسکے آبا و اجداد ہمیشہ رسول اللہؐ سے لڑتے رہے۔ مگر بزرگان اہلسنت کی توجہ و عنایت سے مسند خلافت پر قابض ہو گئے پھر ایسا عظیم واقعہ صرف دفاتر و تواریخ میں پوشیدہ رہ سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ جس سنی کو دشمنان اہلبیتؑ سے کچھ نفرت ہوئی اُس نے بھی اس اسلامی یادگار کو اسی طرح زندہ کیا جس طرح شیعوں نے۔ کیونکہ ہر سنی کا دل یزیدی نہیں ہو سکتا علاوہ اسکے ہزاروں اسباب ہیں جنکی تفصیل یہاں نہیں ہو سکتی۔

شب برات | سب سے زیادہ حیرت خیز ہے جس کی تمام دنیا عموماً اور اسلامی دنیا خصوصاً مخالف تھی مگر خدا نے اسکو وہ عظمت اور شہرت عنایت کی کہ آج کوئی مسلمان ایسا نہیں جو شبرات نہ کرتا ہو۔ ہر چند اسکی تحقیق کیگئی کہ اس شبرات کی اصلیت کیا ہے اور کیوں اس نے یہ رواج پایا ہے مثل عید۔ بقرعید شبرات بھی مسلمانوں کا ایسا تہوار قرار پایا ہی کہ اس کو ترک نہیں کر سکتا۔ تو بجز اسکے کہ منجانب اللہ یہ امر ہوا اور کوئی باعث معلوم نہیں ہوتا۔ عید اور بقرعید تو ایسی عیدیں ہیں کہ کسی متنفس کو فرقہائے اسلام سے اس سے مخالفت نہیں مگر پھر بھی وہ سامان عیش و نشاط اس کو نہ میسر آئے جس نے شبرات کو اپنا گرفتار بنایا ہے۔ نہ کہیں آتشبازی چھوٹتی ہے نہ یہ چہل پہل ہوتا ہے بلکہ عیدین میں یا نماز ہے یا قربانی یا فطرہ جس سے کوئی اثر طرب نہیں نمایاں ہوتا۔

میں یہ نہیں کہتا کہ آتشبازی کا چھوڑنا کسی حکم خدا و رسولؐ سے ہے بلکہ یہ دکھانا ہے کہ کس طرح اسکی شہرت ہوئی اور بلا سبب ظاہری اس نے رواج پایا جس سے خواہی نخواہی

یقین ہوتا ہے کہ باعث اسکا کوئی امر باطنی ہے جس کا ہم کو علم نہیں اور یہ محض قدرت خدا ہے کہ
ایسے مولود کا روز ولادت شب برات قرار پایا اور اسی تقریر سے آپکو عاشور اور شب برات
کا فرق بھی ظاہر ہوگیا کہ عاشور کا تعلق شہادت ظاہری سے ہے اور اس روز کا تعلق
ولادت مخفی سے ہے۔ مگر خدا نے اسے بھی ایسا ہی مشہور کیا جیسا کہ عاشور کو شہرت ہوئی

فضائل شب برات | اسی سے اس کا بھی پتا چل گیا کہ احادیث فریقین میں جو اس شب
کی عظمت اور اس شب کی فضیلت ہے اس شب کی عبادت کا ثواب اس درجہ مقرر کیا
گیا ہے جس کا احصار نہیں ہو سکتا۔ اس کا باعث بھی وہی مولود مسعود عجل اللہ ظہورہ
ہے جسکی ولادت کی وجہ سے خداوند عالم نے اپنے علم ازلی میں یہ فضیلت مقرر کی ورنہ سال
میں بہت سی تاریخیں پندرہویں ہوتی ہیں مگر کسی کے لئے یہ شرف نہیں۔ خود اسی ماہ شعبان
میں تیس روز ہیں مگر کسی روز کی یہ عظمت نہیں۔

اتفاق اہل اسلام درباب مہدی | اسکے ساتھ جب ہم اسکو ملاتے ہیں کہ جس اسلام کے بہتر
فرقوں میں اس قدر اختلاف ہے کہ نہ توحید میں اتفاق ہے نہ رسالت میں نہ امامت میں نہ قیامت
میں مگر مہدی موعود کے بارے میں سب کو اتفاق ہے کہ ہر فرقہ اس کا قائل ہے آخر زمانہ
میں ایک مہدی موعود ہوگا جو سب کو راہ حق دکھائیگا اور سنت رسول اللہ پر چلائیگا تو اور
بھی حیرت ہوتی ہے کہ یہ کیا اسرار ہے کہ جو فرقے ہر بات میں اس قدر مختلف ہیں وہ اس امر میں
کیونکر متحد ہیں کہ مہدی موعود سے کسی کو اختلاف نہیں۔

اختلاف بھی دلیل اتفاق ہے میں یہاں اُن اختلافات کو نظر انداز نہیں کر سکتا
جو شیعہ وسنی میں ہیں کہ اہلسنت کہیں ایک شخص کو اولاد عمر سے مہدی مانتے ہیں کہیں
اولاد ابوہریرہ سے مہدی مانتے ہیں۔ کہیں بنی عباس سے کہیں کسی سے۔ مگر اس اختلاف
سے بھی معلوم ہوا کہ اصل مہدی میں اتفاق ہے۔ اگرچہ تعیین اولاد میں اختلاف ہو
اور اب تو اس پر اتفاق ہے کہ وہ سید حسنی حسینی ہیں جسمیں کسی کو اختلاف ہی نہیں۔

ضرورت مہدی | یہاں پہلا سوال یہ ہوگا کہ کسی مہدی کی ضرورت کیا ہے۔ اس سوال کا

مختصر جواب تو وہی تقریر امام فخر الدین رازی ہے جسے انھوں نے اپنی کتاب مقاصد عالیہ میں لکھا ہے اور مولوی شبلی صاحب نے اپنی کتاب الکلام حصہ دوم میں بھی نقل کیا ہے۔ چنانچہ وہ اصل عبارت بقدر ضرورت مع ترجمہ یہ ہے:۔

المقدمۃ الرابعۃ ان النقصان اذا کان شاملا للخلق عاما فیھم الا انہ لا بد وان یوجد فیھم شخص کامل بعید عن النقصان والدلیل علیہ من وجوہ الاول انا بینا ان الکمال والنقصان واقع فی الخلق علی مراتب مختلفۃ ودرجات متفاوتۃ ثم انا کما نشاھد اشخاصاً بلغوا فی جانب النقصان وقلۃ الفھم والادراک الی حیث قربوا من البھائم والسباع فکذلک فی جانب الکمال لا بد وان یوجد اشخاص کاملۃ فاضلۃ ولا بد وان یوجد بینھم شخص یکون افضلھم واکملھم وھو یکون فی اخر مراتب الانسانیۃ واول مراتب الملکوتیۃ الثانی ان الاستقراء یدل علی ما ذکرناہ وذالک لان الجسم العنصری جنس تحتہ ثلثۃ انواع المعدن والنبات والحیوان

جو لوگ نبوت کے قائل ہیں انمیں دو فرقے ہیں۔ ایک کا یہ مذہب ہے کہ نبوت کی دلیل معجزہ ہے یعنی اگر کوئی شخص نبوت کا مدعی ہو تو ہم دیکھیں گے کہ اسکے پاس معجزہ ہے یا نہیں اگر ہے تو سچا نبی ہے۔ اور جب اسطرح اسکی نبوت ثابت ہو جائے گی تو جس بات کو وہ حق کہیگا ہم حق کہیں گے اور جس کو باطل کہیگا اس کو باطل قدیم اور عام مذہب یہی ہے۔ دوسرے فریق کا یہ مذہب ہے کہ پہلے ہمکو خود یہ فیصلہ کرنا چاہئے کہ حق اور باطل کیا ہے اسکے بعد ہم کو یہ نظر آئے کہ ایک شخص حق کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہے اور اس دعوت کی تاثیر یہ ہے کہ لوگ باطل کو چھوڑ کر حق کیطرف آتے جاتے ہیں تو ہم سمجھیں گے کہ وہ سچا پیغمبر ہے یہ طریقہ قریب العقل اور قلیل الشبہات ہے۔

اس دوسرے طریقہ کو ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں لیکن پہلے مقدمات ذیل ذہن نشین کر لینے چاہئیں (۱) انسان کا کمال یہ ہے کہ اسمیں

وصریح العقل یشہد بان اشرف ھذہ
الثلثۃ الحیوان واوسطہا النبات
وادونہا المعادن ثم نقول الحیوان
جنس تحتہ انواع کثیرۃ واشرفہا ھو
الانسان وایضا فالانسان تحتہ
اصناف کثیرۃ مثل الزنجی والھندی
والرومی والعربی والافرنجی والترکی
ولاشک ان اشرف اصناف الانسان
واقربہم الی الکمال سکان الموضع
المسمی بایران شہر ثم ان ھذا
الصنف من الناس مختلفون ایضا فی
الکمال والنقصان ولاشک انہ یحصل
فیہم شخص واحد ھو افضلہم واکملہم
فعلی ھذا قد ثبت انہ لابد وان یحصل
فی کل دور شخص واحد ھو افضلہم
واکملہم فی القوۃ النظریۃ والعملیۃ
ثم ان الصوفیۃ یسمونہ بقطب
العالم ولقد صدقوا فیہ فانہ لما
کان الجزء الاشرف من سکان ھذا العالم
الاسفل ھو الانسان الذی حصلت
لہ القوۃ النظریۃ التی بہا یستفید
الانوار القدسیۃ من عالم الملئکۃ

قوت نظری اور عملی دونوں کامل ہوں۔
قوت نظری کے کمال کے یہ معنی کہ حقایق
اشیاء کا اس کو صحیح علم ہو یعنی اسکے ذہن
میں جس شے کا تصور آئے ٹھیک اصلی
صورت میں آئے۔ قوت عملی کے کمال کے
یہ معنی ہیں کہ نفس میں ایسا ملکہ پیدا ہو جائے
کہ خود بخود اچھے کام سرزد ہوں۔
(۲) دنیا میں تین طرح کے آدمی ہیں ناقص
یعنی جنکی قوت نظری اور عملی دونوں ناقص ہے
یہ عوام الناس ہیں۔ خود کامل ہیں لیکن
دوسروں کو کامل نہیں کرسکتے۔ یہ اولیاء
صلحاء ہیں۔ خود کامل ہیں اور دوسروں
کو بھی کامل کرسکتے ہیں یہ انبیاء ہیں۔
(۳) قوت نظری اور عملی کے درجے بلحاظ
نقصان و کمال شدت وضعف نہایت
مختلف ہیں یہاں تک کہ انکی کوئی حد نہیں
قرار پاسکتی۔
(۴) گو عموماً تمام لوگوں میں نقصان پایا
جاتا ہے لیکن ضرور ہے کہ ان ہی میں کوئی
ایسا کامل بھی ہو جو نقصان سے بمراحل دور
ہو اسکی تصدیق مختلف مثالوں سے ہوتی
ہے (۱) یہ ظاہر ہے کہ انسانوں میں کامل اور

وحصلت لہ القوۃ العملیۃ التی
بہا یقدر علی تدابیر ہذا العالم
الجسمانی علی الطریق الاصلح والسبیل
الاکمل ثم ان ذالک الانسان الواحد
ہو اکمل ثم ان ذالک الانسان
الواحد ہو اکمل الاشخاص الموجودین
فی ذالک الدہر کان المقصود
الاصلی من کل ہذا العالم العنصری
وجود ذالک الشخص ولا شک
ان المقصود بالذات ہو الکامل
واما الناقص فانہ یکون مقصوداً
بالعرض فثبت ان ذالک الشخص
ہو القطب لہذا العالم العنصری
وما سواہ فکا لتبع لہ وجماعۃ الشیعۃ
الامامیہ یسمونہ بالامام المعصوم
وقد یسمونہ بصاحب الزمان و
یقولون غائب ولقد صدقوا فی الوصفین
ایضا لانہ لما کان خالیا من النقایص
التی ہی حسن فی غیرہ کان معصوما
من تلک النقایص وہو ایضا صاحب
الزمان لانا قلنا ان ذالک الشخص
ہو المقصود بالذات فی ذالک الزمان

نقصان کے درجے نہایت متفاوت ہیں
نقصان کے مدارج بڑھتے بڑھتے اس حد
تک پہونچ جاتے ہیں کہ بعض انسان عقل
اور ادراک میں جانوروں سے قریب ہوجاتے ہیں
جب نقصان کیجانب یہ حال ہی تو ضرور ہے
کہ کمال کیجانب بھی یہی حال ہو یہاں تک
کہ انسانیت کی سرحد ملکوتیت سے مل جائے
(۲) استقرا بھی اسکی شہادت دیتا ہے کہ
اجسام عنصری کی تین قسمیں ہیں معدن
نبات - حیوان - ان میں سب سے افضل حیوان
ہے پھر نبات پھر معدن - حیوان کے بھی
بہت سے انواع ہیں اور ان سب میں
اشرف انسان ہے اسی طرح انسان کے
بہت اصناف ہیں - مثلاً زنگی رومی شامی
فرنگی - ترک - ان سب میں جو لوگ ایشیا کے
وسطی حصہ میں سکونت رکھتے ہیں وہ سب سے
افضل ہیں -
اس قیاس پر ضرور ہے کہ خود ان لوگوں میں
بھی کمال کا درجہ متفاوت ہوکر بڑھتا جائے
یہاں تک کہ ایسا شخص نکل آئے جو اپنے
صنف میں بھی سب سے افضل ہو -
ہر دور میں ایک ایسا شخص ہوتا ہے جو

وما سواہ تمکالاتباع لہ دھو ایضا غائب عن الخلق کان الخلق لایعلمون ان ذالک الشخص ھو افضل ھذا الدور واکملھم واقول ولعلہ لا یعرف ذالک الشخص ایضا انہ افضل اھل الدور وانہ وان کان یعرف حال نفسہ الا انہ لا یمکنہ ان یعرف حال غیرہ فذالک الشخص لا یعرف غیرہ وھو ایضا لا یعرف نفسہ فھو کما جاء فی الاخبار الالھیۃ انہ تعالی قال اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری فثبت بھذا ان کل دور لا بد وان یحصل فیہ شخص موصوف بصفات الکمال ثم انہ لا بد وان یحصل فی ھذہ الادوار المتلاحقۃ دور یحصل فیہ شخص واحد یکون ھو افضل من کل اولئک الذین کل واحد منھم صاحب دورہ وفرید عصرہ وذالک الدور المشتمل علی مثل ذالک الشخص لا یوجد فی الف سنۃ او اکثر او اقل الا مرۃ واحدۃ فیکون ذالک الشخص ھو الرسول المعظم والنبی المکرم وواضع الشرایع والھادی الی الحقایق ویکون نسبتہ الی سائر اصحاب الادوار کنسبۃ الشمس الی الکواکب ثم لا بد وان یحصل فی

اپنے زمانہ کا افضل الناس ہوتا ہے صوفیہ اسی کو قطب کہتے ہیں اور سچ کہتے ہیں کیونکہ جب اس عالم جسمانی کا بہترین حصہ انسان ہے جو قوت نظریہ کیوجہ سے عالم ملکوت سے استفادہ کرتا ہے اور قوت عملیہ کیوجہ سے دنیا کا عمدہ سے عمدہ انتظام کرسکتا ہے تو عالم کا مقصود اصلی در اصل یہی انسان ہے اور جب یہ شخص (یعنی قطب) اور تمام انسانوں سے بڑھکر ہے تو گویا اس تمام عالم عنصری کا حاصل یہی شخص ہے ۔ اس بنا پر اس شخص کو عالم کا قطب کہنا بالکل صحیح ہے **شیعہ اسی کو امام معصوم صاحب الزمان اور غائب عن العیان** کہتے ہیں اور یہ کہنا انکا بجا ہے کیونکہ جب وہ نقایص سے خالی ہے تو معصوم ہے اور جب اپنے دور کا مقصد اصلی ہے تو صاحب الزمان ہے اور چونکہ عام لوگ اسکے حال سے واقف نہیں اسلیئے وہ غائب عن العیان ہے ۔ اسی قیاس پر ایک ایسا شخص بھی ہونا چاہیئے جو سب سے افضل بھی ہو ایسا شخص سیکڑوں ہزاروں برس میں کہیں جاکر پیدا

اصحاب الادوار انسان هو اقربهم الی
صاحب الدور فی صفات الفضیلة
فیکون ذالك الشخص بالنسبة الیه کالقمر
بالنسبة الی الشمس وهو الامام القائم
مقام والمقرر شریعته واما الباقون
فنسبة کل واحد منهم الی صاحب الدور
الاعظم کنسبة کوکب السیارة الی الشمس
واما عوام الخلق فهم بالنسبة الی اصحاب
الادوار مثل حوادث هذا العالم بالنسبة
الی الشمس والقمر وسائر الکواکب ولا شك
ان عقول الناقصین تکمل بانوار عقول
اصحاب الادوار فتقوی بقوة فهذا الکلام
کلام معقول مرتب علی هذا الاستقراء
الذی یفید القطع والیقین

ہوتا ہے اور وہی پیغمبر برحق اور موجد شریعت
ہوتا ہے ایسے اشخاص بھی ہوتے ہیں جو ان
فضائل میں پیغمبر سے کم اور تمام لوگوں سے زیادہ
ہوتے ہیں۔ یہ امام اور قائم مقام پیغمبر ہوتے
ہیں امام کو پیغمبر سے وہ نسبت ہوتی ہے جو چاند کو
آفتاب سے ہے۔ امام سے جو کم رتبہ ہیں ان کو پیغمبر سے
وہ نسبت ہوتی ہے جو عام ستاروں کو آفتاب
سے ہے۔ باقی عوام الناس تو وہ گویا حوادث
یومیہ ہیں جو اجرام فلکی کی تاثیر سے وجود میں
آتے ہیں۔

(۵) پیغمبر انسانیت کی اخیر سرحد پر ہوتا ہے
اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ہر نوع کی انتہا دوسرے
نوع کی ابتدا سے متصل ہے۔ اسلئے بشریت
کی انتہا ملکوتیت کی ابتدا ہے۔ اس بنا پر پیغمبر میں ملکوتی
صفات پائے جاتے ہیں وہ جسمانیات سے بے پروا ہوتا ہے۔ روحانیت اس پر غالب ہوتی ہے اسکی
قوت نظریہ کے آئینہ میں معارف الٰہی مرتسم ہوتے ہیں اسکی قوت عملیہ عالم اجسام میں طرح طرح کے تصرفات
کر سکتی ہے اور اسی کا نام معجزہ ہے صفحہ ۲۸۱ الکلام۔ عربی عبارت امام فخر رازی کی ہے اور ترجمہ
مولوی شبلی صاحب کا۔ اس عبارت سے (۱) جہاں نبی اور امام میں اتحاد نوعی معلوم ہوا کہ دونوں ایک
نوع اور ایک صنف کے ہوتے ہیں کہ ایک کو آفتاب کہہ سکیں تو دوسرے کو ماہتاب (۲) وہاں یہ بھی
معلوم ہوا کہ ایسے شخص کا خلیفہ اور جانشین ہونا اور ہر دور میں رہنا بھی ضروری ہے اور اسی کیطرف سے
احادیث اہلبیت طاہرین میں اشارہ ہے کہ زمین حجۃ خدا سے خالی نہیں ہوتی یعنی ہر وقت حجۃ خدا موجود رہتا ہے
(۳) اسکے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ جو عقیدہ شیعوں کا درباره جناب صاحب الامر علیہ السلام ہے کہ وہ زندہ

ہیں۔ موجود ہیں۔ صاحب الزمان ہیں معصوم ہیں۔ آنکھوں سے غائب ہیں وہ سب سچ اور حق ہے
پھر ان سینوں سے شک کیا کہوں جو اس زمانہ میں بڑھ چڑھ کر باتیں بنا رہے اور خارجیت پھیلا رہے ہیں

اقتصادی تباہی اور کساد بازاری کا اسلامی علاج

احکام قرآن کی مخالفت اور نئی روشنی کے طرح طرح کے طرز عمل سے دنیا آج تہ و بالا ہو رہی ہے۔ ایک طرف غلہ کی فراوانی اور فیکٹری کے مصنوعات کی زیادتی۔ دوسری طرف کساد بازاری و عدم خریداری۔ ایک طرف بنکوں میں روپیہ کی فراوانی دوسری طرف روپیہ کی عدم پریشان حالی عقلاے زمانہ کو حیران و سرگرداں کئے ہوئے ہے جن کے پاس غلہ ہے وہ بیچتے نہیں کہ مزدوری برابر بھی دام نہیں ملتا ہے۔ جنکے پاس غلہ نہیں ہے انکو کام نہیں ملتا کہ مزدوری کرکے غلہ خریدیں اور کھائیں۔ فیکٹری والے مال طیار کئے ہوئے بیٹھے ہیں۔ لیکن خریدار نہیں ملتا ریل گاڑیاں کھڑی ہیں لیکن کوئی ایک جگہ سے دوسری جگہ مال نہیں بھیجتا۔ جہاز بندرگاہوں میں کھڑے ہیں اور کوئی ایک ملک سے دوسرے ملک میں اسباب نہیں روانہ کرتا۔ اسلئے کہ بکری کی امید نہیں۔ بنک میں روپیہ بھرا ہوا ہے۔ اور روز بروز سود کم کرنے پر بھی کوئی لینے کا روادار نہیں۔ عقلاے یورپ اور امریکہ کی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیسا تماشا ہے فراوانی کے ساتھ قحط۔ دولت کے ساتھ کساد بازاری۔ کثرت کار کے ساتھ بیکاری طرح طرح کی ترکیبیں ہر ملک والے ایجاد کر رہے ہیں۔ لیکن کوئی کارگر ہوتی نظر نہیں آتی۔ انگلینڈ اور امریکہ جہاں سونے کا سکہ چلتا تھا اب وہاں کاغذ کا سکہ چلا رہے ہیں۔ انگلینڈ کی تو حالت معلوم نہیں لیکن امریکہ کی پریشانی میں کوئی کمی نہیں ہے۔ کاشتکاروں نے ٹیکس دینا بند کر دیا ہے کہ غلہ بکتا نہیں کہ اپنی ضروریات کو پوری کریں۔ تو ٹیکس کیونکر ادا کریں۔ اسوقت بہت بھاری مسئلہ یورپ اور امریکہ میں یہ ہے کہ کام کرنے والوں کو کام نہیں ملتا۔ لاکھوں بلکہ کروڑوں آدمی بیکار بیٹھے ہیں۔ اور گورنمنٹ انکی امداد کرنے پر مجبور ہو رہی ہے۔ کہیں یہ قانون پاس کیا جا رہا ہے کہ ہر مزدور آٹھ دس گھنٹہ کام کرنے کے عوض چار پانچ گھنٹہ کام کریں تاکہ بیکاروں کو کام ملے۔ اس پر فیکٹری والے کہتے ہیں کہ جو شخص آٹھ دس گھنٹہ کے عوض چار پانچ گھنٹہ کام کرے گا تو ہم اس کی پوری مزدوری کیونکر دینگے؟

کاریگر کہتے ہیں کہ اگر ہم کو پوری مزدوری نہ ملیگی تو ہم اپنے گھر کو کیونکر سنبھالیں گے۔ غرض یہ گتھی سلجھتی نظر نہیں آتی۔ بلکہ اسکی صعوبت روز بروز سخت تر ہوتی جارہی ہے۔

خدا اسلام کا بول بالا کرے کہ اس نے قرآن پاک میں بہت سی موجودہ خرابیوں کے انسداد کا حکم تیرہ سو برس قبل ہی سے جاری کر دیا ہے۔ اگر دنیا اس پر کاربند رہتی تو بہت سی خرابیاں جو انسان کو چکر میں ڈالے ہوئے ہیں پیدا نہیں ہوتیں۔ ہمارے ناظرین جو کہ عقلائے یورپ پر دلدادہ اور نئی روشنی کے متوالے ہیں تعجب کرینگے کہ قرآن میں بھی کوئی ایسا حکم ہے جو موجودہ اقتصادی تباہی کو دفع کر سکتا ہے۔

میری عرض یہ ہے کہ ضرور ایسا حکم ہے لیکن آپ ذرا صبر کے ساتھ اس کو سنئے اور ٹھنڈے دل سے اس پر غور کیجئے وہ حکم یہ ہے کہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں سب لوگوں سے ارشاد فرمایا ہی پارہ ۱۸ سورہ النور رکوع ۴ :۔ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ یعنی بے شوہر عورتوں اور اپنے نیک بخت غلاموں اور لونڈیوں کا بھی نکاح کر دیا کرو اگر یہ لوگ محتاج ہونگے تو خدا اپنے فضل و کرم سے انھیں مالدار بنا دیگا۔ اور خدا تو بڑی گنجائش والا واقف کار ہے۔

میرے اس آیت کے پیش کرنے اور یہ عرض کرنے سے کہ اس آیت میں موجودہ اقتصادی تباہی کا علاج اور موجودہ کساد بازاری کی دوا ہے۔ غالباً ہمارے نوجوان ناظرین خیال کرینگے کہ میں ایک بہت بڑی لمبی داڑھی والا انسان اور بڑی پگڑی والا پرانے خیال کا آدمی ہوں اور ہنس کر اس مضمون کو تکیہ کے نیچے رکھ دینے کا ارادہ کرینگے۔ لہذا اس آیت کے متعلق میں خود اپنا کوئی خیال یا ثبوت پیش کرنا نہیں چاہتا۔ بلکہ اسکے متعلق جو عقلائے یورپ نے کہا ہے اور کر رہے ہیں اس کو پیش کر کے امیدوار ہوں کہ مسلمان اپنا اعتقاد قرآن کی طرف سے مضبوط کریں اور غیر مسلمان جو بغیر قرآن کا نام لئے ہوئے اس کے احکام سے صلاح و فلاح حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ اسکی تصدیق کریں اور احسان فراموشی

اور نمک حرامی کے ملزم نہ نہیں۔

عورتوں کے ازدواج کیطرف نفرت اور ناکتخدائی کیطرف رغبت کی خرابیوں کو دیکھکر یورپ نے اسکی اصلاح کیطرف توجہ کی۔ لیکن چونکہ اس وقت یہ خرابی بہت زیادہ تکلیف دہ نہ تھی اسلئے علاج میں کدبھی نہ کی۔ مثلاً اخبار اسٹیٹسمین کلکتہ مورخہ ۲۷ مارچ سنہ ۱۹۲۲ء میں مضمون نکلا "کیا تعلیم یافتہ لڑکیاں شادی کیلئے کم مطلوب ہیں؟ کیا مرد تعلیم یافتہ لڑکیوں سے خائف ہیں؟ پادری انج نے مشن ہاؤس کی کانفرنس میں جو تعداد ازدواج کی پیش کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کا ڈگری حاصل کرنا انکو شادی سے محروم کردیتا ہے پادری صاحب نے کہا کہ "مجھکو تعجب معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۶۰۷ عورتوں میں سے جو اکسفورڈ یونیورسٹی سے پاس ہوئیں صرف ۵۰۶ نے شادی کی"۔ اسکے بعد پادری صاحب نے دعا کی کہ "خدا کرے کہ باقیوں کی بھی شادی ہوجائے تاکہ خدانخواستہ وہ مدۃ العمر بے شادی کئے نہ رہ جائیں"۔ اس واقعہ کے بعد بھی معلوم نہیں پادری صاحب نے کیونکر خوش ہوکر یہ بیان کیا کہ "اکسفورڈ میں عورتوں کے داخلہ کے متعلق جو مخالفت تھی اب باقی نہیں ہے۔ اور عورتوں کی تعداد اب وہاں کافی نظر آتی ہے"۔ چونکہ اس وقت دنیا میں کوئی ایسی تکلیف نہ تھی اور فراوانی کی وجہ سے انسان بے فکر تھا اس لئے مرض کی تشخیص ہونے پر بھی اس کا علاج اُلٹا سوچا لیکن اہل امریکہ نے مرض کی بھی تشخیص کی اور اس کا علاج بھی صحیح بتایا۔ اخبار اسٹیٹسمین کلکتہ مورخہ ۲۵ مارچ سنہ ۱۹۲۳ء میں ایک مضمون بعنوان The brass ring "پیتل کی انگوٹھی" شایع ہوا ہے۔ یہ مضمون شادی کے متعلق ہے کہ "شادی سے انسان کو خوش حالی نصیب نہیں ہوتی اور کہا گیا ہے کہ شادی کو کامیاب بنانا عورتوں کے اختیار میں ہے وہی اس کو کامیاب بناتی ہیں اور گھر خوش حال رہتا ہے اور وہی ناکام بناکر گھر کو جہنم سے بدتر کردیتی ہیں۔ یہ تعلیم یافتہ عورتیں ہیں جنھوں نے مناکحت کو بدنام کر رکھا ہے۔ لوسی جس نے اخلاقی ترقی میں جی لگایا ناکام رہی۔ مارجوری جو صنعت و حرفت کیطرف گئی ناکام رہی۔ لیلا جس نے دولت

کے واسطے شادی کی وہ بھی ناکام رہی۔ لیکن روز مری جو خانہ داری کا ذوق رکھتی تھی کامیاب اور خوش حال رہی۔ اور مسرس گروٹن برگ جو کھانا پکانا جانتی تھی سب سے زیادہ کامیاب ہوئی۔ اور گرچہ خوبصورت نہ تھی مگر تا حیات اپنے شوہر کی محبوب رہی"۔

اس مضمون سے اتنا پتا چلتا ہے کہ اہل امریکہ کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ قلت مناکحت ملک اور قوم کو نقصان دہ ہے۔ اور یہ قلت مناکحت عورتوں کی نامناسب تعلیم و تربیت کی وجہ سے ہے۔ جن کی تعلیم اور تربیت خانہ داری کے لئے ہوئی وہ تو کامیاب ہوئیں اور گھر آباد رکھا اور جو عورتیں علوم و فنون کیطرف مائل ہوئیں وہ خانہ داری کے کام کی نہ رہیں۔ اور اگر کسی نے شادی کی بھی تو شوہر کو راضی نہ رکھ سکیں اور نہ ان سے خانہ آبادی ہو سکی۔

تعلیم و تربیت کے خراب کن نتیجہ کو دیکھکر "مسٹر ڈبلو۔ وی۔ لارنس نے جو بچاسی برس کے ایک تجارت پیشہ آدمی ہیں تیس لاکھ روپیہ دیا ہے کہ نیویارک (امریکہ کے ایک شہر) میں عورتوں کے لئے ایک کالج قائم کیا جائے جسمیں عورتوں کو ایسی تعلیم دی جائے جس سے انہیں خانہ داری کی قابلیت پیدا ہو۔ اور ایسی تعلیم نہ دیجائے جس سے انکے ازدواج میں رکاوٹ پیدا ہو۔

اس کالج میں چار برس کے عوض صرف دو برس عام علم سکھایا جائیگا۔ اس یونیورسٹی کی تعلیم سے عورتیں بنی روزی حاصل کر سکتی ہیں لیکن ایسی اعلیٰ تعلیم نہ دیجائیگی جس سے مردان سے کراہت کریں مسٹر لارنس کا بیان ہے کہ ناکتخدا استانیوں سے انکی شاگرد بھی ازدواج سے بچنا چاہتی ہیں۔ اسکے علاوہ لڑکیوں کا وقت کھیل اور ورزش میں اتنا صرف کیا جاتا ہے کہ ڈگری حاصل کرنے کے بعد وہ شادی کے کام کی نہیں رہتیں حالانکہ شادی و خانہ آبادی ہی انکا فطرتی منصب ہے"۔ (اسٹیٹسمین مورخہ ۵ جنوری ۱۹۲۷ء)

(۱) اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امریکہ اور یورپ کے لوگوں کے نزدیک بھی اعلیٰ تعلیم اور عورتوں کی آزادی اور مثل مردوں کے کاروبار میں انکا شریک ہونا قوم و ملک کے لئے نقصان دہ ہے۔

(۲) یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ عورتوں کا فطرتی منصب اور اصل کام شادی کر کے خانہ آبادی کرنا ہے اور (۳) یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اعلیٰ تعلیم صنعت وحرفت۔ کھیل کود عورتوں کے لئے ناموزوں ہیں۔ جو عورتوں کو ناقابل ازدواج بنا کر انکو اپنے فرض منصبی سے بھی منحرف کر دیتے ہیں۔ لہذا ایک امریکن تاجر نے تیس لاکھ روپیہ ایسا کالج قائم کرنے کے لئے دیا جس میں عورتوں کی تعلیم ان کے حسب حال ہو جس سے انئیں خانہ آبادی کی صلاحیت پیدا ہو اور وہ اپنے شوہر کو خوش رکھ سکیں۔

چونکہ سنہ ۱۹۲۷ء تک دنیا میں فراوانی وخیر وبرکت تھی اس۔ لئے عدم ازدواج کا خراب کن نتیجہ زیادہ محسوس نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے اسکے علاج کیطرف یورپ تو مائل ہی نہ ہوا۔ اور اگر امریکہ مائل بھی ہوا تو صرف کالج۔ اسکے کورس اور اسکے تعلیم کی اصلاح کی۔ اور عورتوں کو خانہ داری سے متنفر کرنے کے بعد انکو آزاد چھوڑ دیا کہ جو چاہیں کریں۔ کسی لڑکے کو خراب کرنے کے بعد اگر والدین صرف اسکی مرضی پر چھوڑ دیں تو عوض اصلاح کے اسکی خرابی بڑھتی ہی جائیگی لہذا جو والدین سمجھدار ہوتے ہیں وہ شروع ہی سے اپنے لڑکوں کی آزادی روکتے ہیں کہ وہ خراب نہ ہوں۔ اور اگر اپنی یا استاد کی غفلت سے لڑکا خراب ہوا تو سخت قید بندی نگرانی وہدایت کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی حال دنیا کا ہوا۔ اولاً عورتوں کو خلاف فطرت آزادی دیکر ضرورت سے زیادہ علوم وفنون کی طرف انکو مائل کیا اور جب ازدواج میں کمی ہوئی اور اس کا نقصان محسوس ہوا تو کہیں صرف دعا اور مشورے پر اکتفا کیا اور کہیں صرف کالج کی اصلاح کی۔ لیکن جو خرابی پیدا ہو گئی تھی وہ بڑھتی ہی گئی۔ یہاں تک کہ دنیا کو ان آفتوں اور بلاؤں کا سامنا ہے جن کا ذکر اوپر ہوا۔

ایسی حالت میں قوی علاج کی ضرورت پیدا ہوئی۔ چنانچہ اٹلی کا حکمراں مسولنی کہتا ہے کہ " ان دنوں مرد اور عورت لڑکا پیدا کرنے اور پرورش کرنے کے فرض منصبی سے بچنا چاہتے ہیں۔ لہذا وہ انکو متنبہ کرتا ہے کہ وہ قوم تہذیب اور تمدن پر اپنا اثر نہیں ڈال سکتی جو ایک بڑی قوم کے منصب کو اختیار کرنے کے لئے پیش قدمی نہ کرے۔ یعنی

صرف اپنی زندگانی ہی کا خیال نہ کرے بلکہ اپنی قومیت کو بڑھانے اور قوی کرنے میں بھی حصہ لے طبیعت کا ایسا رجحان جو خانہ آبادی کے لئے مخل ہو وہ قوم کے لئے برباد کن ہے جو مرد اور عورت لڑکوں کی ذمہ داری لینا نہیں چاہتی اور بعد ازپیدائش کو روکنا چاہتی ہے وہ نہایت ہی قابل نفرین ہے۔ وہ کیسی عورت ہے جو لڑکے کی پرورش کرنے کی خوشگوار خدمت سے بچنا چاہتی ہے ہم سب لوگ جانتے ہیں کہ ایک نیک عورت کی بہترین اور عزیزترین خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ لڑکا جنے اسکو پیار کرے اور اسکی پرورش کرکے اسکو ایک قابل مرد بنادے جس طرح صدیوں قبل یہ بات تھی۔ اب بھی وہی بات ہے کہ ایک عورت جس کو خدا نے کثیر الاولاد کیا ہے۔ فخریہ اپنے بچوں کو جمع کرکے ایک رومن ماں کے ہم زبان ہوکر کہے کہ "یہ ہیں میرے جواہرات"۔

اس طرح کے وعظ و پند کے بعد مسلونی نے ازدواج کیطرف رغبت دینے کے لئے اکتوبر گزشتہ میں ایک شادی کا میلا شہر روم میں قائم کیا جس میں دو ہزار مرد اور دو ہزار عورتیں شادی کریں گی۔ شادی کے بعد دو ہزار مرد اور دو ہزار عورتیں عبادت میں شرکت کرینگی۔ بعدہ روم کی سڑکوں اور گلیوں میں جلوس کے ساتھ گشت کرتی ہوئی مسلونی کے محل تک جائینگی اور وہاں مسلونی کے ہاتھ سے شادی کا تحفہ پائینگی۔ اسکے علاوہ بچوں کا میلا قائم کیا گیا ہے جسمیں ہر شیر خوار کو پورا ساز و سامان اسکی ضرورت کا دولت کیطرف سے دیا جائیگا۔" (اسٹیٹسمین مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

ابھی غالباً ہمارے ناظرین کی تشفی نہ ہوگی اور کہیں گے کہ مانا کہ ان اقوال سے مناکحت و توالد و تناسل کی خوبی اور انکا ضروری ہونا ثابت ہوا لیکن قرآن کی تصدیق کہاں ہوئی کہ اس ترکیب سے اقتصادی تباہی اور کساد بازاری دور ہوگی۔ اچھا تو میں جرمنی کے حکمراں ہر ہٹلر کا وہ فرمان سناتا ہوں جو ہو بہو قرآن کی آیہ کریمہ کا ترجمہ ہے۔ اخبار انگلشمین کلکتہ مورخہ ۲۶ جون ۱۹۳۴ء کا صفحہ ۹ ملاحظہ ہو جسمیں ہٹلر کی جدید تدبیر کے عنوان سے یہ مضمون شایع ہوا ہے" ہر ہٹلر کی جدید اقتصادی تدبیر کی کامیابی کے متعلق بہت

رائے زنی ہو رہی ہے - جرمنی کے بیکاری کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے جو دلیرانہ ترکیب ایجاد کی گئی ہے وہ صفائی کلام کی وجہ سے قابل توجہ ہے - ہر ہٹلر نے یہ فرمان جاری کیا ہے کہ جرمنی عورتیں اگست تک اپنے فطرتی فرض یعنی خانہ داری کیطرف واپس آویں جو عورتیں فیکٹری اور دوسرے کارخانوں کو چھوڑیں انکو شادی کر کے خانہ آبادی کرنا چاہیئے یا خانہ داری کی نوکری اختیار کرنا چاہیئے - جو شادی کرنا چاہیں اور کوئی مرد انکو قبول کرے تو حکومت کیطرف سے انکو سات سو روپیہ بلا سود قرض دیا جائیگا جس کو وہ سو مہینہ میں ادا کریں گے - اور عورت کو یہ معاہدہ لکھنا پڑیگا کہ جب تک اس کا شوہر بیس روپیہ فی ہفتہ حاصل کرتا ہے کوئی دوسرا کام نہ کریگی"۔

دیکھا اقتصادی تباہی اور کساد بازاری کے رفع کرنے کی تدبیر ہر ہٹلر نے یہ سوچی ہو کہ جو عورتیں بے شادی کئے ہوئے فیکٹریوں میں - آفسوں میں اور دوسرے دوسرے کارخانوں میں اپنی زندگی بسر کر رہی ہیں وہ سب کام چھوڑ کر یا ازدواج اختیار کریں اور اگر شوہر نہ ملے تو خانہ داری کی خدمت اختیار کریں -

اور قرآن بھی یہی فرماتا ہے کہ بے شوہر کی عورتوں اور لونڈی غلاموں کو بیاہ دو تو تمہارا فقر و فاقہ دور ہو گا۔

ہر ملک میں اس اقتصادی تباہی اور کساد بازاری کو دفع کرانے کے لئے طرح طرح کی تدبیریں کی گئی ہیں اور کیجا رہی ہیں - اور اخباروں میں ہر روز ان تدبیروں کی ناکامیابی کی خبریں شایع ہو رہی ہیں -

امریکہ کے پریسیڈنٹ کی ترکیبیں ایسی تھیں کہ ملک میں ہیجان پیدا ہو گیا اور کسانوں نے ٹیکس دینا بند کر دیا - لیکن ہر ہٹلر کی تدبیر کی ناکامیابی کی خبر کہیں نہیں ہے - ہاں دوسرے ملک والے البتہ اس پر رائے زنی کرتے اور جرمن عورتوں کو مخالفت کرنے پر آمادہ کر رہے ہیں - چنانچہ اسٹیٹسمین مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۳ء میں یہ مضمون درج ہے "عورتوں کی قومی کانفرنس نے لنڈن میں ہر ہٹلر پر اعتراض کیا ہے کہ بیاہی عورتوں کے کام

میں دخل دینے کا اس کو کیا حق ہے اور ایک لاکھ پچاس ہزار عورتوں کو سات سو روپیہ بلا سود قرض کا لالچ دیکر فیکٹری سے نکلکر شادی کرنے کی ترغیب دینے پر نفرت ظاہر کی ہے۔ اکثر لوگ اس خیال سے اتفاق کریں گے کہ ہر انسان کا خواہ مرد ہو خواہ عورت حق ہے کہ جو کام چاہے کرے اور یہ بالکل خانگی بات ہے کہ زن و شو آپس میں اتفاق کر لیں کہ کون کیا کریگا۔ لیکن ہر ہٹلر کے مناکحت اور بیکاری سے کام پیدا کرانے کی ترکیب سے بھی بہت لوگوں کو اتفاق ہے جو خیال کرتے ہیں کہ جب تک موجودہ بیکاری عالمگیر ہے یہ انصاف سے بعید بات ہے کہ جو عورت اپنے شوہر سے نان نفقہ پاتی ہے وہ فیکٹری اور کارخانوں میں کام کر کے دوسرے گھر کے کمانے والے کو کام سے محروم کرے اور یہی جرمن کے حکمراں کا منشاء ہے۔

الحاصل اب تو قرآن کی آیت کی تصدیق یورپ کے حکماء اور عقلاء سے صرف زبانی ہی نہیں ہوئی بلکہ عملی تصدیق ہو گئی اور اب جو میں اپنی طرف سے اس مسئلہ کی توضیح اور تفسیر کروں گا تو میرے ناظرین ٹھنڈے دل سے غور و فکر کریں گے۔ لہذا میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یورپ اور امریکہ میں منجملہ اور مسائل کے ذیل کے دو اہم مسئلے پیش ہیں:۔

(۱) قابل آدمی کام کرنا چاہتا ہے اور کام نہیں ملتا۔

(۲) انسان بوڑھے ہو گئے ہیں انکو کھانے کو نہیں ہے۔ فاقہ سے مر رہے ہیں۔ انکے بال بچے نہیں جو انکو کھلا دیں۔

بیکاری دفع کرنے کے لئے انگلینڈ۔ امریکہ وغیرہ میں یہ تجویز پیش ہے کہ ہر روز آٹھ دس گھنٹہ کام کرنے کے عوض ہر مزدور چار یا پانچ گھنٹہ کام کرے تاکہ باقی مزدوروں کو بھی کام کرنے کا موقع ملے۔ اس پر کارخانے والوں کا یہ اعتراض ہے کہ جو نصف کام کرے گا اسکی مزدوری بھی کم ہو گی جس پر مزدور جھگڑتے ہیں کہ کم مزدوری لیکر اپنی بسر اوقات کیونکر کریں گے۔ غرض اس الجھن میں کہیں اسٹرائک ہو رہا ہے کہیں کام خراب

ہو رہا ہے اور فیکٹری اور کارخانے بند ہو رہے ہیں۔
بوڑھوں کے نان نفقہ کے لئے گورنمنٹ پنشن قائم کر رہی ہے۔ اس پر عام ٹیکس دینے والے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہم انکے لئے ٹیکس کیوں دیں۔ انھوں نے فیکٹری کا کام کیا ہے۔ صرف فیکٹری اور کارخانوں پر انکی پنشن کیلئے ٹیکس لگانا چاہیئے۔ فیکٹری اور کارخانے والے یہ کہتے ہیں کہ ہم نے جو چیز بنائی اس سے ساری قوم نے فائدہ اٹھایا اور سب کو پنشن میں حصہ لینا چاہیئے۔ غرض اس جھگڑے کا بھی کوئی انصافانہ حل نہیں نظر آتا۔
(۱) لیکن جرمنی کے حکمران نے جو قرآن کی آیت کے مطابق حکم جاری کیا ہے اسکا اثر یہ ہوگا کہ عورتوں کے فیکٹری کے باہر آنے پر بیکار مردوں کو جگہ مل جائیگی۔ اور بغیر مداخلت حکومت مزدور اور اہل کارخانہ آپسمیں طے کر لینگے کہ ہر مزدور کتنا کام کریگا کہ وہ اور اسکے عیال زندگی بسر کر سکیں۔
(۲) جب ہر انسان خانہ داری کریگا تو اسکو ہوٹل اور بازار میں کھانے کی ضرورت باقی نہ رہیگی۔ لہذا وہ اور اسکے عیال کم خرچ میں کھائیں گے اور کچھ بچا رکھینگے۔
(۳) جب تک زن وشو بوڑھے ہوں اس وقت تک انکی اولاد طیار ہو جائیگی۔ جو کما کر اپنے بوڑھے والدین کی پرورش کریگی۔ لہذا یہ امر بالکل بدیہی ہے کہ مناکحت سے دو اہم مسئلے یعنی (۱) بیکاری (۲) بڑھاپے کی پنشن حل ہو جاتے ہیں۔ اسکے علاوہ کساد بازاری میں بھی تخفیف ہوگی۔ امریکہ کے پریسیڈنٹ ہوائی جہازوں کے ذریعہ سے خریداری کی ترغیب کا اعلان منتشر کر رہے ہیں لیکن کوئی خریدار نہیں پیدا ہوتا۔ اور کساد بازاری جیسی تھی ویسی ہی قائم ہے۔ آخر جو بازار میں آئے اور اپنی ضروریات کو خرید لیا اسکے بعد ان سے کہنا کہ اور خریدو اور خریدو کیا فائدہ پہونچا سکتا ہے۔ ہاں اگر نئے خریدار آویں تو خریداری ہو سکتی ہے۔ اور وہ نئے خریدار ملک عدم سے ازدواج ہی کے ذریعہ سے اس دنیا میں آسکتے ہیں۔ لہذا یہ

قرآنی احکام کساد بازاری کو بھی کم کرینگے۔ یہی وجہ ہے کہ جس قدر ان مسئلوں نے یورپ اور امریکہ کو تہ وبالا کر رکھا ہے انکا وجود بھی اسلامی ممالک میں نہیں پایا جاتا اسلامی ممالک میں کام کرنے والے بیکار رہتے ہیں نہ بوڑھوں کی پنشن کی ضرورت پڑتی ہے اور نہ انکی پیداوار بیکار پڑی ہوئی ہے۔ فتبارک اللہ الحکیم القدیر

اصلاح یہ مضمون بہت مفید۔ دلچسپ اور قابلقدر ہے ضرورت ہے کہ انگریزی داں حضرات ایسی چیزوں سے مسلمانوں کو برابر فائدہ پہونچایا کریں۔ اخبار اسٹیٹسمین کلکتہ یا بمبئی کرانیکل وغیرہ میں اکثر ایسی تحریریں شایع ہوتی ہیں جن سے محاسن اسلام پر پوری روشنی پڑتی ہے مگر ان چیزوں کو اسلامی نقطہ نظر سے پیش کرنے والے بہت کم ہیں۔

جزیرہ خضراء وغیرہ

احادیث میں حضرت حجۃ العصر علیہ السلام کے جائے قیام کو جزیرہ خضراء وغیرہ میں بتایا گیا ہے۔ اسکے متعلق قادیانی فرقہ کے منشی خادم حسین صاحب بھیروی نے عجیب وغریب اعتراضات کئے ہیں۔ انکو ہم اس جگہ مع جواب نقل کرتے ہیں۔ انکا قول لفظ "اعتراض" سے اور اسکی رد لفظ "جواب" سے لکھی جائیگی۔

اعتراض:۔ ولایت بربر۔ اندلس بحرابیض متعارف نام ہیں لیکن جزیرہ خضراء یا جزیرہ رفضنہ کا خدا جانے کس کتاب جغرافیہ یا تاریخ میں مذکور ہے۔ جہاں ہزار برس سے امام معہ اولاد واصحاب آباد اور جہاں ہر سال دو دفعہ غلہ وغیرہ کے جہاز معرفت وکیل ناحیہ مقدسہ کے بھیجے جاتے ہیں۔ مگر نئی پرانی دنیا کا کوئی سیاح جہازراں ان حالات سے واقف نہیں۔

جواب:۔ قبل اسکے کہ ہم جزیرہ خضراء کا ثبوت کتب اہلسنت سے دیں۔ ضروری ہے کہ ہم خود اندلس کا حال بیان کریں جو کتب اہل سنت میں ہے جسمیں یہ جزیرہ خضراء واقع ہے۔ ملاحظہ ہو حیوۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۷

قال وكان اليونان وهم اهل الحكمة يسكنون بلاد المشرق قبل الاسكندرية فلما ظهرت الفرس وزاحمت اليونان على ما بايديهم من الممالك انتقلوا الى جزيرة الاندلس لكونها طرفا من اخر العمارة ولم يكن لها ذكر ولا ملكها احد من الملوك المعتبرة ولا كانت عامرة كلها وكان اول من عمرها واختط فيها اندلس بن يافث بن نوح عليه السلام فسميت باسمه ولما عمرت الارض بعد الطوفان كانت صورة المعمور منها عندهم على شكل طائر راسه المشرق و ذنبه المغرب وجناحاه الشمال والجنوب وبطنه ما بينهما وكانوا يزدرون المغرب بنسبته الى اخس اجزاء الطائر وكان اليونان لا يرون فناء الامم بالحرب لما فيه من الاضرار والاشتغال عن العلوم التى امرها عندهم اهم الامور فلذلك انحازوا من بين يدى الفرس الى الاندلس فعمروها وشقوا انهارها وبنوا المعاقل وغرسوا الجنان والكروم وملؤها حرثا ونسلا فعظمت و طابت حتى قال قائلهم لما راى بهجتها ان الطائر الذى صورت العمارة على شكله وكان المغرب ذنبه كان طاؤساً لان معظم جماله فى ذنبه ولما كملت اليونان عمارة جزيرة الاندلس جعلوا دار الحكمة والملك فيها مدينة طليطلة لانها وسط البلاد۔

یعنی اہل یونان جو اہل حکمت تھے پہلے بلاد شرقیہ میں رہتے تھے اسکندریہ کے پاس جب اہل عجم نے اون پر غلبہ حاصل کیا اور یونانیوں کے شہر کو چھین لیا تو وہ یہاں سے اندلس کیطرف چلے گئے کیونکہ وہ آبادی کا آخری حصہ تھا اور کہیں تواریخ وغیرہ میں اوس کا تذکرہ نہ تھا نہ کوئی بادشاہ معتبر اوس پر قابض ہوا۔ وہ ملک بالکل غیر آباد تھا۔ سب سے پہلے اوس کو اندلس بن یافث بن نوحؑ نے آباد کیا تھا۔ اور انھیں کے نام سے یہ ملک موسوم ہوا بعد طوفان جب اسکی آبادی شروع ہوئی تو اس ملک کی صورت مثل طائر کے تھی کہ سر اوسکا تو مشرق تھا اور دُم مغرب اور دونوں

بازو اسکے جنوب و شمال اور اسکے مابین جو شہر تھے وہ گویا شکم طائر تھا۔ اسی لئے مغرب کو وہ ذلیل سمجھتے تھے۔ کیونکہ یہ اندلس کی دم کی طرف پڑا تھا اور چونکہ اہل یونان جنگ کو موجب فناء امم جانتے تھے کیونکہ اس سے علوم وفنون کو زیادہ صدمہ پہونچتا تھا اس لئے اونھوں نے اہل عجم کے غلبہ کے وقت سے اندلس کو اپنا جاے پناہ بنایا تھا۔ اسلئے اوسمیں ہر قسم کی نہریں بنائیں اور باغ طیار کئے اور ہر طرح کھیتی باڑی سے اوس کو آباد کیا جس سے وہ ملک پوری طور سے سرسبز و شاداب ہوا چنانچہ ایک شخص نے اسکی بہجت و نضارت دیکھکر کہا کہ جس طائر کی شکل پر یہ ملک آباد کیا گیا ہے وہ طائر طاؤس ہے کیونکہ اس کا سارا حسن وجمال دم میں ہے۔ جب اہل یونان اس ملک کو آباد کر چکے تو اوسکے دارحکمۃ کو اس شہر طلیطلہ میں قائم کیا جس سے مائدہ حضرت سلیمان علی نبینا وآلہ السلام حاصل ہوا تھا بعہد ولید بن عبدالملک۔

اس سے معلوم ہوا کہ ملک اندلس ابتدا ہی سے اس حیثیت سے آباد کیا گیا تھا کہ وہاں تک رسائی کم ہو اور حکماے یونان نے اس غرض سے اسکو آباد کیا تھا کہ سلاطین کی دست برد سے محفوظ ہے۔ پھر اگر اوسی ملک اندلس میں یہ جزیرہ خضراء بھی ہو تو کیا تعجب ہے۔ کیونکہ یہ تو مسلمات سے ہے کہ حضرت ابھی تک آنکھوں سے مستور ہیں۔ لہذا ایسا مقام بھی ضرور خداوند عالم نے مقرر کیا ہوگا کہ حضرت محفوظ طریقہ پر وہاں رہ سکیں۔

آپ جزیرہ خضراء کے منکر ہیں مگر براہ کرم معجم البلدان تالیف الشیخ الامام شہاب الدین ابی عبداللہ یاقوت بن عبداللہ الحموی الرومی البغدادی کی مجلد ثانی مطبوعہ لیپزگ ۱۸۶۷ء کا ص۷۵ ملاحظہ فرمائیے۔

الجزیرۃ الخضراء مدینۃ مشہورۃ بالاندلس وقبالتہا من البر بلاد البربر سبتۃ واعمالہا متصلۃ باعمال شذونۃ وہی شرقی شذونۃ وتقبلی قرطبۃ

ومدینتها اشرف المدن واطیبها ارضا وسورها یضرب بہ ماء البحر ولا
یحیط بها البحر کما تکون الجزائر لکنها متصلة ببر الاندلس لا حائل من الماء
دونها کذا اخبرنی جماعة ممن شاهدها من اهلها ولعلها سمیت بالجزیرة
لمعنی اخر علی انہ قد قال الازهری ان الجزیرة فی کلام العرب ارض فی ام
ینفرج عنها ماء البحر فتبدو وکذلک الارض التی یعلوها السیل ویحذف بها
ومرساها من اجود المراسی للجواز واقربها من البحر الاعظم بینهما ثمانیة عشر
میلا وبین الجزیرة الخضراء وقرطبة خمسة وخمسون فرسخا وهی علی نهر
برباط ونهر لجاء الیہ اهل الاندلس فی عام محل والنسبة الیها جزیری و
الی التی قبلها جزری للفرق وقد نسب الیها جماعة من اهل العلم منهم
ابو زید عبد الله بن عمر بن سعید التمیمی الجزیری الاندلسی یروی عن اصبغ
بن الفرج وغیرہ مات سنہ ۲۶۵ وخط الصوری بزائین معجمتین ولا یصح
کذا قال الحازمی والجزیرة الخضراء ایضاً جزیرة عظیمة بارض الزنج
من بحر الهند وهی کبیرة عریضة یحیط بها البحر الملح من کل جانب وفیها
مدینتان اسم احدهما متنبی واسم الاخری مکنبلو فی کل واحدة
منها سلطان لا طاعة لہ علی الاخر وفیها عدة قری ورساتیق وزعم
سلطانهم انہ عربی وانہ من ناقلة الکوفة الیها حدثنی بذلک الشیخ
الصالح عبد الملک الحلاوی البصری وکان قد شاهد ذلک اعرفہ
وهو ثقة۔

جزیرہ خضرا ایک مشہور شہر ہے اندلس میں جسکے آگے سبتہ ہے جانب بحر سے
بلاد بربر سے اور اوسکے اعمال متصل ہیں اعمال شذونہ سے اور وہ جانب
شرقی شذونہ ہے اور قرطبہ کے آگے۔ اوس کا شہر اشرف مدن سے ہے اور زمین
اوسکی نہایت طیب ہے۔ شہر کی چار دیواری سے سمندر ملا ہوا ہے۔ مگر مثل اور

جزیروں کے وہ طرف سے پانی میں نہیں ہے ۔ مگر وہ متصل ہے بر اندلس سے کہ پانی کو روکنے والا اوسکے سوا کوئی آبادی نہیں ہے۔ ایساہی خبر دی ہے اون لوگوں نے جس نے اس کو دیکھا ہے۔ اور شاید کسی دوسری وجہ سے اوس کو جزیرہ کہتے ہیں ۔ حالانکہ ازہری کہتے ہیں کہ عرب اوسکو جزیرہ کہتے ہیں جو پانی میں زمین کھل جاتی ہے ۔ اسی طرح اوس کو بھی جزیرہ کہتے ہیں کہ سیل اوسکے اوپر سے ہوکر نکل جائے ۔ اس جزیرہ کا مرسی یعنی لنگر گاہ سب سے بہتر ہے اور بحر اعظم سے بہت قریب ہے ۱۸ میل کا فاصلہ ہے اور جزیرہ خضرا ر اور قرطبہ کے درمیان میں ۵۵ فرسخ کا فاصلہ ہے اسکی طرف جو لوگ منسوب ہوتے ہیں وہ جزیری کہلاتے ہیں ۔ اور جو لوگ اس کے قبل والے جزیرہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں وہ جزری کہلاتے ہیں تاکہ دونوں میں فرق رہے ۔ بہت سے اہل علم اسکی طرف منسوب ہیں جن میں سے ایک ابوزید عبداللہ بن عمر بن سعید تیمی جزیری الاندلسی ہیں جو اصبغ بن فرج وغیرہ سے روایت کرتے ہیں المتوفی سنہ ۲۶۵ھ۔

اور ایک جزیرہ خضرار جو بہت عظیم ہے ارض زنج میں ہے بحر ہند سے اور وہ بہت طویل و عریض ہے ۔ دریائے شور ہر طرف سے اوس کو محیط ہے ۔ اوسمیں دو شہر ہے ۔ ایک کا نام متبنی ہے دوسرے کا نام مکنبلو ہر شہر کا بادشاہ جداگانہ ہے ۔ ایک دوسرے کا باجگذار نہیں ہے ۔ اور اوسمیں چند قریئے اور رساتیق ہیں اور اون کا سلطان گمان کرتا ہے کہ وہ عربی ہے ناقلہ کوفہ سے جیساکہ شیخ صالح عبدالملک الحلادی البصری نے خبر دی ہے کہ اوس نے مشاہدہ کیا اور وہ مرد معتمد ہے ۔

منشی خادم حسین کو تو ایک ہی جزیرہ خضرار سے انکار تھا ۔ اور اونکے علامہ شہاب الدین حموی کے ہاں سے دو جزیرہ خضرار نکلا ایک اندلس میں دوسرا

دوسرا زیج میں۔ تو کیا اب بھی وہ انکار ہی کرتے رہیں گے۔
اگر اس پر بھی تسکین نہ ہو تو کتاب صفۃ المغرب وارض السودان ومصر والاندلس ملاحظہ کریں جو ایک عالم جرمنی کی تصنیف ہے۔ کتاب اور مصنف کا نام جرمنی حروف میں اس طرح پر ہے۔

Description Del' Afrique
Et De L'espagne par Edrisi-
Printed at Leyde
E. J. Brill 1866

مشہور نام اس کا ادریسی ہے وہ لکھتا ہے۔ ملاحظہ ہو ص ۱۶۶
الجزء الاول من الاقلیم الرابع مبدؤہ من المغرب الاقصی جنب البحر المظلم ومنہ یخرج خلیج البحر الشامی مارًا الی المشرق وفی ھذا البحر المرسوم بلاد الاندلس المساۃ بالیونانیۃ .... وطول ھذا المجاز المسمی بالزقاق ۱۲ میلا اعلی طرفہ من جہۃ المشرق المدینۃ المسماۃ بالجزیرۃ الخضراء وعلی طرفہ من ناحیۃ المغرب المدینۃ المسماۃ بجزیرۃ طریف۔
یعنی اقلیم رابع کے جزو اول کا شروع مغرب اقصی سے ہے جہاں دریائے تاریک ہے اور اوس سے خلیج بحر شامی نکلتا ہے جو مشرق کی طرف جاتا ہے اور اسی بحر مرسوم بلاد اندلس میں قریہ یونانیہ ہے ×× اور طول اس کا جو مسمی برقاق ہے ۱۲ میل ہے اور اسی کے جانب مشرق وہ شہر ہے جس کا نام جزیرہ خضراء ہے اور اسکے دوسری طرف جانب مغرب جزیرہ طریف ہے۔
اصل یہ ہے کہ چونکہ وجود ذیجود حضرت صاحب الامر اون اسرار الٰہیہ سے ہے کہ عقل بشری کی وہاں تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے حضرت کا جو حال

ہے وہ اعجاز و کرامت ہے جس پر وہی ایمان لاسکتا ہے جو خدا اور رسولؐ پر صدق دل سے ایمان لایا ہے۔ انہم یرونہ بعیدا ونرٰیہ قریبا

مگر آپ نے تو ایک دوسرا نبی بنایا ہے۔ پھر رسولؐ اکرم پر آپ کیوں کر ایمان لاسکتے ہیں۔ اونکے کلام ہدایت الیتام کو کیونکر مان سکتے ہیں۔ حالانکہ خدا نے ابتدا سے سورہ بقرہ میں صاف صاف فرمادیا ہے یومنون بالغیب اور رسول اللہ نے تصریح فرمادی ہے کہ وہی لوگ مصداق یومنون بالغیب ہیں جو آخر زمانہ میں ہوں گے۔ اور وہ قرآن و حدیث پر ایمان لائیں گے۔ اور حضرت مہدی موعود کو حجت خدا مانیں گے۔ (ملاحظہ ہو صـ۸ رسالہ صاحب العصر والزمانؑ)

جزیرۂ خضراء کا وجود بھی اونھیں کتابوں سے معلوم ہوا جنھوں نے سیاحت کی تھی۔ چنانچہ مجالس المومنین میں بتصریح لکھا ہے او ور بعضے ازمنہ سابقہ یکے از صلحائے شیعہ بمساعدت توفیق بآنجا رسید و شرح آں مقدمہ راکہ طولی دارد شیخ اجل سعید شہید ابن محمد مکی قدس اللہ روحہ کہ یکے از اعاظم مجتہدین شیعہ امامیہ است باسناد خود از آں شخص صالح روایت نمودہ و در بعض از امالی خود آں را تحریر فرمودہ صـ۳۴

جس سے معلوم ہوا کہ اتفاقاً اوس بزرگ کا وہاں گزر ہوا اور انہوں نے اس واقعہ کو بیان کیا جیسا کہ بہشت شداد کا حال بھی ایک صحابی کی زبانی معلوم ہوا جو عہد معاویہ میں وہاں پہونچے تھے۔ اور دوبارہ وہاں نہ پہونچ سکے۔ نہ دوسرا کوئی پہونچا۔ جیسا کہ سابقاً مذکور ہوا۔

اب ایک اور عبارت ملاحظہ ہو جس سے بھی ایک حد تک امر حق کا فیصلہ ہو جاسکتا ہے۔

آپ رحلہ ابن بطوطہ دیکھئے صفحہ ۱۶۹ جلد اول

ولما ادسینا تحت ھذا الجبل صعدنا الی ھذہ الرابطۃ وجدنا بھا شیخا نائما فسلمنا علیہ فاستیقظ واشار برد السلام وکلمناہ فلم یکلمنا وکان یحرک راسہ فاتاہ اھل المرکب بطعام فابی ان یقبلہ فطلبنا منہ الدعاء فکان یحرک شفتیہ ولا نعلم ما یقول وعلیہ مرقعۃ وقلنسوۃ لبد ولیس معہ رکوۃ ولا ابریق ولا عکاز ولا نعل وقال اھل المرکب انھم ما راوہ قط بھذا الجبل واقمنا تلک اللیلۃ بساحل ھذا الجبل وصلینا معہ العصر والمغرب وجئناہ بطعام فردہ واقام یصلی الی العشاء الاخرۃ ثم اذن وصلینا ھا معہ وکان حسن الصوت بالقراءۃ مجید الھا ولما فرغ من صلوۃ العشاء الاخرۃ اومأ الینا بالانصراف فودعناہ وانصرفنا ونحن نتعجب من امرہ ثم انی اردت الرجوع الیہ لما انصرفنا فلما دنوت منہ ھبتہ وغلب علی الخوف ورجعت الی اصحابی۔ ترجمہ یہ ہے۔

کہ ہم جبل لبنان کے پاس پہونچے تو اوسپر چڑھے وہاں ایک شیخ کو دیکھا کہ وہاں سویا ہوا ہے جب بیدار ہوا تو ہم لوگوں نے سلام کیا اور اس نے اشارہ سے جواب دیا ہم نے کلام کیا تو اس نے جواب نہیں دیا اہل مرکب کچھ کھانے پینے کے لئے لائے تو انکار کیا۔ ہم نے ادن سے دعا چاہی تو اونھوں نے اپنے لبوں کو حرکت دی اور ہمکو نہیں معلوم ہوا کہ کیا کہا اونکے پاس نہ لوٹا تھا نہ ڈوبچی نہ نعل۔ اہل مرکب کا بیان ہے کہ ہم نے کبھی اس پہاڑ پر انکو نہیں دیکھا ہم سب اوس شب وہیں رہے۔ نماز عصر و مغرب اونکے ساتھ پڑھی۔ وہ نمازیں قرآن نہایت فصاحت سے پڑھتے تھے کچھ کھانے کو لائے تھے نہیں قبول کیا۔ بعد عشا ہم لوگوں کو اشارہ کیا کہ چلے جاؤ ہم رخصت ہوکر چلے آئے۔ دوبارہ جو گئے تو مارے خوف اور ہیبت کے ہم کچھ کلام نہ کرسکے اور اپنے اصحاب کے پاس چلے آئے۔

کیوں صاحب جہازوالے تو وہاں اکثر آیا جایا کرتے تھے اون کا بیان ہے ہم نے کبھی نہیں دیکھا پھر ابن بطوطہ کو وہاں کہاں سے مل گئے جن کی خدمت میں اتنی دیر تک رہے

طلب دعا بھی کی اونکے ساتھ نماز بھی پڑھی۔

اصل یہ ہے کہ اسرار خداوند عالم کو کوئی نہیں جان سکتا کہ وہ اپنے اولیاء کو کیا کیا کرامتیں عطا کرتا ہے اور اون سے کیا کیا کام لیتا ہے۔ ہماری عقول بشری ضعیف و کمزور ہیں۔ ہم کسی چیز کی کنہ حقیقت کو نہیں پہونچ سکتے۔ اپنی کمزور عقل سے جس امر کو خلاف عادت سمجھتے ہیں اوس سے انکار کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اسی لئے خدا نے مومنین کی تعریف یومنون بالغیب قرار دی ہے کہ جن باتوں کی خبر خدا و رسول دیتا ہے اوسکو بے چون و چرا مان لیتے ہیں اور جن لوگوں کا ایمان نہیں درست ہوتا وہ کسی طرح نہیں مانتے۔

آپ اگر کتابوں کی سیر کریں تو آپکو معلوم ہو سکتا ہے کتنے ملک ہیں کتنی زمینیں ہیں کتنے گاؤں ہیں کتنے شہر ہیں جو ابھی تک نہیں معلوم ہوئے جزائر السلیند ۱۰۶۰ء کے قریب معلوم ہوا۔ جزائر کنری۔ مدیترا اور ر ولفز پندرہویں صدی کے آغاز میں معلوم ہوا۔ ۱۴۹۲ء میں امریکہ دریافت ہوا۔ ۱۶۰۶ء میں اسٹریلیا کا علم ہوا۔ مگر جس وقت اونکے دریافت کنندوں نے بیان کیا اوس وقت اسی طرح تمسخر اوڑایا گیا لیکن بعد کو معلوم ہوا کہ یہ خواب نہیں تھا۔

بہرحال جزیرہ خضراء کا حال تو آپکو معجم البلدان اور کتاب صفۃ المغرب ادریسی سے معلوم ہو چکا دیکھئے اب بھی آپ کا ایمان درست ہوتا ہے یا نہیں۔

اعتراض:۔ (۳) شعاب ذی طوی یکون لصاحب ھذا الامر غیبۃ فی بعض ھذہ الشعاب واومی بیدہ الی ناحیۃ ذی طوی رسالہ الحجہ فیما نزل فی قائم الحجۃ مشمولہ کتاب غایت المرام در ذیل آیت الثالثۃ والستون ص ۴۲۵ ذو طوی موضع بمکہ داخل الحرم کتاب مجمع البحرین زیر لفظ طوی ایسے مشہور و معروف مقام میں جیسے کہ احاطہ حرم مکہ ہے مگر نئی پرانی دنیا کا کوئی سیاح جہاز راں ان حالات سے واقف نہیں

جواب:۔ اس روایت میں صرف اسی قدر بیان ہے کہ یہاں حضرت کو غیبت ہوگی نہ یہ کہ یہاں آپکا قیام ہے۔ پھر اس مقام کے مشہور و معروف ہونے سے آپکے استدلال

کو کیا نفع پہونچا۔ کیونکہ اگر روایت میں یہ بیان ہوتا کہ حضرت یہاں پر قیام پذیر ہیں یا یہاں رہتے ہیں جب آپکا استبعاد ایک طرح برمحل تھا۔ یہاں تو صرف اس قدر ہے کہ ان شعاب میں حضرت کو غیبت ہوگی۔ نہ یہ کہ آپ یہاں رہتے ہیں۔ اور جب ہم باتفاق روایات فریقین حضرت کا شریک ہونا حج میں ثابت کر چکے ہیں تو اور بھی آپکو تعجب ہونا چاہئے کہ باوجودیکہ ہر سال شریک حج ہوتے ہیں مگر کوئی نہیں پہچانتا۔

اعتراض:- (۴) شہر جابلسا وجابلقا۔ در طرف مشرق و مغرب دو شہر عظیم است کہ یکے را جابلسا گویند و دیگر را جابلقا بلکہ شہر ہائے متعددہ و ایں کہ اہل آں شہر ہا از انصار قائم علیہم السلام (امام غائب) اند و باں جناب خروج میکنند و بر اصحاب صلاح سبقت جویند و پیوستہ از خدا تعالی مسئلت نمایند کہ ایشاں را از انصار دین خود قرار دہد و اینکہ ائمہ علیہم السلام در اوقات معینہ نزد ایشاں می رفتند و معالم دین با نہامی آموختند الخ نجم ثاقب صفحہ ۲۲۰

متمدن دنیا آج تک ان دونوں شہروں سے ناواقف ہے کوئی پوچھے بھلا امام تو غائب ہیں کسی مصلحت کی وجہ سے لیکن دو شہر کیوں اہل علم سے مخفی ہیں۔ کیا مکان کی عدم موجودگی سے مکین کی عدم موجودگی پر استدلال نہیں کر سکتے؟

جواب:- بس یہیں تک آپکے استبعاد کی حد ختم ہوئی۔ جزیرہ خضرا کا اثبات تو ہو چکا ذی طوی کا جواب بھی ہو چکا اب جابلقا و جابلسا کیلئے پہلے قاموس کو ملاحظہ فرمائیے صفحہ ۱۰۴ مطبوعہ بمبئی

جابلص بفتح الباء و اللام او سکونہا دیار بالمغرب لیس وراءہ انسی یعنی جابلص مغرب میں ایک شہر ہے جسکے ادہر کوئی آدمی نہیں ہے۔ پھر جابلق کی تحقیق میں لکھتے ہیں صفحہ ۵۷ جابلق دیار بالمشرق و تقدم فی جابلص یعنی جابلق ایک شہر ہے مشرق میں جس کا ذکر جابلص میں ہو چکا ہے۔

تعجب ہے کہ ام آپکو عداوت جناب صاحب الامرؑ نے ایسا مدہوش کر دیا ہے کہ ایسے متواتر

اور مشہور شہروں سے بھی انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ وہ مقامات ہیں کہ متقدمین اہل لغت نے بھی اس کا تذکرہ اپنی کتابوں میں کیا ہے۔

پھر اپنے امام محمد بن جریر طبری کی تاریخ طبری دیکھئے ص۳۶ مطبوعہ مصر

ثم قال النبیؐ وعجب من خلق الله وللعجب من القدرۃ مما لم یخلق اعجب من ذلک وذلک قول جبرئیلؑ لسارۃ اتعجبین من امر الله ذلک ان الله عز وجل خلق مدینتین احدھما بالمشرق والاخری بالمغرب من بقایا ثمود من نسل الذین آمنوا بالصالح اسم التی بالمشرق بالسریانیہ مرقیسیا و بالعربیۃ جابلق و اسم التی بالمغرب بالسریانیہ برجیسیا و بالعربیہ جابرس ولکل مدینۃ عشرۃ آلاف باب۔

پھر لکھتے ہیں وان جبرئیلؑ انطلق بی الیھم لیلۃ اسری بی من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی فدعوت یاجوج وماجوج الی عبادۃ الله عز وجل فابوا ان یجیبونی ثم انطلق بی الی اھل المدینتین فدعوتھم الی دین الله عز وجل والی عبادتہ فاجابوا واناب الیہم فھم فی الدین من احسن منھم فھو مع محسنکم ومن اساء منھم فاولئک مع المسیئین منکم ص۳۶

اس عبارت کا ترجمہ تاریخ طبری فارسی میں بھی دیکھ لیجئے ص۱۳ مطبوعہ نولکشور

پس پیغامبر گفت صلے الله علیہ وسلم کہ خدائے عزوجل بسیار عجائب آفریدہ است یکے از عجائب آنکہ دو شہرستان آفریدہ است یکے بمشرق ویکے بمغرب و آنکہ بمشرق است جابلقا و آنکہ بمغرب است جابلسا و ہر شہرستان دوازدہ ہزار در است از درے تا درے دیگر یک فرسنگ در آں شہرستان چنداں خلق اند کہ ہر درے را دو ہزار کس پاسباں بود و نیز ہرگز نوبت بدیشاں نرسد و اگر چنیدیں خلق بمشرق و مغرب نبودے ہر شبے کہ آفتاب بداں چشمہ فرو شدے و بامداد کہ بر آمدے در ہمہ خلق عالم نشنیدندے ولیکن بانگ و غلغلہ خلق آں شہرستان بانگ بر آمدن نشنوند و آں خلائق ہمہ مؤمن

اند کہ در شہرستان مشرق‌اند از بقیت قوم عادند کہ بر ہود پیغمبر علیہ السلام گرویدہ بودند و آنکہ
بمغرب‌اند از قوم ثمودند کہ بصالح صلوات الرحمن علیہ گرویدہ بودند و در پس آں شہرستان
کرامت است یکے را حسک خوانند و یکے را تاقیل و سیم را تارش و پس از
ایشاں یاجوج است رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گفت آں شب کہ مرا جبرئیل بہ
آسمان برد از مسجد سوے یاجوج و ماجوج بردومن ایشان را دعوت کردم اجابت
نکردند و از آنجا بایں شہرستانہا بر و اجابت کردند روز رستخیز ایشان از امت باشند

اب ہم نہیں سمجھتے کہ کیونکر آپ کے ایمان کو درست کریں۔ کیونکہ ایک طرف
اہل لغت کی تحقیق ہے کہ قاموس میں لکھا ہے یہ دو شہر ہے مشرق و مغرب میں۔
دوسری طرف حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو خاص آپکی تاریخ طبری میں ہے
جسکی نسبت عام طور پر اہلسنت کے ہاں اصح التواریخ کہی جاتی ہے۔

اگر اس پر بھی تسکین نہ ہو تو کتاب معجم البلدان امام حموی ملاحظہ فرمائیے ص۱
جلد ۲ جابلق بالباء الموحدة المفتوحة وسکون اللام روی ابو روح
عن الضحاک عن ابن عباس ان جابلق مدینة باقصی المغرب واھلھا
من ولد عاد و اھل جابرس من ولد ثمود ففی کل واحدة منھما بقایا ولد
موسی عم کل واحدة من الامتین ولما صالح الحسن بن علی بن ابی طالب
معاویة قال عمرو بن عاص لمعاویة قد اجتمع اھل الشام والعراق فلو امرت
الحسن ان یخطب فلعلہ یحصر و یسقط من اعین الناس فقال یا ابن اخی
لو صعدت وخطبت واخبرت الناس بالصلح قال فصعد المنبر وقال بعد
حمد اللہ والصلاة علی رسولہ صلعم ایھا الناس انکم لو طلبتم ما بین
جابرس وجابلق وفی روایة جابلص ما وجدتم ابن نبی غیری وغیر اخی
وانی رایت ان اصلح بین امة محمد صلعم وکنت احقھم بذلک الا انا صالحنا
وجعل یقول وان ادری لعلہ فتنة لکم ومتاع الی حین فجعل معاویة یقولہ

انزل انزل وجابلق ایضاً رستاق باصبهان لہ ذکر فی التواریخ فی حرب کانت بین قحطبہ وداؤد بن عمر بن ہبیرۃ لقتال عبد اللہ بن معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب وکان قد غلب علی فارس فنفاہ منہا وغلب علی فارس واصبہان حتی قدم قحطبہ بن شبیب فی جیش من اہل خراسان فاقتتلوا فقتل عامر بن ضبارۃ لسبع بقین من رجب سنہ ۱۳۱ھ وجابلق من رستاق اصبہان۔

یعنی ابن عباس سے روایت ہے کہ جابلق ایک شہر ہے اقصیٰ مغرب میں اور باشندے اوسکے اولاد عاد سے ہیں اور جب امام حسنؑ نے معویہ سے صلح کی تو عمرو عاص نے معاویہ سے کہا اہل شام واہل عراق کا مجمع ہے۔ اگر امام حسنؑ کو خطبہ دینے کا حکم دیتے تو لوگوں کو معلوم ہوجاتا وہ خطبہ دے سکیں گے اور لوگوں کی نظر سے گر جائیں گے۔ معویہ نے حضرتؑ سے کہا کہ آپ خطبہ دیں حضرتؑ منبر پر تشریف لیگئے تو بعد حمد ونعت فرمایا ایہا الناس اگر تم درمیان جابرس وجابلق۔ اور بروایتے جابلص فرمایا نظر کرو تو بجز ہمارے اور ہمارے بھائی کے کسی کو بھی فرزند نبی نہ پاؤ گے۔ اور ہم نے مناسب سمجھا کہ امت محمدی میں صلح کرادیں۔ حالانکہ ہم سب سے زیادہ مستحق تھے لہذا معویہ سے صلح کرلی اوسکے بعد اس آیہ کی تلاوت فرمائی و ان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین اسپر معاویہ نے کہا اوتر آؤ اوتر آؤ۔

کیا اب بھی آپکو وجود جابلقا وجابلسا میں شبہ رہ سکتا ہے۔ حالانکہ خود آپکی کتاب معجم البلدان میں یہ روایت ابن عباس اور امام حسنؑ کی موجود ہے۔

افسوس کہ آپ حضرات کو اب اقوال رسول وصحابہ کرام سے ایسی منافرت ہوگئی ہے کہ آپ ایک کی بھی نہیں سنتے اور جو چاہتے ہیں کہتے ہیں۔ اگر آپ ان عبارات میں غور کریئگے تو معلوم ہوگا ان شہروں کے وجود میں کسی کو شک نہیں ہوا اور سب نے بالرأس والعین تسلیم کیا ہے۔ مگر نہ ماننے کا علاج کسی کے پاس نہیں۔

بہشت شداد کا حال پہلے مرقوم ہو چکا ہے کہ اسی دنیا میں ہے بلکہ عدن میں ہے مگر
کسی کی رسائی وہاں تک نہیں ہوتی۔ حالانکہ اوس پر ایمان لانا لوازم اسلام سے ہے
کیونکہ قرآن مجید میں اس کا ذکر موجود ہے۔ ارم ذات العماد التی لم یخلق مثلہا فی
البلاد ملاحظہ ہو صفحہ ۵۵ رسالہ صاحب العصر والزمان

پھر بروے قرآن مجید تصدیق قصہ اصحاب کہف و رقیم ضروری ہے مگر افسوس کسی کو
اس کا علم نہیں ہے۔ تفسیر در منثور سیوطی میں ہے صفحہ ۲۱۵ جلد ۴ مطبوعہ مصر
واخرج ابن مردویہ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم اصحاب الکہف اعوان المہدی۔

یعنی ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا اصحاب
کہف اعوان مہدی علیہ السلام سے ہونگے۔

اس روایت نے تو اچھی طرح آپکے مرزا صاحب کے دعاوی کو باطل کر دیا۔ کیونکہ
اس کا دعوی بھی مرزا صاحب نے نہیں کیا کہ اصحاب کہف ہمارے اعوان سے ہیں۔
کیونکہ غالباً اسکی خبر بھی انکو نہ تھی کہ ایسی حدیث بھی ہے ورنہ اس کا بھی الہام
ہو جاتا۔ انشاءاللہ انکے خلیفہ دوم کوئی الہام نکالیں تو یہ دوسری بات ہے۔

افسوس کہ خیال اختصار مانع ہے ورنہ ہزاروں عجائبات ایسے ہیں جو کتب فریقین
میں موجود ہیں جنکے مطالعہ سے اہل ایمان کا ایمان تازہ ہو۔ مگر جس شخص نے تعداد
رسول اور اقوال علماء سے دست برداری کی ہے اوسکے سامنے کیا بیان کیا جائے
لہذا ہم بقیہ عبارت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں مگر یہ تو ارشاد ہو کہ آپکا یہ لکھنا "دو شہر
کیوں اہل عالم سے مخفی ہے"۔ یہ اعتراض کس پر ہے۔ خدا پر جس نے ان شہروں کو بلکہ
بہشت شداد اور غار اہل کہف کو بھی مخفی رکھا ہے۔ یا رسول اللہ پر جس نے ان شہروں
اور بلاد کی خبر دی جو آپکی نظر سے مخفی ہیں یا اون مومنین پر جو بفحوائے یومنون بالغیب
ان اخبار رسول ؐ پر ایمان لائے اور اوسکی تصدیق کی۔

اگر مکان کی عدم موجودگی سے مکین کی عدم موجودگی پر استدلال کر سکتے ہیں تو پھر وجود خداوند عالم پر کیونکر ایمان لا سکتے ہیں جس کا کہیں مکان نہیں اور پھر قرآن پر کیونکر ایمان لا سکتے ہیں جس کی خبر کے مطابق نہ ارم ذات العماد کا وجود مشاہد ہے نہ غار اصحاب کہف نہ سد سکندر۔ تو غور فرمایئے اس انکار سے آپکا کیا حشر ہونیوالا ہے۔

بھیکپور کی ۲۵ رجب

حسب معمول امسال بھی ۲۵ رجب یوم شہادت حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی مجلس و تابوت میں بیرونجات کے مومنین و مومنات کا اجتماع کافی تعداد میں تھا پہلی مجلس وقف حاجی سید امداد حسین صاحب کیطرف سے دوسری ہمارے جدی امامباڑہ میں اور تیسری بڑے امامباڑہ میں منعقد ہوئی۔ ان مجلسوں میں جناب مولانا حکیم سید علی جعفر صاحب فاضل جونپوری و جناب مولانا سید علی سجاد صاحب بھیکپوری صدر الافاضل اور جناب مولانا سید ظہار الحسنین صاحب عشروی صدر الافاضل مبلغ مدرسۃ الواعظین و مدرس اعلیٰ مدرسہ سلطان المدارس امیہ کھجوا نے حضرت امام ہفتم کے فضائل و مصائب بہت خوبی سے بیان کئے خوب گریہ ہوا اور مجلسیں ہر طرح بہت کامیاب اور شاندار ہوئیں۔

راحت حسین بھیکپور

اخبار جدیدہ

(۱) بلوچستان میں بھی شاردا ایکٹ نافذ کر دیا گیا (۲) درۂ شکاری کے کھل جانے سے کابل اور مزار شریف تک سڑک طیار ہو گئی ہے۔ شاہ افغانستان نے حکم دیا ہے کہ روضہ مبارکہ حضرت علی کے لئے جو غلاف کابل میں طیار کیا گیا ہے وہ اسی راستے لیجایا جائے۔ (۳) یمن اور نجد میں جنگ ہونے کی خبریں اخبارات میں برابر آتی رہتی ہیں (۴) اٹلی میں شروع نومبر میں ۴۹ لاکھ آدمی بیکار تھے (۵) ہندوستان اور برما میں ۲۲۵ زبانیں مروج ہیں۔ یورپ میں ۲۰ زبانیں مروج ہیں (۶) افغانستان کے فرمانروا امیر نادر خاں ۸ نومبر ۳۳ء کو اپنے ایک نوجوان نوکر کے ہاتھ سے قتل کر دیئے گئے اب انکا بیٹا محمد طاہر خاں بادشاہ بنایا گیا (۷) دہلی کے مشہور حکیم نابینا صاحب نے ایک لاکھ پچیس ہزار کا وقف دایہ گری کی تعلیم کیلئے وقف کیا ہے (۸) زیتون کے درخت کی عمر سات سو سال تک ہوتی ہے (۹) ہر سال آسٹریلیا سے تیس لاکھ روپیہ کے گھوڑے ہندوستان میں آتے ہیں (۱۰) امریکہ میں ہوائی جہازوں کے ذریعہ سے بارش کی کوشش ہو رہی ہے (۱۱) روپیہ کی کمی کی وجہ سے امریکہ میں سیکڑوں گرجے بند کر دیئے گئے۔ مذہبی اخبار ہفتہ وار ماہانہ کر دیئے گئے۔ سیکڑوں عیسائی اپنی خانقاہوں کے بند ہو جانے سے اپنے وطن واپس جا رہے ہیں۔

نتیجہ ہے برسوں کے تجربہ کا مشہور طبیب فخر ایجاد حاذق العصر مولانا عرشی صاحب قبلہ کی مقبول عالم ایجاد

کمونی رجسٹرڈ

اعلیٰ درجہ کی خوش مزہ ہاضم اور مقوی معدہ

قبض۔ تبخیر۔ اسہال۔ ورم جگر۔ طحال۔ سباؤگولہ۔ قولنج۔ درد گردہ۔ بادی بواسیر۔ متلی۔ جبس ریاح۔ بدہضمی قراقر۔ تخمہ۔ ہیضہ بلکہ معدہ کے لگاؤ سے پیدا ہونیوالی تمام بیماریوں حتیٰ کہ کالی کھانسی۔ مرگی۔ ہسٹریا وغیرہ میں بھی اکسیر ثابت ہوئی ہے۔

اکسیر ہونے کا ثبوت

اسکے باقاعدہ استعمال سے آپ ثقیل سے ثقیل غذائیں آسانی ہضم کریں گے خون صالح بافراط پیدا ہوکر جسم کا وزن یوماً فیوماً بڑھتا جائیگا۔ انشاء اللہ۔

دل چاہے تو ایک شیشی والا بکس عہ میں یا دو شیشیوں والا بکس ۱؍ میں منگا کر آزما لیجئے۔

نور بصر

اصلی موتی اور جواہرات سے تیار کیا ہوا سرمہ

آنکھ کی تمام خرابیاں دور کرکے روشنی بھر دیتا ہے تا اینکہ آنکھ کا ناسور بھی اچھا کر دیتا ہے دل چاہے تو ایک شیشی منگا کر تجربہ کیجئے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ مقرر ہے۔ علاوہ محصول۔

آئینہ صحت۔ اگر حقیقتاً آپکو اپنی اور اپنی عورتوں اور بچوں کی صحت پیاری ہے تو اول سے آخر تک آئینہ صحت مفت منگا کر دیکھئے (اخبار کا حوالہ ضرور دیجئے۔)

مینجر کمونی فیکٹری نیا چوک بنارس سٹی

مفت! عین حقیقت مفت! اس رسالہ میں عالیجناب مولانا السید محمد مجتبیٰ صاحب نوگانوی نے محققانہ اور دلچسپانہ انداز میں یہ ثابت کیا ہے کہ واقعہ کربلا حمایت اسلام و خدمت مذہب کے ماتحت عمل میں آیا اور سید الشہداء اسلام کے سچے حامی تھے نہ طالب حکومت و جنگجو (نوٹ) محصول کے لئے ۲ کا ٹکٹ یا کارڈ پر ۲ تعلیم یافتہ مومنین کے موجودہ مکمل پتے لکھکر روانہ فرمائیے فوراً رسالہ حاضر ہوگا۔

تعلیم الشہداء عہ۔ الاعتبار عہ۔ اثبات الحجاب ۶۔ تاریخ العلماء ۱؍

پتہ:۔ مدیر شیعہ دائرۃ الاشاعۃ نوگانواں ضلع مراد آباد

جلدی کیجئے آپکو معلوم ہے کہ جناب محسن الملک نواب مہدی علی خانصاحب سکرٹری علی گڈھ کالج نے تحفۂ اثنا عشریہ کیطرح ایک کتاب آیات بینات شیعوں کے خلاف لکھکر مذہب اہلسنت کی حمایت میں بڑی جان توڑ کوشش کی تھی۔ اگرچہ اسکے کئی جواب ہوئے مگر جو خوبی نواب صاحب کے حقیقی بھائی جناب مولوی سید امیر حسن صاحب اول تعلقدار وظیفہ یاب حیدرآباد دکن ایدہم اللہ تعالی کے محققانہ جواب آیات محکمات میں ہے وہ ہر شخص کو اس کتاب کا فریفتہ کر رہی ہے۔ جلد اول ہاتھوں ہاتھ نکل کر ختم ہوگئی۔ دوسری جلد کے دو حصے ہیں۔ یہ البتہ مل سکتے ہیں۔ یہ دونوں حصے بہت اہم ہیں۔ جو مباحث جلد اول میں لکھے گئے ہیں اونکی تشریح اور اسناد دونوں حصوں میں دیئے گئے ہیں۔ بغیر ان دونوں حصوں کے جلد اول تشنہ بلکہ گویا بیکار ہے۔ جو حضرات پہلی جلد منگا چکے ہیں وہ خاصکر دوسری جلد کے دونوں حصوں کو بھی ضرور منگائیں۔ قیمت فی حصہ صرف پانچ روپیہ۔

ملنے کا پتہ۔ جناب مولوی سید امیر حسن صاحب اول تعلقدار وظیفہ یاب عابد منزل چادر گھاٹ حیدرآباد دکن

کربلائے معلی اور مشہد مقدس کے زائرین کو خوشخبری خدا کے فضل سے مومنین کا شوق زیارت روز بروز ترقی کرتا جاتا ہے اور کثرت سے قافلے کربلائے معلی اور مشہد مقدس روانہ ہوتے رہتے ہیں۔ مگر بغیر مفصل سفرنامہ کے قدم قدم پر دقت کا سامنا ہوتا ہے۔ اس وجہ سے آپ کتاب معین الزائرین طلب فرمائیں جو عراق و ایران کے سفر میں کل حالات کے متعلق بہت شرح و بسط سے لکھی گئی ہے۔ اس میں ہر جگہ کے کرایہ ریل جہاز۔ موٹر وغیرہ کی تفصیل بھی دی ہے۔ مفید و کار آمد ہدایات سفر بھی لکھے ہیں متعلقہ ریلوے لائنوں کا ٹائم ٹیبل بھی درج کیا ہے۔ مشہد مقدس و طہران و قم و دیگر مشہور مقامات ایران نیز کاظمین۔ سامرہ۔ کربلائے معلی۔ نجف اشرف کے ضروری حالات بھی دیئے ہیں۔ کئی نقشے بھی ہیں جن سے شہروں اور ضروری مقامات کا جغرافیہ بھی واضح ہو جاتا ہے۔ غرض بہت جامعیت کے ساتھ یہ سفرنامہ مرتب کیا گیا اور ہر ضروری بات درج کی گئی ہے۔ یہ کتاب ایک دلچسپ رفیق سفر ہے جو ہر جگہ اور ہر کام کی باتیں پہلے ہی بتا دیتی ہے۔ قیمت صرف ۱۲ ہے۔

ملنے کا پتہ

جناب مولوی سید محمد مجتبی صاحب منتظم قریب الاوقاف مشرقی دار الشفا حیدرآباد دکن

(مطبع اصلاح مشن پریس کھجوا میں سید محمد جعفر نے چھپواکر شایع کیا)